دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیرِ نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مُدلّل، مُکمّل

کفایت المفتی

مُفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلدِ سُوم

کتاب الصلوٰۃ

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

با اہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھ روڈ لاہور
کشمیر بکڈ پو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

نحمدُاللّٰہ العلی العظیم و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم ط

امّا بعد۔ یہ کفایت المفتی کی جلد سوم قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں میں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کُل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد سوم جو آپ کے پیشِ نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے۔

رجسٹروں سے ۴۴۷   الجمعیۃ سے ۱۳۷   متفرق ۲۰۱   کُل ۷۸۶

کفایت المفتی جلد اوّل و دوم و سوم کے کُل فتاویٰ کی تعداد پندرہ سو اکسٹھ ہوئی۔

اب انشاء اللہ جلد چہارم آئے گی جو کتاب الجنائز سے شروع ہوتی ہے۔

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

احقر حفیظ الرحمان واصف

فہرست عنوانات

کتاب الصلوٰۃ

پہلا باب

اذان و تکبیر

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

چوتھا باب
مسجد اور عید گاہ کے آداب

پانچواں باب
نماز جمعہ

مضمون	صفحہ
۳۹۸ ہندوستان کی بستیوں میں جمعہ کا حکم	۲۵۷
۳۹۹ ۲۰۰۰ سے زائد آبادی والے گاؤں میں جمعہ	"
۴۰۰ مصر کی تعریف میں " مالا یسع أکبر مساجدہ" کی شرط	۲۵۸
فصل سوم : خطبہ واذان خطبہ	"
۴۰۱ غیر عربی میں خطبہ خلاف سنت ہے	"
۴۰۲ خطبہ میں حاکم وقت کا نام لیکر دعا کرنا	۲۵۹
۴۰۳ ہاتھ میں عصا لیکر خطبہ پڑھنا	۲۶۰
۴۰۴ اردو زبان میں خطبہ خلاف سنت متوارثہ ہے	"
۴۰۵ اذان ثانی خطیب کے سامنے ہونی چاہئیے	"
۴۰۶ ڈھائی ہزار والی آبادی میں جمعہ کا حکم	"
۴۰۷ جمعہ وعیدین کا خطبہ فارسی میں پڑھنا مکروہ ہے	۲۶۲
۴۰۸ (۱) مسجد میں آتے ہی سنتیں پڑھیں جائیں	"
(۲) اذان ثانی کا جواب زبان سے نہ دیا جائے	"
(۳) خطبہ کا کچھ حصہ عربی میں اور کچھ اردو میں پڑھنا	"
(۴) دوران خطبہ منبر سے ایک زینہ اتر کر پھر چڑھنا بدعت ہے	"
۴۰۹ (۱) جو خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے	۲۶۳
(۲) امام کے ساتھ محراب میں کھڑے ہونا	"
(۳) خطبہ میں حاکم وقت کا نام لینا	"
۴۱۰ پہلے وعظ کر کے خطبہ عربی میں پڑھا جائے	۲۶۴
۴۱۱ خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ	"
۴۱۲ غیر عربی میں خطبہ درست نہیں	"
۴۱۳ ایضاً	۲۶۵
۴۱۴ ایضاً	"
۴۱۵ ایضاً	"
۴۱۶ اذان ثانی کے بعد دعا زبان سے نہ پڑھی جائے	۲۶۶
۴۱۷ بوقت خطبہ ہاتھ میں عصا لینا کیسا ہے ؟	"
۴۱۸ سوال مثل بالا	۲۶۷

آٹھواں باب
دعا بعد نماز

مضمون	صفحہ
٦۵۰ سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جانے کا حکم	۴۲۱
٦۵۱ امام کا درمیانی قعدہ میں دیر کرنا	″
٦۵۲ رکوع میں "ربی العظیم" کے بجائے "ربی الکریم" پڑھنا	″
٦۵۳ کرسی پر نماز پڑھنے کا حکم	۴۲۲
٦۵۴ تشہد میں حضور ﷺ کا تصور کرنا	″
سولھواں باب	
نماز کی تعریف اور طریقے (صفة الصلاة)	
٦۵۵ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لئے کہاں تک جھکے ؟	۴۲۳
٦۵٦ دوسری رکعت کے لئے اٹھتے ہوئے زمین پر ہاتھ ٹیکنا	۴۲۴
٦۵۷ عورتوں کے لئے نماز کا طریقہ	″
٦۵۸ نماز میں ہاتھ اور بدن کا ہلانا مکروہ ہے	″
٦۵۹ نماز میں ارسال یدین کا حکم	۴۲۵
٦٦۰ (۱) نماز کی رکعات ثابت ہیں یا نہیں ؟	″
(۲) نمازوں کی رکعات مختلف کیوں ہیں ؟	″
سترواں باب	
مستحبات نماز	
٦٦۱ تشہد میں انگلی سے اشارہ احادیث سے ثابت ہے	۴۲٦
٦٦۲ تشہد میں انگلی کس وقت اٹھائی جائے ؟	۴۲۷
٦٦۳ انگلی اٹھائے رکھنا بہتر ہے یا گرا دینا ؟	۴۲۸
اٹھارواں باب	
مفسدات و مکروہات نماز	
٦٦۴ آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	۴۲۸
٦٦۵ سجدہ میں جاتے ہوئے کپڑے سمیٹنا مکروہ ہے	″
٦٦٦ نمازی کے سامنے چراغ ہونا	۴۲۹
٦٦۷ عصر کی تیسری رکعت پر سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے ؟	″
٦٦۸ جالی والی ٹوپی کے ساتھ نماز مکروہ نہیں	″
٦٦۹ پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	۴۳۰

مضمون	صفحہ
۶۷۰ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا	۴۳۰
انیسواں باب	
مدرک، مسبوق، لاحق	
۶۷۱ (۱) مسبوق تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا گیا	″
(۲) "اللہ" کھڑے ہونے کی حالت میں اور "اکبر" رکوع میں جا کر کہا، نماز صحیح ہوئی	″
۶۷۲ جن کا امام کے پیچھے رکوع چلا جائے اُن کی یہ رکعت فوت ہو گئی	۴۳۲
۶۷۳ مقیم مسبوق مسافر امام کے پیچھے بقیہ نماز کس طرح پڑھے؟	″
۶۷۴ مغرب کے قعدہ اولیٰ میں شریک ہونے والے کے لئے کیا حکم ہے؟	۴۳۳
۶۷۵ آخری دو رکعت پانے والا بقیہ نماز کس طرح پڑھے؟	″
۶۷۶ مقتدی کا دوران نماز وضو ٹوٹ گیا تو کس طرح کرے؟	″
۶۷۷ مسبوق بقیہ نماز میں قراءت کرے یا نہیں؟	۴۳۴
۶۷۸ مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی؟	″
۶۷۹ کسی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھی جائے تو مسبوق کے لئے کیا حکم ہے؟	۴۳۵
۶۸۰ (۱) مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے	″
(۲) مسبوق نے عمداً یا سہواً سجدہ سہو کے سلام میں امام کی متابعت کی، تو نماز ہوئی؟	″
(۳) مسبوق امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے	″
(۴) مسبوق نے عمداً یا سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟	″
۶۸۱ مسبوق بقیہ نماز کے لئے کب کھڑا ہو؟	۴۳۷
۶۸۲ مغرب کی ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتوں میں قراءت کرے	″
۶۸۳ تکبیر تحریمہ رکوع میں جا کر ختم کی تو نماز نہیں ہوئی	″
۶۸۴ مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟	۸۳۸
۶۸۵ جس کا امام کے پیچھے رکوع رہ جائے، تو کیا حکم ہے؟	″
۶۸۶ دو رکعت پانے والا بقیہ نماز میں قراءت کرے	″
۶۸۷ جماعت کی ایک رکعت پانے والا بقیہ نماز کس طرح پڑھے؟	۴۳۹
بیسواں باب	
قنوت نازلہ	
۶۸۸ نماز فجر میں قنوت نازلہ کا حکم	۴۳۹

تئیسواں باب
ستر عورت

مضمون	صفحہ

چوبیسواں باب
متفرقات

مضمون	صفحہ

پہلا باب
اذان و تکبیر

نماز کے علاوہ کن مواقع پر اذان کہنا جائز ہے ؟

(سوال) اذان کی مشروعیت علاوہ پنجگانہ نماز کے کسی اور طریق سے بھی حدیث یا فقہ سے ثابت ہوئی یا نہیں ؟ جیسا کہ کثرت جنات میں یا آگ کے لگنے میں یا اعمال بزرگوں سے بوقت وباء بعد صلوٰۃ عشاء چند اشخاص کا جمعاً یا فرداً فرداً اذانوں کا کہنا سنا جاتا ہے فی الشرع ثبوت رکھتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱) نماز کے علاوہ اذان کئی چیزوں کے لئے ثابت ہے بچے کے کان میں اذان دینا تو معروف و مشہور ہے اس کے علاوہ بھی فقہاء نے لکھا ہے کہ شدت غم کے وقت مغموم کے کان میں اذان کہی جائے تو اس کے غم کو زائل کر دیتی ہے **قال الملا علی القاری فی شرح المشکوٰۃ قالوا یسن للمهموم ان یامر غیره ان یؤذن فی اذنه فانه یزیل الهم کذا عن علی رضی الله تعالیٰ عنه و نقل الاحادیث الواردة فی ذلك فراجعه انتهی** (رد المختار)(۱) بحر الرائق کے حاشیے میں علامہ خیر رملی نے ذکر کیا ہے کہ کتب شافعیہ میں ہے کہ نماز کے علاوہ بچے کے کان میں اذان کہنا اور مہموم و مصروع اور غضبناک شخص یا کسی بگڑے ہوئے انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا یا دشمن کے حملے کے وقت یا آگ لگ جانے کے وقت یا جنات کی کثرت کی صورت میں اذان مسنون ہے پھر کہا کہ ہمارے نزدیک بھی اس میں کچھ بعد نہیں ۔ **وفی حاشیة البحر للخیر الرملی رأیت فی کتب الشافعیة انه قد یسن الا ذان لغیر الصلوٰۃ کما فی اذن المولود و المهموم والمصروع و الغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهیمةٍ و عند مزدحم الجیش و عند الحریق و عند تغول الغیلان ای عند تمرد الجن لخبر صحیح فیه اقول ولا بعد فیه عندنا انتهیٰ مختصراً** (۲) شدت وباء کے وقت بطور عمل کے اگر اذان کہی جائے اور اسے سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے تو مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے

(سوال) بغیر اذان مسجد میں جماعت کرتے ہیں اور جب کہو تو کہتے ہیں کہ کیا نماز اذان کے سوا بھاگتی ہے اس کا جواب حدیث و فقہ سے عنایت فرمائیں ؟

---

(۱) (باب الأذان ۱/ ۳۸۵، ط سعید کمپنی کراچی)
(۲) منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، باب الأذان ۱/ ۲۶۹، ط دار المعرفة بیروت لبنان و رد المحتار: باب الأذن ۱/ ۳۸۵، ط سعید)

(جواب ۲) فرض نماز کے لئے اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے چونکہ یہ شعائر اسلام سے ہے اس کے تارک کو گناہ بہت ہوگا بلکہ اگر کسی شہر والے مصر ہوں تو فقہاء ان سے جہاد کا فتویٰ دیتے ہیں وھو سنة مؤكدة هي كالواجب في لحوق الاثم (در مختار) قوله هي كالوا جب بل اطلق بعضهم اسم الواجب عليه لقول محمد رحمه الله لواجتمع اهل بلدة على تركه قاتلتهم عليه ولو تركه واحد ضربته و حبسته (رد المختار)(۱)

اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹہ بجانا

(سوال) بعض شہروں میں اذان کے بعد مسجد میں گھنٹہ بجا کر وقت کا اعلام کیا جاتا ہے آیا یہ امر بدعت حسنہ جائز ہے یا نہیں اور کلاک مسجدوں میں رکھی جاتی ہے اس میں بھی ہر ایک کلاک پر وقت کا اعلام اور کلاکوں کی تعداد کا گھنٹہ بجتا ہے اور یہ امر بھی مروج ہے آیا یہ بھی بدعت حسنہ ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳) اذان کے بعد اعلام الصلوٰۃ کی غرض سے گھنٹہ بجانا بدعت ہے اگرچہ بعض فقہاء نے تثویب کی اجازت دی ہے اور تثویب کی صورتوں کو تعارف پر چھوڑ دیا ہے لیکن راجح قول یہی ہے کہ تثویب مکروہ و بدعت ہے وھو الموافق للسنة ہاں مسجد میں گھڑی لگانا اور اس کے گھنٹوں کے موافق گھنٹہ بجانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ گھنٹہ شرعی جہت سے نہیں بجایا جاتا بلکہ وقت کا اعلام ہے اس میں کوئی حرج نہیں (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

اقامت میں دائیں بائیں مڑنے کا حکم

(سوال) اقامت میں بھی مثل اذان کے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا چاہئے یا نہیں اکثر کتب متون و شروح فقہ میں لکھا ہے کہ الاقامة مثل الاذان او مثله الخ تو آیا مثلیت میں تحویل وجہ اور التفات الی الیمین والشمال داخل ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤) ہاں اقامت میں بھی مثل اذان حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت منہ پھیرنا چاہئے کیونکہ تحول وجہ سنت ہے و يتحول فيه و كذا فيها مطلقا يميناً و يساراً بصلوٰة وفلاح لانه سنة الاذان مطلقاً (در مختار) (۳) واللہ اعلم

نابالغ لڑکے کی اذان کا حکم

(سوال) نابالغ بچے جو اکثر مسجدوں میں اذان کہتے ہیں یا امام خود ان سے اذان کہلا دیتے ہیں اس اذان کو دہرانا

---

(۱)(باب الأذان ' ۱/ ۳۸٤ ' ط سعيد) (۲) ولا تثويب إلا فى صلاة الفجر لماروى أن عليا . رضى الله عنه . رأى مؤذنا يثوب فى العشاء فقال : " أخرجوا هذا المبتدع من المسجد الخ (المبسوط للسرخسى : باب الأذان' ۱/ ۱۳۰' ط دار المعرفة' بيروت' لبنان) (۳) (باب الأذان '۱/ ۳۸۷ ط سعيد)

چاہئیے یا نہیں ؟
(جواب ۵) بچے اگر نا سمجھ ہوں تو ان کی اذان کو دہرانا چاہئیے کیونکہ ان کی اذان سے مقصود اذان یعنی اعلام حاصل نہیں ہوتا' اس لئے کہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ بچے کھیل میں کہہ رہے ہیں لیکن اگر بچے سمجھدار ہوں اور ان کی اذان سے مقصود حاصل ہو جائے تو وہ اذان جائز ہے دہرانے کی حاجت نہیں(۱)

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(سوال) اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر مناجات کرنا کیسا ہے اس کا کچھ ثبوت ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا
(جواب ٦) اذان کے بعد جو الفاظ ادا کئے جاتے ہیں وہ دعا کے الفاظ ہیں اور رفع یدین آداب دعا میں سے ہے اس لئے ہاتھ اٹھانے میں مضائقہ نہیں(۲)

اذان میں بوقت شہادتین انگوٹھے چومنا

(سوال) بے شک حدیث صدیق اکبرؓ موضوع ہے لیکن شامی نے لکھا ہے کہ تقبیل ظفر ابہامین عند استماع اسمہ ﷺ عند الاذان جائز ہے ؟
(جواب ۷) شامی نے اس مسئلے کو قہستانی سے اور قہستانی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے نیز شامی نے فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ دونوں قابل فتویٰ دینے کے نہیں ہیں اور جب کہ حدیث کا ناقابل استدلال ہونا ثابت ہے تو پھر اس کو سنت یا مستحب سمجھنا بے دلیل ہے اور اس کے تارک کو ملامت یا طعن کرنا مذموم ۔ زیادہ سے زیادہ اس کو بطور علاج رمد کے ایک عمل سمجھ کر کوئی کر لے تو مثل دیگر اعمال کے مباح ہو سکتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت ثابت نہیں(۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

"اقامت کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں" وجواب دیگر

(سوال) تکبیر داہنی طرف امام کے ہونی چاہئیے یا پشت پر یا بائیں جانب ؟ کونسی جگہ افضل اور جائز ہے ؟

المستفتی نمبر ۱٦۵ ۷ رمضان ۵۲ھ ۔

---

(۱) فيصح أذان الكل سوى الصبى الذى لا يعقل : لأن من سمعه لا يعلم أنه مؤذن بل يظن أنه يلعب' بخلاف الصبى العاقل : لأنه قريب من الرجال الخ (رد المحتار : باب الأذان ' ۱ / ۳۹٤ ط سعيد)
(۲) الأفضل فى الدعاء أن يبسط كفيه و يكون بينهما فرجة وإن قلت الخ (عالمگيرية: كتاب الكراهية الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح والذكر والدعاء' ۵/۳۱۸ ' ط مكتبه ماجديه' كوئٹه)
(۳) وذكر ذلك الجراحى' والحال ثم قال' ولم يصح فى المرفوع من كل هذا شئى الخ (شامية: باب الأذان' ۱/۳۹۸ ' ط سعيد)

(جواب ۸) تکبیر کے لئے کوئی جہت اور کوئی صف متعین نہیں ہے(۱)
(جواب دیگر ۹) مسجد میں اذان ایسی جگہ کہنی چاہئیے جہاں سے آواز زیادہ نمازیوں کو پہنچے خواہ جنوب میں ہو یا شمال میں(۲)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اقامت میں بوقت کلمہ شہادت امام کا پیٹھ پھیرنا

(سوال) امام تکبیر میں حضور ﷺ کا نام سن کر اپنی پشت ادباً پھیرے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۵ ' ۷ رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۰ء

(جواب ۱۰) امام حضور ﷺ کا نام سن کر اپنی پشت نہ پھیرے کیونکہ پشت پھیرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹہ بجانا

(سوال) مسجد میں قبل اذان یا بعد اذان کانسی کی گھنٹی ہاتھ سے بجانا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۸۳ سید محمد شاہ (ضلع احمد آباد) ۲۹ محرم ۱۳۵۳ھ ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۱) اگر مسجد بڑی ہو جس کے مختلف گوشوں میں متعدد مؤذن اذان کہتے ہوں جیسے دہلی کی جامع مسجد اور ان موذنوں کو وقت اذان کی اطلاع دینے کے لئے گھنٹہ بجایا جائے یعنی اذان سے پہلے اس لئے کہ سب مؤذن ایک وقت میں ایک ساتھ اذان کہیں تو یہ جائز ہے نمازیوں کو اطلاع دینے کی غرض سے اذان مقرر ہے اذان کے قائم مقام گھنٹہ بجانا جائز نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

بے نماز اور غلیظ شخص کو مؤذن بنانا درست نہیں

(سوال) جو شخص غلاظت پسند ہو اور پاکی ناپاکی نہ جانتا ہو تارک صوم و صلوٰۃ ہو ایسے شخص کو مسجد میں مؤذن و جاروب کش رکھنا کیسا ہے اور ایسے آدمی کے ہاتھ سے بھرے ہوئے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے ؟ بے نمازی کے ہاتھ کا بھرا ہوا پانی غیر مطہر ہے یا نہیں ؟ المستفتی محمد حسین صاحب (سابر متی)

(جواب ۱۲) غلاظت پسند اور بے نمازی کو مؤذن بنانا درست نہیں اگرچہ اس کے ہاتھ کا پانی مطلقاً غیر

---

(۱) ویقیم علی الأرض هکذا فی القنیة و فی المسجد الخ (هندیة : باب الأذان' الفصل الثانی فی کلمات الأذان و الاقامة و کیفیتهما' ۱/۵۶ ط ماجدیه)
(۲) وفی العالمیگیریة : " والسنة أن یؤذن فی موضع عال یکون أسمع لجیرانه و یرفع صوته (باب الأذان' الفصل الثانی فی کلمات الأذان والاقامة و کیفیتهما' ۱/۵۵ ط ماجدیه)
(۳) ولا تثویب إلا فی صلاة الفجر : لماروی ان علیا رضی الله عنه رأی مؤذنا یثوب فی العشاء فقال:" أخرجوا هذا المبتدع من المسجد الخ (مبسوط السرخسی : باب الأذان' ۱/۱۳۰ ط دار المعرفة' بیروت' لبنان)

مطہر تو نہیں لیکن احتیاطاً اور زجراً استعمال نہ کیا جائے تو مضائقہ نہیں(۱) فقط

اذان سے پہلے یا بعد میں نقارہ بجانا درست نہیں

(سوال) ضرب نقارہ قبل اذان یا بعد اذان برائے ہوشیاری و بیداری غافلین جو کہ مسجدوں سے دور رہتے ہیں اور اذان کی آواز کان تک نہیں پہنچتی جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۴۹۳ محمد صالح مدراسی
۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۳) ضرب نقارہ سلف صالحین میں مروج نہ تھی اور ممکن ہے کہ عوام اس کو شرعی چیز سمجھنے لگیں اس لئے اس کا رواج قابل ترک ہے اور اذان کے بعد تو اس کو تثویب کی حیثیت حاصل ہو جائے گی جو مکروہ اور بدعت ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایضاً

(سوال) شہر پیران پٹن گجرات میں مسجدوں کی اذان گاہ پر ایک پیتل کی تختی جسے گھنٹہ کہتے ہیں صلوٰۃ خمسہ کی اذان مسنون کے بعد بجایا جاتا ہے شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۵۵۱ محمد سعید (بمبئی) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۲۷ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۴)شریعت مقدسہ نے صلوات خمسہ کی اطلاع کے لئے اذان مقرر فرمائی ہے اور وہ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اذان کے بعد کوئی اور چیز اطلاع اور اعلام کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور ائمہ عظامؒ نے تعلیم نہیں کی اذان کے بعد مساجد میں گھنٹہ بجانے کا طریقہ مقرر کرنے سے اذان کی بے وقتی اور کفار کی مشابہت ہوتی ہے' اس لئے یہ بدعت ہے اور اس کو ترک کرنا لازم ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اذان واقامت کے اختتام پر محمد رسول اللہ کا اضافہ

(سوال) اذان واقامت اور دعا بعد صلوٰۃ جماعت کا اختتام صرف لا الہ الا اللہ پر ہونا چاہئیے یا محمد رسول اللہ بھی کہنا چاہئیے ؟ المستفتی نمبر ۶۶۱ حمید الدین احمد (ضلع رنگپور)
۲۸ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔

---

(۱) من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً' صالحاً' عالماً' بالسنن الأوقات' مواظباً عليه' محتسباً ثقة متطهراً الخ (رد المختار' باب الأذان ۱/۳۹۳' ط سعيد)

(۲) ولا تثويب إلا في صلاة الفجر لما روى أن علياً . رضي الله عنه . رأى مؤذنا يثوب في العشاء فقال : " أخرجوا هذا المتبدع من المسجد الخ (المبسوط للسرخسي: باب الأذان ۱/۱۳۰ ط بيروت)

(۳) عن ابن عمر . رضي الله عنهما . كان المسلمون حين قدموا المدينة : يجتمعون' فيتحنون الصلوات و ليس ينادى بها أحد فتكلموا في ذلك يوماً ' فقال بعضهم : " اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارى " وقال بعضهم :" اتخذوا قرناً مثل قرن اليهود " قال : فقال عمر : " أولا تبعثون رجلاً ينادى بالصلاة " فقال رسول الله ﷺ :" يا بلال ! قم فناد بالصلاة (ترمذى' باب ماجاء في بدء الأذان' ۱/۴۸' ط سعيد كمپنى)

(جواب ۱۵) اذان واقامت کے آخر میں تو بے شک صرف لا الہ الا اللہ پر اذان واقامت ختم ہوتی ہے اس کے بعد محمد رسول اللہ کا اضافہ نہیں کرنا چاہئیے اور بعد جماعت کے بھی ادعیہ ماثورہ میں محمد رسول اللہ کا اضافہ اپنی طرف سے نہیں کرنا چاہئیے دعائے ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور منقول ہوں اس کو انہیں الفاظ پر رکھنا چاہئیے اگر اذان اور اقامت کے اخیر میں محمد رسول اللہ کا اضافہ اسی آواز اور لہجے سے کیا جائے جس آواز اور لہجے سے اذان و اقامت کہی ہے تو یہ اضافہ بدعت ہے اور اگر آہستہ سے کوئی اپنے دل میں محمد رسول اللہ بھی کہہ لے تو یہ مباح ہوگا اسی طرح کسی دعائے ماثورہ میں اپنی طرف سے یہ اضافہ مکروہ ہے (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فوٹو گرافر کے اذان یا تکبیر کہنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی

(سوال) زید فوٹو گرافی کا کام کرتا ہے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے بکر کہتا ہے کہ زید کا یہ پیشہ فوٹو گرافی درست نہیں ہے اس لئے نماز میں زید کے تکبیر پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۷۹۸ محمد یسین (دہلی) ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۱۱ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶) تصویر اور فوٹو بنانا بے شک ناجائز ہے یعنی جاندار کے فوٹو تصویر کے ہی حکم میں ہیں مگر زید کے اذان یا اقامت کہنے سے نماز میں کراہت نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اقامت میں حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا مستحب ہے

(سوال) عبارت شرح وقایہ کی و یقوم الامام و القوم عند حی علی الصلوٰۃ و یشرع عند قد قامت الصلوۃ آیا یہ سنت ہے یا مستحبات یا کچھ اور ؟ اگر بارادہ آراستگی صف قبل حی علی الصلوٰۃ کھڑے ہو جائے تو کوئی حرج ہے یا نہیں ؟ اگر بروقت حی علی الصلوٰۃ امام مع قوم کھڑا ہو لیکن بوجہ صف آرائی بعد قد قامت الصلوٰۃ نماز شروع کرے تو کیا حرج ہے ؟
المستفتی نمبر ۹۴۸ متولی جامع مسجد (ڈبرو گڈھ آسام) ۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۴ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷) و یقوم الامام و القوم عند حی علی الصلوٰۃ و یشرع عند قد قامت الصلوۃ (۲) یہ مستحبات میں سے ہے اور یہ بھی جب کہ پہلے سے لوگ اتنے درست ہو کر بیٹھیں کہ کھڑے ہونے کے بعد صفیں درست نہ کرنا پڑیں بلکہ خود بخود درست ہو جائیں اس کا خلاف یعنی حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہو جانا جب کہ امام موجود ہو مکروہ نہیں اسی طرح قد قامت الصلوٰۃ کے بعد نماز شروع کرنا مکروہ نہیں خصوصاً جب کہ تاخیر اقامت و تسویہ صفوف کی وجہ سے واقع ہو یہ مسئلہ صرف اسی قدر حیثیت رکھتا ہے اس

---

(۱) والزيادة فى الأذان مكروهة الخ (البحر الرائق : باب الأذان' ۱/۲٦۱' ط بيروت)
(۲) (باب الأذان' ۱/۱۳٦' ط سعيد)

سے زیادہ اس کو اہمیت دینا غلط ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دفع وباء کے لئے اذان کہنا مباح ہے

(سوال) دفع وباء کے لئے اذان دینا جائز ہے یا نہیں ؟ تنہا یا گروہ کے ساتھ مسجد میں یا گھر میں ؟

المستفتی ۱۰۰۷ عبدالستار صاحب (گیا) ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۰ء

(جواب ۱۸) دفع وباء کے لئے اذانیں دینا تنہا یا جمع ہو کر بطور علاج اور عمل کے مباح ہے سنت یا مستحب نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اذان میں بوقت شہادتین انگوٹھے چومنا

(سوال) اذان کے وقت اشہدان محمداً رسول اللہ پر لوگ اکثر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں تو یہ جائز ہے کہ ناجائز ؟ اس کو بالتشریح تحریر کیجئے گا۔

المستفتی نمبر ۱۱۷۳ عبدالرزاق صاحب (ضلع میدنی پور) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۹) انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانے کا کوئی ثبوت نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اذان کے بعد جماعت کے لئے گھنٹہ بجانا مکروہ ہے

(سوال) شہر پیران پٹن علاقہ گجرات میں مسجدوں کی اذان گاہ پر بعد اذان مسنونہ صلوٰۃ خمسہ کے ایک پیتل کی تختی جسے عرف عام میں (گھنٹہ) کہتے ہیں بجایا جاتا ہے اس کا بجانا شریعت محمدی سے جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۲۳ محمد سعید۔ ناگدیوی اسٹریٹ نمبر ۱۵۰ بمبئی نمبر ۳

۲۱ رجب ۱۳۵۵ھ ۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب) (از اشرف علی مفتی اول بلدہ و صدارت عالیہ) حامداً و مصلیاً۔ ابتداء زمانہ اسلام میں لوگ بہ یک وقت نماز کے لئے جمع نہ ہو سکتے تھے اور ضرورت تھی کہ نماز کے اعلان کا کوئی مخصوص طریقہ ہو صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے بوق اور بعض نے ناقوس وغیرہ کی بابت رائے دی جو بوجہ تشبہ یہود و نصاریٰ ناپسند ہوئی ابھی اس امر کی بابت کوئی تصفیہ نہ ہوا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زید عبدربہ انصاری نے اسی غنودگی کی حالت میں جو نیند اور بیداری کے درمیاں تھی دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے نازل ہوا جس کے ہاتھ میں ناقوس ہے

---

(۱) وفی حاشیة البحر للخیر الرملی : " رأیت فی کتب الشافعیة أنه قد یسن الأذان لغیر الصلاة کما فی أذان المولود .. قال الملا علی القاری فی " شرح المشکاة " قالوا : " یسن للمهموم أن یأمر غیره ان یؤذن فی اذنه فإنه یزیل الهم الخ (رد المحتار : باب الأذان ۱ /۳۸۵' ط سعید)

(۲) وذکر ذلك الجراحی وأطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئی الخ (رد المحتار: باب الأذان' ۱ /۳۹۸ ط سعید)

مشابہ کوئی شئے تھی حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے اسے خریدنا چاہا تو اس نے پوچھا کہ کیا کرو گے انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی نمازوں کا اس سے اعلان کریں گے اس نے کہا کہ میں کیوں ایسی شے تمہیں نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو بہر حال اس شخص نے اذان کی تعلیم دی اور یہ خواب سماعت فرماکر حضرت نبی کریم ﷺ نے تصدیق فرمائی۔ والمشهور انه ﷺ لما قدم المدينة كان يؤخر الصلوٰة تارةً و يعجلها اخرىٰ فاستشار الصحابة فى علامة يعرفون بها وقت اداء الصلوٰة لكى لا تفوتهم الجماعة فقال بعضهم ننصب علامة حتى اذا رآها الناس اذن بعضهم بعضا فلم يعجبه ذلك واشاربعضهم بضرب الناقوس فكرهه لاجل انصارى و بعضهم النفخ فى الشبور فكرهه لا جل اليهود و بعضهم بالبوق فكرهه لا جل المجوس فتفرقوا قبل ان يجتمعوا على شئى قال عبدالله بن زيد الانصارى فبت لا يأخذنى النوم و كنت بين النائم واليقظان اذرأيت شخصا نزل من السمآء و عليه ثوبان اخضران و فى يده شبه الناقوس فقلت اتبيعنى هذا فقال ما تصنع به فقلت نضربه عند صلاتنا فقال الا ادلك على ما هو خير من هذا فقلت نعم الخ ص ۱۲۷ جلد اول مبسوط باب الاذان. اسلام میں اذان ہی طریقہ اعلان نماز پنجگانہ ہے اذان کے بجائے یا اذان کے بعد ناقوس یا اسی سے مشابہ کسی چیز سے اعلان نماز شرعاً درست نہیں ہے ایسے طریقہ ہائے اعلان کو حضرت نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے فقط اشرف علی مفتی اول بلدہ و صدارت العالیہ

(جواب ۲۰) (از حضرت مفتی اعظمؒ) بے شک بجائے اذان کے یا اذان کے بعد گھنٹہ بجانا اور اس کو نماز باجماعت کا اعلان قرار دینا مکروہ اور بدعت ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اذان کے لئے اسپیکر کا استعمال مباح ہے

(سوال) اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لئے منارے پر آلہ مکبر الصوت یعنی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۴۴۶ امام عبدالصمد (جنوبی افریقہ)

۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱) اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لئے منارے پر لاؤڈ اسپیکر لگانا مباح ہے(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

امام مصلے پر کب کھڑا ہو؟

(سوال) جب مؤذن نماز جماعت کے وقت تکبیر پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے امام کو تکبیر اولیٰ میں مصلے

(۱) ولا تثويب إلا فى صلاة الفجر لما روى أن علياً . رضى الله عنه . رأى مؤذنا يثوب فى العشاء فقال : " أخرجوا هذا المبتدع من المسجد ولحديث مجاهد(المبسوط للسرخسي: باب الأذان ۱/۲۷۵ ط بيروت، لبنان) (۲) و ينبغى للمؤذن فى موضع يكون أسمع للجيران و يرفع صوته الخ (البحر الرائق، باب الأذان ۱/۲۶۸، ط بيروت، لبنان)

کے اوپر کھڑا ہونا چاہئیے یا بعد کو اللہ اکبر جس وقت مؤذن کہتا ہے اس وقت کھڑا ہو یا حی علی الفلاح کے بعد کھڑا ہو امام اگر محمد رسول اللہ کے بعد مصلے پر کھڑا ہو جائے تو مقتدی گناہ گار ہوتے ہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۴۹۶ قاضی کمال الدین صاحب (ضلع کاٹھیاواڑ)

(جواب ۲۲) مؤذن جس وقت اقامت شروع کرے اسی وقت امام مصلے پر کھڑا ہو سکتا ہے اور اگر اس وقت کھڑا نہ ہو بلکہ حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو تو یہ بھی جائز ہے اس کے بعد بیٹھنا نہیں چاہئیے بلکہ حی علی الصلوٰۃ پر ضرور کھڑا ہونا چاہئیے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

امام اور مقتدیوں کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا

(سوال) مقتدی اور امام کے لئے حی علی الفلاح پر کھڑے ہو جانا اور قد قامت الصلوٰۃ پر تحریمہ باندھ لیناہر وقت مستحب اور ضروری ہے یا کسی تعذر مثلاً صف بندی کی درستگی کی بنا پر ضروری اور مستحب نہیں ۔

المستفتی نمبر ۱۵۵۱ محمد حبیب حسین (بہار) ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۹ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳) مقتدی اور امام حی علی الفلاح پر کھڑے ہو جائیں یعنی اس کے بعد بیٹھے نہ رہیں یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں اگر صف بندی کرنی ہو تو پہلے سے (یعنی شروع اقامت سے) کھڑا ہو جانا بہتر ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

تکبیر اولیٰ میں شرکت کی حد

(سوال) تکبیر اولیٰ کا ثواب سورہ فاتحہ کے ختم سے قبل شریک ہونے میں ملتا ہے یا کسی بھی رکعت میں شامل ہونے سے مل جاتا ہے۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۴) تکبیر اولیٰ کا ثواب پہلی رکعت میں بعض فقہاء کے نزدیک قرأت شروع ہونے سے پہلے شریک ہونے والے کو اور بعض کے نزدیک سورہ فاتحہ کے ختم تک اور بعض کے نزدیک پہلی رکعت میں شریک ہونے والے کو ملتا ہے' اور ہر قول مقبول ہے وسعت رحمت باری کے لحاظ سے آخری قول راجح ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) فذهب مالك و جمهور العلماء إلى أنه ليس لقيا مهم حدولكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ المؤذن فى الإقامة (عمدة القارى : باب متى يقوم الناس ۱۵۳/۵ ط بيروت) وقال الطحطاوى تحت قوله : " والقيام لإمام و مؤتم " : " والظاهرأنه احتراز عن التأخير' لا التقديم' حتى لو قام أول الاقامة لا بأس به " (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: باب صفة الصلاة ۲۱۵/۱' ط دار المعرفة' بيروت' لبنان)

(۲) ايضاً

(۳) و تظهر فائدة الخلاف في وقت إدراك فضيلة تكبيرة الافتتاح فعنده بالمقارنة و عندهما إذا كبر فى وقت الثناء .. و قبل بادراك الركعة الأولى و هذا اوسع' وهو الصحيح الخ (رد المحتار: باب صفة الصلاة' مطلب فى وقت إدراك فضيلة الافتتاح' ۵۲۶/۱ ط سعيد)

اذان کا جواب دینا سنت ہے

(سوال) جب مؤذن اذان پڑھتا ہے تو اذان کے الفاظ دہرانا اور بعد میں دعا کا پڑھنا واجب ہے یا سنت یا مستحب اور نہ پڑھنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہوتا۔

المستفتی نمبر ۱۶۷۳ فقیر سید منور علی صاحب (ہمت نگر) ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۴ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵) اذان کے وقت اذان کے الفاظ کو دہرانا اور حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کی جگہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہنا اور ختم اذان کے بعد اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ الخ دعا پڑھنا سنت ہے نہ پڑھنے سے ترک سنت ہو گا (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شہادتین سن کر انگوٹھے چومنا ثابت نہیں

(سوال) جب مؤذن اذان دیتا ہے تو سننے والا اشہد ان محمداً رسول اللہ پر دونوں انگشت چوم کر آنکھوں پر رکھتے ہیں تو کیا یہ گناہ ہے یا ثواب ؟ المستفتی ۱۱۹۱ محمد موسیٰ صاحب امام مسجد مچن آباد (بہاولپور)

۱۷ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶) شہادتین سن کر انگوٹھے چومنا ثابت نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اذان کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں

(سوال) بعد الاذان عند الدعاء رفع یدین ثابت ہے یا نہیں۔ اگر جواب عدم میں ہو تو بخاری شریف میں جو حدیث ہے اس کا کیا مطلب ہے اذا دعا رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ الحدیث

المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷) اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کا کوئی خاص ثبوت نہیں پس عموم سے استدلال کر کے ہاتھ اٹھانا اور خصوصی ثبوت نہ ہونے کی بنا پر نہ اٹھانا دونوں باتیں جائز ہیں (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اذان کے بعد نماز کے لئے بلانا تثویب میں داخل ہے

(سوال) (۱) اذان واقامت کے درمیان ان الفاظ میں تثویب "اعلام بعد اعلام" ہر نماز کے لئے پکارنا الصلوٰۃ

---

(۱) ویجب وجوباً وقال الحلوانی : " ندبا" والواجب إلا جابة بالقدم من سمع الأذان . بأن یقول بلسانه کمقالته . إلا فی الحیعلتین فیحو قل و فی " الصلوٰة خیر من النوم " فیقول : صدقت و بررت . و یدعوا عند فراغة بالوسیلة لرسول الله ﷺ (التنویر و شرحه : باب الأذان ۱/۳۹۶ تا ۳۹۸ ط سعید)

(۲) وذکر ذلك الجراحی، وأطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئی الخ (رد المحتار، باب الأذان، ۱/۳۹۸ ط سعید کمپنی) (۳) الا فضل فی الدعاء أن یبسط کفیه و یکون بینهما فرجة الخ (عالمگیریة، کتاب الکراهیة، باب الرابع فی الصلاة والتسبیح والذکر والدعا، ۵/۳۱۸، مکتبه ماجدیه، کوئٹه)

والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیک یانبی اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ۔ جائز ہے یاناجائز لغت اور اصطلاح شرعیہ میں تثویب کے کیا معنی ہیں جس مسجد میں یہ تثویب کبھی نہ پکاری گئی ہو اگر وہاں کچھ لوگ اس کو پکاریں اور بغیر پکارے نماز نہ پڑھیں نہ دوسروں کو پڑھنے دیں اور ان لوگوں پر جو اس فعل کو نا مناسب اور خلاف حکم نبی کریم ﷺ کہتے ہیں لعن وطعن کریں اور ان کو وہابی دیوبندی مردود کافر کہیں اور لڑنے جھگڑنے کو تیار ہو جائیں ان کے متعلق کیا حکم ہے۔

(۲) حدیث لا تثوبن فی شیءٍ من الصلوٰۃ الا فی صلوٰۃ الفجر ترمذی ص ۲۷ (۱) کی روایت میں جو ایک راوی اسرائیلی واقع ہوئے ہیں ان کو صاحب ترمذی نے ضعیف کہا ہے تو کیا اس سے روایت قابل عمل رہتی ہے یا نہیں ان کی ثقاہت وعدالت وضبط وغیرہ کے بارے میں کتب اصول سے کیا مستنبط ہوتا ہے۔

المستفتی نمبر ۲۲۶۸ حافظ عبدالجلیل خان صاحب ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۸) تثویب اس معنی کے لحاظ سے کہ اس سے مراد اذان اور اقامت کے درمیان میں کچھ الفاظ پکار کر لوگوں کو نماز کے لئے بلانا مد نظر ہو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اذان اور اقامت کے درمیان میں ایسی کوئی چیز نہ تھی نہ حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی اس کو لوگوں نے بعد حضور ﷺ کے ایجاد کیا اور صحابہؓ نے اس کا انکار کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز کے لئے ایک مسجد میں گئے اور وہاں تثویب پکاری گئی تو وہ اس مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے آئے اور کہا کہ اس مبتدع کے پاس سے مجھے لے چلو یہ واقعہ ترمذی اور ابو داؤد میں موجود ہے امام ابو یوسفؒ نے قاضی یا مفتی یا کسی ایسے ہی شخص کے لئے جو خدمت مسلمین میں مشغول رہتا ہو اس امر کی اجازت دی ہے کہ اس کو اقامت سے کچھ قبل اطلاع دیدی جایا کرے تو وہ جماعت میں شریک ہو جائے اور خدمت خلق میں نقصان نہ پڑے ان کی اجازت کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اذان اور اقامت کے درمیان تثویب کی رسم ہی قائم کرلی جائے اور پھر طرفہ یہ کہ اس کو ایک واجب کا درجہ دے دیا جائے اور منکر یا تارک کو وہابی مردود کہہ کر لعن طعن کیا جائے یہ تو یقینی تعدی اور ظلم اور انتہائی بدعت ہے ترمذی کی روایت ابو اسرائیل الملائی کی اگرچہ ضعیف ہے مگر عبداللہ بن عمرؓ کی روایت مذکورہ بالا سے اس کی تقویت ہو جاتی ہے اور وہ قابل عمل ہو جاتی ہے (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جماعت کے وقت مؤذن کا بآواز بلند درود پڑھنا

(سوال) بعض جگہ یہ دستور ہے کہ جس وقت نماز کے واسطے جماعت کھڑی ہوتی ہے تو مؤذن تکبیر

---

(۱) (ترمذی، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر ۱/ ۵۰ ط سعید کمپنی)

(۲) قال فی العنایۃ : " أحدث المتأخرون التثویب بین الأذان والإقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات الخ و حصر ابو یوسف بمن یشتغل بمصالح العامۃ کالقاضی والمفتی والمدرس الخ (رد المحتار، باب الأذان ۱/ ۳۸۹ ط سعید کمپنی) و عند المتقدمین ہو مکروہ فی غیر الفجر، وہو قول الجمہور الخ (البحر الرائق، باب الأذان ۱/ ۲۷۵ ط بیروت، لبنان)

پڑھنے سے پہلے باآواز بلند درود شریف پڑھتا ہے پھر اس کے ملحق تکبیر پڑھتا ہے اور ہر جماعت کے وقت یہی دستور اختیار کیا جاتا ہے آیا یہ طریقہ شرعاً مستحسن ہے اور اس طریقہ کے لئے شرعی ثبوت موجود ہے اگر شرعی ثبوت نہیں تو یہ فعل کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۳۹۶ چودھری اسلوب الٰہی صاحب دہلی
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۱ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۹) اقامت سے پہلے باآواز بلند درود شریف پڑھنا کہیں ثابت نہیں نہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام کے زمانے میں اور اگر اس کو ایک طریقہ وائمہ بنالیا جائے تو بدعت ہے (۱) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مؤذن کی موجودگی میں دوسرے شخص کا اذان کہنا

(سوال) ایک شخص عرصے سے مسجد کی خدمت یعنی اذان پڑھنی، تکبیر کہنی، مسجد کی صفائی دیکھ بھال وغیرہ بے غرض حسبتہً للہ باجازت موذن انجام دیا کرتا تھا وہی نہیں بلکہ اس شخص کا باپ کا بھی یہی حال تھا بعض خود غرض دشمنوں نے مسجد کے ممبران کمیٹی سے شکایت کی، ممبران میں سے بعض انگریزی داں اور وکیل بھی ہیں وہ وکیل صاحبان یہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے سامنے کیا جواب دیں گے یہ کہہ کر اس شخص کو نیک کام سے رکوا کر محروم کردیا کیا یہ فعل ممبران کمیٹی کو جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۲۶۰۰ نور الٰہی صاحب (دہلی) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ ۱۵ مئی ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۰) اگر کوئی شخص حسبتہً للہ مسجد کی خدمت، صفائی، نگرانی وغیرہ کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہے اور اگر مؤذن مقرر نہ ہو تو اذان واقامت کہنی بھی موجب ثواب ہے لیکن اگر مؤذن مقرر ہے تو پھر اذان و اقامت مؤذن کا حق بلکہ اس کا منصبی فریضہ ہے اگر ممبران کمیٹی مؤذن سے مواخذہ نہ کریں کہ وہ خود اذان کیوں نہیں کہتا تو مؤذن دوسرے شخص کو اذان و اقامت کی اجازت دے سکتا ہے اور اس کی اجازت سے دوسرا شخص اذان و اقامت کہہ سکتا ہے لیکن اگر کمیٹی مؤذن سے اذان نہ کہنے پر مواخذہ کرے تو کمیٹی کو اس کا حق ہے اور مؤذن کو بھی حق ہے کہ وہ خود اذان کہنے پر اصرار کرے اور دوسرے شخص کو اجازت نہ دے ایسی حالت میں اس شخص کو جو حسبتہً للہ اذان کہنا چاہتا ہے کمیٹی کے قاعدے میں اور مؤذن کے فرض منصبی کی انجام دہی میں مداخلت نہ کرنی چاہئیے بلکہ اگر وہ اس ثواب کو حاصل کرنے کا آرزو مند ہے تو کسی ایسی مسجد میں جہاں مؤذن تنخواہ دار مقرر نہ ہو اذان کہہ کر یہ فضیلت حاصل کرنا چاہئیے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) عن عائشہؓ قالت: " قال رسول الله ﷺ: " من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (بخاری باب اذا اصطحوا علی صلح جوز ۱/۳۶ ط قدیمی کتب خانہ، کراچی) التسلیم بعد الأذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمأة وإحدی وثمانین الخ وهو بدعة حسنة (الدر المختار، باب الأذان ۱/۳۹۰ ط سعید کمپنی)
(۲) أقام غیر من أذن بغیبته أی المؤذن لا یکره مطلقاً، وإن بحضوره کره إن لحقه و حشة الخ (التنویر و شرحه) وفی الشامیة: " أی بأن لم یرض به الخ (باب الأذان، ۱/۳۹۵، ط سعید)

شہادتین سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے

(سوال) پنجابی زبان میں ایک کتاب ہے جس کا نام پکی روٹی کلاں ہے اس میں تقبیل ابہامین وقت اذان نزدیک سننے اشہدان محمد ارسول اللہ کے متعلق حدیث لکھی ہے کہ پیغمبر خدا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی شہادت دے نوںھ دائیں انگوٹھیاں دے اے اکھیں دے رکھدا اتے چمدا اتے پڑھدا قرۃ عینی بلک یا رسول حق تعالیٰ گناہ اسدے بخشیندا اہے او سیدیاں اکھیں کدی درذ کرسن اتے پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا لے دڑساں اسنوں طرف بہشت دے جناب یہ تحریر فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۲۹۱ علی جہاں خاں ضلع میانوالی (پنجاب)

۷ اذی الحجہ ۱۳۶۰ھ م ۵ جنوری ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۱) تقبیل ابہامین کا کوئی پختہ ثبوت نہیں اس لئے اس کو موجب ثواب سمجھ کر کرنا بے ثبوت بات ہے البتہ بعض لوگ اس کو بیماری چشم سے محفوظ رہنے کا عمل سمجھ کر کرتے ہیں تو اس صورت میں مثل دیگر عملیات و تعویذات کے یہ عمل بھی مباح ہوگا مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تارک پر کوئی طعن یا ملامت نہ کی جائے جو اس عمل کو کرے کرے جو نہ کرے نہ کرے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

سوال مثل بالا وجواب دیگر

(سوال) اذان کے وقت انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا حدیث صحیح سے ثابت ہے یا نہیں اور بشرط ثبوت تارک قابل ملامت ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۱۷۲ فیروز خاں (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۲) اذان میں کلمہ اشہدان محمد ارسول اللہ سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا کوئی شرعی حکم نہیں ہے اس کے متعلق جو روایت مسند فردوس وغیرہ میں ہے وہ صحیح نہیں ہے بعض بزرگوں نے اس فعل کو آنکھوں کی بیماری سے محفوظ رہنے کا ایک عمل قرار دیا ہے تو یہ شرعی بات نہ ہوئی اگر اس کو یہ سمجھ کر کرے کہ اس عمل کو کرنے سے آنکھیں نہیں دکھتیں تو اسے اختیار ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی یہ عمل نہ کرے تو اسے مجبور نہ کیا جائے نہ اس پر اعتراض کیا جائے 'کیونکہ عملیات و تعویذات کوئی شرعی چیزیں نہیں ہیں ہر شخص کو حق ہے کہ کوئی عمل کرے اور تعویذ باندھے یا عمل نہ کرے اور تعویذ نہ باندھے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) وذکر ذلك الجراحی وأطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئی الخ (رد المحتار' باب الأذان' ۱/۳۹۸ ط سعید کمپنی)

(۲) (حوالہ بالا)

(جواب دیگر ۳۳) تقبیل ابہامین بحیثیت ایک شرعی فعل کے صحیح سند سے ثابت نہیں ہاں ایک رقیہ کی حیثیت سے بعض بزرگوں نے یہ عمل اس لئے کیا ہے کہ آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہیں تو بحیثیت رقیہ کے کوئی کرے 'کرے اور نہ کرے تو مورد الزام نہیں ہو سکتا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

اذان فجر کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانا

(سوال) فجر کی اذان دینے کے بعد موذن یا دوسرا کوئی شخص محلہ والوں کو نماز کے سارے محلہ میں گھر گھر پھر کر بیدار کر سکتا ہے یا نہیں ؟اگر کر سکتا ہے تو کیونکر اور نہیں کر سکتا تو اس کی توضیح فرمائیں۔
المستفتی نمبر ۲۳۷۶ منشی مسرور علی صاحب۔ ملازم ہمدرد دواخانہ دہلی۔

۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء ۱۴ رجب ۱۳۶۱ھ

(جواب ۳٤) یہ عمل اول تو تثویب میں داخل نہیں بلکہ اس سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے دوسرے تثویب بھی ایک امر مستحدث اور مبتدع ہے اذان سے پہلے بہ نیت امر بالمعروف اس امر کی گنجائش ہے اذان کے بعد یہ امر کراہت سے خالی نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

(جواب از مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب) ہاں اس فعل میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب ثواب ہے کہ یہ تثویب کے معنی میں ہے والتثویب حسن عند المتاخرین تبیین میں ہے ویؤذن الفجر ثم یقعد قدر ما یقرأ عشرین اية ثم یثوب ثم یقعد مثل ذلك ثم یقیم هکذا فی العالمگیری (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ محمد مظہر اللہ غفر لہ امام مسجد جامع فتح پوری دہلی

(جواب الجواب)از حضرت مفتی اعظمؒ۔ تثویب کو اگرچہ متاخرین حنفیہ نے مستحسن قرار دیا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ امر مستحدث ہے یعنی رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تثویب نہ تھی حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ اس کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے ایک مسجد میں نماز پڑھنے گئے وہاں مؤذن نے تثویب کی تو وہ بغیر نماز پڑھے چلے آئے اور چونکہ نابینا ہو گئے تھے اس لئے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس بدعتی کے پاس سے ہم کو لے چلو عن مجاهد قال دخلت مع عبداللّٰه بن عمر مسجد او قد اذن فيه و نحن نريد ان نصلى فيه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه (ترمذی شریف)(۴) نیز متاخرین حنفیہ کا تثویب کو مستحسن فرمانا اور اس کی یہ تعریف کرنا کہ اذان کے بعد تھوڑا وقفہ کر کے مؤذن یہ الفاظ پکار کر کہے الصلوة یا قامت

---

(۱) (حواله بالا ۲ صفحه گزشته)
(۲) قال فی العناية :" احدث المتأخرون بین الأذان والا قامة علی حسب ما تعارفوه . و خصه أبو يوسف بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضی والمفتی والمدرس الخ (رد المختار : باب الأذان ۱/۳۸۹ ط سعید)
(۳) (باب الأذان' الفصل الثانی فی کلمات الأذان والا قامة و کیفیتهما' ۱/۵٦ ط ماجدیه)
(٤) (باب ماجاء في التثويب فی الفجر ' ۱/۵۰ ط سعید)

قامت وغیرہ تو یہ عمل عام طور پر مساجد حنفیہ میں معمول نہیں ہے عام عمل اس پر ہے کہ جو جامع صغیر کی روایت سے تثویب کا مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے و فی الجامع الصغیر انه یکرہ فی سائر الصلوٰت (جامع الرموز ص ۷ ۵ ج ۱)(۱) پھر تثویب جس کو متاخرین حنفیہ مستحسن فرماتے ہیں وہ صرف مؤذن کا عمل ہے دوسروں کا نہیں۔ قید بکون المثوب هو المؤذن لانه لا ینبغی لاحدان یقول لمن فوقه فی العلم والجاہ حان وقت الصلوة سوی المؤذن لانه استفضال لنفسه (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷ ۱۰)(۲) میں نے پہلے جواب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ محلّہ میں گھر گھر جا کر بیدار کرنا تثویب سے کچھ زیادہ ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ تثویب تو مؤذن کا مسجد میں اذان کے بعد الفاظ معہودہ پکار کر کہنے کا نام ہے اور یہ عمل اس سے آگے بڑھ کر گھروں پر جانے اور کنڈیاں کھٹکھٹا کر لوگوں کو جگانے اور کئی کئی آدمیوں کا مل کر گھومنے پر مشتمل ہے اور یہ امور تثویب معروف عند الفقہا سے جس کو انہوں نے مستحسن فرمایا ہے یقیناً زیادہ ہیں صرف مؤذن کی تثویب بھی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ مبارک میں نہیں تھی ولم یکن فی زمنه ﷺ ولا فی زمن الصحابةؓ (طحطاوی) یعنی تثویب حضور ﷺ کے زمانے میں اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں نہ تھی۔

اور ان زیادہ باتوں کا وجود بھی مستحدث اور مبتدع ہونے کے علاوہ کئی منکرات پر مشتمل یا محتمل ہو سکتا ہے اول یہ کہ جگانے والے اور کنڈیاں بجا بجا کر بیدار کرنے والے بسا اوقات ایسے گھروں کی کنڈیاں بھی کھٹکھٹا دیں گے جن میں کوئی مریض ہو جو درد و تکلیف کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکا تھا اس کی اسی وقت آنکھ لگی تھی وہ جاگ کر پھر درد و کرب میں مبتلا ہو گیا۔ دوم یہ کہ بعض گھر والے بیباک اور دنیوی حیثیت سے بڑی پوزیشن والے ہوتے ہیں اور جگانے والے بے چارے غریب اور دنیوی حیثیت سے کم درجے کے ہوتے ہیں تو گھر والے بجائے ان کی بات سننے کے ان کو گالیاں دینے لگتے ہیں یہاں تک بھی صبر کیا جا سکتا تھا مگر وہ بیباکی اور دلیری سے نعوذ باللہ خدا اور رسول اور نماز کی شان میں بھی ایسے کلمات کہہ دیتے ہیں جو کفر تک نوبت پہنچا دیتے ہیں اور چونکہ اسلامی حکومت اور محکمہ احتساب موجود نہیں اس لئے اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا مجھے خوف ہے کہ ایسی صورت میں ان کے کفر کی کسی حد تک ذمہ داری ان جگانے والوں پر بھی نہ آجائے جنہوں نے تبلیغ و تذکیر میں حکمت و موعظہ حسنہ کی رعایت میں کوتاہی کی اور اس وجہ سے ایک مسلمان (گو فاسق ہو) کافر ہو گیا سوم یہ کہ یہ جگانے والے اگر مرتاض اور مخلص نہ ہوں تو ان میں اپنے متعلق تکبر اور ترفع اور دوسرے لوگوں کے متعلق نفرت و حقارت کے جذبات بڑی حد تک پیدا ہونے کا یہ عمل قوی ذریعہ بن جاتا ہے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں یہ عمل اختیار نہیں کیا گیا باوجود یہ کہ نماز اور جماعت سے رہ جانے والوں کا وجود اس زمانہ میں بھی تھا جو وعید احراق بیوت کی روایت سے واضح

---

(۱) (فصل الأذان' ۱/ ۱۲۵ ط قرآن)
(۲) (باب الأذان' ۱/ ۱۱۷' ط مصر)

ہے۔

بہر حال اذان کے بعد تو یہ عمل ضرور مکروہ ہے اور اذان سے پہلے بھی ہر دروازے کی بلا تمیز کنڈی بجانا خطرناک اور گلی میں سے درمیانی درجہ کی آواز دیتے ہوئے نکل جانا مباح اور جس شخص پر بھروسہ ہو یا جس کی طرف سے اجازت ہو اس کو جگا دینا مستحسن ہے۔

حضرت امام یوسفؒ نے ایسے لوگوں کے لئے جو امور مسلمین یعنی اسلامی ضروریات میں مصروف رہتے ہوں یہ اجازت دی ہے کہ اذان کے بعد جب جماعت کا وقت قریب ہو اور موذن ان کو دوبارہ اطلاع کردے تو وہ دوسری بات ہے۔　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے

(سوال) مسئلہ درمختار میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے اور رکن الدین کتاب میں لکھا ہے کہ اذان کے بعد نماز اس مسجد میں نہ پڑھے تو دوسری مسجد میں اذان کہنا مکروہ نہیں ان دونوں میں سے صحیح مسئلہ کون سا ہے؟

المستفتی نظیر الدین امیر الدین (امیزہ ضلع مغربی خاندیس)

(جواب ۳۵) ہاں اگر اذان کے بعد نماز اس مسجد میں نہ پڑھے تو دوسری مسجد میں اذان کہنا مکروہ نہیں یہی مطلب درمختار کی عبارت کا ہے(۱)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اذان کے بعد دعا میں "والدرجة الرفيعة" اور "وارزقنا شفاعة" کا اضافہ

(سوال) اذان کی دعا میں بعد والفضیلة کے والدرجة الرفیعة اور بعد وعدته کے وارزقنا شفاعته اکثر لوگ پڑھتے ہیں کیا ان کلمات کی کوئی اصل ہے؟

(جواب ۳۶) اذان کے بعد دعائے مسنون یہ ہے۔ اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت محمد ن الوسيلة والفضيلة وبعثه مقاما محمودا ن الذى وعدته (كذافى البخارى ص ۸۶) (۲) اور الدرجة الرفيعة اور وارزقنا شفاعته يوم القيامة کا ثبوت نہیں۔ ہاں آخر میں انك لا تخلف الميعاد بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے (کذافی الشامی)(۳) پس غیر ثابت الفاظ کو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے لیکن

---

(۱) يكره له أن يؤذن فى مسجد ين (درمختار) و فى الشامية : " إذا صلىٰ فى المسجد الأول يكون متنفلاً بالأذان فى المسجد الثانى، والنفل بالأذان غير مشروع، ولأن الأذان للمكتوبة، وهو فى المسجد الثانى يصلى النافلة، فلا ينبغى أن يدعو الناس إلى المكتوبة، وهو لا يساعد هم فيها الخ (باب الأذان، ١ / ٤٠٠ ط سعيد كمپنى)

(۲) (بخارى، باب الدعاء عند النداء، ١ / ٨٦ ط قديمى كتب خانه، كراچى)

(۳) وروى البخارى وغيره : " من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة" الخ وقال ابن حجر فى شرح المنهاج: " و زيادة والدرجة الرفيعة و ختم بيا أرحم الراحمين لا أصل لهما " (رد المحتار : باب الأذان، ١ / ٣٩٨ ط سعيد كمپنى)

اگر کوئی شخص اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں پڑھ لے تو مضائقہ بھی نہیں۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ 'مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

رمضان المبارک میں مغرب کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا

(سوال) رمضان المبارک میں بعد اذان مغرب کے عموماً افطاری کی وجہ سے جماعت میں توقف ہوتا ہے اس کی کیا دلیل ہے اور کس قدر وقفہ چاہئیے ؟

(جواب ۳۷) مغرب کی اذان اور اقامت میں اتصال نہ کرنا چاہئیے تھوڑا سا فرق ضروری ہے مقدار فرق میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہونا چاہئیے اور امام ابو یوسف وامام محمدؒ کے نزدیک اس قدر بیٹھنا چاہئیے جس قدر دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں **ان العلماء اتفقوا علی انه لا یصل الاقامة بالا ذان فی المغرب بل یفصل بینهما لکنهم اختلفوا فی مقدار الفصل فعند ابی حنیفةؒ المستحب ان یفصل بینهما بسکتة یسکت قائما ساعة ثم یقیم و مقدار السکتة عنده قدرما یتمکن فیه من قراء ة ثلث ایات اوایة طویلة و عندهما یفصل بینهما بجلسة خفیفة مقدار الجلسة بین الخطبتین کذافی الهدایة** (۱) **الجلد الاول ص ۷۳** اور رمضان المبارک میں اگر افطاری کی وجہ سے قدرے تاخیر بھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے یہ تاخیر کسی کے انتظار کی نہیں ہے بلکہ ایک واقعی ضرورت ہے ہاں زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ دہلی

اذان میں روافض کی طرف سے کیا گیا اضافہ ثابت نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۴ء)

(سوال) شیعہ صاحبان اپنی اذان میں بآواز بلند ان مقامات میں جہاں مکانات اہل سنت والجماعت کے ملحق بہ مسجد شیعان ہیں مندرجہ ذیل کلمات بھی کہتے ہیں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفة بلا فصل. یہ کلمات تبرا میں داخل ہیں یا نہیں اور پانچوں وقت اذان میں ہم لوگوں کو سننا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۸) یہ الفاظ اگرچہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہیں مگر حدود تبرا میں داخل نہیں ہیں اور سنیوں کو ان کے سننے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) (حاشیه هدایة : باب الأذان' ۱/ ۳۹ ط مکتبه شرکة علمیه' ملتان)
(۲) والزیادة فی الأذان مکروهة الخ (البحر الرائق: باب الأذان ' ۱/ ۳۶۱ ط بیروت' لبنان)

دوسرا باب
اوقات نماز

نماز فجر، ظہر اور عصر کا مستحب وقت کیا ہے ؟

(سوال) ایک شخص پابند نماز پنجگانہ باجماعت کا ہے اور اعتقاداً مسائل شافعی پر کاربند ہے اور مسجد ہذا کا مہتمم بھی ہے اگرچہ اکثر نمازیان حنفی المذہب بھی اس جامع مسجد کے مہتمم ہیں لیکن بوجہ پابندی جماعت اور خاندانی شرافت اور مولوی صاحب کہلانے کے اور تمام محلے کے نمازیوں پر حاوی ہو جانے کے نماز صبح اور نماز ظہر و عصر پر تکرار کر کے اپنے اعتقاد کے موافق اوقات ہذا میں امام کو زبردستی کھڑا کر لیتے ہیں بسا اوقات یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ جس کو اس مسجد میں نماز پڑھنی ہو انہیں اوقات میں پڑھے۔ کہتے ہیں کہ نماز صبح کی غلس میں پڑھو اور حنفی کہتے ہیں اسفار میں پڑھو ہم ان لفظوں کے معنی نہیں سمجھتے ہمیں گھڑی کی رو سے وقت بتائیے ؟

(جواب ۳۹) حنفیہ کے نزدیک نماز فجر اسفار میں (یعنی اجالا کر کے) پڑھنا مستحب ہے لیکن یہاں تک کہ اگر نماز میں کوئی فساد واقع ہو جائے تو قرأۃ مستحبہ کے ساتھ طلوع آفتاب سے قبل نماز کا اعادہ ہو سکے **یستحب تاخیر الفجر ولا یؤخرھا بحیث یقع الشك فی طلوع الشمس بل یسفر بھا بحیث لو ظھر فساد صلوۃ یمکنه ان یعید ھا فی الوقت بقراء ۃ مستحبة کذافی التبیین** (ہندیہ)(۱) اور غلس یعنی اندھیرے میں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور امام جب کہ ہمیشہ اسی وقت نماز پڑھائے اور نمازیوں کا اکثر حصہ جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو اسے روک دینے کا حق جماعت کے غالب گروہ کو حاصل ہے ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے کے بعد شروع ہو کر ہر شے کے سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل سایہ ہونے تک ہے **ووقت الظھر من الزوال الی بلوغ الظل مثلیه سوی الفئی کذافی الکافی وھو الصحیح ھکذا فی محیط السرخسی** (ہندیه) (۲) اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ **ووقت العصر من صیرورۃ الظل مثلیه غیر فیئی الزوال الی غروب الشمس ھکذا فی شرح المجمع** (ہندیہ)(۳) اور وقت مستحب آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے تک ہے اس کے بعد غروب آفتاب تک وقت مکروہ ہے لیکن گرمیوں میں ظہر کی نماز مؤخر کر کے پڑھنا اور جاڑوں میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے اور عصر کی نماز اس قدر مؤخر کرنا کہ آفتاب زرد نہ ہو جائے مستحب ہے **ویستحب تاخیر الظھر فی الصیف و تعجیله فی الشتاء ھکذا فی**

---

(۱) (الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات ' ۱ / ۵۱، ۵۲ ط مکتبه ماجدیه کوئٹه)

(۲) (الفصل الأول فی أوقات الصلاۃ' ۱ / ۵۱ ط مکتبه ماجدیه' کوئٹه)

(۳) (ایضاً)

الکافی و یستحب تاخیر العصر فی کل زمان مالم تتغیر الشمس الخ (ہندیہ مختصراً)(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

ظہر اور عصر کے وقت کی تحقیق

(سوال) حنفیہ کے نزدیک انتہائے وقت ظہر کہاں تک ہے ایک مثل تک یا دو مثل تک۔ یعنی نماز کب سے قضاء پڑھنی چاہئیے اور نماز عصر کس وقت پڑھنی چاہئیے؟

(جواب ۴۰) امام ابو حنیفہؒ سے ظاہر روایت جو اکثر متون میں منقول ہے وہ یہی ہے کہ ظہر کا وقت زوال سے شروع ہو کر دو مثل سایہ ہونے تک باقی رہتا ہے اور اس روایت کو بدائع و محیط و ینابیع میں صحیح اور غیاثیہ میں مختار بتایا ہے اور اسی کو امام محبوبی نے اختیار کیا ہے اور امام نسفی اور امام صدر الشریعۃ نے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن خود امام صاحبؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور دوسرے مثل سے عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہ مذہب امام ابو یوسفؒ اور امام محمد اور امام زفر اور ائمہ ثلاثہ (امام مالک' امام شافعی اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا ہے اور امام طحاوی نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور غرر الاذکار میں اسے ماخوذ بہ اور برہان میں اسے اظہر کہا ہے اور فیض میں لکھا ہے کہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ انتہیٰ۔ یہ تمام مضمون در مختار اور رد المحتار میں موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں مشائخ مذہب کا اختلاف ہے اور تصحیح اور فتویٰ بھی مختلف ہے بعضوں نے دو مثل کے قول کو ترجیح دی ہے اور بعضوں نے ایک مثل کی روایت کو مختار اور مفتی بہ بتایا ان دو قولوں اور دو روایتوں کے علاوہ امام صاحب سے ایک تیسری روایت اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے اور اس روایت کو شیخ الاسلام نے بہ نظر احتیاط پسند کیا ہے کہ اس میں دونوں نمازیں باتفاق ائمہ اپنے وقت میں بے تردد صحیح ہو جائیں گی۔(۲) واللہ اعلم

مثل اول کے بعد نماز عصر کا حکم

(سوال) یہاں از روئے مذہب شافعی نماز عصر سایہ اصلی کے سوا ایک سایہ پر ادا کی جاتی ہے۔ دریافت

---

(۱) (الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات ۱/۵۲ ط ماجدیه)

(۲) ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه و عنده مثله وهو قولهما وزفر والا ئمة الثلاثة 'قال الإمام الطحاوی' :" و به ناخذ' و فی غرر الأذكار وهو ماخوذ به' و فی البرهان : " هو الأظهر " و فی الفيض : " و عليه عمل الناس اليوم" و به يفتى (درمختار) و فی الشامية : " (قوله إلى بلوغ مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام " نهاية" وهو الصحيح " بدائع و محيط و ينابيع" وهو المختار " غياثية " واختاره الإمام المحبوبی الخ و فی رواية عنه ايضاً أنه بالمثل يخرج وقت الظهر ولا يدخل وقت العصر الا بالمثلين ذكرها الزيلعی وغيره' والأحسن ما فی السراج عن شيخ الإسلام ان الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل وأن لا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤديا للصلاتين فی وقتهما بالاجماع (كتاب الصلوة : ۱/۳۵۹ ط سعيد كمپنی)

طلب یہ ہے کہ آیا احناف مقتدیوں کی اقتدا شافعی المذہب امام کے ساتھ درست ہو گی یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۳۱ منشی ناظم حسین صاحب کلیان۔ ۴ شعبان ۱۳۵۲ھ م ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء
(جواب ٤١) ایک مثل سایہ ہو جانے پر عصر کا وقت ہو جانے کا بہت سے مشائخ حنفیہ نے بھی فتویٰ دیا ہے اس لئے ایک مثل ہو جانے کے بعد شافعی جماعت میں حنفی شریک ہو کر نماز عصر ادا کر سکتے ہیں (ایک مثل سے مراد سایہ اصلی کے سوا مثل ہے) وعنه مثله وهو قولهما وزفر والائمة الثلاثة قال الامام الطحاوی وبه ناخذ وفی غرر الاذکار وهوالماخوذ به وفی البرهان وهوالاظهر لبیان جبریل وهو نص فی الباب وفی الفیض وعلیه عمل الناس وبه یفتی (در مختار علی ہامش رد المحتار ص ۲۵۱ ج ۱)(۱)

نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے اگر یہ صحیح ہے تو فقہ کی کتابوں میں نفل نماز کے سوا دیگر نمازوں کا جواز کیوں بتایا ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۰۴ محمد عبدالحفیظ (ضلع نیل گری) ۱٦ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۲٦ ستمبر ۱۹۳۴ء
(جواب ٤٢) بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اس میں نفل نماز کی ہی ممانعت مراد ہے یہ تصریح نہیں ہے کہ نفل و فرض کوئی نماز نہیں ہو سکتی (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عشاء کو کب تک مؤخر کر سکتے ہیں ؟

(سوال) مسجد کے باہر کوئی پچاس فٹ پر وعظ ہو رہا تھا اتنے میں نماز عشاء کے لئے اذان ہوئی جس کو لوگوں نے بخوبی سنا یہاں کی مسجد میں اذان ہوا کرتی ہے جس کی آواز عام طور سے دو ڈھائی سو گز کے فاصلے سے سنی جاتی ہے کیا بعد اذان وعظ یا کسی دنیاوی اغراض کے لئے نماز میں تاخیر کی جا سکتی ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۱۳۱ نصیر الدین صاحب (ضلع رنگپور) ۲٦ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۱۵ اگست ۱۹۳٦ء
(جواب ٤٣) اذان سننے کے بعد جماعت میں شرکت بہتر تھی لیکن اگر اہل جلسہ اسی مسجد کے نمازی نہ تھے اور جلسہ بھی کسی صحیح شرعی غرض کے لئے تھا اور انہوں نے ختم جلسہ کے بعد کسی دوسری مسجد یا دوسری جگہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کا ارادہ کر لیا تھا تو وقت مستحب تک نماز کی تاخیر کا مضائقہ نہ تھا (۳) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) (کتاب الصلوٰۃ : ۱/۳۵۹ ط سعید کمپنی)
(۲) عن ابن عباس قال : " شهد عندی رجال مرضیون وأرضاهم عندی عمرؓ ان النبی ﷺ نهیٰ عن الصلاۃ بعد الصبح حتی تشرق الشمس و بعد العصر حتی تغرب (باب الصلاۃ بعد الفجر حتی مرتفع الشمس ۱/۸۲ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۳) و یستحب . وکذا تاخیر العشاء إلی ثلث اللیل (عالمگیریه الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات' ۱/۵۲ ماجدیه کوئٹه)

شفق ابیض غائب ہونے کے بعد عشاپڑھنا بہتر ہے

(سوال) آپ تعلیم الاسلام میں شفق ابیض کے غائب ہو جانے سے مغرب کا اخیر وقت بتلاتے ہیں حالانکہ شامی وغیرہ کتابوں میں شفق احمر کے غائب ہو جانے سے اخیر وقت بتاتے ہیں (بنابر مذہب مفتی بہ) اس میں محقق قول کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۷ پروفیسر محمد طاہر صاحب ایم اے (ضلع میمن سنگھ)

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٤) شفق ابیض غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھنا احوط ہے اس احتیاط کے پیش نظر یہ قول اختیار کیا گیا ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز فجر اور عصر کے بعد نوافل کا حکم

(سوال) فجر اور عصر کی فرض نمازوں کے پڑھنے کے بعد دوسری کوئی نماز پڑھنی کیوں ممنوع ہے ؟

المستفتی ۱۵۲۲ خواجہ عبدالمجید شاہ صاحب (بنگال) ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٥) فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نفل نماز مکروہ ہے قضا فرض اور واجب نماز کی جائز ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

طلوع فجر کے بعد سنت کے علاوہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) کیا صبح کی نماز سے پہلے نوافل نہیں پڑھے جاسکتے ؟

المستفتی نمبر ۱۶۲۳ ملک محمد امین صاحب (جالندھر) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦) ہاں طلوع صبح صادق کے بعد سوائے سنت فجر کے اور کوئی نفل نماز نہیں (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد میں جماعت کی نماز کے لئے وقت مقرر کرنا

(سوال) عام رواج ہے کہ مقررہ وقت گھڑیوں سے لیا جاتا ہے کوئٹہ میں نماز ظہر کا وقت تین بجے ہے اور عصر کا وقت ساڑھے پانچ بجے ہے اور مغرب کا وقت آٹھ بجکر بیس منٹ کا ہے اور عشاء کا وقت ۹ بجکر ۴۵

---

(۱) ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق' وهو الحمرة عند هما' و به يفتي و عندابی حنيفة الشفق هو البياض الذى يلى الحمرة وقول ابی حنيفة . رحمه الله أحوط لأن الأصل فى باب الصلوٰة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط إلا بما فيه يقين (عالمگيرية : الفصل الأول فى اوقات الصلاة ١/١ ٥ ط ماجديه كوئته)

(٢) وكره نفل . ولو سنة الفجر بعد صلاة الفجر و صلاة العصر . ولا يكره قضاء فائتة ولو وتراً الخ الدر المختار : كتاب الصلاة' ١ / ٣٧٤' ط سعيد كمپنى)

وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره' لا فرض و واجب لعينه بعد طلوع فجر سوى سنته لشغل

(٣) الوقت به تقديراً الخ (الدر المختار : كتاب الصلاة ١/ ٣٧٥ ط سعيد كمپنى)

منٹ اور مسجد میں گھڑی موجود ہے اگر مولوی صاحب سے کہا جاتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو مولوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ وقت مقرر کرنے والا کافر ہے اور پیش امام سے کہنے والا کافر۔ جب ان سے سوال کیا گیا تو کہتے ہیں کہ ہم آل رسول ہیں ابو طالب کے پوتے ہیں ایسوں کو کوئی حق نہیں ہے جو آل رسول ﷺ سے یا پیش امام سے کہے کہ نماز پڑھایئے جس وقت امام کی خوشی ہو نماز ادا کر سکتا ہے اگر ان سے گھڑی دیکھ کر کہا جائے کہ مولانا صاحب نماز کا وقت ہو گیا ہے تو ان الفاظ کو بے ادبی سمجھتے ہیں اور مثلاً نماز کا وقت ۳ بجے مقرر ہے پچاس ساٹھ آدمی نماز کے واسطے بیٹھے ہیں یکے بعد دیگرے آدمی آتے ہیں اور سنت ادا کرتے ہیں تو ان کی سنت کی وجہ سے فرض نماز ادا نہیں کر سکتے یا ان کے واسطے ٹھہرنا چاہئیے اور مولانا صاحب کو ۲۲ روپے ماہوار تنخواہ صرف نماز ادا کرنے کی ملتی ہے تو تنخواہ مقرر کر کے نماز پڑھانی جائز ہے کہ نہیں اس مسجد میں نماز پڑھنے والے ملازمت پیشہ آتے ہیں ان کو وقت کی بڑی پابندی ہوتی ہے اور مولانا صاحب کا یہ فرمان ہے کہ جس کی تم ملازمت کرتے ہو اگر وہ تم کو نماز کی چھٹی نہ دے تو نوکری کرنی حرام ہے نماز کی چھٹی ملتی ہے مگر وقت کی پابندی نہیں ہے۔ المستفتی نمبر ۱۹۱۷ ایس ایم یوسف علی۔ کوئٹہ بلوچستان

۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٧) امام کا یہ کہنا کہ "وقت مقرر کرنے والا کافر ہے اور امام سے یہ کہنے والا کہ وقت ہو گیا کافر ہے اور امام کو حق ہے کہ جب چاہے نماز پڑھاوے اور اس سے نماز پڑھانے کو کہنا توہین ہے" یہ سب باتیں غلط ہیں امام کو چاہئیے کہ نمازیوں کی آسانی کا لحاظ کرتے ہوئے وقت مقرر کرے اور مقررہ وقت پر نماز پڑھاوے ورنہ خود گناہ گار ہو گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رمضان المبارک میں صبح کی نماز جلدی پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں

(سوال) ہماری مسجد کے امام عرصہ چھ برس سے رمضان المبارک میں ایک مہینہ تک صبح کی نماز اس وقت پڑھاتے ہیں کہ جب سحری کے آخری گولے چھوٹ جاتے ہیں تو فوراً اذان دلواتے ہیں اذان کے دس منٹ کے بعد فوراً نماز پڑھانے کھڑے ہو جاتے ہیں اکثر مقتدیوں نے دریافت کیا تو یہ حدیث انہوں نے سنائی کہ (والفجر حین حرم الطعام والشراب علی الصائم) حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھائی جبریل نے مجھے صبح کی اس وقت جب کہ حرام ہوا کھانا پینا روزہ دار پر (رواہ ابو داؤد وغیرہ)(۱) اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے لہذا گزارش ہے کہ یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں یہ بھی واضح رہے کہ اس نماز میں کم از کم دو سو آدمی جمع ہو جاتے ہیں تمام مقتدی امام صاحب کے موافق ہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۹۷۹ محمد نذیر لال کنواں دہلی۔ ۲۶ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٨) جبرئیل کی نماز اوقات کی ابتدا اور انتہا معین کرنے کی نیت سے تھی پس اس حدیث کا

---

(۱) (سنن ابی داؤد : باب فی المواقیت ، ۱ / ٦٢ ط مکتبۃ امدادیۃ، ملتان)

مطلب یہ ہے کہ نماز فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے کہ صائم پر کھانا پینا حرام ہو جائے یعنی صبح صادق طلوع ہو جائے حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رمضان شریف میں صبح کی نماز باقی سال کی صبح کی نماز سے کچھ مختلف ہے یہ نماز اگر صبح صادق ہونے کے بعد ہوتی ہے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے اور رمضان المبارک میں مصلحتہً جلدی پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نماز جمعہ کا وقت ظہر کی طرح ہے

(سوال) نماز جمعہ کا صحیح وقت از روئے حدیث و قرآن کیا ہے اور مذہب حنفیہ میں کس وقت نماز جمعہ جائز ہے ؟ کیونکہ یہاں کے مفتی صاحبان کہتے ہیں کہ دوپہر کے وقت بعد زوال سایہ کو دس قدم و آٹھ قدم و ساڑھے چھ قدم ماپو۔ حدیث قرآن میں اس کی کچھ اصلیت ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۷۵ عبدالقدوس صاحب اسلام آباد (کشمیر) ۱۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۱۹ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۴۹) آنحضرت ﷺ جمعہ کی نماز زوال کے بعد متصل پڑھتے تھے یعنی زیادہ تاخیر نہیں فرماتے تھے سردی کے موسم میں زوال کے بعد متصل نماز پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اور گرمی کے موسم میں زوال کے بعد ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ کی تاخیر کرنے کا مضائقہ نہیں، مگر پونے چار بجے جمعہ کی نماز پڑھنا کسی طرح ثابت نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جماعت کے وقت جنازہ آجائے تو کس کو مقدم کیا جائے ؟

(سوال) فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے مستحب وقت میں جنازہ آئے تو پہلے نماز کونسی گزارنی چاہیئے۔

المستفتی نمبر ۲۴۸۳ محمد یوسف صاحب (ناسک) ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۵۰) مغرب کی نماز کا تو ہمیشہ یہی حکم ہے کہ پہلے مغرب کی نماز ادا کی جائے پھر جنازے کی نماز پڑھی جائے باقی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ اگر وقت فرض کے لئے تنگ ہو یا روزانہ جماعت کا مقررہ وقت ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں بھی پہلے فرض نماز ادا کی جائے پھر جنازہ کی نماز کیونکہ فرض کی جماعت میں بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں جو ضرورت مند اور کاروباری لوگ ہیں اور ان کی جنازے میں شرکت لازمی نہیں جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی جنازے سے پہلے اس غرض سے ادا کی جاتی ہیں کہ اس

---

(۱) عن قتادة عن أنس أن زيد بن ثابت حدثه انهم تسحروا مع النبي ﷺ ثم اقاموا إلى الصلوة، فقلت : " كم بينهم " قال: " قدر خمسين أو ستين" يعني آيةً (بخاري باب وقت الفجر ۸۱/۱ ط قديمي كتب خانه، كراچي) و وقت الفجر من طلوع الفجر الثاني، وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل إلى قبيل طلوع ذكاء الخ (الدر المختار ، كتاب الصلوة ۳۵۹/۱، ط سعيد كمپني)

(۲) و جمعة كظهر أصلاً واستحباباً في زمانين، لا نها خلفه الخ (درمختار) و في الشامية : " أي في الشتاء والصيف الخ (كتاب الصلاة، ۳۲۷/۱، ط سعيد كمپني)

میں ایک جماعت عظیمہ شریک ہوتی ہے اور جنازے کی تقدیم کی صورت میں انتشار جماعت کا خوف ہے ہاں فجر اور ظہر 'عصر اور عشاء کی نمازوں کی جماعت کے روزانہ مقررہ وقت سے پہلے جنازہ آجائے تو جنازے کی نماز پڑھ لی جائے اس کے بعد مقررہ وقت پر جماعت فرض ادا کی جائے اس صورت میں یہ لازم نہیں کہ فرض نماز ضرور پہلے ادا کی جائے کیونکہ وقت میں گنجائش ہے اور روزانہ مقررہ وقت سے پہلے فرض پڑھ لینے میں تفویت یا تقلیل جماعت لازم آتی ہے یا جنازے کی بلاوجہ تاخیر کرنی پڑے گی اور یہ سب مکروہ ہے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے ؟

(سوال) اگر چھ بج کر پندرہ منٹ پر مغرب کی نماز ہوتی ہے تو مغرب کی نماز کب تک پڑھ سکتے ہیں اور عشا کی نماز کا وقت کس وقت سے شروع ہو گا ؟بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۲۸۰۸ نعمت اللہ بار کپور۔ ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ

(جواب ۵۱) مغرب کا وقت غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے ایک گھنٹہ پینتیس منٹ تک مختلف موسموں کے لحاظ سے رہتا ہے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے کم نہیں ہے اور ایک گھنٹہ پینتیس منٹ سے زیادہ نہیں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

طلوع آفتاب 'زوال اور غروب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں۔جواب دیگر

(سوال) طلوع آفتاب ونصف النہار و غروب آفتاب ان تینوں وقتوں میں نماز' سجدہ تلاوت و نماز جنازہ کیوں ممنوع ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۴۷۲ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس)

۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۵۲) یہ تینوں وقت بتوں کی عبادت اور پوجا کے ہیں اور ان میں شیطان خوش ہوتا ہے کہ کوئی بتوں کی عبادت کرے اور خدا کی عبادت کرنے والوں کی حالت بھی مشتبہ ہو سکتی ہے اس لئے ان اوقات میں

---

(۱) و تقدم صلاتها على صلاة الجنازة إذا اجتمعا' لانه واجب عيناً و الجنازة كفاية و تقدم صلاة الجنازة على الخطبة و على سنة المغرب وغير ها الخ لكن فى آخر أحكام دين الأ شباه : ينبغى تقديم الجنازة والكسوف حتى على الفرض مالم يضق وقته الخ (درمختار) و فى الشامية : ولو اجتمع عيد و كسوف و جنازة ينبغى تقديم الجنازة' وكذا لو اجتمعت مع فرض و جمعة ولم تخف خروج وقته الخ (باب العيدين' ۲ /۱۶۷ ' ط سعید کمپنی)

(۲) ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق' وهو الحمرة عندهما و به يفتى ...(عالمگيرية' الفصل الأول فى الأوقات' ۱ /۵۱ ط ماجدیه' کوئٹہ)

(ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق' وهو الحمرة .... (الدر المختار : كتاب الصلاة ۱ /۳۶۱ ط سعید) (عموماً یہ وقت ایک گھنٹہ سے زائد ہوتا ہے)

نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۵۳) فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز اس وقت نہ پڑھی جائے۔ آفتاب نکلنے کے بعد جب اونچا ہو جائے تو پڑھے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

رمضان المبارک میں صبح کی نماز جلدی پڑھنا جائز ہے

(سوال) زید کہتا ہے کہ چونکہ صبح صادق پانچ بجکر ۴۵ منٹ پر ہو رہی ہے اس لئے نماز فجر چھ بجے کے بعد ہونی چاہئیے عمر کہتا ہے کہ صحابہ نے اندھیرے میں نماز فجر ادا کی ہے اگر ہم کسی صحابی کی اقتدا کر لیں اور رمضان المبارک میں لوگوں کی سستی کی وجہ سے ذرا پہلے کھڑے ہو جائیں تو کیا حرج ہے ؟

المستفتی خادم العلماء محمد سلطان زبیری

(جواب ۵۴) بعض احادیث سے رمضان المبارک میں فجر کی نماز ہمیشہ کے معمول سے کسی قدر پہلے پڑھنا مفہوم ہوتا ہے اس لئے اس کی گنجائش ہے کہ رمضان المبارک میں نماز فجر ذرا جلدی پڑھ لی جائے۔ لیکن طلوع صبح صادق سے پہلے نماز جائز نہیں صبح صادق پونے چھ بجے کے بھی کچھ بعد (آج کل یعنی دسمبر کے دوسرے عشرے میں) ہوتی ہے اس لئے نماز چھ بجے شروع کر دی جائے تو مضائقہ نہیں اس سے پہلے نہیں ہونی چاہئیے (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وقت عصر کے بارے میں چند سوالات

(سوال) (۱) حنفی مذہب میں ایک مثل پر عصر کا وقت ہوتا ہے یا نہیں ؟ (۲) امام اعظمؒ سے جیسے دو مثل کی روایت ہے ویسے ان سے ایک مثل کی بھی روایت ہے یا نہیں ؟ (۳) امام اعظم کا رجوع صاحبین کے قول کی

---

(۱) وکرہ تحریماً و کل مالا یجوز مکروہ (صلاۃ) مطلقاً . مع مشروق واستواء : و غروب (درمختار) و فی الشامیۃ : " لکن الصحیح الذی علیہ المحققون انہ لا نقصا ن فی ذلک الجزء نفسہ بل فی الأ داء فیہ من التشبۃ بعبدۃ الشمس الخ (کتاب الصلاۃ' ۱/۳۷۳ ط سعید کمپنی)

و فی الھندیۃ' " ثلث ساعات لا تجوز فیھا المکتوبۃ ولا صلاۃ الجنازۃ ولا سجدۃ التلاوۃ الخ حتی ترتفع. و عند الا نتصاف إلی أن تنزول و عند احمر ا رھا الی أن تغیب الخ (عالمگیریۃ' الفصل الثانی' فی بیان فضیلۃ الاوقات ۱/۵۲ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۲) یہ جواب مجمل ہے' تفصیل اس کی یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نوافل اور واجب لغیرہ پڑھنا مکروہ ہے' فرائض اور واجب لعینہ پڑھنا درست ہے۔

وکرہ نفل . و کل ما کان واجباً لا لعینہ' بل لغیرہ . بعد صلاۃ فجر و عصر الخ (التنویر مع شرحہ: کتاب الصلاۃ' ط سعید)

(۳) عن قتادۃ عن أنس أن زید بن ثابت حدثۃ انھم تسحروا مع النبی ﷺ ثم قاموا إلی الصلاۃ قلت : " کم بینھم " قال : قدر خمسین أو ستین یعنی آیۃ (بخاری' باب وقت الفجر ۱/۸۲ ط قدیمی کتب خانہ) قال الشعرانی فی المیزان " و فی روایۃ لأحمد ان الاعتبار بحال المصلین' فان شق علیھم التغلیس کان الأسفار افضل وان اجتمعوا کان التغلیس افضل (فتح الملھم : کتاب الصلوۃ ۲/۲۱۲ ط ادارۃ القرآن' کراچی)

طرف ثابت ہے یا نہیں ؟ (۴) فتویٰ دو مثل کی روایت پر ہے یا صاحبین کے قول پر جو کہ امام صاحب سے دوسری روایت ایک مثل کی ہے موافق قول صاحبین کے (۵) جو شخص ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھ لے تو اس کو اعادہ کرنا چاہئیے یا نہیں ؟ (۶) جو شخص عصر کی نماز ایک مثل پر پڑے اس کو غیر مقلد کہنا اور کہنا کہ تیری نماز نہیں ہوئی جائز ہے یا نہیں ؟ ۲۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(جواب ۵۵) (۱) حنفی مذہب میں خود امام ابو حنیفہ سے دو مثل کے بعد عصر کا وقت ہونے کی روایت اشہر الروایات ہے اور متون میں اسی روایت کو اختیار کیا گیا ہے(۱) اور صاحبین سے ایک مثل کے بعد عصر کا وقت ہونا منقول ہے (۲) امام صاحب سے ایک روایت میں ایک مثل کے بعد عصر کا وقت ہو جانا بھی مروی ہے جیسا کہ صاحب در مختار نے ذکر کیا ہے(۲) (۳) امام صاحب سے بعض علما نے رجوع بھی نقل کیا ہے کہ حضرت امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا(۳) (۴) بہت سے فقہاء نے ایک مثل کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور بہت سے دو مثل والے قول کو ترجیح دیتے ہیں جیسے صاحب بحر الرائق بہر حال اس میں ترجیح اور فتویٰ دونوں جانب موجود ہے (۵) احتیاط یہ ہے کہ عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے اور ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر اور احتیاطاً اگر اسی عصر کا جو دو مثل سے پہلے پڑھی گئی اعادہ کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں(۴) (۶) ایسے شخص کو غیر مقلد کہنا یا یہ کہنا کہ تیری نماز صحیح نہیں ہوئی درست نہیں جب کہ خود حنفیہ میں سے صاحبین کا یہ مذہب ہے اور فقہائے حنفیہ میں سے ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے اور مفتی بہ بتا رہی ہے اسی طرح دو مثل کے بعد عصر پڑھنے والے کو یہ کہنا کہ یہ شخص قول مردود پر عمل کرتا ہے یا اس کا یہ عمل خطا ہے درست نہیں۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

نمازیوں کی آسانی کے لئے جماعت کا وقت مقرر کرنا بہتر ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) امام مسجد اور مصلیوں نے باتفاق رائے اوقات نماز باجماعت مقرر کئے زید نے ایک روز جھگڑا کیا اور امام سے کہا کہ تم وقت مقرر کرنے والے کون ہوتے ہو اس کی ضرورت کیا ہے ہم جس وقت چاہیں اس وقت تمہیں نماز پڑھانی ہو گی ورنہ یہاں مار پیٹ ہو گی اور گردن پکڑ کر تمہیں مصلے پر کھڑا کروں گا اور نقشہ

---

(۱) قوله أى بلوغ الظل مثليه، هذا ظاهر الرواية عن الامام، وهو الصحيح (رد المحتار، كتاب الصلوة ۱/۳۵۹ ط سعيد كمپنى)

(۲) ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه و عنه مثله، وهو قولهما وزفر والائمة الثلاثة الخ (الدرالمختار، كتاب الصلوة ۱/۳۵۹ ط سعيد كمپنى)

(۳) قوله واليه رجع الامام أى إلى قولهما الذى هو رواية عنه أيضاً و صرح فى المجمع بأن عليها الفتوىٰ الخ (ردالمحتار، كتاب الصلوة ۱/۳۶۱ ط سعيد كمپنى)

(٤) والأحسن مافى السراج عن شيخ الاسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل ولا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين فى وقتهما بالاجماع الخ (رد المحتار، كتاب الصلوة ۱/۳۵۹ ط سعيد كمپنى)

اوقات کو پھاڑ کر پھینک دوں گا۔ وغیرہ

(جواب ۵٦) بے شک زید نے امام اور جماعت کی توہین کی ہے نماز و جماعت کا وقت مقرر کرنا آسانی اور کثرت جماعت کے خیال سے جائز اور اکثر بلاد اسلامیہ میں معمول و متعارف ہے اس پر اعتراض کرنا ناواقفیت ہے زید کو توبہ کرنا اور امام سے معافی مانگنا لازم ہے اور جب اکثر جماعت تعیین وقت سے راضی ہے تو صرف ایک یا دو شخصوں کی ناراضی قابل اعتنا نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دو نمازوں کو اکٹھے ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۴ ۲جولائی ۱۹۲۹ء)

(سوال) اگر کوئی صحیحین کی احادیث جمع بین الصلوٰتین کو جمع صوری پر محمول کرنے کو تاویل محض سمجھ کر جمع حقیقی پر محمول سمجھتا ہوا احیاناً اس پر عمل کرے تو اس کا یہ فعل موافق سنت کے سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(جواب ۵۷) حنفی کو جمع بین الصلوٰتین حقیقۃً کرنی جائز نہیں الا یہ کہ کسی شدید ضرورت کے موقع پر امام شافعی کے مسلک پر عمل کرے تو معذور ہوگا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اذان و جماعت میں کتنا وقفہ کیا جائے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۵جون ۱۹۳۷ء)

(سوال) اذان کے بعد کتنی دیر مقتدیوں کا انتظار کرنا چاہئیے؟

(جواب ۵۸) کم از کم پندرہ منٹ کا وقفہ اذان و اقامت کے درمیان ہونا چاہئیے۔ مگر مغرب میں نہیں(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز فجر سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کی جاسکتی ہے

(سوال) سورج نکلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھے تو کیا نیت کرے؟

المستفتی نمبر ۴۹٦ محمد انور (ضلع جالندھر) ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۳۰ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۹) سورج نکلنے کے بعد فجر کی نماز قضا ہوتی ہے قضا کی نیت کرے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) قال فی التنویر و شرحہ" و یجلس بینھما بقدر ما یحضر الملا زمون مراعیاً لوقت النداء " الخ (باب الأذان' ۱/۳۸۹ ط سعید کمپنی) و فی الھندیة' " و ینبغی ان یؤذن فی أول الوقت و یقیم فی وسطه حتی یفرغ المتوضی من وضوئه والمصلی من صلاته و المختصر من قضاء حاجة (باب الأذان ۱/۵۷ ط ماجدیه)

(۲) ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر و مطر خلافا للشافعی الخ ولا بأس بالتقلید عند الضرورة الخ (الدر المختار' کتاب الصلوٰة' ۱/۳۸۱ ط سعید) (۳) قال فی التنویر و شرحہ " و یجلس بینھما بقدر ما یحضر الملا زمون مراعیا لوقت النداء الأ فی المغرب (باب الأذان ۱/۳۸۹ ط سعید) (٤) فی التنویر ولا بدمن التعیین عند النیة لفرض ولو قضاء (باب شروط الصلاة ۱/٤۱۸ ط سعید)

غروب آفتاب کے کتنی دیر بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے؟

(سوال) غروب آفتاب کے بعد کتنی دیر تک شفق باقی رہتی ہے یعنی کب غائب ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے؟

(جواب ۶۰) یہ وقفہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ماہ بماہ یعنی تھوڑے تھوڑے دن میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے مگر یہ وقفہ ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ سے کبھی زائد نہیں ہوتا اور ایک گھنٹہ اکیس منٹ سے کبھی کم نہیں ہوتا جون کے مہینے میں وہ سب سے زائد یعنی ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا ہوتا ہے اور ستمبر میں سب سے کم یعنی ایک گھنٹہ اکیس منٹ کا ہوتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

تیسرا باب
امامت و جماعت
فصل اول امامت

نابالغ کی امامت کا حکم

(سوال) امامت نابالغ کی بالغین کے واسطے تراویح میں ازروئے مذہب حنفیہ جائز ہے یا نہیں؟ تمام کتب معتبرہ حنفیہ متون و شروح و فتاویٰ اس پر ہیں کہ امامت مسطورہ جائز نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ 'کفایہ' عنایہ' کبیری' شامی' درالمختار' عینی' عالمگیری' قاضی خاں' مستخلص' بحر الرائق' وغیرہ سب کے سب لکھتے ہیں کہ جائز نہیں ہیں بنا بر روایات صحیحہ ظاہر الروایہ۔ المستفتی مولوی احمد الدین شاہپولی گنجالی

(جواب ۶۱) بیشک صحیح اور معتبر یہی ہے کہ نابالغ کی امامت تراویح میں بھی جائز نہیں اور یہ فقیر متعدد بار اسی روایت صحیحہ پر فتویٰ دے چکا ہے(۲) واللہ اعلم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

(۱) کشتی دیکھنے والے کی امامت
(۲) حنفیوں کو مشرک کہنے والے غیر مقلدوں کی امامت کا حکم

(سوال) پہلوانوں کی کشتی اور کبڈی دیکھنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا جائز نہیں اور حدیث

---

(۱) ووقت المغرب منه إلى عيبوبة الشفق وهو الحمرة عند هما و به يفتى . و عند ابى حنيفة الشفق هو البياض الذى يلى الحمرة . و قول ابى حنيفة . رحمه الله أحوط :لان الأصل فى باب الصلاة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط إلا بما فيه يقين كذافى النهاية (عالمگيرية الفصل الأول فى أوقات الصلاة ۱/۵۱ ط ماجديه كوئٹه) عام طور پر یہ وقت ایک گھنٹہ بیس منٹ رہتا ہے۔

(۲) قال فى التنوير و شرحه: " ولا يصح اقتداء رجل بامرأة و خنثى و صبى مطلقاً ولو جنازة و نقل على الأصح " الخ و فى الشامية : " والمختار أنه لا يجوز فى الصلاة كلها الخ (باب الأمامة ۱/۵۶۰ ط سعيد كمپنى)

پیش کرتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کو زندہ اور مردہ کی ران دیکھنے سے منع فرمایا عمر کہتا ہے کہ یہ تمام باتیں جائز ہیں اور کبڈی و کشتی وغیرہ کی تعریف بھی کرتا ہے اب ایسی صورت میں عمر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ اور ہوتی ہے تو کیسے ہوتی ہے اور عمر کا کیا جواب ہے ؟
(۲) جو غیر مقلدین ڈھیلے سے استنجا نہیں کرتے اور بیس رکعت تراویح جو صحابہ کی سنت ہے اسے بدعت کہتے ہیں اور احناف کو کافر و مشرک بتاتے ہیں ان کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو کیسی ہوتی ہے ؟

(جواب ۶۲) کشتی ایسی طرح دیکھنا کہ ستر کھلے ناجائز ہے(۱) اور عمر جو اسے جائز کہتا ہے غلطی پر ہے اور اگر وہ باوجود ستر کھلنے کے اسے جائز کہنے پر اصرار کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے(۲)
(۲) جو غیر مقلدین کہ حنفیوں کو مشرک اور کافر کہیں صحابہ کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۳) کتبہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ مولاہ۔

مسجد میں امام مقرر کرنے کا اختیار کس کو ہے ؟

(سوال) کسی مسجد میں امام مقرر کرنے کا شرعاً کسے اختیار ہے ؟

(جواب ۶۳) اگر مسجد کا بانی معلوم ہو اور موجود ہو تو امام اور مؤذن اور متولی مقرر کرنے اور مرمت وغیرہ کرانے کا اختیار خود بانی کو ہے۔ **رجل بنیٰ مسجداً للہ تعالیٰ فھو احق الناس بمرمته و عمارته و بسط البواری والحصر والقنادیل والا ذان والا قامة والا مامة ان کان اھلا لذلك فان لم یکن فالرأی فی ذلك الیه** (قاضی (۴) ص ۶۵ ج ۱ علی ہامش الہندیہ وکذا فی فتاویٰ (۵) الہندیہ ص ۱۱۷ ج ۱) **و کذلك لو فازعه اھل السکة فی نصب الامام والمؤذن کان ذلك الیه** (فتاویٰ قاضی خان (۶) ص ۳۲۸ ج ۳ علی ہامش الہندیہ) لیکن اگر بانی معلوم و موجود نہ ہو تو اس نے اگر کسی کو متولی بنا کر اختیارات مذکورہ اسے دیئے ہوں تو اسے نصب امام وغیرہ کا اختیار ہوگا اور اگر بانی نے کسی کو متولی مقرر نہ کیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی یعنی حاکم اسلام کو ہے وہ جسے مناسب سمجھے متولی مقرر کرے۔ **و مع ھذا لا یکون لا ھل**

---

(۱) ویجوز ان ینظر الرجل إلی الرجل إلا إلی عورته و عورته ما بین سرته حتی تجاوز رکبته (عالمگیریة' کتاب الکراھیة' الفصل الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه وما لا یحل ۵/۳۲۷ ط ماجدیه)
(۲) ویکره امامة عبد وأعرابی و فاسق الخ (التنویر و شرحه) و فی الشامیة : " أما الفاسق فقد عللوا کراھة تعدیمه فأن لا یھتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمة لا مامة تعظیمه وقد وجب علیھم اھانتة شرعاً . بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم (باب الامامة ۱/ ۵٦۰ ط سعید)
(۳) ایضاً
(٤) (فصل فی المسجد' ۱/ ٦۷ ط ماجدیه کوئٹه)
(٥) (فصل کره غلق المسجد ۱/ ۱۱۰ ط ماجدیه' کوئٹه)
(٦) (باب الرجل یجعل داره مسجداً' ۳/۲۹۷ ' مکتبه ماجدیه)

مسجد نصب القیم والمتولی بدون استطلاع رأی القاضی (قاضی خان(۱) علی ہامش الہندیۃ ج ۳ ص ۳۲۸) لیکن جس جگہ حاکم اسلام نہ ہو تو پھر اہل مسجد قائم مقام قاضی کے ہیں وہ متولی مقرر کر سکتے ہیں اسی طرح نصب امام ومؤذن کا اختیار رکھتے ہیں۔ اھل مسجد با عواغلة المسجد او نقض المسجد ان فعلوا ذلك بامر القاضی جازوان فعلوا بغیر امرہ لا یجوز الا ان یکون فی موضع لم یکن ھناك قاض انتھیٰ مختصراً (قاضی خان ص ۳۴۲ ج ۳ ہندیہ)(۲) لیکن بانی یا متولی یا اہل مسجد کا اختیار اسی وقت راجح ہو گا کہ لائق شخص مستحق امامت کو امام مقرر کریں ورنہ اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہے اور اہل مسجد کسی لائق شخص کو تو اہل مسجد کا حق راجح ہو گا۔ الا اذا عین البانی لذلك رجلا و عین اھل السکة رجلا آخر اصلح ممن عینه البانی فحینئذٍ لا یکون البانی اولیٰ (قاضی خان ص ۳۳۸ ج ۳ ہندیه)(۳) اما اذا کان البانی موجود افنصب الامام الیه وھو مختار الا سکاف رحمه الله قال ابو اللیث و به ناخذ الا ان ینصب شخصا والقوم یریدون من ھو اصلح منه (عنایہ علی ہامش فتح القدیر جلد ۸ ص ۳۳۹ طبع مصر) اور اگر اہل مسجد کسی امام کے مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ امام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہو گا اور دونوں فریق کے امام لائق ہوں تو بڑے فریق کا امام راجح ہو گا۔ رجلان فی الفقة والصلاح سواء الا ان احدھما اقرأ فقدم اھل المسجد غیر الا قرأ فقد اساء واوان اختار بعضھم الا قرء واختار بعضھم غیرہ فالعبرة للاکثر . کذافی السراج الوھاج. (فتاویٰ عالمگیری ص ۸۸ ج ۱)(۴) واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاواہ محمد المدعو بکفایت اللہ عفاعنہ مولاہ

مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

بغیر عذر شرعی کے پہلے امام کو معزول کرنا درست نہیں

(سوال) ایک قریہ میں جس میں تقریباً ساٹھ گھر ہوں گے ان کا ایک امام ۸ یا ۷ سال سے نماز پڑھایا کرتا تھا اب اس سے لوگوں کا اختلاف پڑ گیا ہے اور اس قریہ کے آدھے بلکہ زیادہ لوگوں نے دوسرا پیش امام مقرر کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو پیش امام نہیں رکھا تھا بلکہ ویسے ہی نماز پڑھاتا تھا آیا اس پیش امام ثانی کے لئے کوئی صورت جواز کی ہے یا نہیں اور مسجد مذکور میں دو جماعتیں ہوتی ہیں یہ جماعتیں جائز ہیں یا نہیں؟

(جواب ٦٤) صورت مسئولہ میں اگر کوئی وجہ کراہت شرعی موجود ہو جب تو لوگوں کو اختیار ہے بلکہ مناسب یہی ہے کہ اس کو علیحدہ کر کے دوسرا امام مقرر کر لیں اور اگر اختلاف کا باعث صرف نفسانیت ہے

---

(۱) (ایضاً) گذشتہ صفحہ حاشیہ آخری
(۲) (فصل فی وقف المنقول، ۳/۳۱۲ ط ماجدیه)
(۳) (باب الرجل یجعل دارہ مسجداً، ۳/۲۹۷)
(٤) (الفصل الثانی فی بیان من ھو أحق بالأ مامة، ۱/۸٤ ط ماجدیه)

تو دوسرے لوگوں کو ایسا کرنا ناجائز ہے رجل ام قوما وهم له کارهون ان کانت الکراهة لفساد فيه اولا نهم احق بالا مامة يکره له ذلك وان کان هواحق بالا مامة لا یکره. هکذا فی المحیط (ہندیہ ص ۹۱ ج ۱)(۱) اور ایک مسجد میں دو جماعتیں کرنا بہت برا ہے دوسری جماعت کرنے والے گناہ گار ہوں گے مگر یہ کہ پہلی جماعت کا امام ظالم اور مقتدی ناحق پر ہوں قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اهل الخارج فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من يسبق بالشروع فهو والمقتدون به لا كراهة فی حقهم كذافی الخلاصة (ہندیہ ص ۸۸ ج ۱)(۲)

غلط خواں کی امامت

(سوال) ایک شخص امامت کرتا ہے اور کلام پاک کو غلط پڑھتا ہے یعنی بجائے قاف اور بڑے شین کے چھوٹا کاف اور چھوٹا سین پڑھتا ہے مثلاً اس آیہ کریمہ ان یبعثك ربك مقاماً محموداً کو ان یبعثق ربك مکاماً محموداً اور دیگر حروف کو بھی مثلاً ز کے بجائے ج وغیرہ ادا کرتا ہے اور ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ ایک ادنیٰ درجہ کا قرآن خواں بھی تمیز کر لیتا ہے اور امام مذکور کے بعض مقتدی ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ اعلم بالسنۃ اور قرآن پاک کو اچھی طرح ادا کرنے والے تو ایسی صورت میں سب کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس امام کو امی کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور امی اصطلاح فقہا میں کس کو کہتے ہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ٦٥) صورت مسئولہ میں جو شخص امامت کرتا ہے اگر وہ قاف کو اپنے مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہی نہیں ہے تو اس کی امامت جائز نہیں اگر وہ امامت کرے گا تو نہ خود اس کی نماز ہوگی نہ مقتدیین کی۔ ولا يجوز امامة الا لثغ الذی لا يقدر على التكلم ببعض الحروف الا لمثله اذا لم يكن فی القوم من يقدر على التكلم بتلك الحروف فاما اذا كان فی القوم من يقدر على التكلم بها فسدت صلوته وصلوة القوم (انتہی۔ ہندیہ ص ۹۰ ج ۱)(۳) ایسے شخص کی امامت صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اس کے تمام مقتدی بھی اسی جیسے ہوں لیکن سوال میں مذکور ہے کہ اس کے پیچھے قاری بھی نماز پڑھتے ہیں اور اس حالت میں تمام جماعت کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر وہ ایسا شخص ہے کہ مثلاً قاف کو اپنے مخرج سے ادا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن دقت سے۔ تو اس صورت میں بھی اس کی اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر وہ کسی طرح قاف کو ادا نہیں کر سکتا تو اس کو ایسی آیت پڑھنی چاہئیے جس میں یہ حرف نہ ہو اور اگر اس کو ایسی آیت نہ ملے یا یاد نہ ہو تو خود اس کی نماز ہو جائے گی لیکن امامت نہ کرے اور اگر اس کو ایسی آیت مل

---

(۱) (الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماما لغیرہ' ۱/ ۸۷ ط ماجدیہ)
(۲) (الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالأمامة ۱/ ۸٤ ط ماجدیہ)
(۳) (الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماما لغیرہ' ۱/ ۸٦ ط ماجدیہ)

جائے جس میں قاف نہ ہو تو اس کی نماز و امامت جائز ہے اور اگر باوجود ایسی آیت نہ ملنے کے اس نے ایسی آیت پڑھی جس میں قاف تھا اور قاف کی جگہ کاف پڑھا تو اس کی نماز تنہا بھی نہ ہو گی۔ ومن لا یحسن بعض الحروف ینبغی ان یجھد ولا یعذر فی ذلک فان کان لا ینطق لسانه فی بعض الحروف ان لم یجد آیة لیس فیھا تلک الحروف تجوز صلوته ولا یؤم غیرہ وان وجد آیة لیس فیھا فقرأ جازت صلوته عند الکل وان قرأ الآیة التی فیھا تلک الحروف قال بعضھم لا تجوز صلوته . ھکذا فی فتاوی قاضی خان وھو الصحیح کذافی المحیط (ہندیہ ص ۸۳ ج ۱)(۱)

جھوٹ بولنے والے تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) ایک شخص مسجد میں بیٹھ کر مجمع عام میں جھوٹ بولے اور علانیہ طمع نفس کے واسطے امامت کرے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۶۶) سوائے ان مواقع کے جہاں توریہ جائز ہے جھوٹ بولنے کی عادت سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے (۲) رہا طمع نفس سے امامت کرنا تو اگر اس سے مراد یہ ہے کہ امامت کی تنخواہ لیتا ہے اور تنخواہ لیکر امامت کرتا ہے تو متاخرین حنفیہ کے فتویٰ کے مطابق امامت کی اجرت جائز ہے اور جب جائز ہے تو تنخواہ لینا اور تنخواہ لیکر امامت کرنا بھی جائز ہے ۔ وفی روضة الزند و یستی کان شیخنا ابو محمد عبداللہ الخزا خیزی یقول فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة . انتھیٰ (عینی شرح کنز) (۳) اور اگر طمع سے مراد کچھ اور ہے تو اسے بیان کیا جائے۔

ضالین کو ظالین پڑھنے والے کی امامت

(سوال) ایک امام مسجد ضالین کو ہمیشہ غیر مقلدین اور روافض کی طرح ظالین پڑھتا ہے جب بعض مقتدیوں نے اس بات سے منع کیا تو کہا کہ اس کے جواز کا فتویٰ میرے پاس موجود ہے اور میں نے قاریوں سے بھی خوب تحقیق کر لیا ہے لہذا میں تو اسی طرح پڑھوں گا تم میرے پیچھے نماز پڑھو یا نہ پڑھو اختیار ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۶۷) حرف ضاد۔ ظا اور دال سے بالکل مبائن اور جداگانہ حرف ہے اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنا چاہئیے اور مخرج سے ادا کرنے کے قصد و ارادہ کے بعد اگر وہ ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ مشابہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں لیکن اگر قصداً ظاء یا دال پڑھے گا تو نماز فساد ہو جائے گی ضاد اپنی صفات کے لحاظ سے ظا کے

---

(۱) (الفصل الخامس فی زلة القاری' ۱/ ۷۹ ' ط ماجدیه)
(۲) و یکرہ امامة عبد وأعرابی و فاسق الخ (الدر المختار' باب الامامة ۱/ ۵۶۰ ط سعید کمپنی)
(۳) (باب الأجارة الفاسدة ۲/ ۱۵٤ ط ادارة القرآن' کراچی)

ساتھ زیادہ مشتبہ الصوت ہے مگر یہ اسی وقت جب کہ اپنے مخرج سے ادا کیا جائے ورنہ یہ آواز بھی جس کو دال مفخم کہا جاتا ہے اسی ضاد کی بگڑی ہوئی آواز ہے بوجہ امتیاز خالص ظا کی آواز سے بہتر ہے(۱)

امامت کی اجرت لینا جائز ہے

(سوال) امامت کی اجرت یا تعلیم قرآن و دیگر کتب دینیہ کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اجرت لیکر امامت کرے یا اجرت لیکر قرآن شریف پڑھائے ایسے شخص کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے؟

(جواب ٦٨) امامت و تعلیم قرآن کی اجرت (بنابر فتویٰ متاخرین حنفیہ) لینا جائز ہے۔ **قال فی الهداية و بعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الا ستئجار على تعليم القران اليوم لظهور التوانی فی الا مور الدينية ففی الا متناع تضيع حفظ القران و عليه الفتوىٰ زاد فی مختصرا لوقاية و متن الاصلاح تعليم الفقة وزاد فی متن المجمع الامامة و مثله متن الملتقى و درر البحار** (رد المحتار مختصراً)(۲)

صرف ٹوپی پہن کر امامت کرانا جائز ہے

(سوال) امام کو ٹوپی سے نماز پڑھانا جائز ہے یا عمامہ سے۔ اگر ٹوپی سے نماز پڑھانا جائز ہے تو وہ کون سی ہے؟ عمامہ اور ٹوپی میں ثواب کس کے ساتھ نماز پڑھانے میں زیادہ ہے؟

(جواب ٦٩) امامت عمامہ اور ٹوپی دونوں سے جائز ہے اور کسی خاص قسم کی ٹوپی سے ضروری نہیں جس ٹوپی سے چاہے امامت کر سکتا ہے عمامہ کے ساتھ ثواب زیادہ ہوگا لیکن ٹوپی میں کوئی کراہت نہیں ہے(۳)

حالت جنابت میں نماز پڑھانے والے کا حکم

(سوال) ایک شخص جنبی حالت جنابت میں نماز پڑھاتا ہے آیا ایسا شخص کون ہے اور لوگوں کی نماز اس کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

(۱) وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطامع التاء اختلف المشائخ' قال اكثرهم " لا تفسد صلوته " هكذا فی فتاوىٰ قاضی خان و كثير من المشائخ أفتوابه قال القاضی الأ امام ابوالحسن والقاضی الأمام أبو عاصم إن تعمد فسدت وإن جرى على لسانه او كان لا يعرف التمييز لا تفسد وهو اعدل الا قاويل والمختار هكذا فی الوجيز للكرورى' (عالمگيرية' الفصل الخامس فی زلة القارى' ۷۹/۱ ط ماجديه)

(۲) (كتاب الأجارة' مطلب تحرير هم فی عدم جواز الا ستئجار على التلاوة والتهليل' ٥٥/٦ ط سعيد)

(۳) وقد ذكروا ان المستحب أن يصلى فی قميص وازار وعمامة ولا يكره الا كتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك' وكذا ما اشتهر أن المؤتم لو كان معتما بعمامة والأمام مكتفيا بالقلنسوة يكره الخ(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' كتاب الصلوٰة ١٦٩/١ ط سعيد كمپنی)

(جواب ۷۰) جو شخص حالت جنابت میں نماز پڑھائے وہ کافر ہے(۱) اور جن لوگوں نے ناواقفیت میں اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کو علم ہونے کے وقت نماز کا اعادہ لازم ہوگا لیکن اگر حالت جنابت میں نماز پڑھانا صرف اس کے قول سے معلوم ہوا ہو اور یہ بھی ثابت ہو کہ وہ بیباکی اور رندی کی وجہ سے ایسا کہتا ہے تو اس کا قول غیر معتبر سمجھا جائے گا اور اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا جائے گا ہاں اگر یہ خیال ہو کہ یہ شخص تورعاً اور خوف خدا کی وجہ سے یہ بات ظاہر کرتا ہے تو اعادہ نماز کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم

امام کا "در" یا "محراب" کے اندر کھڑا ہونا

(سوال) محراب کا اطلاق ازروئے شرع شریف آیا صرف اس پر ہوتا ہے جو منبر کے قریب دیوار میں کندہ ہوتا ہے یا باہر جو دروازے محراب نما ہوتے ہیں اس کو بھی محراب کہا جاسکتا ہے ؟ محراب کی صحیح تعریف فرمایئے نیز باہر کے محراب نما دروازہ پر جو عوام کراہتہ صلوٰۃ کا حکم لگاتے ہیں صحیح ہے یا غلط جواب شافی ومدلل تحریر فرمائیں لوگوں میں اس مسئلے میں اختلاف شدید ہو رہا ہے۔ فقط بینوا توجروا؟

المستفتی حافظ محمد شفیع اللہ کوچہ میر ہاشم دہلی

(جواب ۷۱) محراب اصل تو وہی ہے جو دیوار قبلہ میں ہوتی ہے لیکن اس کا حکم ان دروں پر بھی جو باہر کے دروازوں میں بصورت محراب بنائے جاتے ہیں بعض فقہانے عائد کیا ہے' اس لئے احتیاط یہ ہے کہ امام ان دروں کے باہر کھڑا ہو تاکہ کسی قسم کا شبہ اور شک باقی نہ رہے لیکن اگر امام در میں بھی کھڑا ہو جائے تو لڑنے جھگڑنے کا موقع نہیں ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ اولیٰ اور خلاف اولیٰ کا اختلاف ہے اور لڑائی جھگڑا حرام ہے (۲)

فقط۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرسہ امینیہ دہلی

خواہ مخواہ امام سے اختلاف نہ کیا جائے

(سوال) متولی وپیش امام صاحب سے اگر مسلمانوں کو کچھ شکایات پیدا ہو جائے اور وہ ان شکایات کو خاطر میں نہ لائیں اور مسلمانوں کے جذبات کی کچھ پروانہ کریں اور بایں وجہ مسلمان مسجد میں جانا چھوڑ دیں تو ایسی

---

(۱) کفر کا حکم اس وقت ہے جب کہ بطور استخفاف ایسا کرے۔ قال فی الدر المختار " وبهذا ظهر أن تعمد الصلاة بلا طهر غير مكفر فليحفظ وقد مر الخ و فی الشامية " قوله وقدمر" أی فی أول كتاب الطهارة قدمنا هناك عن الحلية البحث فی هذه العلة وإن علة الأكفار انما هی الاستخفاف "(كتاب الطهارة ۱/۱۵۱ ط سعيد كمپنی) وفی العالمگيرية " رجل ام قوماً شهراً ثم قال : " كنت مجوسياً" الخ وكذا لوقال " صليت بكم المدة على غير وضوء وهو ماجن لا يقبل قوله وإن لم يكن كذلك والمحتمل أن قال على وجه التورع وإلا حتياط أعادو اصلا تهم الخ وكذا إذا جان أن الأمام كافر او مجنون الخ او محدثا او جنباً الخ (الفصل الثانی فی بيان من يصلح إماما لغيره' ۱/۸۷ ط ماجديه)

(۲) او يكره قيام الأمام وحده فی الطاق' وهو المحراب ولا يكون سجوده فيه إذا كان قائماً خارج المحراب هكذا فی التبيين وإذا ضاق المسجد بمن خلف الأمام فلا بأس بأن يقوم فی الطاق. (عالمگيرية' الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة وما لا يكره' ۱/۱۰۸ ط ماجديه)

صورت میں نماز باجماعت نہ پڑھنے اور نماز جمعہ مسجد میں ادا نہ کرنے کا گناہ کس پر عائد ہوگا۔ اور ان حالات میں متولی وامام مسجد پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے ؟

(جواب ۷۲) ہاں متولی و پیش امام کا مذہبی واخلاقی فریضہ ہے کہ مسجد کے نمازیوں کی جماعت ان سے خوش رہے اور کوئی جائز شکایت پیدا نہ ہونے پائے اگر نمازیوں کو کوئی جائز شکایت ہو تو رفع کریں اور اگر لوگ ان کی بے پروائی سے اس مسجد میں آنا چھوڑ دیں گے تو اس کا وبال ان پر ہوگا بشر طیکہ وجہ شکایت اتنی قوی ہو جو ترک مسجد و ترک جماعت کے لئے عذر ہو سکتی ہو لیکن اگر لوگوں کو خواہ متولی یا امام سے شکایت ہو اور متولی یا امام کے اندر فی الحقیقت کوئی عیب یا وجہ شکایت موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ متولی و امام ان کی دلجوئی کا مکلّف ہے اور نہ ان کے مسجد چھوڑ دینے کا مواخذہ متولی یا امام سے ہو سکتا ہے (۱)

ڈاڑھی کٹوانے والے اور مسائل سے ناواقف کی امامت مکروہ ہے

(سوال) ایسے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں جو بالکل جاہل ہے اور نماز کی امامت کے واسطے جن مسائل اور جس قدر علم کی ضرورت ہے اس سے ناواقف ہے اور علاوہ اس جہالت کے فاسق معلن ہے ڈاڑھی کترواتا ہے حد شرعی تک نہیں بڑھنے دیتا اور بازاروں راستوں میں کھاتا پیتا ہے اور جھوٹ بہت بولتا ہے اور متولیان مسجد کے خانگی کاروبار میں غلاموں کی طرح ایسا ہر وقت مشغول رہتا ہے کہ نماز کی امامت کی بھی پروا نہیں کرتا اور دیگر مبتدعات میں مصروف رہتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۵ عبدالرحیم میرٹھ۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۳) اگر واقعات مذکورہ سوال درست ہیں تو متولی کو لازم ہے کہ ایسے امام کو علیحدہ کر کے دوسرا صالح متقی امام مقرر کرلے ایسے شخص کو امام راتب مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' مدرسہ امینیہ دہلی

تہبند باندھ کر نماز پڑھانا جائز ہے

(سوال) اگر پیش امام تہبند باندھے ہوئے نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۶ پیر محمد پان فروش (ساگر) ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷٤) تہبند باندھ کر نماز پڑھانا بلا شبہ جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) ولو ام قوما وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أولا نهم أحق بلأمامة منه كره له ذلك تحريماً وإن هو أحق لا والكراهة عليهم الخ (الدر المختار باب الامامة ١ /٥٥٩ ط سعيد)

(٢) ويكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق الخ (درمختار) و في الشامية : " قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الا ستقامة الخ (باب الإمامة ١ /٥٦٠' ط سعيد كمپنى) (٣) والرابع سترعورته الخ وهي للرجل ما تحت سترته إلى ما تحت ركبته الخ (الدر المختار' باب شروط الصلاة' ١ /٤٠٤ ط سعيد كمپنى)

(۱) اس نابینا کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جو طہارت میں محتاط ہو
(۲) حافظ نابینا کے پیچھے تراویح کا حکم
(۳) چوغہ پہن کر نماز پڑھانا جائز ہے

(سوال) (۱) حافظ نابینا کے پیچھے فرض نماز جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) نابینا کے پیچھے تراویح جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) اگر امام بغیر چوغہ کے نماز پڑھاوے تو جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۷ پیر محمد پان فروش (ساگر) ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۵) (۱) حافظ نابینا کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ وہ محتاط ہو اور اس سے بہتر کوئی دوسرا شخص یا دوسرا حافظ موجود نہ ہو (۲) فرض نماز ہو یا تراویح سب جائز ہیں (۱) (۳) امام بغیر چوغہ کے نماز پڑھائے تو جائز ہے

منکر رسالت کو امام بنانا جائز نہیں

(سوال) زید توحید و رسالت اور جمیع ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوئے اور عمل کرتے ہوئے یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ جو شخص صرف توحید کا قائل ہو اور رسالت اور قرآن کو نہ مانتا ہو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ آخر میں اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی زید کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۹۶ محمد ابراہیم خاں ضلع غازی پور۔ ۹ رجب ۱۳۵۲ھ م ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۶) جو شخص آنحضرت ﷺ کی رسالت و نبوت کو نہ مانے اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم نہ کرے وہ جماہیر امت محمدیہ علی صاحبہا ازکی السلام والتحیہ کے نزدیک ناجی نہیں ہوگا ایسا شخص جو اس کی نجات کا عقیدہ رکھتا ہو اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غلط پیشے سے تائب متقی اور پرہیز گار کی امامت

(سوال) جو قومیں حرام پیشے کی مرتکب ہیں جیسے گویا' نقال' ڈھاڑی' میراثی اگر ان میں سے کوئی حافظ ہو اور وہ بذات خود اپنے پیشے سے تائب ہو اور متقی ہو دوسرے یہ کہ ایک بھلے خاندان کے اس سے علم میں زیادہ متقی اور حفاظ وہاں موجود ہوں تو ان کے مقابل اس کو جامع مسجد کا امام اور شہر کا نکاح خواں بنانا درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۹۴ حافظ رحیم بخش (متھرا)

---

(۱) تبع ذلك صاحب النهر حيث قال " قيد كراهة إمامة الأعمى في المحيط و غيره بان لايكون افضل القوم ' فان كان افضلهم فهو أولى الخ (رد المحتار' باب الامامة' ۱/ ۵۶۱ ط سعيد) وفى الهداية " و يكره تقديم العبد..... والأعمى' لانه لا يتوقى النجاسة الخ (باب الإمامة ۱/ ۱۲۲ ط مكتبه شركة علميه' ملتان)

(۲) وإن انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الا قتداء به أصلاً (الدر المختار' باب الامامة ۱/ ۵۶۱ ط سعيد)

۹رجب ۱۳۵۲ھ م ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۷) جب کہ کوئی شخص بذات خود متقی اور پرہیز گار ہو اور علم و فضل رکھتا ہو تو اس کو امامت کے لئے مقرر کرنا جائز ہے اگر اس کے مقابلے میں کوئی اونچے خاندان کا شخص بھی تقویٰ اور پرہیز گاری اور علم و فضل میں اس کے برابر موجود ہو تو اس کو امامت کے لئے ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں ہے مگر باوجود اس کے ادنیٰ درجے کی قومیت والے شخص کو امام بنانے میں کراہت نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تراویح میں پختہ حفظ والے کو امام بنایا جائے

(سوال) دو حافظ ہیں اور دونوں متقی ہیں ان میں سے ایک صاحب کو تو رمضان میں محراب سناتے وقت بہت زیادہ متشابہ لگتے ہیں اور دوسرے صاحب کو بہت کم جن صاحب کو متشابہ زیادہ لگتے ہیں وہ بقدر ضرورت علم صرف و نحو و فارسی اور مسائل دینیہ سے اچھے واقف ہیں اور پیشہ سلائی کا کرتے ہیں اور جن صاحب کو متشابہ کم لگتے ہیں وہ حفظ کے علاوہ مسائل دینیہ سے ناواقف ہیں اور قوم کے مراثی ہیں مگر اپنے حرام پیشے سے تائب ہیں ان دونوں میں سے جامع مسجد کی پنجگانہ امامت کے لئے کس کو مقرر کیا جائے ؟

المستفتی نمبر ۹۵ حافظ رحیم بخش صاحب متھرا۔ ۹رجب ۱۳۵۲ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۸) پنجگانہ نماز کی امامت کے لئے جو صاحب مسائل سے زیادہ واقف ہیں ان کو مقرر کرنا بہتر ہے البتہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لئے ایسے حافظ کو ترجیح دی جائے تو مضائقہ نہیں جس کو قرآن شریف خوب یاد ہے اور بقدر ضرورت مسائل سے بھی واقف ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عالم کی موجودگی میں غیر عالم کی امامت

(سوال) جماعت میں ایک عالم کے ہوتے ہوئے جس کے ساتھ کثیر جماعت راضی ہو ایسے معمولی خواندہ آدمی کو امامت کی اجازت دینا جس کے ساتھ قلیل جماعت راضی نہ ہو جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۳ محمد عنایت حسین صاحب کھنور۔ ۲۶رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۹) اتفاقیہ طور پر ایسا معاملہ پیش آجائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ مستقل طور پر افضل آدمی کو امام بنانا چاہئے اس کا خلاف مکروہ ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) والأحق بالا مامة تقديماً بل نصباً الأ علم باحكام الصلوٰة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة و حفظه قدر فرض و قيل واجب " (الدر المختار' باب الأمامة ۱/ ۵۵۷ ط سعيد)

(۲) والأ حق بالإ مامة تقديماً بل نصباً الأ علم بأ حكام الصلاة الخ ثم الا حسن تلاوةً و تجويداً للقراء ة (الدر المختار' باب الإمامة' ۱/ ۵۵۷ ط سعيد)

(۳) والأ حق بالإ مامة تقديما بل نصباً الأ علم باحكام الصلاة (إلى أن قال) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ولو قد مواغير الأو لى أساء واالخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ ط سعيد)

پندرہ سال کی عمر والے کے پیچھے نماز جائز ہے

(سوال) ایک لڑکا جو قرآن شریف حفظ کر رہا ہے اس کی عمر پندرہ سال کچھ ماہ کی ہے یعنی کہ سولھواں سال جاری ہے اس کے پیچھے تراویح پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷ ۱۱ اکبر علی ریواڑی ضلع گوڑ گانوہ۔ ۱۶ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۰) اگر اس کی عمر پندرہ سال کی پوری ہو چکی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

شہوت پرست مبتدع کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) یہاں کا ایک امام مسجد باوجود سخت مبتدع ہونے کے فاحشہ اور بازاری عورتوں کی دعوتیں بلا دغدغہ کھاتا ہے ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہنتا ہے اور باوجود متعدد بار سمجھانے کے باز نہیں آتا ایسے امور کی ارتکاب کی وجہ سے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے ہیں وہ بوقت فہمائش یہی جواب دیتا ہے کہ تم ان کنجریوں اور بازاری عورتوں کو روکو کہ میری دعوت نہ کیا کریں اور نہ مجھے اپنے گھر بلایا کریں ورنہ میں تو ضرور کھاؤں گا اور ان کے ہاں ضرور جاؤں گا ہمارے شہر میں جھگڑا پڑا ہوا ہے عید کا بھی وہی امام ہے ایسے شخص کو عیدین و جمعہ و صلوات خمسہ میں امام بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۸۵ محمد ائل پوری دیوبندی۔ رائے کوٹ ضلع لودھیانہ

۸ شوال ۱۳۵۲ھ م ۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۱) ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے اگر وہ پہلے سے امام ہے تو اس حرکت کی وجہ سے اس کو امامت سے علیحدہ کر سکتے ہیں لیکن جب تک کہ وہ علیحدہ نہ ہو اس وقت تک وہی امامت کرے گا پنجگانہ نماز و جمعہ و عیدین سب کا یہی حکم ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بدعتی پیر کے موحد خلیفہ کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) ایک مسلمان جو بذات خود نیک متقی اور پرہیزگار ہے پیر ظہور شاہ کا مرید ہے عوام الناس میں مشہور ہے کہ پیر صاحب مذکور سجدہ تعظیمی کا قائل ہے اور نیز وہ حضرت صلعم کو غیب دان جانتا ہے لیکن ان کے مرید صاحب اپنے پیر کے ان اعتقادات کے قائل نہیں اندریں حالات کہ وہ پیر صاحب کا مرید ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے 'کیا وہ امامت کا اہل ہے ؟ مکرر عرض ہے کہ مرید صاحب نہ ہی سجدہ تعظیمی کے

---

(۱) بلوغ الغلام بالا حتلام والإ حبال والإ نزال الخ فان لم یوجد فیهما شئی فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی لقصر اعمار اهل زماننا (الدر المختار' فصل بلوغ الغلام بالا حتلام ۱۵۳/۶ ط سعید)

(۲) ویکره إمامة عبد . و فاسق . و مبتدع (درمختار) وفی الشامیة " فان امکن الصلاة خلف غیر هم وهو افضل' وإلا فالا قتداء أولی من الانفر اد (باب الإمامة ۵۵۹/۱ ط سعید)

قائل ہیں اور نہ ہی ان کو اس پر اعتقاد ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عالم الغیب ہے صرف وہ پیر ظہور شاہ کے مرید ضرور ہیں کیا عام مسلمان ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں عوام الناس امام صاحب سے خوش ہیں اس کے علاوہ ان کو کوئی اعتراض نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۹ غلام رسول صاحب اسکول ماسٹر سلیم پورہ راہوالی سیٹ ۲۶ شوال ۱۳۵۲ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۲) اگر یہ امام صاب خود سجدہ تعظیمی نہیں کرتے اور نہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور نہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھتے ہیں اور اپنے پیر کو ان مسائل میں غلطی پر جانتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جو امام "قاف" کا مخرج ادا نہ کر سکے

(سوال) زید نے نماز میں سورہ منافقون کی آیت یعنی وانفقو مما رزقنکم جس میں چھ قاف آتے ہیں پڑھی عمرو نے کہا کہ تم نے قاف کے بجائے کاف پڑھے لہذا نماز فاسد ہے براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں دوسرے یہ کہ نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟ جماعت والوں کو توفیق ہے کہ اچھے آدمی کو رکھیں اور زیادہ تنخواہ دیں مسجد کا پیسہ بہت ہے مگر آنکھوں والے آدمی کو نہیں رکھتے۔

المستفتی نمبر ۲۶۴ غلام محمد صاحب مانگرول۔ کاٹھیاواڑ۔ ۷ محرم ۱۳۵۳ھ م ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۳) جو شخص ادائے قاف پر قادر نہیں اس کی اپنی نماز تو درست ہے اور ایسے لوگوں کی وہ امامت بھی کر سکتا ہے جو اس کی طرح ادائے قاف پر قادر نہ ہوں لیکن مسجد کے متولی کو لازم ہے کہ وہ صحیح طور پر حروف ادا کرنے والے کو امام مقرر کرے نابینا اگر محتاط ہو اور مسائل سے واقف ہو اور نماز باقاعدہ پڑھاتا ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تعویذ گنڈے کرنے اور فالنامے دیکھنے والے کی امامت

(سوال) ایک امام مسجد تعویذ گنڈے کا کام کرتے ہیں فالنامہ کھولنا اور بیمار کے وارثوں کو بتادینا کہ پیسہ کی پھٹکری لیکر ہمارے پاس آؤ بیمار کے وارث لا دیتے ہیں امام صاحب اس پر قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھ کر بیمار کے وارث کو دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سات دفعہ بیمار کے اوپر سے اتار کر آگ میں ڈال دو پھر آگ سے نکال کر ہمارے پاس لے آؤ ہم پھٹکری دیکھ کر علاج کر دیں گے تین مرتبہ یہ کام کرتے ہیں ایک سیاہ رنگ

---

(۱) والأحق بالامامة تقديما بل نصباً الأ علم بأحكام الصلاة' فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱ /۵۵۷ ' ط سعيد)
و يكره إمامة عبد . و فاسق . و مبتدع الخ (الدر المختار ' باب الإمامة ۱ /۵۵۹ ط سعيد)
(۲) ولا يجوز امامة الألثغ الذى لا يقدر على التكلم ببعض الحروف إلا لمثله اذا لم يكن فى القوم من يقدر على التكلم بها فسدت صلاته، و صلاة القوم الخ (عالمگيرية' الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماما لغيره ۱ /۸٦ ط ماجديه)

بجرا بتاتے ہیں ہمارے پاس لاؤ اسکے کان میں سورہ مزمل پڑھ کر خود ذبح کر کے یا اپنے سامنے دوسرے سے ذبح کرا کر گوشت کھال بیچ کر اپنے خرچ میں لاتے ہیں اور مالک موجود ہوا تو گوشت فی سبیل اللہ کہہ کر تقسیم کر دیا کھال کی قیمت اپنے خرچ میں آوے گی ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۳۲۳ سید حاکم علی شاہ شہر میرٹھ۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء
(جواب ۸٤) یہ کام جو سوال میں مذکور ہیں شرعاً درست نہیں ہیں اس لئے ایسے امام کے پیچھے جو ان افعال کا مرتکب ہو نماز مکروہ ہوتی ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ڈاڑھی منڈے سے خود کو بہتر کہنے والے کی امامت

(سوال) ایک امام صاحب نے کسی سے کہا کہ " آپ ڈاڑھی منڈاتے ہیں میں نہیں منڈاتا اس لئے میں آپ سے بہتر ہوں "لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے یہ کلمہ تکبر کا کہا ہے۔ المستفتی نمبر ۳۴۱ نواب احمد خاں (ضلع کرتپور) ۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۲۱ جون ۱۹۳۴ء
(جواب ۸۵) کلام مذکور فی السوال کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ اس فعل میں میں بہتر ہوں اور اگر اسی طرح تھا تو اس کلام میں کوئی تکبر نہیں ہے کیونکہ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ ڈاڑھی رکھنا ڈاڑھی منڈانے سے بہتر ہے اس کلام کی بنا پر امام صاحب کے پیچھے نماز نہ ہونے کا حکم لگانا غلط ہے۔ فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غیر مختون کی امامت کا حکم

(سوال) بے ختنہ بالغ مسلمان باختنہ مسلمانوں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۳۹۷ محمد حیات (ضلع بیجاپور) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۴ء
(جواب ۸٦) اگر وہ استنجا اور طہارت میں احتیاط کرتا ہو تو وہ ختنے والے مسلمانوں کی امامت کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اتفاقی طور پر غیر مختون رہ گیا ہو ختنہ کے سنت ہونے کا قائل ہو (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جوا کھیلنے والے والدین کے نافرمان کی امامت

(سوال) جو شخص اپنے والد کو دشنام دیتا ہو اور مارنے میں بھی دریغ نہ کرتا ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص جوایا سٹہ اور تاش کھیلتا ہو اور تعزیہ بنانے میں کوشش کرتا ہو یا بناتا ہو اور نہ بنانے والوں کو

---

(۱) ویکرہ امامة عبد . و فاسق . و مبتدع الخ (الدر المختار ' باب الإمامة ۱/۵۵۹ ط سعید)
(۲) (فتاوی دار العلوم دیوبند ' باب الإمامة ۳/۱۹٦ مکتبہ امدادیہ ملتان)

گالیاں دیتا ہو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۳۹۹ محمد صدیق رہتک۔ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۷) جو شخص اپنے باپ کو دشنام دے یا مارنے کا ارادہ کرے وہ سخت فاسق اور گناہ گار ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے اور باپ سے معافی نہ مانگے۔ اس کو ہر گز امام نہ بنایا جائے جو اسٹہ بازی لگا کر تاش کھیلنا بھی گناہ اور موجب فسق ہے ایسے شخص کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے تعزیہ بنانا یا اس کے متعلق کوئی کام کرنا بھی گناہ ہے اس سے بھی آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور اس کی امامت بھی مکروہ ہوتی ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غسال کے پیچھے نماز جائز ہے

(سوال) غسال کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۴۵۸ مولانا فضل احمد صاحب (حیدر آباد سندھ) ۱۳ محرم ۱۳۵۳ھ ۱۸ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۸) غسال اگر نیک صالح ہو تو اس کی امامت جائز ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غلط پڑھنے والے کی اقتداء کا حکم

(سوال) امام مسجد جامع بوقت خواندن نماز در سورہ الف لام الحمد للہ را نمی خواند بلکہ بجائے الحمد' حمد للہ میخواند نمازش صحیح است یا نہ ؟ امامتش درست شود یا نہ ؟ المستفتی نمبر ۸۷۴ باسہ میاں مولمین برما۔

۱۱ صفر ۱۳۴۰ھ ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء

(ترجمہ) جامع مسجد کے امام صاحب نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے وقت الحمد للہ کو بغیر الف لام کے پڑھتے ہیں اور بجائے الحمد للہ کے حمد للہ پڑھتے ہیں ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اور ان کی امامت درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۸۹) اگر امام تلفظ الف لام نمی کند از مکروہ میشود لیکن ایں بعید است ظاہر این است لفظ الف لام آہستہ واقع می شود کہ مقتدیان سموع نمی شود و دریں صورت در نماز کراہتے نمی شود۔ محمد کفایت اللہ

(ترجمہ) اگر امام صاحب الف لام کا تلفظ ہی نہیں کرتے تو نماز مکروہ ہوتی ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے ظاہر یہ ہے کہ الف لام کا تلفظ آہستہ کرتے ہوں گے جو مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتا ہو گا اور اس صورت میں نماز مکروہ نہیں ہو گی۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی و فاسق . و مبتدع (التنویر ' باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ . ۵۶۰' ط سعید)

(۲) والأحق بالإمامة تقدیماً بل نصباً الا علم باحکام الصلوة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة الخ (الدر المختار' باب الإمة ۱/ ۵۵۷ ط سعید کمپنی)

(۳) فالذی لا یقدر علی اخراج الحروف إلا بالجهد' ولم یکن تتمة أوفأفأة فإذا اخرج الحروف اخرجها علی الصحة لا یکره ان یکون إماماً الخ (هندیة' الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره' ۱/ ۸۷ ط ماجدیه)

غیر شرعی فعل کے مرتکب شخص کی امامت کا حکم

(سوال) کیا ایسا شخص جس میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہوں امامت کے قابل ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے 'ڈاڑھی مطابق شرع نہ ہو' خضاب کرتا ہو' رمضان شریف میں قرآن شریف اجرت پر پڑھے 'اور اس کو جائز قرار دے 'افیون کو حرام نہ جانے 'اگر صبح کے فرض پڑھ لئے جائیں اور سنتیں رہ جائیں ان کو طلوع آفتاب سے قبل اگر موقع پڑ جائے خود بھی پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی اجازت دے 'تیجا' دسواں' بیسواں' چالیسواں وغیرہ کو اس لئے جائز جانے کہ اگر منع کروں گا تو لوگ ناراض ہو جائیں گے اور دعوتیں ختم ہو جائیں گی۔ المستفتی نمبر ۵۴۴ فقیر احمد (سنگرور) ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۰) سوائے آخری بات کے کہ دنیوی مفاد کے لئے صحیح مسئلہ نہ بتائے اور سب اختلافی مسائل ہیں جو مطلقاً موجب فسق نہیں ہیں بلکہ خاص خاص حالات میں وہ موجب فسق ہو سکتے ہیں اور آخری بات کا مدار بھی نیت پر ہے جو امر مخفی ہے اس لئے ایسے شخص کی امامت کو کلیتہً ناجائز کہنا محل تامل ہے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مؤذن اور خادم کے فرائض

(سوال) جس جامع مسجد میں ایک امام اور ایک مؤذن ہو (جو خادم مسجد بھی ہو) ان ہر دو کے مسجد کے متعلق فرائض کیا کیا ہیں دراں حالیکہ وہ ہر دو مسجد کے وظیفہ خوار بھی ہوں نیز امام مسجد اور مؤذن مذکور اپنے اپنے فرض منصبی میں مستقل بالذات ہیں یا ان میں علاقہ تابعیت اور متبوعیت کا بھی ہے؟

المستفتی نمبر ۶۱۶ حکیم عطا حسین (جالندھر) ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۱) امام اپنے منصب کے لحاظ سے صرف نماز پڑھانے کا ذمہ دار ہے البتہ اگر اس سے وعظ یا تعلیم طلبا وغیرہ کی شرط کرلی جائے اور وہ منظور کرلے تو اس کی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوگی یہ ضروری ہے کہ امام سے ایسے کاموں کے لئے شرائط نہ کئے جائیں جو اس کی حیثیت امامت اور وقعت کے خلاف ہوں مؤذن سے مسجد کی خدمت کی شرط کی گئی ہو تو وہ ذمہ دار ہوگا کہ شرط کے موافق کام پورا کرے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امام مقرر کرنا متولی کا حق ہے

(سوال) (۱) ایک گاؤں میں بقدر ایک سال مولوی صاحب پیش امام رہا مولوی صاحب موصوف پانچ وقت

---

(۱) ڈاڑھی مطابق شرع نہ ہو تا سیاہ خضاب کرنا اور دنیوی غرض سے صحیح مسئلہ نہ بتانا' یہ سب افعال موجب فسق ہیں اور ایسا شخص سخت گناہ گار ہے' جب تک توبہ نہیں کرتا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے' ویکرہ امامة عبد و اعرابی و فاسق . و مبتدع الخ (التنویر' باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ ط سعید) و یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ . و یکرہ بالسواد (درمختار) و فی الشامیة قولہ یکرہ بالسواد أی بغیر الحرب . وان لیزین نفسہ للنساء فمکروہ' و علیہ عامة المشائخ (کتاب الحظر والاباحة' باب فی البیع ۶/ ۴۲۲' ط سعید)

ٹھیک طور پر حاضر نہ رہا بعض وقت حاضر بعض وقت غیر حاضر رہا گاؤں والے اس وجہ سے ناراض تھے قوم نے امام جدید بلا رضامندی امام سابق کے مقرر کیا کیا فعل مذکور قوم کے لئے شرعاً جائز تھا یا نہیں ؟

(۲) مولوی صاحب موصوف کے پاس رویت ہلال عید الفطر کی شہادت پیش ہوئی مولوی صاحب نے شہادت گزار کر شرعاً کافی تصور کر کے افطار کا حکم صادر فرمایا لیکن قوم نے شہادت پر اطمینان نہ کیا اور حکم کی تعمیل سے انحراف کیا اور صائم رہے کیا قوم اس خلاف ورزی کی وجہ سے عاق اور مستحق کفر ہو گئی ؟ اور کیا اس کا نماز روزہ قبول نہیں ؟ المستفتی نمبر ۷۹۴ معراج گل کوہاٹی

۸ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۳ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۲) مسجد میں امام مسجد مقرر کرنا متولی مسجد کا حق ہے اگر متولی نہ ہو تو پھر قوم کا حق ہے اور جب امام پابندی نہ کرے اور اکثر اوقات نماز میں غیر حاضر رہے تو قوم دوسرا امام مقرر کر سکتی ہے جو پہلے امام سے افضل اور اوقات کا پابند ہو۔ قوم کو انحراف کا حق نہیں تھا ان کو امام کے فیصلے کی متابعت کرنی چاہئے تھی لیکن وہ اس کی وجہ سے کافر یا فاسق نہیں ہوئے عاق ہو جانے کا حکم کر دینا بھی صحیح نہیں اور اس کی وجہ سے ان کی نماز روزہ بھی ناقابل قبول نہیں ہوئے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

افیون اور پوست پینے والے کی امامت

(سوال) جو امام مسجد افیم اور پوست پیتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۳۱ مولوی محمد انور (ضلع جالندھر) ۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ ۶ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۳) افیون اور پوست پینے والا امام امامت کے لائق نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امام وقت پر نہ پہنچے تو دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے

(سوال) اگر امام صاحب مسجد کے اوقات مقررہ پر جماعت کے لئے حاضر نہ ہوتے ہوں اور وقت گزر جانے کا اندیشہ ہو تو نمازیان مسجد کسی اور شخص کو امام مقرر کر کے جماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۴۲ عبدالمجید خاں (کوہ شملہ) ۱۶ محرم ۱۳۵۵ھ م ۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۴) ہاں جب مقررہ وقت پر امام صاحب بغیر کسی مجبوری اور بغیر کسی عذر کے حاضر نہ ہوں تو قوم کو حق ہے کہ وہ دوسرے شخص سے نماز پڑھوالے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) البانی للمسجد أولی من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عینه البانی الخ (الدر المختار' کتاب الوقف ٤ / ٤٣٠' ط سعید)

(۲) وکذ تکره خلف أمر دو سفیه و مفلوج وأبرص شاع برصه و شارب الخمر وأکل الربا و نمام و مراء و متصنع الخ (الدر المختار' باب الإمامة ١ / ٥٦٢ ط سعید)

(۳) (فتاوی دار العلوم دیوبند' باب الإمامة ٣ / ٢٩٩' ط مکتبه امدادیه' ملتان)

بلاوجہ شرعی امام سے اختلاف جائز نہیں

(سوال) زید نے ایک امام صاحب کو خود عام مجلس کے اتفاق رائے سے امام مقرر کیا ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا اب تین چار سال کے بعد دنیاوی اختلاف کی بناء پر امام صاحب کی بے عزتی کی اور گالیاں دیں اور زد و کوب کیا اب امام صاحب اس کو اپنا عاق قرار دیتے ہیں عند الشرع کیا حکم ہے۔

المستفتی نمبر ۸۵۲ مولوی محمد شاہ (ریاست بھاولپور) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۵) اگر شخص مذکور نے امام صاحب کی بغیر کسی خطاو قصور کے توہین کی ہے تو وہ سخت گناہ گار ہو ہے اور اس کو امام صاحب سے معافی طلب کرنی اور توبہ کرنی لازم ہے ورنہ وہ فاسق اور مستحق مواخذہ ہے عاق قرار دینا کوئی شرعی طریقہ نہیں ہے اور نہ کسی کے عاق بنانے سے کوئی عاق بنتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا جائز ہے

(سوال) اگر امام ترکی ٹوپی یا اور کسی قسم کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھائے تو نماز جائز ہو گی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۵۶ حکیم قاضی محمد نور الحق (جامراج نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۶) ترکی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور امامت کرنا جائز ہے کوئی کراہت نہیں ہے ہاں امام صاحب کے لئے عمامہ افضل ہے عمامہ نہ ہو تو افضلیت حاصل نہ ہو گی مگر نماز مکروہ نہ ہو گی(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ذبح کرنے والے کی امامت

(سوال) ایک ملا ماہوار بارہ روپے لیکر مسجد میں اذان دیکر پنجوقتہ پیش امامی بھی کرتا ہے دیگر اس گاؤں کے تمام قصابوں کی گائیں اور بکریاں گائے کو دو آنے اور بکری کو ایک آنہ لیکر ذبح کرتا ہے گاؤں کے لوگ اس ملا کو اس کام پر مقرر کئے ہیں علاوہ ازیں گاؤں میں شادی نکاح میں فی نکاح پانچ روپے لیکر نکاح پڑھاتا ہے بغیر اپنی فیس پانچ روپے دیئے کسی کو نکاح پڑھانے نہیں دیتا اور جنازے پر ڈالی ہوئی چادر اپنے سوائے دوسرے فقیروں کو دینے نہیں دیتا ایسے شخص کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۹۹ حاجی شیخ محی الدین صاحب (بمبئی) ۸ صفر ۱۳۵۵ھ ۲۹ اپریل ۱۹۳۶ء

---

(۱) سباب المسلم فسوق و قتاله كفر (مسلم ، باب قول النبی ﷺ ، سباب المسلم فسوق وقتاله كفر ۱/ ۵۸ ط قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(۲) "وقد ذكروا أن المستحب أن يصلي في قميص وازار و عمامة ولا يكره الا كتفاء بالقلنسوة ولا عبرة بما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك " (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الصلوة ۱/ ۱۶۹ ط سعید کمپنی)

(جواب ۹۷) ذبح کرنا اور اس کی اجرت لینا فی حد ذاتہ جائز ہے مگر جو لوگ کہ اس کام کو بطور پیشہ کے اختیار کرتے ہیں اکثری طور پر ان کے عادات و اخلاق خراب اور قابل مذمت ہو جاتے ہیں تو ان عوارض اور اخلاق ذمیمہ کی وجہ سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اس بناء پر ان کو امام بنانا مکروہ ہو جاتا ہے(۱)

نکاح خوانی کی اجرت پانچ روپے مقرر کر لینا اور پھر ہر شخص سے پانچ روپے جبراً وصول کرنا اور دوسرے شخص کو نکاح خوانی سے منع کرنا ناجائز ہے بلکہ یہ اجرت فریقین کی رضامندی سے مقرر ہونی چاہئیے اور ہر شخص کو حق ہے کہ وہ جس سے چاہے نکاح پڑھوائے اسی طرح جنازے کی چادر کو اپنا حق سمجھنا غلط ہے اور ان مکروہات کے مرتکب سے لوگوں کا نفرت کرنا بجا ہے اور اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

میت کو غسل دینے والے کو امام مقرر کرنا کیسا ہے ؟

(سوال) ہمارے علاقہ میں یہ رسم ہے کہ جس شخص کو امام مقرر کرتے ہیں غسل اموات عرفاً اسی کے ذمہ ہوتا ہے خواہ وہ خود یہ کام انجام دے یا کسی کو اپنا نائب مقرر کرے امام کیلئے اس کام کا علیحدہ کوئی معاوضہ متعین نہیں کیا جاتا بقدر وسعت اسقاط میت میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور صدقہ فطر عشر و غیرہ میں سے دے دیتے ہیں ایسی صورت میں کہ امام خود اموات کو غسل دے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) جس علاقہ میں یہ رسم ہے کہ پیش امام اموات کو غسل دیتے ہیں تو اس علاقہ کے لوگ اگر اس فعل کرنے والے امام کو بوجہ اس فعل کے حقیر جانتے ہیں تو نماز اس پیش امام کے پیچھے پڑھنی مکروہ تنزیہی ہو گی۔ والظاھر ان العلة النفرۃ (۲) اور اگر اس علاقہ کے لوگ غسل دینے اموات کو حقیر نہیں جانتے تو غاسل پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے بوجہ نہ ہونے نفرت و تقلیل جماعت کے۔ واللہ اعلم اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ

(جواب ۹۸) (از حضرت مفتی اعظمؒ) اگر مردہ شوئی باجرت نہ ہو اور افعال خلاف مروت و خلاف مکارم اخلاق امام سے سرزد نہ ہوتے ہوں تو اس کی امامت جائز ہے مکروہ نہیں ہے اور اگر غسال اجرت لیتا ہو اور بد اخلاقی کے اعمال اس سے صادر ہوتے ہوں تو اس کی امامت مکروہ ہو گی کیونکہ ایسے شخص کو لوگ نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' الجواب صواب عبدالرحمٰن مدرسہ فتح پوری

---

(۱) و یجوز الاستئجار علی الذکاة؛ لأن المقصود منها قطع الأوداج دون افاتة الروح وذلك یقدر علیه فأشبه القصاص فیما دون النفس کذا فی السراج الوهاج (عالمگیریة، کتاب الإجارة ٤/ ٤٥٤ ط ماجدیه، کوئٹه)

(۲) (رد المحتار، باب الإمامة ١/ ٥٦٢، ط سعید کمپنی)

(۳) والأفضل أن یغسل المیت مجاناً، فان ابتغی الغاسل الأجر جاز إن کان ثمه غیره، وإلا لا، لتعینه علیه و ینفی حکم الحمال والحفار کذلك الخ (الدر المختار، باب صلوة الجنائز ٢/ ١٩٩ ط سعید)

والأحق بالإمامة تقدیما بل نصباً الأعلم بأحکام الصلوة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ (الدر المختار، باب الإمامة ١/ ٥٥٧ ط سعید)

دہلی' الجواب صحیح بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی' الجواب صواب غلام رسول غفرلہ' مدرسہ امینیہ' الجواب صواب خدا بخش عفی عنہ مدرسہ امینیہ' الجواب صحیح انظار حسین عفی عنہ مدرسہ امینیہ' الجواب حق محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ عبدالرب دہلی' للہ درہ مجیباً مصیباً محمد شریف اللہ عفی عنہ مدرسہ فتح پوری' الجواب صحیح محمد مظہر اللہ عفا اللہ عنہ' مدرسہ عبدالرب' الجواب حق محبوب الٰہی مدرسہ عبدالرب' دونوں جواب صحیح ہیں ولایت احمد عفی عنہ مدرسہ فتح پوری' الجواب حق اشفاق مدرس فتح پوری' الجواب صحیح خادم العلماء سلطان محمود مدرسہ فتح پوری دہلی ۔

بد چلن بیٹی والے کی امامت

(سوال) (۱) ایک مسجد کے امام تنخواہ دار کی تیس سالہ دوشیزہ پردہ دار لڑکی کا چال چلن خراب ہے اور اسے اپنی لڑکی کے مشتبہ چال چلن کا علم ہے لیکن وہ نہ تو اس کی روک تھام کرتا ہے نہ اس کا رشتہ کسی کو دیکر اس گناہ کبیرہ کا سدباب کرتا ہے امام مسجد حافظ قرآن بھی ہے کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ؟
(۲) اس علاقہ کے عام رواج کے مطابق ائمہ مساجد کو نماز پڑھانے کے علاوہ مردہ شوئی اور نکاح خانی وغیرہ کے تمام کام سپرد ہوتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں گاؤں کے ہر گھر سے روزانہ رات کو ایک روٹی ملتی ہے جو خود امام مسجد ہر گھر پر جاکر حاصل کرتا ہے نکاح خوانی جنازہ وغیرہ کا صلہ الگ بھی ملتا ہے کیا یہ گداگرانہ صورت نہیں ہے اور ایسے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۹۳ خلیفہ محمد صاحب (ضلع منٹگمری) ۸ ۲ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۹) (۱) اگر امام اپنی لڑکی کے چال چلن کی خرابی سے واقف اور اس پر راضی ہے تو وہ فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے اس کو لازم ہے کہ لڑکی کا نکاح کردے اور خود اپنی غفلت اور بے پروائی سے توبہ کرے تو اس کی امامت درست ہو سکتی ہے (۱)
(۲) جب کہ اماموں کے ذمہ یہ سب کام نمازیوں نے خود لگا رکھے ہیں اور خود ہی امام کو ایک ایک روٹی روزانہ گھر پر بلا کر دیتے ہیں یعنی امام کی نہ تو تنخواہ مقرر کرتے ہیں اور نہ مردہ شوئی اور نکاح خوانی کے لئے دوسرے آدمی مقرر کرتے ہیں اور نہ عزت واحترام سے اس کو کھانا پہنچاتے ہیں تو پھر ان کو یہ سوال کرنے کا حق کیسے ہوا کہ آیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بلکہ ان حالات میں تو یہ سوال کیا جائے گا کہ کیا اس امام کے سوا کوئی امام ایسا بھی ہے جو ان کاموں سے مستثنیٰ ہو اور عزت سے اس کو کھانا اس کے گھر پہنچایا جاتا ہو یا اس کی تنخواہ اتنی مقرر کردی گئی ہو کہ وہ گھر گھر سے روٹی لانے کا محتاج نہ رہا ہو اگر کوئی ایسا کام مل سکتا ہو تو بیشک سابق الذکر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہو گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی و فاسق . و مبتدع الخ (التنویر ۱ /۵۵۹ . ۵۶۰ باب الإمامة ط سعید کمپنی)

(۱)یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۲)خود کو یزید جیسا کہنے والے کی امامت
(۳)حضرت حسینؓ کی طرف منسوب ایک روایت

(سوال) (۱)یزید پر لعنت کرنا جائز ہے کہ نہیں ؟(۲)زید کہتا ہے کہ مجھے یزید سمجھو یا یزید کا بھائی آیا اس کے پیچھے ہم نماز پڑھیں یا نہیں ؟(۳) عمرو کہتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے اپنے رومال کو جھاڑ دیا جس سے پہلی صف کٹ گئی کیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط ؟ المستفتی نمبر ۲۴۶ مولوی محمد عالم (ویجاپور)
یکم ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۰) (۱)یزید نے جو کچھ کیا اپنے لئے کیا اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے ہمارے لئے احتیاط یہ ہے کہ ہم اس کا نام لیکر لعنت نہ کریں (۱)(۲)اس کہنے والے کا مطلب کیا ہے اگر یزید کے اعمال کو اچھا قرار دیکر یہ کہتا ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے(۳) یہ روایت صحیح نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسائل سے واقف پیشہ ور شخص کی امامت

(سوال) شرائط امامت کیا ہیں یا قوم بافندہ میں سے کوئی شیخ و سید سے علم شریعت میں بڑھا ہوا ہو اور شریعت کا ان لوگوں سے زیادہ پابند ہو مگر عورتیں پردہ کے بموجب شرع شریف کی پوری پابند نہ ہوں لیکن بد چلنی کی شکایت کبھی اس کے خاندان میں نہ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہو گی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم عمر صاحب (ضلع سارن) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۱) اگر کوئی بافندہ یا اور کوئی پیشہ ور شخص علوم شریعت اور صلاحیت میں شیخ و سید سے زیادہ ہو تو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے عورتوں کی بے پردگی اگر حدود شرعیہ سے متجاوز ہو اور وہ منع نہ کرے تو یہ اس کی امامت میں کراہت پیدا کریگی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱)شافعی مذہب چھوڑ کر حنفی بننے والے کی اقتداء کا حکم
(۲)شافعی مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتداء
(۳)صبح کی نماز میں شافعی امام کے پیچھے حنفی قنوت پڑھیں یا نہیں ؟

---

(۱) وهی لا تکون إلا لکافر' ولذا لم تجز علی معین لم یعلم موته علی الکفر بدلیل وإن کان فاسقاً تهوراً کیزید علی المعتمد بخلاف نحو ابلیس الخ و بخلاف غیر المعین کالظالمین والکاذبین فیجوز الخ (رد المحتار' باب الرجعة ' مطلب فی حکم لعن العصاة' ۳/۴۱٦ ط سعید)

(۲) والأحق بالإمامة تقدیما بل نصبا الاعلم بأحکام الصلاة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ (الدر المختار'باب الامامة ۱/۵۵۷ ط سعید)

(۴) جہاں اکثر مقتدی حنفی ہوں وہاں امام کس طرح نماز پڑھائے

(سوال) (۱) شافعی المذہب امام جماعت احناف کی کثرت کی وجہ سے جو اس کے مقتدی ہیں اپنا مذہب چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کر سکتا ہے یا نہیں ؟ (۲) کیا شافعی مذہب پر رہ کر نماز پڑھانے سے حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی جب کہ اکثر مقتدی حنفی المذہب ہوں (۳) کیا شافعی امام کے نماز صبح میں دعائے قنوت پڑھنے سے حنفی مقتدیوں کی نماز میں کوئی قباحت آجاتی ہے (۴) جہاں اکثر مقتدی حنفی ہوں تو شافعی امام کو کن امور میں رعایت کرنی چاہئیے ؟ المستفتی نمبر ۱۰۲۵ امام عبدالصمد صاحب ڈربن۔ ناٹال (جنوبی افریقہ)

۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۲) (۱) بالکل مذہب بدل لینا یعنی مذہب شافعی چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کر لے یہ بھی جائز ہے اور نماز میں حنفی مذہب کی رعایت کر لیا کرے یہ بھی جائز ہے [۱] (۲) شافعی امام کے پیچھے حنفیوں کی نماز ہو جاتی ہے [۲] (۳) اگر شافعی امام نماز فجر میں قنوت پڑھے تو حنفی خاموش کھڑے رہیں حنفیوں کی نماز میں قباحت نہیں آئے گی مگر روزانہ ایسا ہونے سے اکثریت کے لئے وساوس تو پیدا ہوں گے [۳] (۴) جو امور کہ حنفیہ کے نزدیک موجب افساد نماز یا موجب کراہت نماز ہیں اور شوافع کے نزدیک ان کے ترک سے نماز میں فساد یا کراہت نہیں آتی انہیں ترک کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ضرورت کی بناء پر امام اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے

(سوال) (۱) جماعت لاہوری و قادیانی کے رشتہ دار اپنے رشتہ دار مرزائیوں کو مسلمان اور مذہب حنفی میں مسلمان تصور کرتے ہیں حالانکہ بروئے شریعت و فتویٰ ہائے علماء دین' مرزائی اور ان کے حامی و رشتہ دار اور جو ان کو مسلمان جانیں وہ سب خارج از اسلام و کافر ہیں اور یہ بھی ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کو مسجد اہل اسلام میں بھی داخل نہ ہونے دیں مگر ہم لوگ ان کو مسجد میں آنے سے روکنے میں سخت مجبور ہیں اگر روکتے ہیں تو وہ آمادہ فساد ہوتے ہیں اور مسجد میں جنگ و جدال کی نوبت ہو جاتی ہے اب جماعت مرزائی کے رشتہ دار ہماری مسجد میں آتے ہیں اور جس لوٹے سے وہ وضو کرتے ہیں اور مسجد میں جن گھڑوں سے ہم پانی پیتے ہیں وہ بھی پیتے ہیں اور ہماری جماعت نماز میں شریک نہیں ہوتے جو کہ مؤذن مسجد پڑھاتا ہے اور ان کی ضد یہ ہے کہ اگر امام صاحب معین جماعت کرائیں گے تو ہم بھی شریک جماعت ہوں گے کیونکہ ہمارا چندہ مشترکہ

---

(۱) ولو أن رجلاً برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محموداً مأجوراً الخ (رد المحتار' باب التعزير مطلب فيما ارتحل إلى غير مذهبه' ٤ / ٨٠ ط سعيد كمپنى)

(۲) وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز مالم يعلم منه ما يفسد الصلاة على اعتقاد المقتدى' عليه الإجماع (رد المحتار' باب الإمامة' مطلب في الاقتداء بالشافعي ١ /٥٦٣' ط سعيد)

(۳) وصح الاقتداء فيه بالشافعي على الأصح' الخ ويأتي المأموم بقنوت الوتر' لا الفجر' منسوخ' بل يقف ساكتاً على الأظهر الخ (الدر المختار' باب الوتر والنوافل ٢ /٩' ط سعيد)

ہے (یہ چندہ اس وقت کا ہے جب کہ یہ اہل سنت والجماعت شمار کئے جاتے تھے) ایسی صورت میں اگر یہ لوگ ہماری جماعت فرض وواجب میں شامل ہو جائیں اور ہم ان کو علیحدہ کرنے کی طاقت نہ رکھیں تو نماز سب کی درست ہو جائے گی یا نہیں اور امام کی امامت کرانی درست ہے یا نہیں

(۲) جو لوگ باوجود واقف ہونے اس امر کے کہ ان کا مسجد میں آنا ازروئے شریعت منع ہے اور وہ لوگ بوجہ کسی خوف کے مسجد میں آنے سے نہ روکیں یا بوجہ لحاظ ورشتہ داری کے چشم پوشی کریں تو ایسے لوگ نمازی کسی جرم شرعی کے مرتکب ہیں یا نہیں

(۳) امام معین مسجد نے فتاویٰ علماء اہل اسلام کہ متعلق قادیانیوں کے جاری تھے مسجد میں محلّہ والوں کو سنائے اور یہ کہا کہ قادیانی یا ان کے رشتہ داران جو ان کے ساتھ شامل ہیں وہ ہماری جماعت نماز میں شریک ہوں گے تو میں نماز نہیں پڑھاؤں گا جن کو سن کر اہل محلّہ نے مرزائیوں کے رشتہ داروں سے باوجود سمجھانے اور ان کا کہنا نہ ماننے کے قطع تعلق ان سے کر دیا اسی وجہ سے مرزائیوں کے رشتہ دار امام صاحب ہی کے مخالف ہو گئے اور وہ چاہتے ہیں کہ امام معین کسی طرح امامت سے جدا ہو جاویں اس واسطے جب امام صاحب جماعت کراتے ہیں تو ضداً یہ لوگ شامل جماعت نماز ہوتے ہیں جیسا کہ سوال نمبر ا سے واضح ہے اور اگر نائب امام جو مؤذن بھی ہے وہ جماعت کرائے یا دیگر شخص جماعت کرائے تو وہ شریک جماعت نماز نہیں ہوتے اس سے صاف عیاں ہے کہ ذاتی نقصان تنخواہ کا امام کو پہنچانا ہے ہم اہل محلّہ نے امام صاحب کو نہ امامت سے علیحدہ کیا ہے نہ انہوں نے استعفادیا ہے بلکہ ہر نماز میں امام صاحب حاضر رہتے ہیں لیکن بوجہ فساد کے ہم لوگ نائب امام صاحب سے جماعت کراتے ہیں ایسی صورت میں مسجد فنڈ سے تنخواہ امام صاحب کو دینی اور امام صاحب کو لینی درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۴۱ عبدالرحمٰن صاحب (چاندنی چوک)

۵ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۴ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۳) قادیانی فتنہ بہت زیادہ مضر اور مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی بلکہ سیاسی حالت کے لئے بھی تباہ کن ہے اگر مسلمان ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں تو اس میں وہ حق بجانب ہیں (۱) باقی رہا امام کا معاملہ تو اگر اہل مسجد امام سے کسی شرعی ضرورت کے ماتحت نماز نہ پڑھوائیں تو مضائقہ نہیں اور امام جب تک امام ہے اس کو مسجد فنڈ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے جب کہ اس کی نیابت میں دوسرا شخص اہل مسجد کی رضامندی سے اس کا کام انجام دیتا رہتا ہے (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) الاستخلاف جائز مطلقاً أی سواء کان لضرورة أولا کما یعلم من عبارة مجمع الأنهر الخ (رد المحتار، باب الجمعة مطلب فی جواز استنابة الخطیب، ۲/۱۴۲ ط سعید)

(۲) وفی الشامیة عن القنیة: " استخلف الإمام خلیفة فی المسجد، لیوم فیه زمان غیبته لا یستحق الخلیفة من أوقاف الإمامة شیئاً إن کان الإمام ام اکثر السنة، " و فی الخلاصة : " أن الإمام یجوز استخلافة بلا إذن بخلاف القاضی، و علی هذا لا تکون وظیفته شاغرة وتصح النیابة" (کتاب الوقف، مطلب فی الغیبة، التی یستحق بها العزل عن الوظیفة ومالا یستحق ۴/۴۲۰ ط سعید)

بیٹی کی بدکرداری پر راضی ہونے والے کی امامت

(سوال) شیخ فرید صاحب کند نظر مسجد کے پیش امام ہیں ان کی ایک بیس بائیس سالہ لڑکی سن بلوغت کو پہنچے ہوئے سات آٹھ سال ہوئے رہتی ہے امام صاحب باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے کئی ایک منگیتوں کو حیلہ و حوالہ اور چناں چنیں کے بلاء میں مبتلا ہو کر ٹھکرا دیا اور اب تک کسی کے نکاح میں نہ دے کر رکھے ہیں نتیجہ میں اس ناعذ الڑکی کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہو کر پندرہ دن ہوئے اور اب تک زندہ موجود ہے
(۲) مسلمانان محلّہ عموماً مصلیان مسجد ہذا نے باز پرس کی کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے جس نامعلوم شخص سے یہ حمل قرار پایا ہے کھوج کر کے اس کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کر دیتے تو امام صاحب جواباً (اوہام پرستی میں عام لوگوں کو مبتلا کرنے کی نیت سے) فرماتے ہیں کہ میری لڑکی تو کچھ جانتی ہی نہیں ہے وہ تو بڑی پارسا ہے اور جو بچہ کہ تولد ہوا ہے کسی ناجائز تعلقات سے نہیں ہے بلکہ جیسا کہ نعوذ باللہ پیغمبروں کے گھروں میں (مثلاً مریم و عیسیٰ) پیدا ہوئے اسی طرح میرے ہاں بھی یہ معاملہ قدرتی طور پر ہوا ہے ڈھٹائی اور بے شرمی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ **(نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا الخ)** میرے ہاں ملائک اور مؤکلان نازل ہوتے رہتے ہیں کیونکہ میری پارسا لڑکی بڑی ہی عابدہ و زاہدہ ہے وغیرہ وغیرہ۔
(۴) اس پر اہل جماعت ناراض ہو گئے ہیں اور کہنے لگے ہیں کہ یہ معاملہ سراسر جھوٹ ہے نہ قدرتی ہے نہ اور کچھ بلاباپ کے بچہ ہونا فی زمانہ ناممکن ہے امام صاحب کاذب اور دھوکہ باز ہیں اور جان بوجھ کر احمق اور نادان بنانا چاہتے ہیں ایسے کاذب دیوث کے پیچھے نماز پڑھنا مناسب نہیں اور نہ پڑھیں گے کیونکہ ہم لوگوں کو کراہت ہے (۵) جناب امام صاحب (بہ لالچ آمدنی امامت و ملازمت) کہنے لگے کہ میری لڑکی کے ناجائز چال چلن سے میں قصوروار ہو نہیں سکتا مجھے امامت سے اتار دینا بے انصافی ہے (٦) مذکورہ حالات کے پیش نظر سوائے چند افراد کے جو ان کے ہوا خواہ اور کم فہم ہیں باقی تمام اہل جماعت امام صاحب سے کراہت کرتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

المستفتی نمبر ۱۱۴۶ حکیم محمد عبداللہ صاحب۔ بادشاہ صاحب (کسٹنا)
۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰٤) بیشک امام صاحب کی اس ڈھٹائی سے کہ میری لڑکی پاکباز اور پارسا ہے اور میرے یہاں ملائک و مؤکل نازل ہوتے ہیں اور یہ بچہ ایسا ہی ہے جیسے معاذاللہ حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس فاحشہ کو جو لڑکی سے سرزد ہوئی نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کو قابل تحسین قرار دیتے ہیں اور یہ بات اتنی خطرناک ہے کہ اس میں زوال ایمان کا قوی خطرہ ہے یہ ضرور ہے کہ لڑکی کی بد فعلی کا گناہ باپ پر عائد نہیں ہوتا مگر جب باپ اس بد فعلی کو جائز بلکہ اپنی لڑکی کی کرامت بتلائے تو وہ خود فاسق اور گناہ گار ہو گیا اور اس کی امامت یقیناً مکروہ تحریمی ہے اور جب کہ جماعت کا بڑا حصہ امام سے اس بات پر ناراض ہے تو اس کی ناراضی درست ہے اور ناراضی جماعت کی حالت میں امام کی امامت دوسری وجہ سے بھی مکروہ تحریمی

ہو گی(۱) فقط　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) ختم قرآن پر اجرت لینے والے کی امامت
(۲) دم اور تعویذ کی اجرت لینا جائز ہے

(سوال) (۱) حافظ قرآن کو کسی میت کے واسطے پڑھنے کے لئے اجرت پیشتر سے طے کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے نماز اس حافظ کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ (۲) حافظ قرآن کو شیطان یا جن یا بلیات کے واسطے دم کرنا اور اس سے اجرت طے کر لینا پیشتر سے کہ ہم اتنا لیں گے تب چلیں گے جائز ہے یا ناجائز ؟ ایسے شخص کی امامت میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۷۳ عبدالرزاق صاحب (ضلع میدنی پور)
۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۵) (۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے کی اجرت طے کر کے لینا ناجائز ہے(۲) (۲) دم کرنے یعنی علاج کی اجرت لینی طے کرنی جائز ہے(۳)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

امام سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے کا مطالبہ درست نہیں

(سوال) نماز کی حالت میں دوپٹہ باندھنا افضل ہے یا ضروری ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۱۸۶ قاری حامد حسین صاحب مدرس فتح پوری دہلی ـ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ
۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۶) عمامہ کے ساتھ نماز افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے لیکن بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا یا نماز پڑھانا بھی جائز ہے یعنی اس میں کوئی کراہت نہیں حضور ﷺ کے عمامہ باندھنے کے متعلق عادۃً یا عبادۃً کا سوال بیکار ہے کیونکہ عمامہ کی فضیلت اور زیادتی اجر نماز مع العمامہ میں کلام نہیں ہو سکتا لوگوں کا انکار اگر اس بنا پر ہے کہ ترک عمامہ کو مکروہ سمجھتے ہیں تو غلط ہے اور اگر تحصیل فضیلت کے لئے ہے تو مضائقہ نہیں مگر اس کے لئے لازم ہے کہ ترک عمامہ پر امام کو برا نہ کہیں اور نہ اس کو مجبور کریں کہ ضرور عمامہ

---

(۱) قال فی التنویر و شرحہ: " ولو ام قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحسن بالإمامة منه كره له ذلك تحريماً: لحديث ابى داؤد: " لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما' وهم له كارهون" (باب الإمامة ١/٥٥٩ ط سعيد)

(۲) ولا يصح الا ستئجار على القراء ة واهدائها إلى الميت' لانه لم ينتقل عن أحد من الأئمة فى ذلك وقد قال العلماء:" إن القارى إذ اقرأ لأجل المال فلا ثواب له فأى شئى يهديه إلى الميت (رد المحتار' باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٧ ط سعيد)

(۳) قال النووى . قوله صلى الله عليه وسلم : " خذو منهم واضربوا لى بسهم معكم " هذا تصريح بجواز أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة والذكر و أنها حلال لا كراهية فيها . و منعها ابو حنيفة فى تعليم القرآن و أجاز مافى الرقية (شرح النووى على مسلم : باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن ٣/٢٢٤ ط قديمى كتب خانه)

باندھے امام کو بھی تحصیل فضیلت کے لئے عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے میں اعتراض نہ ہونا چاہئیے اور بیان جواز کے لئے کبھی بلا عمامہ نماز پڑھاوے تو مقتدیوں کو اعتراض نہ کرنا چاہئیے(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

امام کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کو امامت کا حق نہیں

(سوال) ایک شخص بعہدہ قانون گویا پٹواری بدون اجازت امام جی خود بخود بطور حکومت امامت کرتا ہے کچھ لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ نہیں پڑھتے آیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۷ ۱۲ برکت علی صاحب (ریاست کپور تھلہ) ۱۶ شوال ۱۳۵۵ھ ۳۱ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۷) جب کسی مسجد میں امام مقرر ہو اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا امامت کرے تو اس کے لئے یہ امامت مکروہ ہے اور وہ بغیر اجازت امام جی امامت کرنے میں گناہ گار ہوگا اس کے پیچھے نماز بکراہت ہوگی(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ترکی ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا جائز ہے

(سوال) کسی صاحب علم کو عمامہ باندھنے کے عوض ترکی ٹوپی پہننے کی عادت ہے اب اگر وہ صاحب ٹوپی کے ساتھ نماز پنجگانہ میں جماعت کی امامت کریں تو اس ٹوپی سے نماز جائز ہوگی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد کھوڑو خاں صاحب ضلع دھارواڑ

(جواب ۱۰۸) ٹوپی یا ترکی ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا یا پڑھنا جائز ہے ترکی ٹوپی پہن کر امامت کرنا مفسد نماز نہیں ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بدعات شنیعہ کے مرتکب کی امامت کا حکم

(سوال) جو شخص دائمی طور پر بدعات شنیعہ کا مرتکب ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد کھوڑو خاں صاحب۔ ضلع دھارواڑ۔ ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

---

(۱) وقد ذکروا أن المستحب أن یصلی فی قمیص وإزار وعمامة ولا یکره الا کتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بین العوام من کراهة ذلك الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة : کتاب الصلوٰة ۱/۱۶۹ ط سعید کمپنی)

(۲) واعلم أن صاحب البیت و مثله إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غیره مطلقاً الخ ولو ام قوماً وهم له کارهون إن الکراهة لفساد فیه أو لا نهم أحق بالإ مامة منه کره له ذلك تحریماً الخ (الدر المحتار' باب الإمامة ۱/۵۵۹' ط سعید کمپنی)

(۳) وقد ذکروا أن المستحب أن یصلی فی قمیص وإزار و عمامة ولا یکره الإکتفاء بالقلنسوة' ولا عبرة بما اشتهر بین العوام من کراهة ذلك الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة ۱/۱۶۹ ط سعید)

(جواب ۱۰۹) بدعات شنیعہ کے مرتکب کی امامت مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نیک اور صالح ولد الزنا کی امامت کا حکم

(سوال) رنڈی زادہ قرآن کا حافظ ہے ایسی صورت میں اس کے پیچھے تراویح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور علاوہ ازیں اس کے پیچھے پنج وقتہ نماز فرائض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۹۱ محمد مصطفیٰ صاحب (جے پور شاہ پور) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ ۷ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۰) اگر رنڈی زادہ نیک اور صالح ہو اور اس کے اعمال وافعال میں کوئی بات قابل اعتراض نہ ہو صرف رنڈی کا لڑکا ہونا ہی باعث تامل ہو تو اس کی امامت فرائض اور تراویح میں جائز ہے اور رنڈی کا لڑکا ہونا مضر نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال) جو شخص ہمیشہ کے لئے ڈاڑھی صاف کرتا رہتا ہے اور ڈاڑھی رکھتا نہیں اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم ملاجی صاحب (مغربی خاندیش)

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۱) ڈاڑھی منڈانے والی کی امامت مکروہ ہے ہاں اگر سب مقتدی بھی ڈاڑھی منڈے ہوں تو ڈاڑھی منڈانے والا امام بن جائے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بد کردار امام کو معزول کرنا جائز ہے

(سوال) ایک مسجد کے امام کے متعلق بعض نمازیان مسجد کو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں اور بچوں سے بد اخلاقی سے پیش آتے ہیں اور وہ بد اخلاقی اس قسم کی ہے کہ جس کا اظہار ایک مسلمان کے لئے امام کے متعلق زیبا نہیں ہے' اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو امام افعال قبیحہ کا مرتکب ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اگر امام کی بد افعالی کا ثبوت بہم پہنچ جائے تو متولیان مسجد کو امام کا علیحدہ کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۳۸۴ نواب حسین صاحب۔ باغیچی اچھے جی۔ باڑہ ہندوراؤ۔ دہلی

---

(۱) ویکرہ امامة عبد واعرابی و فاسق . و مبتدع الخ (التنویر و باب الامامة ۱/۵۵۹ ط سعید)

(۲) قال فی التنویر : " ویکرہ إمامة عبد . وولد الزنا" الخ و فی الشامیة : " لکن مابحثه فی البحر صرح به فی الاختیار حیث قال : " ولو عدمت أی علة الکراھة بأن کان الأعرابی افضل من الحضری و العبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدة اوالأعمی من البصیر فالحکم بالضد" الخ (باب الإمامة ۱/۵٦۰ ط سعید کمپنی)

(۳) قال فی التنویر : " ویکرہ امامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ و فی الشامیة وأما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمة بأنه لا یهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹' ط سعید)

(جواب ۱۱۲) اگر امام کی بد افعالی کا ثبوت بہم پہنچ جائے تو متولی کو لازم ہے کہ ایسے امام کو امامت سے علیحدہ کر دے کیونکہ ایسے بد افعال امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۸ مارچ ۱۹۳۷ء ۴ محرم ۱۳۵۶ء

جو عالم حافظ و قاری ہو وہ زیادہ حقدار ہے

(سوال) (۱) زید صرف حافظ قرآن شریف و نو عمر ہے مگر مسائل سے بالکل ناواقف ہے یہاں تک کہ ارکان و شرائط و مفسدات نماز و نواقض وضوء تک کا بھی علم نہیں ہے اور بکر مولوی' قاری' متقی' واعظ' خوش الحان سن رسیدہ ہے اب شاہی مسجد کے لئے جہاں کے مقتدی علماء' صوفیا و حفاظ و عوام مسئلہ داں ہوں کس کو امام مقرر کرنا چاہئیے (۲) علماء و صوفیا و حفاظ و غیر ہم کی نماز زید مذکور کے پیچھے ہوگی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۶۵ معین الدین احمد صاحب (آرہ شاہ آباد) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۵ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۳) ظاہر ہے کہ امامت کے لئے مقرر کرنے کے لائق بکر ہے جو مولوی حافظ' قاری' متقی ہے زید سے وہ احق واقدم ہے زید کے پیچھے نماز تو عالم' حافظ' صوفی' سب کی صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ اس سے کوئی ایسی بات سر زد نہ ہو جو نماز کو فاسد کر دیتی ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی نماز بھی نہ ہوگی(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

زیادہ عمر والے متقی عالم کو امام بنانا افضل ہے

(سوال) (۱) شہر کی ایسی جامع مسجد کہ جس میں ہر طبقہ کے لوگ علماء کرام و صوفیاء عظام وغیرہ نماز پڑھتے ہوں ایسی مسجد میں امام کس طرح کا مقرر کرنا چاہئیے (۲) زید مولوی' حافظ' متقی ۳۵۔۳۶ برس کا' بکر صرف حافظ ۱۸۔۱۹ برس کا مسائل ضروریہ وضوء و نماز سے ناواقف۔ ان دونوں میں از روئے شرع شریف مستحق امامت کون ہے (۳) اگر ممبران یا مصلیان مسجد زید موصوف کے رہتے ہوئے بلا عذر شرعی بکر موصوف کو امام مقرر کریں تو ممبران کا یہ فعل مذموم مکروہ ہوگا یا نہیں اور ایسی صورت میں مسائل ضروریہ سے واقف بکر کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۷۳ محمد عبدالحامد خاں صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۶ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱٤) ظاہر ہے کہ عالم متقی اور زیادہ عمر والا زیادہ مستحق ہے لیکن اگر بکر کا کوئی اور استحقاق ہے مثلاً

---

(۱) قال فی التنویر : " و یکرہ إمامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹' ط سعید) وفی الشامیة : " بل مشی فی شرح المنیة : أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم " (باب الإمامة' ۱/۵٦۰ ط سعید)

(۲) والأحق بالإمامة تقدیما' بل نصباً الأعلم بأحکام الصلوة الخ ثم الأحسن تلاوة و تجویداً للقراء ة ثم الأورع أی الأکثر اتقاءً للشبهات الخ (الدر المختار' باب الأمامة ۱/۵۵۷' ط سعید)

ائمہ سابق کا وہ بیٹا ہے تو اس کو امامت کے لئے مقرر کرنا اور اس کا نائب نماز پڑھانے کے لئے متعین کر کے بکر کی تعلیم کا انتظام کر دینا جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اختلاف کے وقت اکثریت رائے سے امام مقرر کیا جائے

(سوال) (۱) مصلیوں کی رائے امام مقرر کرنے میں کس وقت لی جائے گی (۲) مسجد کے مال وقف سے پیش امام کے ورثہ کو وظیفہ دینا پرورش یا تعلیم کے واسطے (باوجودیکہ واقف نے وقف نامہ میں اس کا کچھ تذکرہ نہ کیا ہو) جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۷۴ محمد عبدالحامد خاں صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۶ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۵) اگر متولیوں کا اختلاف ہو تو پھر نمازیوں کی رائے سے امام مقرر کرنا مناسب ہے(۲) اگر واقف نے تصریح نہ کی ہو اور متولیان سابق کا طرز عمل بھی ثابت نہ ہو تو پرورش یا تعلیم کے لئے وظیفہ وقف کی آمدنی میں سے نہ دیا جائے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ڈاڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال) ڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (ضلع حصار' پنجاب) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۶) ڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

زبردستی امام بنانا درست نہیں

(سوال) زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے جماعت کثیر اس کی اقتدا سے نفرت کرتی ہے مگر زید کسی صورت میں بھی عہدہ امامت سے معزول ہونے کو پسند نہیں کرتا بلکہ اس کا دعویٰ ہے کہ امامت و قضاءت اس کا خاندانی پیشہ ہے وہ اپنے اس خاندانی حق سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا حالانکہ شہر میں چند افراد کے سوا جماعت کثیر اس دعویٰ امامت کی سخت مخالف ہے زید نے اپنی مدد کے لئے اپنے خویش و اقارب کی ایک الگ جماعت بنالی ہے اس لئے مسجد میں نقض امن کا خطرہ پیدا ہو جانے کے باعث سرکار کی جانب سے تقریباً چھ

---

(۱) والا حق بالامامة . ثم الاسن الخ (ایضاً صفحہ گزشتہ حاشیہ ۲)

(۲) قال فی الدر المختار' :" والخيار إلى القوم' فان اختلفوا اعتبر اكثرهم (باب الإمامة ۱/۵۵۹ ط سعید)

(۳) شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (الدر المختار' كتاب الوقف ۴/۴۳۳' ط سعید کمپنی)

(۴) قا ل فی التنویر :" ويكره إمامة عبد وأعرابى و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹ ط سعيد) وقال فى الدر المختار:" ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيها القبضة . ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته (كتاب الحضر والإباحة' فصل فى البيع ۶/۴۰۷' ط سعید)

سات ماہ سے مسجد مقفل کر دی گئی ہے لہذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ :
(۱) کیا زید کا دعویٰ امامت حق بجانب ہے جب کہ جماعت کثیر اس کے اس دعویٰ امامت سے سخت نفرت کا اظہار کرتی ہے (۲) کیا اسلامی شریعت کی رو سے زید کا اسی طرح اپنی خاندانی امامت و قضاءت کا حق جتلانا جائز ہے جب کہ مدعی اس کی اہلیت بھی نہ رکھتا ہو (۳) اب صورت مصدرہ میں اسلامی نقطہ نظر سے سرکاری والی مسجد (جو سرکار اور مسلمانان شہر کے مشترکہ سرمایہ سے تیار کی گئی ہے) کس کے حوالے کرنی چاہئیے آیا زید کے حوالے یا جماعت کے (۴) خاندانی امامت و قضاءت کا دعویٰ کرنا شریعت اسلامیہ کی نظر میں کیا حیثیت رکھتا ہے چونکہ زید کا دعویٰ ہے کہ امامت و قضاءت اس کا خاندانی حق ہے لہذا سرکار والی مسجد زید کے حوالے کر دی جائے ؟ **المستفتی** نمبر ۱۵۹۸ مرزا محمد علی بیگ (ضلع میسور)
۴ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۱۳ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۷) امامت میں اہلیت اور لیاقت درکار ہے اگر اہلیت موجود ہو اور جماعت راضی ہو تو خاندانی استحقاق موجب ترجیح ہو سکتا ہے لیکن اگر اہلیت نہ ہو اور جماعت راضی نہ ہو اور ان کے راضی نہ ہونے کی وجہ معقول ہو یعنی امام اہلیت نہ رکھتا ہو اور پھر زبردستی امامت کرے تو ایسے امام کے حق میں جو حدیث شریف وارد ہوئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ **لعن رسول اللہ ﷺ ثلثۃً. رجل ام قوماً وھم له کارھون الحدیث** (ترمذی)(۱) یعنی رسول اللہ ﷺ نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی ہے (ان میں ایک وہ ہے) جو کسی جماعت کا امام بن بیٹھے حالانکہ جماعت اس سے ناخوش ہے یہی حکم قضاءت کا ہے کہ اس کے لئے بھی اہلیت شرط ہے پس نااہل کا یہ دعویٰ کہ امامت و قضاءت میرا خاندانی حق ہے باطل اور ناقابل قبول ہے (۲) **محمد کفایت اللہ** کان اللہ لہ، دہلی

چوری کی سزا کاٹنے والے کی امامت

(سوال) ایک شخص حافظ ہے اور اس نے چوری کی اور سزا بھی کاٹی اور اب امامت کرنا چاہتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ **المستفتی** عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (میرٹھ)

(جواب ۱۱۸) اس شخص کی امامت مکروہ ہے ہاں جب وہ نیک ہو جائے اور لوگوں کو اس پر اعتماد ہو جائے تو پھر امامت میں مضائقہ نہ ہو گا (۳) **محمد کفایت اللہ** کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (باب من ام قوماً، وھم له کارھون ۱/۸۳، ط سعید کمپنی)
(۲) قال فی التنویر و شرحہ : " ولو ام قوماً ، وھم له کارھون ان الکراھة لفساد فیه او لأنهم أحق بالإمامة منه کره له ذلك تحریماً لحدیث أبی داؤد: ' لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوماً، وھم له کارھون" (باب الإمامة ۱/۵۵۹ ط سعید)
(۳) قال فی التنویر : " ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق " (باب الإمامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰ ط سعید) التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ابن ماجه : باب ذکر التوبة، ۳۱۳ قدیمی کتب خانه، کراچی)

ہیجڑے کی امامت کا حکم

(سوال) ہیجڑا ہیجڑوں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۱۱۹) ہیجڑا ہیجڑوں کی امامت کر سکتا ہے ہیجڑوں کی جماعت ہیجڑے کے پیچھے ہو جائے گی
(۱)محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بدعتی کی امامت مکروہ ہے

(سوال) بدعتی امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۶۲۵ ملک محمد امین صاحب (جالندھر) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۲۰) بدعتی امام کی امامت مکروہ ہے۔ و یکرہ إمامة عبد واعرابی و فاسق واعمیٰ الا ان یکون اعلم القوم و مبتدع ای صاحب بدعة (در مختار)(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نامرد کی امامت جائز ہے

(سوال) ایک شخص فطرتی نامرد ہو یعنی قوت مردی سے فطرۃً محروم ہو نیز اس کے چلنے اٹھنے بیٹھنے بولنے میں بھی عورتوں سے مشابہت ہو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز کی اقتدا صحیح ہو گی اور کیا ایسے شخص کو امام بنانا صحیح ہو گا۔ المستفتی قاضی عبدالحمید صاحب امام مسجد جامع کرلا (بمبئی)
(جواب ۱۲۱) عنین کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے خواہ مادر زاد عنین ہو جب کہ مرد کے اعضاء موجود ہوں اور عورت کے اعضاء نہ ہوں (جیسے کہ خنثیٰ میں دونوں اعضاء ہوتے ہیں) تو وہ مرد ہے اور اس کا نکاح صحیح ہے حرکات اور بول چال میں عورتوں کی مشابہت ہو تو یہ بات صحت نکاح کے لئے مانع نہیں ہے ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) مسجد کو دھرم شالہ اور امام کو پنڈت کہنے والے کی امامت کا حکم
(۲) غیر محرم کنواری لڑکی رکھنے والے کی امامت
(۳) بلاوجہ امام کو گالیاں دینے والے فاسق ہیں

(سوال) (ا) ایک شرعی احکام کی پابند مسجد جس میں کوئی بھی کام خلاف شریعت نہ ہوتا ہو اور امام مسجد جو کہ

---

(۱) و قد صرح فی القنية:" بأن اقتداء الخنثی بمثله فيه روايتان وإن رواية الجواز استحسان' لا قياس" و يلزم من رواية الجواز لا تفسد صلوته بمحاذاته مثله الخ (رد المحتار' باب الإمامة ۱/ ۵۷۲' ط سعيد)
(۲) (باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ ط سعيد)
(۳) عنین ہونے سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ کوئی ظاہری اور نمایاں عیب نہیں جو باعث کراہت ہو (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۲/ ۱۵۶ ط مکتبہ امدادیہ' ملتان)

اہل سنت والجماعت حنفی المذہب شرعی امور کا پابند ہو کوئی شخص جو دوسری مسجد کا امام ہے اس مسجد کو دھرم شالہ اور امام مسجد کو پنڈت کے لقب سے تشبیہ دیتا ہے تو اس کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے کیا وہ امام مسجد رہنے کے قابل ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا جنازہ اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں نیز اگر مقتدی کہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۲) ایک شخص کسی غیر قوم کی کنواری جوان لڑکی کو جس کا والد انتقال کر چکا ہو اپنی زبان سے بیٹی کہے کہ تو میری فلاں بیٹی کی مانند ہے میری نظروں میں جیسی تو ہے ویسی وہ بعد میں اسے گھلا کر اس سے زنا کرے اور جب اس کا حمل ظاہر ہو تو اسے بذریعہ دایہ نکلوا کر زندہ دفن کر دے یہ بات عام لوگوں پر ظاہر ہو تو شرم و حیا کے لئے اس لڑکی کو گھر سے نکال دے اس شخص مقتدی کے لئے کیا حکم ہے اگر امام مسجد اس کام کا خوگر ہو تو اسکے لئے کیا حکم ہے دونوں کے ساتھ برتاؤ کرنے اور نماز پڑھانے یا نماز میں کھڑے ہونے کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے ؟

(۳) ان مقتدیوں کے لئے کیا حکم ہے جو پانچوں وقت ایک امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھیں اور اعلیٰ اعلیٰ عہدے ہونے کے باعث امام مسجد کو خنزیر یا گدھے سے تشبیہ دیں کیا ان کی نماز اس امام مسجد کے پیچھے ہو سکتی ہے اگر نہیں ہو سکتی تو کھلے طور پر تحریر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۸۳۳ محمد رفیق امام مسجد تحصیل پنڈی گھیپ (ضلع اٹک)

۲۶ رجب ۱۳۵۶ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۲) (۱) کسی مسجد کو دھرم شالہ اور امام مسجد کو پنڈت کہنا کذب اور موجب تعزیر ہے اور ایسا کہنے والا فاسق اور مستحق تعزیر ہے اگر کہنے والا امام ہے تو جب تک وہ توبہ نہ کرے اور جس کو پنڈت کہا ہے اس سے معافی نہ مانگے اس کی امامت مکروہ ہے(۱)

(۲) اگر یہ حرکت واقعی سرزد ہوئی ہے اور ثبوت ہو جائے اور کرنے والا امام ہو تو یہ فاسق ہے اس کی امامت مکروہ ہے اور جب تک توبہ نہ کرے نہ اس کو امام بنایا جائے اور نہ اس سے تعلقات اسلامیہ رکھے جائیں اور امام نہیں ہے تو اس سے بھی زجراً تعلقات منقطع کر دیئے جائیں تاوقتیکہ توبہ نہ کرے اس سے تعلقات قائم نہ رکھے جائیں(۲)

(۳) امام کو خنزیر یا گدھا کہنا "سباب المسلم فسوق" میں داخل ہے اور ان کو فاسق بنانے کے لئے یہ حرکت کافی ہے اور خصوصاً امام کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا جو ادنیٰ مسلمانوں کے حق میں بھی نہیں کہے جاتے ہیں

---

(۱) " سباب المسلم فسوق و قتاله كفر " (صحيح مسلم : باب قول النبي ﷺ : سباب المسلم فسوق و قتاله كفر ۱/ ۵۸ ط قديمي كتب خانه' كراچي)

(۲) قال في التنوير : " ويكره امامة عبد وأعرابي و فاسق الخ (باب الامامة ۱/ ۵۵۹ ط سعيد كمپني) التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ابن ماجه' باب ذكر التوبة ۳۱۳' ط قديمي كتب خانه كراچي)

اشد درجہ کا فسق ہے مگر ان لوگوں کی نماز اس امام کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

شراب پینے اور خشخشی ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت

(سوال) ایک شخص ہمیشہ شراب پیتا ہے اور اس کی ڈاڑھی خشخشی ہے اور فتنہ مچانے والا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۰۶ شیخ سکندر صاحب نائب کوتوال

۷ا شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۳) شراب پینے والے اور ڈاڑھی خشخاشی رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کسی نیک شخص کو امام بنانا چاہئیے۔ فقط (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

میت کو غسل دینے والے کی امامت

(سوال) امام مسجد مردہ کو غسل فی سبیل اللہ دیوے اجرت نہ لیوے تو نماز امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۱۱ محمد موسیٰ صاب امام مسجد منچن آباد (بہاولپور)

۷ا شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۴) جو امام کہ بلا اجرت میت کو غسل دیتا ہے اس کی امامت جائز ہے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سودی کاروباری کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال) ایک شخص حافظ ہے اور وہ بیاج یعنی سود وغیرہ کا کاروبار کرتا ہے اور مسجد میں کھڑے ہو کر قرآن شریف سناتا ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز تراویح جائز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۹۵۴ عبیداللہ صراف (فیروز پور سٹی) ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۵) سود کا کاروبار کرنے والوں کے پیچھے نماز تراویح وغیرہ تو ہو جائے گی لیکن مکروہ ہو گی لہذا اس کے پیچھے قرآن شریف سننے سے نہ سننا بہتر و افضل ہے ہاں اگر سود کے لین دین سے توبہ کرلے گا تو اس کے پیچھے بغیر کراہت کے نماز پڑھنی جائز ہو جائے گی۔ (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

---

(۱) وكذا تكره خلف أمرد و سفيه و مفلوج وأبرص شاع برصه و شارب الخمر الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱ / ۵۶۲ ط سعيد)

(۲) والأفضل أن يغسل الميت مجانا فإن ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره' وإلا لا الخ (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲ / ۱۹۹ ط سعيد)

(۳) وكذا تكره خلف أمرد . و اكل الربا ونحوه الخ (الدرالمختار ' باب الإ مامة ۱ / ۵۵۹ ط سعيد) عن عبدالله بن مسعود قال : " قال رسول الله ﷺ : " التائب من الذنب كمن لا ذنب له " (ابن ماجه' باب ذكر التوبة ۳۱۳'ط قديمي كتب خانه' كراچي)

جس کی بیوی کسی اور کے پاس گئی، اس کی امامت

(سوال) ایک امام ہے اس کی بیوی اپنے باپ کے یہاں گئی تھی باپ کے گھر سے کسی دوسرے آدمی کے ساتھ چلی گئی دو ماہ تک اس اجنبی آدمی کے پاس رہی اب وہ عورت مذکورہ اپنے باپ کی کوشش سے امام صاحب کے یہاں واپس آگئی اب جناب کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ اس امام صاحب کے پیچھے قوم کی نماز درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۸ مولوی محمد سعید صاحب (ضلع روہتک)

یکم رمضان ۱۳۵۶ھ م ۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۶) ہاں امام کی اس میں خطا نہیں اس کی امامت ناجائز نہیں ہوئی (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) بد چلن بیوی رکھنے والے کی امامت
(۲) ولد الزنا کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) ایک شخص ہے اور اس کی زوجہ بد روش ہے اور ایک دوسرے مرد سے جو اہل ہنود ہے اس کا تعلق ہو گیا ہے اور اس سے فعل بد سرزد ہوتا ہے اور اس فعل سے اس کا خاوند آگاہ ہے یا اگر اس کا خاوند ناواقفیت رکھتا ہے دوسرے لوگ اس کے فعل سے آگاہ ہیں تو ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) حرامی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۶۸۶ بہادر خان صاحب

یکم رمضان ۱۳۵۶ھ ۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۷) خاوند اگر اس فعل بد سے آگاہ ہو اور عورت کو روکے نہیں تو وہ قابل گرفت ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی ورنہ نہیں (۲) (۲) اگر وہ پڑھا لکھا اور جماعت میں سب سے بہتر اعمال اور علم رکھتا ہو تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نیک اور صالح ولد الزنا کی اقتداء کا حکم

(سوال) ایک حافظ صاحب ہیں جو خوش الحان صوم و صلوۃ کے پابند اور خلیق بھی ہیں قرآن شریف خوب یاد ہے لیکن ولد الزنا ہیں یعنی ایک طوائف کے لڑکے ہیں کیا ان کو امام بنایا جا سکتا ہے اور ان کے پیچھے نماز

---

(۱) ولا تزر وازرۃ وزر أخری الآیۃ (سورۃ فاطر آیت ۱۸)
(۲) قال فی التنویر یکرہ امامۃ عبد وأعرابی وفاسق الخ وفی الشامیۃ بل مشی فی شرح المنیۃ علی أن کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (باب الامامۃ ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰ ط سعید)
(۳) فی التنویر و یکرہ امامۃ عبد .....وولدالزنا الخ ولوعدمت أی علۃ الکراھۃ بأن کان الأعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولدالزنا من ولد الرشد والأعمی من البصیر فالحکم بالضد (ردالمحتار باب الامامۃ ۱/ ۵۶۰ ط سعید)

فرض اور تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۱۹۹۳ محمد حسین تمباکو فروش (ستنا)
۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ۷ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۸) اگر یہ حافظ صاحب صالح اور نیک اور معاشرت کے لحاظ سے محفوظ ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے ولد الزنا ہونا ایسی صورت میں موجب کراہت نہیں (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی**

امام کی اجازت کے بغیر نماز نہیں پڑھانی چاہئیے

(سوال) جس مسجد میں امام مقرر ہے اس میں بلا اجازت امام مقررہ کے اگر کسی شخص نے بموجودگی امام مقررہ نماز پڑھائی امام مقررہ مقتدی ہوا تو نماز کل جماعت کی ہوئی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۱۵ ظفر یار خاں صاحب (ہردوئی) ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۹) نماز تو ہو گئی مگر امام معین سے اجازت لئے بغیر نماز پڑھانا نہیں چاہئیے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم

(سوال) زید ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ ہے لیکن نماز کے مسائل ضروریہ سے اچھی طرح واقف نہیں ہے جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں آمدنی میں حلال و حرام ٗ جائز و ناجائز کا خیال نہیں ایسے شخص کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۲۹ شیخ حاجی بینگو و محمد مصطفیٰ سلطانپور (اودھ) ۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۰) دوسرا اچھا امام جو مسائل سے واقف ہو اور متقی پرہیز گار ہو پیدا کر کے اس کو مقرر کرنا چاہئیے (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی**

فاسق کی تعریف اور اس کی امامت کا حکم

(سوال) اگر کوئی شخص باوجود عقیدہ صحیح رکھنے کے تارک ارکان اسلام ہو تو کیا بروئے شریعت اس کو کافر فاسق ٗ فاجر ٗ یا منافق کہنا صحیح ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو جو شخص ایسے آدمی کو کافر کہے تو عند الشرع اس کے لئے کیا حکم ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) ولو عدمت أی علة الکراهة............رد المحتار باب الامامة ۱/ ۵۶۰ ط سعید
(۲) واعلم أن صاحب البیت و مثله إمام المسجد الراتب أولی بالإ مامة من غیره مطلقا الخ (الدر المختار ٗ باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ ط سعید)
(۳) قال فی التنویر : " ویکره إمامة عبد و اعرابی و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/ ۵۵۹. ۵۶۰ ط سعید)

المستفتی نمبر ۲۰۴۳ مظفر خاں صاحب (لاہور) ۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۳۱) اگر عقیدہ صحیح ہو مگر ارکان اسلام مثلاً نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تارک ہو یا محرمات مثلاً شراب نوشی غیبت کذب وغیرہ کا مرتکب ہو اس کو اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے کافر کہنا تو درست نہیں مگر ایسے شخص کو فاسق کہنا صحیح ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) دوران تقریر امام کا منبر پر گالیاں نکالنا
(۲) بلاوجہ امام کی مخالفت نہ کی جائے
(۳) احکام شرعیہ سے ناواقف کے فیصلے کا حکم
(۴) تراویح پڑھانے والے کی دودھ سے خدمت

(سوال) (۱) ایک شخص شاہ محمد اردو عربی کو روانی سے بھی نہیں پڑھ سکتا صرف و نحو عربی سے نابلد حدیث و قرآن کے معنی سے بیگانہ جمعہ کے روز قرآن شریف سورہ جمعہ رکوع آخر آیت شریفہ یآ ایھا الذین آمنو اذا نودی للصلوٰۃ سے شروع کر کے تعلمون تک پڑھنے کے بعد ممبر شریف پر وعظ فرمانے لگے تو پنجابی دہقانوں کے حسب رواج کچھ گالیاں بھی استعمال کیں مثلاً ہم پنجابی (گالی) لوگ حقہ نوشی میں مصروف رہتے ہیں (۲) جو شخص امام مسجد کا قلبی طور پر تو مقلد نہ ہو مگر ظاہر داری کے طور پر اس کے پیچھے نماز ادا کرے اور جب موقع ملے تب ہی فساد پر آمادہ ہو جائے اور بلاوجہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دے تو کیا ایسے شخص کی نماز امام کے پیچھے جائز ہے (۳) جو شخص قانون شریعت سے قطعی ناواقف اور قانون رائج الوقت سے بھی قطعی واقفیت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ فرقان حمید کا یہ حلف اٹھا کر اقرار کرے کہ میں پنچایت میں بیٹھ کر انصاف کروں گا ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے (۴) موجودہ رمضان المبارک کی ایک رات کا واقعہ ہے کہ بعد ختم نماز عشاء امام مسجد نے کہا کہ مجھے کچھ تکلیف ہے اگر دیہاتی نمازی میرے واسطے پچھلے سال کی طرح دودھ کا انتظام کر دیں تو ان کی مہربانی ہے مقتدی رضامند ہو گئے مگر شاہ محمد نامی ایک شخص نے کہا کہ تم آیتوں کو بیچتے ہو الغرض امام صاحب نے شاہ محمد کی منت سماجت کی مگر وہ بار بار یہی کہتا رہا اور امام صاحب کے اوپر اٹھا کر مارنے کو دوڑا مگر خود گر گیا نمازیوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے اس بارے میں شاہ محمد کا ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۴۷ حافظ عباس حسین صاحب (ضلع لودھیانہ)
۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۲) (۱) ایسے ناواقف اور بے علم شخص کو وعظ کہنا نہیں چاہئیے اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنا

---

(۱) وتارك كها عمداً مجانتة اى تكا سلا فاسق الخ (الدر المختار كتاب الصلاة ۱ /۳۵۲ ط سعيد) وفى الشامية: " والفاسق من فعل كبيرة اوأصرعلى صغيرة (كتاب الشهادة ۵ /۴۸۳ ط سعيد) و فى قواعد الفقة: من ير تكب الكبائر و يصر على الصغائر ص ۴۰۵ ط دهاكه)

حرام ہے(۱)(۲) نماز تو ہو جائے گی مگر امام سے جھگڑا فساد کرنا ناجائز ہے(۳) اس پر اعتماد اور بھروسہ ہو تو خیر وہ احکام شرعیت معلوم کر کے اس کے موافق انصاف کر سکتا ہے(۴) اس معاملے میں اگر یہ بیان صحیح ہو تو شاہ محمد کی زیادتی ہے اور اگر امام کی لوگ دودھ سے تواضع کر دیں تو یہ آیات پچنا نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

آدھی آستین والی قمیص میں نماز کا حکم

(سوال) ایک شخص جس کی امامت کو جماعت پسند کرتی ہے اور جس کی اتباع کئی بار کر چکی ہے اگر سر پر ٹوپی اور آدھی آستین کی شرٹ پہن کر خطبہ جمعہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست' جائز ہے یا ناجائز(۲) اگر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے(۳) کیا پوری آستین کی شرٹ آدھی آستین کی شرٹ پر کچھ فوقیت رکھتی ہے یا دونوں برابر ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۵۵ جی عبداللطیف صاحب (گلین بیٹ)

۱۵ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۳) سر پر ٹوپی رکھنا تو موجب کراہت نہیں مگر آدھی آستین کی قمیض پہن کر خطبہ پڑھنا یا نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ وضع مسلمان کی عبادت کی وضع نہیں ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے

(سوال) (۱) قصبہ کلیانہ میں مدرسہ اشاعت العلوم عرصہ ۲۰۔ ۲۲ سال سے جاری ہے اور طلبائے عربی تعلیم پاتے ہیں طلبا کی تعلیم کے لئے ایک مولوی صاحب بشرح ۲۰ روپے ماہوار اور دوسرے قاری صاحب جو حافظ بھی ہیں بشرح ۲۰ روپے ماہوار اور تیسرے حافظ صاحب بشرح پندرہ روپے ماہوار ملازم ہیں ہمیشہ رمضان المبارک میں یہ صاحب قرآن مجید تراویح میں سناتے ہیں اور اہل محلہ سے چندہ باثر آدمی وصول کر کے اجرت دیتے ہیں شرعاً چندہ دینا ان اشخاص کو اور اجرت لینا ان صاحبوں کو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور مسجدوں میں امام مقرر ہیں ایک مسجد میں امام صاحب رحم علی شاہ مقرر ہیں اور وہی مدرسہ میں بہ زمرہ چپراسیان ملازم ہیں اور پانچ روپے ماہوار مدرسہ سے اور دو روپے ماہوار اہل محلہ دیتے ہیں ان کو بھی چندہ بموجب فقرہ نمبر ا دیا جاتا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) سباب المسلم فسوق وقتاله كفر (مسلم: ۱/۵۸ ط قديمي كتب خانه' كراچي)

(۲) لو صلى رافعا كفيه إلى المرفقين كره' كذافي فتاوى قاضي خان (عالمگيرية' الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره' ۱/۱۰۶' ط ماجديه كوئته) قال في التنوير و شرحه: "كره كفه اى رفعه ولو لتراب كمشمر كم او ذيل (باب مايفسد الصلوة و ما يكره فيها' ۱/۶۴۰ ط سعيد كمپني)

(۳) ایک مسجد میں امام صاحب عبدالرحیم شاہ مقرر ہیں ان کو اہل محلہ تین روپے ماہوار دیتے ہیں اور وہ ملازم نہیں ہیں' ایک اور دوکان بساط خانہ وغیرہ کی ہے اس میں ان کا بھی حصہ حق یعنی چہارم حصہ ہے ان کو بھی فقرہ نمبر ا کے بموجب دینا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۶۰ سربلند خاں کلیانہ (ریاست جنید) ۱۶ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۴) امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے مگر تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اگر امام مطالبہ نہ کرے اور لوگ خود کچھ رقم جمع کر کے اسے دے دیں تو یہ مباح ہے بشر طیکہ اس کی طرف سے مطالبہ اور خواہش نہ ہو اور نہ ملے تو ناراض بھی نہ ہو (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

غلط افعال والے کی امامت

(سوال) (۱) ایک امام مسجد اغلام کراتا ہے اور اس کو اس کی عادت ہے جو لوگ اس کے ساتھ اغلام کرتے ہیں وہ مسجد کے اندر شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے یہ فعل اس امام کے ساتھ کیا امام وہاں کے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے توبہ کر لیتا ہے اور مسجد میں اقرار کرتا ہے کہ اب ایسا فعل نہیں کراؤں گا مگر پھر اس کے بعد بھی وہ اس فعل کو کراتا ہے تو اس صورت میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اور اگر توبہ کے بعد اس نے یہ فعل نہیں کرایا مگر لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے کراہت کرتے ہیں اور شک ہے کہ اس نے توبہ توڑ دی تو پھر شرع کا حکم کیا ہے ؟

(۳) اور اگر توبہ کے بعد لوگوں کو شک نہ ہو اور اس فعل کی وجہ سے لوگوں نے نہیں پڑھی یعنی ایک جماعت اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے ایک نہیں پڑھتی بلکہ دوسری جماعت اسی وقت دوسرا امام بلاتی ہے ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں دو امام نماز پڑھاتے ہیں پہلی محراب میں پہلا امام اور دوسری محراب میں دوسرا امام فساد کی جڑ جو ہے یہ امام ہے تو اس صورت میں کون سی جماعت کی نماز ہوتی ہے امام سے کہا جاتا ہے کہ تم چلے جاؤ اس وجہ سے کہ تمہاری وجہ سے فساد ہو رہا ہے مگر وہ نہیں جاتا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے یا نہیں اور امام کا جو حق ہے وہ بھی اس کو دینا چاہئیے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۷۱ ضامن حسین صاحب بیت السلام دیوبند (سہارنپور)

۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۵) اگر امام نے خود اس فعل قبیح کے ارتکاب کا اقرار کیا ہے اور اس کے اس فعل قبیح سے لوگ متنفر ہو گئے ہیں تو ان کا تنفر بے جا نہیں ہے اور جب تک وہ طرز عمل سے اپنی پوری صلاحیت اور نیک اعمال کا ثبوت نہ دے اور لوگ مطمئن نہ ہو جائیں تو ان کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں معذور سمجھنا چاہئیے اور

---

(۱) ویفتی الیوم بصحتها' لیعلم القرآن والفقه والإ مامة والأذان الخ (الدر المختار' كتاب الإجارة' مطلب في الاستئجار على الطاعات' ٦/ ٥٥ ط سعيد)

اس امام کی حمایت میں جو لوگ اصرار کریں اور دو جماعتیں مسجد میں قائم کرلیں وہ گناہ گار ہوں گے یہ واضح رہے کہ اغلام کرنے والوں کی شہادت بالکل ساقط الاعتبار ہے امام کے اقرار کی صورت میں یہ حکم ہے جو تحریر کیا گیا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تراویح پڑھانے والے کو روپے اور کپڑے دینا

(سوال) ایک حافظ مسجد کی پنجگانہ نماز پڑھاتے ہیں اور رمضان المبارک میں قرآن مجید بھی سناتے ہیں ملازم مسجد بھی ہیں ان کو متولیان رمضان المبارک میں بطور نذرانہ نقد روپیہ بھی اور پارچہ وغیرہ بھی دیتے ہیں اور یہ روپیہ اور پارچہ کی قیمت مسجد کا روپیہ ہے ایسی صورت میں مسجد کے روپے سے دینا درست ہے کہ نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۰۳۷ منشی محمد عبدالغفور صاحب (علی گڑھ) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۳۶) اگر یہ رقم اور کپڑے پہلے سے ان کے لئے معین کئے ہوئے ہیں تو مسجد کی رقم سے دینا بطور ایک معین شدہ تنخواہ یا معاوضہ کے جائز ہے اور اگر معین کی ہوئی نہیں ہے تو جہاں تک عرف کا تعلق ہے اس حد تک جائز ہے۔ **لان المعروف کالمشروط** لیکن یہ نذرانہ صرف قرآن مجید سنانے کا نہ ہو بلکہ سالانہ خدمت مسجد انجام دینے کا ہو(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) امام حافظ نہ ہو تو تراویح کے لئے حافظ کو مقرر کیا جائے
(۲) صحیح کی موجودگی میں نابینا کی امامت

(سوال) (۱) ایک شخص قرآن مجید متواتر کئی سال سے ایک مسجد میں امام مسجد کی اور مسلمانوں کی مرضی سے رمضان شریف میں قرآن شریف سناتا رہتا ہے اور امام مسجد اس کو اپنی غیر حاضری میں لوگوں کا نائب امام مقرر کرتا رہتا ہے لیکن اب امام مذکور لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ میں اس حافظ کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ قرآن مجید سنائے اور امام مذکور اس میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں بتاتا کیا جمہور مسلمان اس حافظ کا رمضان شریف میں قرآن سن سکتے ہیں یا نہیں جب کہ وتر اور فرض خود امام پڑھائے گا۔
(۲) امام کہتا ہے کہ لوگ میری اجازت کے بغیر حافظ مذکور کو اپنا امام تراویح میں مقرر نہیں کر سکتے ہیں کیا لوگ اس کو اپنا امام تراویح میں مقرر کر سکتے ہیں جب کہ امام مذکور کو شرعاً اس حافظ پر کوئی اعتراض نہیں
(۳) اگر نابینا حافظ قرآن مجید ماہ رمضان میں بحیثیت امام تراویح سنائے اس حالت میں جب کہ آنکھوں والے حافظ قرآن موجود ہیں جن میں کوئی شرعی نقص نہ ہو تو نماز مکروہ ہو گی یا نہیں ؟

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد واعرابی و فاسق الخ (التنویر) و فی الشامیة : " وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه لإ مامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً (باب الإمامة ۱ / ۵٦۰ ط سعید)
(۲) و یفتی الیوم بصحتها لیعلم القرآن و الفقه والإمامة والأذان الخ (الدر المختار کتاب الإجارة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، ٦/ ۵۵ ط سعید)

المستفتی نمبر ۲۰۷۸ محمد شریف رنگریز کیمل پور (اٹک) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۷) (۱) و (۲) اگر امام خود حافظ نہیں ہے تو مسلمان نمازیان مسجد کو حق ہے کہ جس حافظ کو پسند کریں اس کو تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لئے مقرر کرلیں امام مسجد کی اجازت ضروری نہیں اور جب کہ حافظ صاحب کے اندر کوئی شرعی نقص بھی نہیں ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ امام صاحب ان کو قرآن سنانے سے روکیں (۱) (۳) محض نابینا ہونے کی وجہ سے تو نماز مکروہ نہ ہو گی ہاں اگر نابینا کے اندر بے احتیاطی اور کوئی شرعی قصور موجود ہو تو بے شک دوسرے حافظ احق بالامامۃ ہوں گے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کم علم اور متکبر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال) جامع قدیم کے امام صاحب جو جمعہ و عیدین کے بھی امام ہیں جو حفظ قرآن کریم کے ساتھ چند اردو کتابیں بھی پڑھے ہوئے ہیں بوجہ کبر و غرور شریعت آشنا پبلک کو متواتر پے در پے روحانی صدمات پہنچا رہے ہیں اور متعدد مرتبہ جسمانی بھی مگر شریعت آشنا پبلک نے ہمیشہ ان کی تقصیرات پر پردہ ڈال کر ان کو متعدد مرتبہ معافیاں دیکر ان کے ادب و احترام کو بحال رکھا ہے لیکن اب جب کہ امام صاحب کی ذات گرامی سے بوئے استہزاء اسلام و استخفاف و تحقیر مسائل شرعیہ آنے لگی تو ہم مجبور ہو کر امام صاحب کے رویہ کو جو مقتدیوں کے ساتھ ہے نیز اس کے الفاظ بنابر اظہار عامۃ المسلمین نقل کرتے ہیں امید ہے کہ حضرات علمائے کرام و مفتی صاحب جمعیۃ علمائے ہند مولانا حسین احمد صاحب خصوصاً اپنے قیمتی و بے بہا احکام شریعت مقدسہ کی روسے ہم مصلین کی ہدایت فرمائیں گے کیونکہ ہزارہا اشخاص کی نمازوں کا سوال ہے

(امام صاحب موصوف کا مقتدیوں کے ساتھ رویہ)

(۱) سال گزشتہ یعنی رمضان المبارک ۱۹۳۵ء ایک حافظ صاحب محراب سنا رہے تھے جس کے امام صاحب مذکورہ بالا سامع تھے حافظ صاحب کو سہواً متشابہ ہوا امام صاحب نے دو دفعہ لقمہ دیا پھر اسی جگہ متشابہ ہوا تو تیسری مرتبہ امام صاحب نے حافظ صاحب کو حقارت کی نظر سے نہ صرف جھڑ کا بلکہ اپنے جنون یا تکبر کو کام میں لاکر مسجد کا احترام مد نظر نہ رکھتے ہوئے مغلظ الفاظ کے ساتھ محراب سے جبراً اٹھا دیا اور آپ مصلے پر جا کھڑے ہوئے اور شروع سے قرآن شروع کیا حالانکہ چوبیس پارے ہو چکے تھے۔

(۲) امام صاحب نے مقتدیوں کو اس درجہ ذلیل و خوار سمجھ رکھا ہے کہ مقتدیوں کا بات کرنا بھی امام صاحب کی بے عزتی کا باعث ہے نیز اگر کوئی مقتدی موٹا تازہ مالدار ذی وجاہت مر جائے تو اس کے جنازے کی

---

(۱) قال فی التنویر و شرحہ :"أو الخيار إلى القوم فإن اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۸ ط سعيد)

(۲) قال فی التنویر و شرحہ : " ويكره إمامة عبد . وأعمى إلا أن يكون أى غير الفاسق أعلم القوم فهو أولى (باب الإمامة ۱/۵۵۸ ط سعيد)

نماز کو خود پڑھانا اس کے کوٹھی بنگلے پر جا کر عیادت بھی کرتے ہیں مگر ایک اوسط درجہ کا مقتدی اگر عالم دین بھی ہو تو پروا نہیں نماز جنازہ نائب یا کوئی اور پڑھا دیتا ہے کیا رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ حسنہ اسی کا نام ہے ۔

(۳) امام صاحب نے ایک دن مقتدیان سے صبح کی نماز کے بعد فرمایا۔ لوگو! مجھ سے مصافحہ کرو میں نے تم کو مسجد قبا میں بحیثیت امام نماز پڑھائی ہے اور ایک دن فرمایا کہ جناب رسول کریم ﷺ مسجد میں بجسم تشریف لائے تھے مسجد کے چاروں طرف پھر کر اور مجھے دیکھ کر واپس چلے گئے تم مجھ سے مصافحہ کرو۔

(۴) ۱۵ ارمضان المبارک ۱۳۵۶ھ کو امام صاحب کو سورہ نمل میں آیت یمشی فی الاسواق پر متشابہ لگا پیچھے جو سامع تھا اس نے بجائے یمشی فی الاسواق کے یمشون فی الاسواق بتلایا سلام کے بعد جب امام صاحب بعارضہ سلس البول وضو کرنے چلے گئے تو نائب مؤذن نے کہا اس شخص کو جس نے لقمہ دیا تھا کہ یہ دریا ہے ذرا سوچ سمجھ کر لقمہ دیا کرو اس پر مقامی ایک عالم نے (جو باقاعدہ مدرسہ عربیہ امروہہ کا فارغ التحصیل اور سند یافتہ و دستار بند مولوی ہے) فرمایا کہ یہ شرعاً کوئی اعتراض نہیں کبھی سامع کو بھی لقمہ دیتے وقت متشابہ لگتا ہے اس پر چند آدمیوں نے کہا کہ مولوی صاحب حافظ یعنی امام صاحب سے دریافت کیا جائے کہ کیا سامع کا لقمہ دینا ان کو ناگوار معلوم ہوتا ہے چونکہ سولہ رکعتیں ہو چکی تھیں اس لئے اس دن دریافت کرنا مناسب معلوم نہ ہوا دوسرے دن امام صاحب کو ایک رکوع میں تین مرتبہ متشابہ ہوا اور مقتدی نے گزشتہ شب کے غصہ کی بنا پر لقمہ نہ دیا تو امام صاحب نے سلام کے بعد قرآن کو خود دیکھا پھر فوراً نیت باندھ لی جب یہ نماز تمام ہو چکی تو عالم صاحب نے امام صاحب سے کہا کہ کیا آپ کو مقتدی حفاظ کا لقمہ دینا ناگوار گزرتا ہے امام صاحب نے نہایت کرخت آواز سے جواب دیا ہاں سخت ناگوار گزرتا ہے مولوی صاحب نے پوچھا کیوں ؟ امام صاحب نے جواب دیا : میری مرضی اس کے بعد چہ میگوئیاں ہوتی رہیں اور معلوم ہوا کہ امام صاحب نے مؤذن مسجد کو کہہ دیا کہ کوئی شخص مجھ کو لقمہ نہ دے اس سے میری بے عزتی ہوتی ہے۔

(۵) ان کے عام رویہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ اپنے برابر شہر بھر میں کسی کو بھی عالم نہیں سمجھتے ہیں۔

(۶) امام صاحب ہمیشہ روزانہ عشاء میں دوران نماز سلام کے بعد تازہ وضو کرتے ہیں معلوم ہوا کہ ان کو سلس البول کا مرض ہے ان کا اپنا بیان ہے کہ میں بہت روکتا ہوں قطرے کا شبہ ہو جاتا ہے اس لئے تازہ وضو کرتا ہوں بہت ممکن ہے کہ نماز کی حالت میں قطرہ باہر ہو - یہ ہیں وہ واقعات جن کا انکار پبلک نہیں کر سکتی۔ کیا ایسا شخص جو کم علم ہو' کج خلق ہو' مغرور و متکبر ہو' خاندانی لحاظ سے بھی کم درجہ کا ہو' یعنی نہ تو شیخ' نہ سادات سے ہو' جو علماء میں سے صدر جمعیۃ علماء وغیرہ کو برا کہتا ہو اس کی اہانت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۸۴ محمد عبدالرحمن انصاری دہرہ دون ۲۵ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۳۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۸) امور مندرجہ بالا اگر صحیح واقعات ہیں تو ایسے شخص کو امام قائم رکھنا مکروہ ہے نماز اس کے پیچھے

درست تو ہو جاتی ہے مگر کراہت کے ساتھ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) امامت کے لئے کیسا شخص مناسب ہے؟
(۲) جس کی عورت پردہ نہ کرے' اس کی امامت

(سوال) (۱) امامت کیسے شخص کی ہونی چاہئیے اس کی تفصیل بیان کیجئے (۲) امامت میراسی کی اور غنڈہ گردی اور لوگوں میں اشتعال پھیلانے اور جھوٹ بولنے والے اور جس کی عورت بے پردہ ہو' ایسے آدمی کی امامت کا کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۱۱۴ شیخ محمد شفیع صاحب (فیروزپور)
۱۱ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۹) (۱) امامت کے لئے ایسا شخص مستحق ہے جو علم دین خصوصاً نماز روزہ کے مسائل سے واقف ہو متشرع ہو اور جماعت میں افضل و بہتر ہو (۲) (۲) میراسی ہونا تو امامت کے منافی نہیں ہاں جن لوگوں کی عورتیں بے پردہ پھریں اور وہ منع نہ کریں' جھوٹ بولنے کے عادی ہوں' لغویات کے مرتکب ہوں وہ امامت کے مستحق نہیں ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

منکر شفاعت اور قادیانی کو کافر نہ سمجھنے والے کی امامت

(سوال) ایک شخص اپنے آپ کو اہل سنت والجماعتہ کہے اور ظاہراً نمازیں پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو اور شکل مسلمانوں والی ہو اور حافظ قرآن ہو اور دیوبندی ہو لیکن مرزا ملعون اور اس کے متبعین کو کافر نہ کہے بلکہ اصلی مسلمان سمجھے اور اس کے گھر سے شادی کی ہو اور اس کے ساتھ تعلق اور برت برتاؤ ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قائل ہو اور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی معراج کا منکر ہو اور شفاعت اور کرامت اولیاء اللہ کا منکر ہو' آیا ایسے عقیدہ والا شخص عند اللہ شریعت محمدیہ میں مسلمان ہے یا کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز جمعہ و عیدو غیرہ پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۲۶۴ خلیل الرحمٰن (پنڈی بہاؤالدین)
۲۸ شوال ۱۳۵۶ھ م یکم جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۴۰) جو شخص مرزا اور مرزائی جماعت کو کافر نہ سمجھے اور مرزائیوں سے رشتہ ناتا رکھتا ہو اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کا قائل ہو اور معراج جسمانی کا منکر ہو اور شفاعت کا منکر ہو وہ گمراہ اور بد دین ہے اس

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد و أعرابی و فاسق وأعمی الخ و فی النهر عن المحیط : " صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة الخ (التنویر مع شرحه: باب الإمامة ۱/۵۵۹ تا ۵۶۲ ' ط سعید)
(۲) والأ حق بالإ مامة تقدیما' بل نصباً الأ علم بأحکام الصلوة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة' ثم الأ حسن تلاوة و تجویداً للقراء ة ثم الأورع (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۷ ط سعید)
(۳) قال فی التنویر : " ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۸ ط سعید)

کی امامت جائز نہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بے نکاحی عورت رکھنے والے اور سینما دیکھنے والے کی امامت

(سوال) زید ایک جامع مسجد کا امام ہے عرصہ بارہ سال سے اس کے خلاف چند بستی والوں کی درخواست اراکین جامع مسجد کے پاس آئی ہے کہ زید کے چال چلن کے متعلق بھی لوگوں کے بہت سے شکوک اور اعتراضات قابل وثوق ہیں اور اس کے متعلق بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور وہ اکثر سینما تھیٹر اور ناچ گانوں کی محفلوں میں شریک رہتے ہیں درخواست دینے والے نے صرف چودہ گواہوں کے نام پیش کئے ہیں جن میں سے بارہ گواہوں کا بیان تو یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے سنا اور ذکر کیا دو گواہوں نے جو بیان دیا وہ حسب ذیل ہے

ہم نے زید کو جنگل کی طرف دو کافرہ عورتوں کے ہمراہ جن میں سے ایک جوان اور دوسری بوڑھی تھی دن کے بارہ بجے قریباً دو سال پیشتر جاتے دیکھا ہم بھی پیچھے ہو لئے شہر سے قریب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر زید اور دونوں عورتوں جنگل میں دس قدم ایک دوسرے سے فاصلے پر کھڑی ہوئیں زید ان میں سے ایک کو اپنی طرف بلا رہا تھا گواہ عمر و بکر جو الگ چھپے ہوئے تھے ان پر زید کی نگاہ پڑی اور زید وہاں سے چلا آیا گواہ بکر نے ان عورتوں سے دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا کہ زید نے ایک روپیہ دینا تھا اس معاملہ میں دونوں گواہوں کی ایک ہی زبان ہے راستہ وغیرہ دونوں گواہ برابر بتاتے ہیں ایک گواہ نے جائے وقوع نہیں بتلائی لیکن جو نشانات پہلے گواہ نے بتلائے تھے وہی راستے بتلائے جن کے ہمراہ یہ دو گواہ مختلف اوقات میں جائے وقوع بتلانے گئے تھے ان میں کا ایک سیکریٹری جامع مسجد اور دوسرا ممبر ہے اور وہ دو اراکین بھی ان دو گواہوں کے بیان جائے وقوع کے بتلانے سے اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ زید جنگل میں گیا۔

دونوں گواہ صوم وصلوۃ کے پابند ہیں دونوں میں دوستی ہے ایک ہی جگہ کام کرتے ہیں دونوں نے بے نکاح عورتیں رکھی ہوئی ہیں زید یقیناً سینما دیکھتے ہیں زنا کا ثبوت نہیں ہے لیکن یہ سب کچھ شک پر ہو رہا ہے زید شادی شدہ ہے صاحب اولاد ہے عمر ۳۵ سال سے ۴۰ سال تک ہے نو بچوں کا باپ ہے اوپر لکھی باتوں پر زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۱۶۶ سیٹھ حاجی عمر ملاں (برار)

۲۶ شوال ۱۳۵۶ھ م ۲ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۱٤۱) گواہوں کے پاس بے نکاحی عورتیں ہیں تو وہ خود فاسق ہیں نیز دو سال پہلے کا واقعہ بیان کرنا بھی قابل سماعت نہیں دو برس تک انہوں نے یہ واقعہ کیوں بیان نہیں کیا اس کے اخفا کی وجہ سے بھی یہ

---

(۱) قال في التنوير و شرحه: " وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً الخ (باب الإمامة ۱/ ۵۶۱ ' ط سعید)

شہادت قابل سماعت نہیں ہاں سینما دیکھنے کی وجہ سے امام کی امامت مکروہ ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

(۱) مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت
(۲) مسجد کسی کی ملک نہیں
(۳) کچی مسجد کو گرا کر پختہ بنانا
(۴) نااہل متولی کو معزول کرنے کا حکم

(سوال) (۱) ایک بستی کے مسلمانوں نے ایک شخص کو امام بنایا پھر امام کے حالات خراب ہو گئے لوگ شک کی نظر سے دیکھنے لگے اور علاوہ ازیں امام مذکور کا مرزائیوں کے ساتھ بہت میل ملاپ ہے ایسا کئی دفعہ عید کے موقع پر بستی کے شریف مسلمانوں نے اپنا امام اور مقرر کر لیا کیا امام اول کو امامت سے ہٹانا اور دوسرا مقرر کرنا درست ہے (۲) کوئی مسلمان کہلانے والا شخص کسی مسجد کے مالک ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے امام اول اس مسجد کی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے

(۳) کیا کسی بستی کے اکثر مسلمان بستی کی کچی مسجد کو گرا کر اس جگہ پر پہلے کی نسبت مضبوط اور پختہ مسجد بنوا سکتے ہیں۔

(۴) اگر کوئی امام مسجد جس کا کیرکٹر (چال چلن) خراب ہو اور مرزائیوں کے ساتھ سخت میل جول رکھتا ہو وہ بلا ثبوت مسجد کے متولی ہونے کا دعویٰ کرے تو شریف اہل محلّہ اس کو امامت اور خود ساختہ تولیت سے ہٹا سکتے ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۱۹۵ قاضی محمد شفیع صاحب (لاہور)

۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۴۲) (۱) ان حالات میں پہلے امام کو علیحدہ کر دینا اور دوسرا امام مقرر کر لینا جائز ہے(۲)

(۲) مسجد کا مالک کوئی نہیں ہو سکتا ہاں متولی کو تولیت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں مگر ملکیت کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا (۳)

(۳) ہاں بستی والوں کو یہ حق ہے کہ وہ کچی مسجد کو پختہ بنانے کے لئے گرا دیں اور پختہ بنا لیں(۴)

---

(۱) قال فی التنویر: " ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ و فی الشامیة : " وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ (باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ ط سعید)

(۲) وينزع وجوباً لوالواقف فغيره بالأولى غير مأمون أو عاجز أو ظهر به فسق الخ (الدر المختار، كتاب الوقف، ۴/ ۳۸۰، ط سعید)

(۳) وأن المساجد للة الآية ، سورة جن)

(۴) أراد أهل المحلة نقض المسجد و بناء أحكم من الأول . لهم ذلك (الدر المختار كتاب الوقف، مطلب أحكام المسجد ۴/ ۳۵۷، ط سعید)

(۴) استحقاق تولیت کا ثبوت نہ ہو تو متولی ہونے کے مدعی کو ہٹایا جاسکتا ہے' بالخصوص جب کہ اس کے حالات بھی صلاحیت کے خلاف ہوں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا جائز ہے
(۲) تماشے اور سینما دیکھنے والے کی امامت

(سوال) (۱) ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ہماری مسجد میں اس کا بہت جھگڑا ہے اگر امام عمامہ نہ باندھے اور ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھاوے تو ایک فریق کا اس پر اصرار ہے کہ نماز نہیں ہوتی یا مکروہ ہوتی ہے۔
(۲) یہاں بعض مساجد کے امام لوگ سینما ناٹک وغیرہ میں اکثر جاتے ہیں ایسے اماموں کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۲۴۷ جناب فیض اللہ میاں صاحب' مالیگاؤں (ناسک)
۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۱۲ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱٤۳) (۱) ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا شبہ جائز ہے کوئی حدیث یا فقہ کی عبارت ایسی نہیں جو یہ ثابت کرے کہ بغیر عمامہ کے امامت جائز نہیں عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل تو ہے مگر بغیر عمامہ کے امامت کرنا مکروہ نہیں کراہت ایک امر شرعی ہے جس کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے' جو لوگ بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی بات کو مکروہ قرار دیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے(۲)
(۲) سینماؤں' تماشوں اور ناٹکوں میں شریک ہونا موجب فسق ہے ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے(۳) ایسے امام اگر توبہ نہ کریں اور یہ عمل ترک نہ کریں تو ان کو علیحدہ کر کے بہتر صالح امام مقرر کرنا چاہئے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

امامت کا حق کس شخص کو ہے

(سوال) (۱) زید و بکر معمولی سی بات پر ضد میں آکر امام مسجد کو بلا قصور بلا اجازت تمام مصلیان و اہل محلّہ ہٹا کر ایک ایسے لڑکے کو امام مقرر کرتے ہیں جو احکام دین سے بالکل ناواقف ہے اور بد رویہ ہے نصف مردمان محلّہ اس کی امامت سے ناراض ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ زید و بکر کے تظلّم و جابرانہ افعال سے رنجیدہ ہو کر دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں بروئے شریعت زید و بکر کا یہ فعل کیسا ہے ؟

---

(۱) قال في الإسحاف : " ولا يولي إلا أمين . من طالب التولية على الوقف لا يعطى له وهو كمن طلب القضاء لا يقلد (رد المحتار' كتاب الوقف' مطلب في شروط المتولي' ٤/٣٨٠' ط سعيد)
(۲) وقد ذكروا أن المستحب أن يصلي في قميص وإزار و عمامة ولا يكره الا كتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك الخ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' كتاب الصلوة ١/١٦٩ ط سعيد)
(۳) في التنوير : " ويكره إمامة عبد . و فاسق الخ وفي الشامية : " بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (باب الإمامة' ١ / ٥٥٩ ط سعيد)

(۲) تمام نمازیوں میں کس صفت اور کس قابلیت کا امام ہونا چاہئیے
المستفتی نمبر ۲۲۹۵ عبدالحکیم (نارنول) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۶ جون ۱۹۳۸ء
(جواب ١٤٤) (۱) یہ فعل زید و بکر کا صحیح نہیں اور احکام دین سے ناواقف شخص کو امام بنانا جب کہ اس سے زیادہ مستحق شخص موجود ہو غلط کاری ہے جس سے زید و بکر کو توبہ کرنا اور باز آنا چاہئیے۔
(۲) احکام نماز سے واقف قرآن مجید صحیح پڑھنے والا صالح شخص امامت کا مستحق ہے(۱) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) جذام والے شخص کے پیچھے نماز کا حکم
(۲) نابالغ کی امامت تراویح میں بھی جائز نہیں

(سوال) (۱) کوڑھ یا جذام والے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) نابالغ لڑکے کے پیچھے تراویح اور ولدالزنا کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی)
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۵ جون ۱۹۳۸ء
(جواب ١٤٥) (۱) اگر بدن سے رطوبت بہتی نہ ہو جسم خشک ہو تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی لیکن لوگ کراہت کریں تو اس کو امام بنانا نہیں چاہئیے(۲)
(۲) نابالغ کی امامت جائز نہیں(۳) ولدالزنا اگر عالم اور صالح ہو تو اس کی امامت درست ہے(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

غیر مقلد کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۳۴۱ حافظ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۶ جون ۱۹۳۸ء
(جواب ١٤٦) اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة ثم الأحسن تلاوة' ثم الأورع (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۷ ط سعيد)
(۲) وكذا تكره خلف أمرد وسفيه و مفلوج وأبرص شاع برصه الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/ ۵۶۲' ط سعيد)
(۳) ولا يصح اقتداء الرجل بامرأة وخنثى وصبى مطلقاً الخ (تنوير الأبصار باب الإمامة ۱/۵۷۷ ط سعيد)
(٤) قال الشامى " ولو عدمت أى علة الكراهة بأن كان الأعرابى افضل من الحضرى . وولد الزنا من ولد الرشد فالحكم بالضد (باب الإمامة ۱/ ۵۶۰' ط سعيد)
(۵) قال فى الدر المختار :" و مخالف كشافعي' لكن فى وتر إن تيقن المراعاة لم يكره أوعدمها لم يصح وإن شك كره و فى الشامية : " وأما الا قتداء بالمخالف فى الفروع كالشافعي فيجوز مالم يعلم منه (جارى هے)

یتیموں کا مال کھانے والے شخص کی امامت

(سوال) ایک امام مسجد چند یتیم بچوں کو پریشان کرتا ہے ان کی حق رسی میں روڑے اٹکا کر ان کا حق ضبط کراتا ہے کچھ عرصہ ہوا یہی امام مسجد ان یتیموں کی حق رسی کا ضامن ہوا تھا مگر اب پر زور مخالفت کرتا ہے اس کی مخالفت کی وجہ محض ذاتی ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی غلل واقع تو نہیں ہوتا ؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۷ عبداللہ صاحب (مالیر کوٹلہ) ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ ۱۳ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۴۷) اگر امام مسجد یتیموں کا حق تلف کرتا ہے یا کراتا ہے یا اتلاف میں سعی کرتا ہے تو وہ فاسق ہے اس کی امامت مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

رشوت خور اور جھوٹ بولنے والے شخص کی امامت

(سوال) ایک امام نے اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے طلاق نامہ بی بی کو اور خلع نامہ شوہر کو دونوں کی راضی برضا پر دلوادیا ایک ماہ کے اندر ہی یعنی عدت پورا نہ گزرنے پر اس بی بی نے دوسری بستی جا کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کے لئے آمادہ ہو کر اس بستی کے قاضی سے دریافت کیا تو اس قاضی نے طلاق نامہ دیکھ کر عدت پورا نہ ہونے پر نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا بعد میں یہی امام جس نے طلاق نامہ و خلع نامہ اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے دلوایا تھا اس نے اپنی جماعت کو بغیر اطلاع کئے ہوئے خفیہ طور پر جا کر کچھ رشوت لیکر نکاح پڑھ دیا کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بعد ہفتہ عشرہ جماعت کو یہ خبر معلوم ہونے پر اس پیش امام سے اس نکاح کے متعلق جماعت کے دریافت کرنے پر اس نکاح کو میں نے نہیں پڑھایا کہہ کر جھوٹ بول کر جماعت کو انکار کر دیا اس تاریخ سے جماعت نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا بعد دو چار دن کے اس پیش امام نے عام جماعت میں کہا کہ خود میں نے ہی یہ نکاح پڑھایا یہ اقرار کر کے معافی کا خواستگار ہوا تو کیا پھر یہ امام امامت کے قابل ہو گیا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۴ محمد غوث صاحب۔ گوادری۔ ۲۳ رجب ۱۳۵۷ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۴۸) اس امام نے اول تو عدت کے اندر نکاح پڑھنے کا بڑا گناہ کیا دوسرے رشوت لی (اگر رشوت لینا ثابت ہو) تیسرے جھوٹ بولا کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا۔

پس اگرچہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر زجراً اس امام کو کچھ دنوں کے لئے امامت سے علیحدہ کر دیا جائے اور جو رشوت لی ہے وہ واپس کرائی جائے اور وہ نکاح عدت کے بعد از سر نو پڑھایا جائے جب

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی ' علیه الإجماع (باب الإمامة ۱/۵۶۳ ط سعید) اس غیر مقلد کے پیچھے نماز جائز ہے جو اہل السنت کے اجماعی مسائل کی مخالفت نہ کرے مثلاً متعہ کی حرمت کا قائل ہو اور سب سلف کرنا ناجائز سمجھتا ہو وغیرہ وگرنہ ان کا حکم اہل البدعۃ جیسا ہے' ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (امداد الفتاوی ۱/۲۵۳' باب الإمامة ط دار العلوم' کراچی)

(۱) قال فی التنویر : " ویکرہ امامة عبد وأعرابی و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹. ۵۶۰ ط سعید)

لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ امام نے سچی توبہ کرلی ہے اور آئندہ وہ ایسا کام نہ کرے گا تو پھر اس کو امام بنا سکتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

امام نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے

(سوال) ایک متبحر عالم دین جو عرصہ دراز تقریباً ۳۰ سال سے عیدگاہ میں عیدین کی امامت کرتا چلا آتا ہے اور چونکہ خطابت میں عدیم المثل ہے وقت اور ضرورت کے لحاظ سے اپنی خطابت میں مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود اور جماعتی زندگی کے لئے صحیح راہ عمل بتاتا رہتا ہے جس سے مسلمانوں کو گوناگوں فوائد حاصل ہو رہے ہیں آج کل ہندوستان میں سیاسی اختلافات کے باعث مسلمان دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے ہیں یعنی مسلم لیگ اور کانگریس اس سیاسی اختلاف کی بنا پر ایک جماعت کے چند لوگ دوسری جماعت کے امام کے پیچھے جس کی تعریف اوپر درج ہے نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیکر مسلمانوں کو اس کی اقتداء سے روکتے ہیں اور مجبور کرتے ہیں اور بہت سے لوگ حسب سابق اسی امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے پر مصر ہیں ایسی حالت میں مسلمانوں میں افتراق و تشتت اور ہنگامہ و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے لہذا سوال یہ ہے کہ سیاسی اختلاف کے باعث امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں عدم جواز کے دلائل ووجوہ کیا ہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۴۲۵ حاجی آلہ بخش صاحب محمد یوسف صاحب کلکتہ۔
۲۳ رمضان ۱۳۵۷ھ ۷ نومبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۴۹) جو عالم کہ عرصہ دراز سے امامت کرتے چلے آتے ہیں وہی امامت کے مستحق ہیں۔ بلاوجہ ان کو علیحدہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایک طرح مسلمانوں میں تفریق اور فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے سیاسی مسلک کا اختلاف اس کی وجہ نہیں بن سکتا کہ امامت جیسے وظائف شرعیہ میں مداخلت کی جائے۔(۲) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

جس سے اکثر نمازی ناراض ہوں ' اس کی امامت

(سوال) (۱) زید مسجد کا امام ہو یا مولوی امامت کی خدمت کو انجام دیتا ہے اور اس کو ایک دیرینہ اغلام بازی کا بھی شوق ہے مگر اس کے اس فعل کا لوگوں کو صرف شک و شبہ تھا مگر اب وثوق کے ساتھ وہ اس جرم کا پوری طرح مرتکب ہو چکا ہے تو کیا ایسے امام یا مولوی کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟
(۲) دوسرا امر دریافت طلب یہ ہے کہ منجملہ ایک کثیر جماعت کے کچھ تھوڑے لوگ امام کے موافق ہوں اور

---

(۱) عن عبداللہ بن مسعودؓ قال : " قال رسول اللہ ﷺ : " التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" (ابن ماجہ ' باب ذکر التوبۃ ۳۱۳ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۲) قال فی التنویر و شرحہ : " واعلم أن صاحب البیت و مثلہ إمام المسجد الراتب أولی بالإمامۃ من غیرہ مطلقاً (باب الإمامۃ ' ۱/۵۵۹ ط سعید)

بہت سارا حصہ اس کے مخالف تو کیا ایسے امام کے پیچھے بھی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۴۶۷ جناب ابو الفرح صاحب (حیدر آبادی) ۲۸ محرم ۱۳۵۸ھ ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء
(جواب ۱۵۰) اگر زید کا یہ فعل ثابت ہو یا جماعت کی اکثریت کو اس کی اس حرکت قبیحہ کا ظن غالب ہو تو ایسے امام کو معزول کر دیا جائے کیونکہ متہم امام کو امام رکھنا جماعت کی نماز کو خراب کرتا ہے اور جب کہ جماعت کی اکثریت ناراض ہے اور ناراضی کی وجہ بھی شرعی ہے تو ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فعل بد کرنے والے امام کی اقتداء کا حکم

(سوال) (۱) جب امام جامع مسجد کے متعلق (جو حافظ حاجی تہجد گزار اور عمر بھی ساٹھ سال سے متجاوز ہے) دو شخص کو ایک لڑکے کا باپ اور دوسرے استاد شرعی جو عالم بھی ہیں علم الیقین ہوا کہ اس لڑکے بعمر ۱۱ یا ۱۲ سال کے ساتھ مرتکب فعل لواطت ہوا ہے اس پر بدریافت آپ نے یہ فتویٰ فرمایا تھا کہ ایسے امام کے پیچھے نماز با کراہت ہو جائے گی اور اس بدکار امام کی پردہ پوشی نہیں کرنا چاہئیے اب دریافت طلب یہ ہے کہ علم الیقین والوں کو نماز میں اقتدا تا قیام امام رکھنی چاہئیے یا ترک کر دینی چاہئیے ؟
(۲) متولی صاحب مسجد نے بطور خود چند آثار کی وجہ سے امام مذکور کا راز معلم صاحب مذکور سے معلوم کر کے صرف یہ کہہ کر کہ پہلے تو یہ عادت نہیں تھی اب ہو گئی ہو گی معاملہ ختم کر دیا ہے متولی صاحب کی یہ پردہ پوشی مناسب ہے ؟ اور اگر نہیں ہے تو کیا کچھ گناہ ان کے ذمہ نہیں ہوتا ہے متولی صاحب کو مذبذب علم ہونے کی صورت میں کیا صرف سکوت مباح ہے یا کوئی اور عمل بھی ان پر واجب ہے۔
المستفتی نمبر ۲۵۳۹ شجاعت حسین صاحب (آگرہ) ۹ رجب ۱۳۵۸ھ ۲۶ اگست ۱۹۳۹ء
(جواب ۱۵۱) (۱) اگر ان کو یقین ہو گیا ہو تو امام کو علیحدہ کر دینا لازم ہے(۲)
(۲) جب کہ متولی صاحب کو یقینی علم نہ ہو تو وہ سکوت ہی کر سکتے ہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بد کردار امام جس سے اکثر نمازی ناراض ہوں

(سوال) زید جو مسجد کا تنخواہ دار ملازم ہے اس کے اعمال وافعال سے مسلمان ناراض ہیں کیونکہ یہ باتیں اس

---

(۱) فی التنویر : " ویکرہ إمامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ و فی الشامیة : " بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم " (باب الامامة ۱/ ۵۵۹. ۵۶۰ ط سعید)
(۲) قال فی التنویر و شرحه : " ولو ام قوماً' وهم له کارهون' إن الکراهة لفساد فیه أولا نهم أحق بالإ مامة منه کره له ذلك تحریما؟ لحدیث أبی داؤد : " لا یقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له کارهون" (باب الإمامة' ۱/ ۵۵۹ ط سعید)
(۳) و ینزع وجوبا لوالواقف فغیره بالأولی غیر مأمون أوعاجز أو ظهر به فسق (الدر المختار' کتاب الوقف' ٤/ ۳۸۰ ط سعید)
الیقین لا یزول بالشك (الأشباه والنظائر ' القاعدة الثالثة' ۵٦' ط میر محمد کتب خانه' کراچی)

میں موجود ہیں ۔

(۱) جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا (۲) مسجد کا روپیہ اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرنا (۳) مسجد کا روپیہ اپنی وجاہت پیدا کرنے یا قائم رکھنے کے لئے خرچ کرنا (۴) مسجد کے ملازموں سے اپنے گھر کے ذاتی کام لینا اور اپنی خدمت کرانا (۵) قبرستان کی قبروں کو منہدم کر کے اس پر ذاتی مکان بنانا (۶) اپنے رشتہ داروں کو مسجد کا ملازم مقرر کرنا اور پھر ان سے مسجد کے کام میں غفلت اور بے پروائی پر باز پرس نہ کرنا (۷) اپنے مخالف مسلمانوں کی شکایتیں افسران و حکام بالا تک پہنچا کر ان کو نقصان پہنچانا۔

سوال یہ ہے کہ جس شخص میں یہ سب باتیں موجود ہوں تو مسلمانوں کا اس کی امامت سے ناخوش ہونا درست ہے یا نہیں اور وہ باوجود ان اعمال کے امامت کا اہل ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۴۷ محمد یوسف صاحب۔ پشاور۔ ۴ رجب ۱۳۵۹ھ ۹ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۵۲) اگر یہ واقعہ ہو کہ کسی امام میں یہ باتیں پائی جائیں جو سوال میں نمبر ۱ سے ۶ تک لکھی گئی ہیں تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے اور جماعت کا اس کی امامت سے ناخوش ہونا بجا ہے اور جب کہ امام سے تمام جماعت یا جماعت کی اکثریت وجوہ شرعیہ کی بناء پر ناراض ہو تو امام کو ہر گز امامت کرنا جائز نہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ **ثلاثة لا تجاوز صلاتهم اذانهم العبد الأبق حتى يرجع وامرأة باتت و زوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون** (ترمذی شریف)(۱) یعنی تین شخص ہیں جن کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی (یعنی درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی) ایک غلام جو آقا کے پاس سے بھاگ گیا ہو جب تک واپس نہ آئے دوم وہ عورت جو خاوند کی ناراضی اور خفگی میں رات بسر کرے سوم وہ امام جس سے جماعت بیزار ہو یہ واضح رہے کہ جماعت کی بیزاری وہی معتبر ہے جو وجوہ شرعیہ پر مبنی ہو کیونکہ اگر امام صالح امامت کی اہلیت رکھنے والا متدین متبع سنت ہو تو جماعت کی ناراضی اور بیزاری مؤثر نہ ہو گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ٹوپی پہن کر نماز جائز ہے

(سوال) اگر زید کے مقتدی نوے فیصدی دستار پوش ہوں تو کیا زید صرف معمولی ٹوپی پہن کر ہمیشہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۲۷۹۰ وزیر معارف ریاست قلات (بلوچستان) ۲۲ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ

(جواب ۱۵۳) ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور امامت بھی بلا کراہت جائز ہے خواہ مقتدی متعمم ہوں یا نہ ہوں' زیادہ سے زیادہ (یہ کہہ سکتے ہیں کہ) خلاف اولیٰ ہے(۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔**

---

(۱) (باب ماجاء من ام قوماً وهم له كارهون ۱/ ۸۲ ط سعيد كمپنی) ولو ام قوماً وهم له كارهون' إن الكراهة لفساد فيه أو لأ نهم أحق بالأ مامة منه كره له ذلك تحريماً وإن هو أحق لا والكراهة عليهم (الدر المختار باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ ط سعيد)

(۲) وقد ذكر وا أن المستحب أن يصلي في قميص وإزارو عمامة ولا يكره الا كتفاء بالقلنسوة' ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك الخ (عمدة الرعاية' باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها' ۱/ ۱۶۹ سعيد كمپنی)

قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنے والے کی اقتداء

(سوال) ایک امام درمیانی قعدے میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھ لیتا ہے اور اس کو جائز سمجھ کر سجدہ سہو بھی نہیں کرتا اور خود اقرار کرتا ہے کہ ہاں میں ایسا کرتا ہوں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۷۹۲

(جواب ۱۵۴) **ولا یزید فی الفرض علی التشھد فی القعدۃ الاولی اجماعاً فان زاد عامداً کرہ فتجب الا عادۃ او ساھیا وجب علیہ سجود السھو اذا قال اللّٰھم صل علی محمد فقط علی المذھب المفتیٰ بہ (درمختار) قولہ اجماعاً وھو قول اصحابنا و مالک و احمد و عند الشافعی علی الصحیح انھا مستحبۃ فیھا للجمھور ما رواہ احمد و ابن خزیمۃ من حدیث ابن مسعود ثم ان کان النبی ﷺ فی وسط الصلوۃ نھض حین فرغ من تشھدہ قال الطحاوی من زاد علی ھذا فقد خالف الا جماع بحر** (ردالمحتار)(۱) درمیانی قعدے میں جو امام تشہد کے بعد قصداً درود پڑھے اس کی نماز مکروہ واجب الاعادہ ہوتی ہے لہذا اس کے پیچھے اقتدا کرنی مکروہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جس کی بیوی بے پردہ ہو' اس کی امامت کا حکم

(سوال) جس شخص کی عورت پردے میں نہ رہے وہ شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو دوہرانا چاہئیے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۳ عبدالحق امام جامع مسجد۔ دوحد ضلع پنچ محل۔

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۵۹ھ م ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۵۵) اگر امام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس کے اس فعل سے راضی نہ ہو مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو امام پر اس کا مواخذہ نہیں ہے اور اس کی امامت جائز ہے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسائل سے ناواقف' ناغہ کرنے والے کی امامت

(سوال) ہمارے محلے کی مسجد میں ایک پیش امام صاحب ہیں وہ صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں ان کو مسائل کا علم بھی نہیں ہے اب کچھ عرصے سے انہوں نے لکڑیوں کا بیوپار شروع کر دیا ہے بعض وقت وہ نماز میں غیر حاضر بھی رہتے ہیں۔

---

(۱) (باب صفۃ الصلاۃ ۱ / ۵۱۰ ط سعید کمپنی) قال اللہ تعالیٰ' ولا تزروازرۃ وزرأخری (سورۃ فاطر : ۱۸)
(۲) قال اللہ تعالیٰ : " ولا تزر وازرۃ وزر اخری الآیۃ (فاطر : ۱۸)

(المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۱۵۶) تجارت کرنا تو ایسا فعل نہیں ہے جس کی وجہ سے امامت مکروہ ہو۔ مگر ان کا نمازوں کے وقت میں غیر حاضر رہنا اور مسائل سے واقف نہ ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے دوسرا عالم حافظ امام مقرر کرنا جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا

(سوال) ایک امام صاحب جان بوجھ کر بغیر عذر کے ٹوپی پہن کر فرض نماز پڑھاتے ہیں رکن الدین فتاویٰ برہنہ بہار شریعت اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ نسیان کے ساتھ جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۱۵۷) ٹوپی سے نماز پڑھانا مکروہ نہیں ہے عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا افضل ہے مگر بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا بھی مکروہ نہیں ہے بھول سے اور قصداً ترک کرنے میں مختلف حکم نہیں (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حافظ قرآن ناظرہ خواں سے افضل ہے

(سوال) پیش امام حافظ قیامت کے دن مقتدیوں کی خدا سے بخشش کرائے گا ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں ؟ اور ناظرہ پیش امام سے حافظ پیش امام کی بزرگی ہے یا نہیں ؟

نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۱۵۸) حافظ قرآن ناظرہ خواں سے افضل ہے بشرطیکہ اعمال صالحہ دونوں کے یکساں ہوں(۳) نیک لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کر سکیں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

متعلق صحت امامت

(سوال) متعلقہ صحت امامت

---

(۱) والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۷ ط سعید)

(۲) وقد ذكروا أن المستحب أن يصلى فى قميص وإزار و عمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة الخ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/۱۶۹ ط سعید)

(۳) قال فى التتار خانية: " ولو ان رجلين فى الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الآخر فقد أساؤا السنة (رد المحتار' باب الإمامة ۱/۵۵۹ ط سعید)

(جواب ۱۵۹) اگر امام سود خوار کے ہاں روزہ افطار کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے اس سے تمہاری نماز میں کوئی خلل نہیں بیوی ہونا تو اچھی بات ہے لیکن جس کے بیوی نہیں اگر وہ اور باتوں کے لحاظ سے بیوی والے امام سے بہتر ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی مثلاً متقی پرہیز گار ہو 'قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو وغیرہ (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

امام مقرر کرنے کا اختیار کس کو ہے

(سوال) (۱) جس ملک میں سلطان یا نائب سلطان نہ ہوں یا موجود تو ہوں لیکن شرعی امور کی طرف ان کی بالکل توجہ نہ ہو تو امام یا نائب امام مقرر کرنے کا حق شرعاً کس کو ہے ؟ (۲) اگر مصلیان و کمیٹی مسجد ایک ایسے متدین شخص کو نیابت کے لئے مقرر کریں جس پر جمہور مصلیان حسن اعتقاد رکھتے ہیں اور بطیب خاطر اس کی اقتدا کرتے ہیں اور امام نیابت کے لئے ایسے شخص کو پیش کرے جس پر مصلیوں کا اعتماد اور اطمینان نہ ہو تو کیا مصلیان امام کے پیش کردہ نائب کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں ؟ (ص ۱۴۰ ج ۲ سعید) (۳) شامی جلد اول ص ۵۶۲ میں ہے هو صريح فی جواز استنبابة الخطيب مطلقا او كالصريح (ص ۱۴۲ ج ۲ سعید)۔ اور ص ۵۶۳ ج ۱ میں ہے لو صلی احد بغير اذن الخطيب لا يجوز (ص ۱۴۳ ج ۲ سعید) اور ص ۵۶۴ ج ۱ میں ہے و نصب العامة الخطيب غير معتبر بعض ظاہر میں عالم مذکورہ فقہی روایات سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ نائب مقرر کرنے کا حق شرعاً صرف امام کو ہے۔

المستفتی عبدالوہاب سکریٹری مسجد کمیٹی

(جواب ۱۶۰) (۱) اگر مسجد کی کوئی کمیٹی ہے تو وہ امام یا نائب امام مقرر کرنے کی مستحق ہے لیکن اگر کمیٹی نہیں ہے تو مسجد کے نمازیوں کی جماعت کا حق ہے (۲) (۲) نائب امام وہی ہوگا جس کو مسجد کی کمیٹی یا نمازیوں کی کثرت رائے سے مقرر کیا گیا ہے صرف امام کو تنہا اس کا اختیار نہیں ہے خصوصاً جب کہ امام خود بھی امامت کا تنخواہ دار ملازم ہو (۳) (۳) خطیب سے تنخواہ دار خطیب مراد نہیں ہے کیونکہ تنخواہ دار خطیب تو ملازم مستاجر ہے اس کے اوپر احکام استیجار کے نافذ ہوں گے ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

---

(۱) والأحق بالإمامة تقديماً' بل نصباً الأ علم بأحكام الصلوٰة صحة و فساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة . ثم الأحسن تلاوة و تجويداً للقراء ة ' ثم الأورع أى الأكثر اتقاءً للشبهات (التنوير مع الدر ' باب الإمامة' ۱/۵۵۷ ط سعيد كمپنى)

(۲) والخيار إلى القوم' فاختلفوا اعتبرا كثرهم . ولو أم قوما وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق منه كره له ذلك تحريما لحديث ابى دآؤد: " لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون الخ (التنوير مع الدر' باب الامامة' ۱/۵۵۷ ط سعيد)

(۳) واختار بعضهم الأقرأ واختار بعضهم غيره فالعبرة للأ كثر كذافى السراج الوهاج (عالمگيرية' الفصل الثانى فى بيان من هوأحق بالإمامة ۱/ ۸۴ ط مكتبه ماجديه' كوئٹه)

زنا کے مرتکب کی امامت مکروہ ہے

(سوال) زید پیدائشی نیک اور پابند شریعت حد درجہ کا ہے اور نماز باجماعت کا پابند بھی اسی درجہ کا ہے اور عرصہ بیس سال سے نماز فی سبیل اللہ پڑھاتا ہے مگر اب کچھ دنوں سے ایک ایسے چکر میں پھنسا اور مجبوراً پھنسا کہ زنا کا مرتکب ہو گیا زید عرصہ چودہ سال سے مجرد تھا صرف نکاح کرنے کی غرض سے زنا کا مرتکب ہوا۔ مگر زید کا زنا کسی کو معلوم نہیں ہے اور واقعہ ٹھیک ہے اگر زید اس فعل سے باز آجائے اور توبہ کرے تو اس صورت میں زید کی امامت درست ہو گی یا نہیں ؟

(جواب ۱۶۱) زید زنا کا مرتکب ہوا تو اس کی امامت ناجائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) رشوت دینے والے اور بلیک کرنے والے کی امامت
(۲) جواب دیگر
(۳) جواب دیگر

(سوال) زید رشوت دیکر اور بلیک کر کے اپنی روزی کماتا ہے اور زید کا لڑکا زید کی شرکت میں ہے اور زید دیگر تجارت بھی کرتا ہے وہ بلیک سے کہیں زیادہ ہے اور زید نے دوسروں کا روپیہ مار کر دیوالہ نکالا ہے کیا زید کے لڑکے کی امامت درست ہے ؟

(جواب ۱۶۲) زید اور اس کے لڑکے کی امامت ناجائز ہے کیونکہ لڑکا بھی اس حرام کاروبار میں شریک ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۱۶۳) پیش امام اگر ڈاڑھی کتروائے اور خشخاشی رکھے تو اس کی امامت مکروہ ہے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے مسجد کے بوریوں پر بلا کسی عذر کے سونا ناجائز ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۱۶۴) خدا اور رسول کے احکام میں سید اور امتی دونوں داخل ہیں اور مکلّف ہیں اگر کوئی سید کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس پر بھی اسی طرح مواخذہ ہو گا جس طرح کسی غیر سید پر ہوتا ہے اگر سید نے کسی جائز معاہدے پر رضامندی دیدی اور اس کے بعد اس سے بلاوجہ انحراف کیا تو عہد شکنی اور وعدہ خلافی کا ان پر بھی گناہ عائد ہو گا سید ہونے کی وجہ سے وہ اس مواخذے سے بری نہ ہو جائیں گے چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے پھر جانا بھی ایسی ہی عہد شکنی ہے جیسے کہ پوری پنچایت کے سامنے وعدہ کر کے پھر جانے

---

(۱) قال فی التنویر : " ویکرہ إمامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ و فی الشامیة : " من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی الخ (باب الامامة ۱/ ۵۶۰ ط سعید)
(۲) قال فی التنویر : " ویکرہ امامة عبد وأعرابی و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ ، ۵۶۰ ط سعید)
(۳) فی التنویر : " ویکرہ امامة عبد وأعرابی و فاسق الخ و فی الشامیة : " بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم (باب الامامة ۱/ ۵۵۹ ، ۵۶۰ ط سعید)

کی صورت میں ہوتی بلکہ سیدوں پر اتباع شریعت کی ذمہ داری ان کے منصب کے لحاظ سے زیادہ ہوتی ہے اگر سید صاحب اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو کر توبہ نہ کریں تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور دوسرا امام مقرر کر لیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بطور دوا افیون کھانے والے کی امامت

(سوال) ایک شخص جس کی عمر اٹھتر ۷۸ سال ہے سولہ سال قبل پیچش میں مبتلا ہوا تھا عرصہ دراز تک علاج کرانے پر کوئی فائدہ نہیں ہوا تو حکیم صاحب نے افیون کھانے کا مشورہ دیا جب سے وہ افیون کھاتا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۷ نذیر الدین ضلع چاندہ (سی پی)
یکم رمضان ۱۳۵۶ھ ۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۵) اگر افیون کھانے کی وجہ سے حرکات و سکنات اور شعور و احساسات میں تفاوت آتا ہو تو امامت ناجائز ہے اور اگر یہ بات نہ ہو اور کھانا بھی بر بنائے علاج ہو تو امامت جائز ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جس نے سنتیں نہ پڑھی ہوں' نماز پڑھا سکتا ہے

(سوال) جو امام فرضوں سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرے اور نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۶۶) اس کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے مگر اسے ایسا بلا ضرورت کے کرنا نہ چاہئیے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

پابند شریعت عالم کو امام بنانا افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید پابند شریعت ہے اور مسائل سے واقف ہے دیندار اور متقی ہے امامت اور درس و تدریس مشغلہ ہے اور عمرو صاحب اکثر نماز نہیں پڑھتے عمر میں بڑے ہیں لیکن محصل مدرسہ ہیں اور اس بستی میں جتنا مسلمانوں کو قرض سودی دیا جاتا ہے اس کے محرر اور منیب ہیں امامت کے لئے ان دونوں میں سے کون بہتر ہے ؟

---

(۱) وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً (بنى اسرائيل : ٣٤)
(۲) (احسن الفتاوىٰ : ٣/٢٨٦ ط سعيد كمپنى' خير الفتاوىٰ ٢/٣٣١ ط ملتان)

(جواب ۱۲۷) صورت مسئولہ میں زید امامت کا مستحق ہے اور عمرو جو نماز کا پابند بھی نہیں اس کی امامت مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

استحقاق امامت کس کو ہے ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) ------

(جواب ۱۶۸) جو شخص نماز روزے کا پابند اور نماز روزے کے احکام سے واقف ہے وہ امامت کا مستحق ہے امامت کے لئے ذاتی صلاحیت و لیاقت چاہئیے باپ دادا سے امامت چلی آنے سے لازمی استحقاق حاصل نہیں ہو تاہاں اگر خود بھی صلاحیت واہلیت رکھتا ہو تو خاندانی امامت وجہ ترجیح ہو سکتی ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ' دہلی

(۱) غلط پڑھنے والے کی اقتداء کا حکم
(۲) امام مسجد نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک جامع مسجد میں باوجود امام مقررہ موجود ہونے کے ان کے حضوری میں متولی نے ایک ایسے شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جو قرآن صحیح نہیں پڑھتا ک اور قاف میں فرق نہیں کرتا' مد اور قصر کا لحاظ نہیں پھر اکثر مصلی اس سے متنفر و کارہ ہیں اب اس نے نماز پڑھائی اور نماز میں سور یسین کا پہلا رکوع پڑھا پس کثرت سے غلط فاحش سرزد ہوئے یہاں تک کہ لمن المرسلین کی جگہ لا من پڑھا اور حکیم کو حقیم پڑھا خشی الرحمن کی جگہ خُشی الرحمن بالضم پڑھا مقتدیوں میں عالم محقق موجود تھے انہوں نے امام مقررہ سے نماز کو اعادہ کرایا یہ اعادہ کرانا کیسا ہے ؟

(جواب ۱۶۹) ایسے شخص کی موجودگی میں جو قرآن شریف صحیح پڑھ سکتا ہے غلط پڑھنے والی کی امامت درست نہیں(۳) اگر کسی شخص سے سہواً کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا حکم جداگانہ ہے اور صورت مسئولہ کا حکم جدا ہے اس صورت میں بیشک نماز کا اعادہ کرانا صحیح تھا کیونکہ پہلی نماز درست نہیں ہوئی تھی امام معین کے سامنے بدون اس کے اذن کے دوسرے شخص کا نماز پڑھانا بھی مکروہ ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وکذا تکرہ خلف أمرد . و شارب الخمرو أکل الربا الخ (الدر المختار' بالإمامة ۱/۵۶۲ ط سعید)
(۲) والأحق بالإ مامة تقديما' بل نصباً الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۷ ط سعید)
(۳) ولا غير الألثغ به أى بالألثغ على الأصح (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۸۱ ط سعید)
(٤) واعلم أن صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً الخ (الدر المحتار' باب الامامة ۱/ ۵۵۹' ط سعید)

جس کی بیوی زانیہ ہو' اس کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) ایک شخص کی عورت غیر مرد کے ساتھ کھلم کھلا زنا کراتی ہے خاوند کو بھی اس کا علم ہے ایسے شخص کو امام بنانا یا مقرر کرنا کیسا ہے ؟

(جواب ۱۷۰) اگر یہ شخص اپنی عورت کو اس فعل شنیع سے منع کرتا ہو اور اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہو مگر وہ باز نہ آتی ہو تو یہ معذور ہے لیکن اگر منع نہ کرے اور نہ اس کو روکنے کی کوشش کرے تو یہ دیوث اور بے غیرت ہو گا اور اس کی امامت مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ناظرہ خواں کے پیچھے حافظ کی نماز درست ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) ناظرہ خواں یا ناخواندہ امام کے پیچھے حافظ قرآن کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۷۱) ناظرہ خواں یا ناخواندہ امام جب کہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اور مفسدات نماز کا ارتکاب نہ کرتا ہو اس کے پیچھے حافظ اور عالم کی نماز بھی ہو جاتی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

برص والے شخص کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۲۸ء)

(سوال) ایک شخص مرض برص میں مبتلا ہے ہاتھ پیر چہرہ اور جسم کے اکثر حصے پر سفید داغ سرخی مائل ہیں اطبا کہتے ہیں کہ یہ مرض جذام کی حد تک پہنچتا ہے کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے ؟ کیا اس سے مصافحہ کر سکتے ہیں ؟ کیا وہ مسجد کے حوض میں یا لوٹوں سے وضوء کر سکتا ہے ؟

(جواب ۱۷۲) مبروص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے البتہ جب برص اس حد تک ظاہر ہو جائے کہ مقتدیوں کو نفرت اور کراہت پیدا ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے(۳) حوض میں وضو کرنا جائز ہے کیونکہ برص میں ظاہری طور پر کوئی نجاست نہیں ہوتی صرف جلد پر دھبے ہوتے ہیں مسجد کے برتن بھی وہ وضو کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ

---

(۱) قال فی التنویر :" ویکرہ امامة عبد واعرابی و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹. ۵٦۰ ط سعید)
(۲) واعلم أن صاحب البیت و مثله إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غیره مطلقا (در مختار) وفی الشامیة' وإن کان غیره من الحاضرین هو أعلم وأقرأ (باب الإمامة ۱/۵۵۹ ' ط سعید)
(۳) وکذا تکره خلف أمرد . و أبرص شاع برصه الخ وفی الشامیة : " والظاهر أن العلة النفرة وکذا قید الأ برص بالشیوع' لیکون ظاهراً (باب الإمامة ۱/٥٦۲' ط سعید)

جولاہے کو امام بنانا کیسا ہے ؟

(الجمعیۃ مورخہ یکم اگست ۱۹۲۸ء)

(سوال) فی زمانہ سید لوگ کہتے ہیں کہ جولاہے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور وہ خود پنج وقتہ نماز ادا نہیں کرتے اور جاہل و ناخواندہ ہیں اور قوم جولاہان میں حافظ عالم ہیں ان کے پیچھے جاہل سید نماز نہیں پڑھتے ۔

(جواب ۱۷۳) جولاہے کی امامت جائز ہے اور جب کہ وہ علم و صلاح میں باقی لوگوں سے اچھا ہو تو اسی کو امام مقرر کرنا افضل ہے یہ خیال کہ سید کی نماز جولاہے کے پیچھے نہیں ہوتی غلط ہے (۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

امام مسجد نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) ایک شخص امام ہوتا ہوا کوئی غلطی کرتا ہے یا مسلمانوں میں نااتفاقی ڈال رہا ہے بعض مسلمانوں کو اس پر بہت سے شکوک ہیں یعنی اس کے ایسے جرم ہیں جو کہ ظاہر ہیں اگر وہ امام جنازے کی نماز پڑھائے تو کیا اس امام کے پیچھے نماز جنازہ ہو سکتی ہے ؟

(جواب ۱۷۴) اس امام کے وہ افعال لکھنا چاہئیے تھے تاکہ معلوم ہوتا کہ وہ کس درجے کے جرم ہیں اور جب وہ پنجگانہ نماز میں امامت کرتا ہے تو جنازے کی نماز بھی پڑھا سکتا ہے جو حکم پنجگانہ نمازوں میں امامت کا ہوگا وہی جنازے کی نماز میں امامت کا ہوگا (۲) محمد کفایت اللہ عفاعنہ ربہ'

ڈاڑھی کاٹنے والے کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۴ء)

(سوال) ہمارے شہر میں صرف ایک حافظ قرآن ہے لیکن اس کی ڈاڑھی ایک مشت سے کچھ کم ہے کیونکہ وہ ڈاڑھی کو تراش لیتا ہے اس کے پیچھے تراویح پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۷۵) اگر دوسرا امام اس سے بہتر مل سکتا ہے تو اس کو امام نہ بنایا جائے یا ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کے لئے اس کو کہا جائے اور وہ ڈاڑھی بڑھالے تو جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) والأحق بالا مامة تقديماً' بل نصباً الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنا به للفواحش الظاهرة (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۷ ط سعيد)

(۲) أولى الناس بالصلاة عليه السلطان . ثم إمام الحي' ثم المولى' هكذا فى الاكثر المتون (عالمگيرية' باب الحادى والعشرون فى الجنائز' ۱/۱۶۳' ط ماجديه كوئٹه)

(۳) ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيها القبضة . ولذايحرم على الرجل قطع لحيته الخ (الدر المختار' كتاب الحظر والإباحة فصل فى البيع' ۶/۴۰۷ ط سعيد)

(۱) تعزیہ بنانے والے کی امامت
(۲) سگریٹ پینے والے اور محفل میلاد کرنے والے کی امامت

(سوال) (۱) ایک شخص امام مسجد اپنے ہاتھ سے تعزیہ بناتا ہے اور منع کرنے والے کو کہتا ہے کہ اس کی ممانعت قرآن مجید میں دکھاؤ اور امام مذکور پیشاب کے بعد ڈھیلا بھی استعمال نہیں کرتا ہے کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے ؟
(۲) ایک دوسرا شخص امام مسجد محفل میلاد کی نعت خوانی میں باعتقاد تشریف آوری رسول کریم ﷺ قیام کو واجب جانتا ہے اور بیڑی سگریٹ بھی پیتا ہے اور نجومیوں کی پیشن گوئیوں کہ فلاں تاریخ کسوف خسوف ہو گا وغیرہ کی تصدیق کرتا ہے تو ایسے شخص کی امامت کیسی ہے ؟

(جواب ۱۷۶) (۱) تعزیہ بنانا اہل سنت والجماعت کے نزدیک سخت گناہ ہے کہ اس میں اسراف و تبذیر اور شرکیہ اعمال واعتقادات شامل ہوتے ہیں اس لئے اس فعل کے مرتکب کی امامت مکروہ ہے (۱)
(۲) قیام کو باعتقاد تشریف آوری آنحضرت ﷺ واجب جاننا جہالت اور ضلالت ہے حضور ﷺ کی تشریف آوری کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں اس فعل کے مرتکب کی امامت بھی مکروہ ہے کسوف خسوف کی خبر کو تجربہ کی بنا پر یہ سمجھنا کہ ممکن الوقوع ہے یہ غیب دانی سے علیحدہ ہے اور یہ وجہ ممانعت امامت کی نہیں ہو سکتی (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

(۱) بذریعہ مشین ذبح کئے ہوئے بکرے کا گوشت بیچنے والے کی امامت
(۲) قصاب کا امام بننا کیسا ہے ؟
(۳) کچے چمڑے کے تاجر کی امامت
(۴) جس کی بیوی بے پردہ ہو ٗ اس کی امامت
(۵) نشہ خور اور گالی دینے والے کی امامت
(۶) جس امام سے مقتدی ناخوش ہوں ٗ اس کی امامت
(۷) فاسق و فاجر کی امامت کا حکم
(۸) فاسق و فاجر کا زبردستی امام بننا

(الجمعیۃ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) اگر ایک مسلمان حافظ قرآن باوجود دین کے ضروری احکام سے واقفیت رکھنے کے غیر مسلم اقوام کے پاس بغرض جھٹکہ یعنی گردن مارنے کے لئے جانور (بکرا وغیرہ) بیچتا ہو جب کہ اس کو علم ہے کہ وہ

---

(۱) قال في التنوير : " ويكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق الخ (باب الإمامة ۱ /۵۵۹ ط سعيد)
(۲) (ايضاً)

جھٹکہ کریں گے اور پھر صاف ہونے کے بعد ان کے پاس تول فروخت کرتا ہو یا زندہ بکرا ہی قیمت مقرر کر کے دے دیتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ اس سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) قصائی کا پیشہ اسلام میں کیسا ہے نیز ایک قصاب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ جو خود ہی کھال اتارے ' خود ہی بوٹی کر کے بیچے اور اسی کو اپنا پیشہ بنائے کیا وہ جماعت کروا سکتا ہے ؟ (۳) کچے چمڑے کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر ناجائز ہے تو ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ (۴) اگر کسی شخص کی عورت گانے والی ہو یا برائے نام پردہ کرتی ہو اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے ؟ (۵) ایک شخص بد کلام ہے (گالی گلوچ دیتا ہے) اور مدھک ' چنڈو ' گانجہ ' افیون وغیرہ میں سے کسی چیز کا نشہ کرتا ہے اس کو امام بننا جائز ہے یا نہیں ؟ یا ایک شخص گناہ کبیرہ علانیہ کرتا ہے مثلاً چوری کرنا ' سود خوری ' یا فوٹو کھنچواتا ہے اس کی امامت کا حکم بھی لکھیں نیز ایک خانساماں جو خنزیر پکا کر انگریزوں کو کھلاتا ہے اس کی امامت کا کیا حکم ہے ؟ کیا ایسا آدمی ایک مسلم جماعت یا انجمن کا صدر ہو سکتا ہے ؟ (۶) ایسا شخص جس میں مذکورہ عیوب ہیں اور مقتدی اس کی امامت نہیں چاہتے لیکن ایک صاحب اقتدار شخص کے بل پر وہ جبراً امامت کرتا ہے اس کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۷) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسق و فاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے فاسق کی تعریف کیا ہے ؟ (۸) اگر کچھ مقتدی باوجود تمام باتوں کے علم کے اپنی ضد پر قائم رہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے رہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

(جواب ۱۷۷) (۱) اگر کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ہاتھ بکرا بیچ دے جو جھٹکہ کرتا ہے تو یہ مسلمان گناہ گار نہیں ہوگا کیونکہ جھٹکہ کرنا اس کا فعل نہیں ہے ہاں اگر اس کو یہ معلوم ہے کہ یہ جھٹکہ کرے گا تو بیچنا بہتر ہے اور ذبح دے تو گناہ گار نہیں البتہ جھٹکہ کئے ہوئے بکرے کا گوشت بیچنا مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ پہلی صورت میں امامت جائز ہے اور دوسری صورت میں مکروہ ہے یعنی جب کہ وہ اپنا جانور جھٹکہ کرا کر گوشت فروخت کرتا ہو(۱) (۲) قصاب کا پیشہ اسلام میں جائز ہے اور قصاب کے پیچھے نماز بھی جائز ہے اگرچہ وہ خود کھال اتارتا ہو اور گوشت فروخت کرتا ہو(۲) (۳) مذبوحہ حلال جانوروں کے کچے چمڑے کی تجارت جائز ہے ہاں غیر مذبوحہ جانوروں کی کھال کی تجارت بعد دباغت جائز ہوتی ہے(۳) (۴) اگر یہ شخص اپنی عورت کے اس فعل سے راضی نہ ہو اور اس کو منع کرتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے(۴) (۵) جو شخص بد

---

(۱) لا بأس ببیع العصر لمن یعلم أن یتخذه خمراً ومن آجر بیتاً لیتخذ فیه بیت نار او کنیسة أو بیعة أو یباع فیه الخمر بالسواد فلا بأس به (هدایة' کتاب الکراهیة' فصل فی البیع' ٤/٤٧٦ ط مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۲) ویجوز الاستئجار علی الذکاة' لأن المقصود منها قطع الأوداج الخ (عالمگیریة' کتاب الإجارة' فصل فی المتفرقات ٤/٤٥٤' ماجدیه کوئٹه)

(۳) قال فی التنویر و شرحه: '' وجلد میتة قبل الدبغ و بعده أی الدبغ یباع و ینتفع به الخ و فی الشامیة (قوله جلد میتة) قید بها لأ نها لو کانت مذبوحة فباع لحمها أو جلدها جاز' لأنه یطهر بالذکاة الخ (باب البیع الفاسدة ٥/٧٣ ط سعید)

(٤) قال الله تعالیٰ : '' ولا تزروازرة وزرأخری (سورة فاطر : ١٨)

کلام دشنام دہندہ نشہ باز ہو یا علانیہ گناہ کبیرہ کرتا ہو مثلاً چور زانی شراب خور ہو (اس کو فاسق کہتے ہیں) اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اسی طرح فوٹو کھنچوانے والے اور خنزیر پکا کر کھلانے والے کی امامت بھی مکروہ ہے اور ان صفات کا شخص اس قابل بھی نہیں کہ انجمن اسلامیہ کا صدر بنایا جائے صدر کوئی صالح دیندار ہونا چاہئے (۱) (۶) جب کہ مقتدی بجا طور پر امام صاحب کی امامت سے ناخوش ہوں تو امام صاحب کو نماز پڑھانی اور زبردستی امامت کرنی گناہ ہے (۲) (۷) فاسق و فاجر کے پیچھے نماز جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر کراہت جائز ہے نماز ہو جاتی ہے مگر کراہت تحریمیہ کے ساتھ ہوتی ہے (۳) (۸) جو لوگ ایسے شخص کو امام بنانے پر اصرار کریں جس کی امامت ناجائز یا مکروہ ہے وہ خطاکار ہیں اور اگر ان کی ضد جان بوجھ کر ہو تو وہ بھی فاسق ہو جائیں گے۔

اگر وہ شخص جس کی امامت مکروہ ہے زبردستی امامت کرے تو دوسرے خیال کے لوگوں کو چاہئے کہ دوسری مسجد میں نماز باجماعت پڑھ لیا کریں اسی مسجد میں دوسری جماعت قائم نہ کریں یا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر اعادہ کر لیا کریں (۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کانے شخص کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) ایک شخص یک چشم ہے امامت کرتا ہے حافظ قرآن بھی ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جب کہ دونوں آنکھوں والا مل سکتا ہے؟

(جواب ۱۷۸) یک چشم کی امامت جائز ہے کوئی وجہ کراہت کی نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بلاوجہ شرعی امام کے پیچھے نماز کا ترک

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) زید محض غلط فہمی سے اپنے محلّہ کی مسجد کے امام سے لڑا نوبت سخت کلامی اور ہاتھاپائی تک پہنچ گئی

---

(۱) قال فی التنویر: " ویکرہ أمامة عبد وأعرابی و فاسق الخ و فی الشامیة': 'بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم (باب الإمامة ۱/۵۵۹ . ۵٦۰ ط سعید)
(۲) ولو ام قوماً' وهم له کارهون إن الکراهة لفساد فیه اولأ نهم أحق بالأ مامة کره له تحریماً لحدیث ابی داؤد: " لا یقبل الله صلاة من تقدم قوما' وهم له کارهون " (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۹ ط سعید)
(۳) قال فی التنویر : " ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ وفی الشامیة : بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم (باب الإمامة ۱/۵۵۹' ط سعید)
(۴) یہ حکم بطور زجر یا احتیاط کے ہے ورنہ فاسق کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے و فی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة (رد المحتار' باب الإمامة ۱/۵۲۲ ط سعید)
(۵) (فتاوی دار العلوم' دیوبند ۳/۳۱۳ . ۳۱٤ ط مکتبه امدادیه' ملتان)

تھی بیچ بچاؤ ہو گیا جب سے زید نے امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی لوگوں نے اعتراض کیا تو زید نے کہا کہ میں نے مارنے کے واسطے ہاتھ اٹھایا تھا اس امام کے پیچھے نماز نہ ہو گی۔

(جواب ۱۷۹) زید کی یہ غلطی ہے اس کو امام سے معافی مانگنا چاہئے اور صفائی کر لینی چاہئے اور امام کے پیچھے نماز اس کی درست ہے معافی مانگنے اور صفائی کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بغیر عمامہ ٹوپی کے ساتھ نماز

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اد سمبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) ۱۸ رجب ۱۳۵۳ھ کے الجمعیۃ کے حوادث واحکام میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھ کر نماز پڑھنی مکروہ ہوتی ہے" اس جواب پر مندرجہ ذیل کتابوں کی عبارت سے شبہ ہو گیا ہے امید ہے کہ اس شبہ کو رفع فرمائیں گے شرح سفر السعادت مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۳۶' مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں ہے۔ "وآں حضرت ﷺ گاہ عمامہ بے کلاہ می پوشید گاہ بگاہ کلاہ بے عمامہ" اور مسند امام اعظمؒ مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ صفحہ ۲۰۴ کے حاشیے پر ہے یہ حاشیہ مولانا محمد حسن سنبھلی کا ہے۔ "رواہ الطبرانی عن ابن عمر انه ﷺ كان يلبس قلنسوة بيضاء و فی رواية ابن عساكر عن عائشة كان له قلنسوة بيضاء لا طينية و فی رواية انه كان يلبس القلانس تحت العمائم و بغير العمائم و يلبس العمائم بغير قلانس الخ كذا قال القاری (۲)

(جواب ۱۸۰) عمامہ بغیر ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے پہننا جائز بلا کراہت ہے اور ان دونوں صورتوں میں امامت بھی بلا کراہت جائز ہے الجمعیۃ میں جو فتویٰ ۱۸ رجب کے پرچہ میں مولانا حبیب المرسلین کے قلم سے شائع ہوا ہے کہ "بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھ کر نماز پڑھنی مکروہ ہے" اس میں کراہت سے مراد محض خلاف اولیٰ ہے' نہ کراہت تنزیہیہ نہ تحریمیہ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوسرے مذہب والے کی اقتدا کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) حنفی امام کی اقتدا کرتے ہوئے کسی شافعی مقتدی کو امام شافعی صاحب کے طریقے پر نماز کا پڑھنا جائز

---

(۱) ولو ام قوماً' وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه . كره له ذلك تحريماً . وإن هو أحق لا' والكراهة عليهم (التنوير و شرحه' باب الإمامة ۱/۵۵۹' ط سعيد)

(۲) (مرقاة' كتاب اللباس' الفصل الثانی ۸/۲٤٦' ط مكتبه امداديه' ملتان)

(۳) وقد ذكرو اأن المستحب أن يصلی فی قميص وإزار وعمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة الخ (عمدة الرعاية علی هامش' شرح الوقاية' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' ۱/۱٦٩' ط سعيد كمپنی' كراچی)

ہے یا نہیں مثلاً رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ اسی طرح حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے حنفی طریقے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۸۱) ہاں شافعی مقتدی حنفی امام کے پیچھے بھی رفع یدین اور آمین بالجہر پر عمل کر سکتا ہے اسی طرح حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے اپنے طریق پر یعنی بغیر رفع یدین اور بغیر آمین بالجہر نماز پڑھ سکتا ہے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر کھڑا ہونا

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جون ۱۹۳۶ء)
(سوال) اگر امام مقتدیوں سے چار یا چھ انگل اونچائی پر ہو تو نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۸۲) اگر امام دو چار انگل اونچی جگہ پر ہو تو نماز میں نقصان نہیں آتا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مجاور کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۷ء)
(سوال) اگر ایک مجاور ولی اللہ کا پیشہ امامت کر رہا ہو تو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۸۳) مجاور اگر کوئی شرک وبدعت کا کام نہ کرتا ہو تو اس کی امامت درست ہے(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پابندی سے نماز نہ پڑھنے والے کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۵ جون ۱۹۳۷ء)
(سوال)(۱) زید ایک شہر کی جامع مسجد کا امام اور کونسل کا ممبر بھی ہے جمعہ اور عیدین بھی پڑھاتا ہے مگر وہ ظہر ' عصر کی نماز نہیں پڑھتا اور جب کونسل میں جاتا ہے تو کئی وقت کی نمازیں غائب کر دیتا ہے۔
(۲) ایک شخص ایک مسجد میں مؤذن ہے اور امامت بھی کر لیتا ہے جمعہ اور پنج وقتی نماز پڑھا دیتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

---

(۱) وكذا تكره خلف أمرد (إلى أن قال) وزاد ابن ملك : و مخالف كشافعي' لكن في وتر البحر إن تيقن المراعاة لم يكره الخ و في الشامية : " وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز مالم يعلم منه ما يفسد الصلاة على اعتقاد المقتدى' عليه الإجماع (باب الإمامة ۱ /۵٦۲، ۵٦۳ ط سعيد)
(۲) قال في التنوير و شرحه : " وكره ٠ أ نفراد الإمام على الدكان للنهي بقدر الار تفاع بذراع' ولا بأس بمادونه و قيل ما يقع به الا متياز وهو الاوجه (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱ /۲٤٦ ط سعيد)
(۳) قال في التنوير : " ويكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق و مبتدع الخ (باب الإمامة ۱ /۵۵۹' ط سعيد)

(جواب ۱۸۴) (۱) ترک نماز موجب فسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے (۱)
(۲) ایک شخص مؤذن بھی ہو وہی امامت بھی کرے اس میں کوئی کراہت نہیں (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پیش امام کی تعظیم و تکریم واجب ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)
(سوال) پیش امام کا کتنا رتبہ ہے ؟
(جواب ۱۸۵) پیش امام کی عزت و توقیر کرنی چاہئیے اس کی بے عزتی اور توہین اور ہتک کرنی گناہ ہے ۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ' دہلی

فصل دوم
جماعت

مسجد میں تکرار جماعت کا حکم

(سوال) جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۸۶) جماعت ثانیہ اگر جماعت اولیٰ کی ہیئت پر ہو اور ایسی مسجد میں ہو کہ جس میں جماعت معینہ ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر بہ تبدیل ہیئت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور لفظ لابأس یا لفظ جواز مکروہ تنزیہی کے منافی نہیں ۔(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جماعت سے ہٹ کر الگ نماز پڑھنا

(سوال) ایک مسجد میں نماز فرض کی جماعت ہو رہی ہے اور ایک دوسرا شخص جماعت ہونے کے وقت اپنی الگ نماز پڑھنی شروع کر دیتا ہے حالانکہ وہ جماعت میں داخل ہو سکتا ہے تو اس شخص کی نماز ہو گی یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۵۳ عین اللہ طرفدار ضلع میمن سنگھ ۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء
(جواب ۱۸۷) نماز تو ہو جائے گی لیکن اگر وہ بلا عذر قصداً جماعت کو چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھے گا تو ترک

---

(۱) ایضاً حاشیہ۳ صفحہ گذشتہ
(۲) الأفضل کون الإمام هو المؤذن (الدر المختار' باب الأذان ۱/ ۴۰۱ ط سعید)
(۳) ویکره تکرار الجماعة بأذان و إقامة فی مسجد محلة (درمختار) و فی الشامیة :" وقد منا فی باب الأذان أن عند ابی یوسف أنه إذا لم تکن الجماعة علی الهیئة الأولی لا تکره' والا تکره' وهو الصحیح (باب الامامة' مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد' ۱/ ۵۵۳ ط سعید)

جماعت کا گناہ گار ہوگا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

جماعت اعادہ میں نئے آنے والے کی شرکت درست نہیں

(سوال) فرض نماز کی جماعت میں امام صاحب سے واجب ترک ہوگیا اور سجدہ سہو بھی بھول گئے اس وجہ سے دوبارہ جماعت کی گئی دوبارہ ہونے والی جماعت میں کچھ نمازی جو پہلی جماعت میں شریک نہیں ہو سکے تھے شریک ہوئے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پچھلی نماز میں شریک ہونے والوں کی نماز ہوگئی یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۳۵۵ محمد اختر خاں پہاڑ گنج دہلی۔ ۷ ا ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۳۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۸۸) ان لوگوں کی نماز فرض ادا نہیں ہوئی جو اعادہ والی نماز میں آکر شریک ہوئے اور پہلے وہ شریک جماعت نہ تھے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

جماعت میں عورتیں اور بچے کہاں کھڑے ہوں ؟

(سوال) (۱) جامع مسجد میں عیدین کی نماز پر اور رمضان المبارک کے بکثرت نمازی ہونے پر جماعت کی صفیں دس بارہ اور بیس پچیس تک ہو جاتی ہیں حکم ہے کہ اول صف مردوں کی ان کے پیچھے لڑکوں کی ان کے پیچھے خنثیٰ پھر عورتیں پھر لڑکیاں یہ توجب ہو سکتا ہے کہ شروع میں قسم وار افراد موجود ہوں اور ہر قسم اپنی صف میں ختم ہو جائیں اور مرد ایک صف سے زیادہ نہ ہوں بچے وغیرہ تو زیادہ ہوتے ہی ہیں اگر مرد بہت زیادہ ہوں کچھ شروع میں آئے ہوئے نہ ہوں اور اخیر تک آتے رہیں تو کیا لڑکوں کی صف نمبر دو سے ہٹا ہٹا کر پیچھے کرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ مسجد سے بر آمدے میں پہنچادیں اور بر آمدے سے صحن میں اور صحن سے اور بھی باہر۔ یا ایسے موقع پر ترتیب اور کوئی ہے ؟

(۲) میں بچوں لڑکوں کو مسجد میں نماز کی عادت پڑنے کے لئے بھیجتا ہوں جب چند لڑکے جمع ہو جاتے ہیں تو جماعت میں گاہے ہنس بھی پڑتے ہیں ان پر بعد نماز آنکھیں بھی دکھائی جاتی ہیں کوئی جوشیلا تھپڑ بھی مار دیتا ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسجد میں نہ آیا کرو تم ہماری نمازیں خراب کرتے ہو کیا کیا جاوے ؟

المستفتی نمبر ۷۴۶ نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر۔ جونڈلہ ضلع کرنال ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۹) (۱) یہ حکم ابتدائے نماز کا ہے مگر عورتیں بہر حال مردوں کے پیچھے رہیں اگر درمیان نماز میں عورتیں کسی مرد سے آگے ہو جائیں تو ان مردوں کی نماز نہ ہوگی جو عورتوں سے پیچھے ہوں گے لڑکے

---

(۱) الجماعة سنة مؤكدة للرجال . و قيل واجبة . ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة (الدر المختار‘ باب الامامة ۱/ ۵۵٤ ‘ ط سعيد)

(۲) والمختار أنه جابر للأول‘ لأن الفرض لا يتكرر (درمختار) و في الشامية : " اى الفعل الثانى جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو و بالأول يخرج عن العهدة و إن كان على وجه الكراهة على الأصح (باب صفة الصلاة مطلب واجبات الصلاة ۱/ ٤٥٧ ط سعيد)

درمیان میں آجائیں تو نماز فاسد نہ ہو گی ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف کے بائیں طرف کھڑا ہو سکتا ہے دو یا زیادہ ہوں تو ان کی صف علیحدہ پیچھے کر دی جائے گی(۱)
(۲) بچوں کو نماز کے لئے مسجد میں لانا چاہئیے ان کی کسی شرارت اور ہنسی پر انہیں تنبیہ بھی کرنی چاہئیے مگر سختی سے مارنا یا مسجد میں آنے سے روک دینا درست نہیں ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مرتکب کبیرہ کی امامت کا حکم

(سوال) اگر کسی گاؤں میں ایک امام بد عمل صحیح ادائیگی میں کمزور لیکن مفسد صلوٰۃ نہ ہو نسبتہً صحیح مؤذن نسبتہً نیک عمل اگر ہمیشہ کے لئے اپنی علیحدہ پڑھتا رہے اس کے پیچھے پڑھنا اس کے اخلاق ذمیمہ و ادائیگی قرأۃ کی کمزوری وارتکاب کبیرہ کی وجہ سے پسند نہیں کرتا گناہ گار ہو گیا نہیں ؟
(جواب ۱۹۰) جماعت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرے جس کی اقتداء جائز ہے ہاں ایسے امام کی اقتدا کرنا صحیح نہیں جس کی اقتدا نا جائز ہو(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد میں تکرار جماعت مکروہ ہے

(سوال) جامع مسجد میں جہری نماز کے ختم کے بعد لوگ سنتیں پڑھ رہے تھے اس وقت کچھ لوگوں نے آکر جماعت ثانیہ شروع کر دی اور قرأۃ بھی بالجہر کی ایسی حالت میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں اور عموماً مساجد میں جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۹۷۵ مولوی عبدالخالق (میرٹھ)
۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۴ جون ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۹۱) یہ دوسری جماعت ایسی حالت میں کہ لوگ سنن ونوافل میں مشغول ہیں ایسے مقام پر پڑھنا اور ایسی طرح پڑھنا کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل پڑے اس وجہ سے بھی مکروہ ہے کہ دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہے اور اس وجہ سے بھی مکروہ ہے کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے مسجد محلّہ سے وہ مسجد مراد ہے جس میں پنج وقتہ التزام سے جماعت ہوتی ہو(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) قال فی التنویر مع شرحہ : " ویصف الرجال' ثم الصبیان' ظاهرہ تعدد هم فلو واحدا دخل الصف' ثم الخناثی ثم النساء" (باب الامامة' ۱/۵۷۱ ط سعید) و فی الشامیة : " إن المرأة تفسد صلوة رجلین من جانبیها: واحد عن یمینها وواحد عن یسارها . وکذا تفسد صلوٰة من خلفها الخ (باب الإمامة ۱/۵۷۳ ط سعید)
(۲) ان تار کها أی الجماعة من غیر عذر یعزر و ترد شهادته و یأ ثم الجیران بالسکوت الخ (حلبی کبیر: فصل فی الإمامة ص ۵۰۰ ' ط سهیل اکیدمی' لاهور پاکستان) اگر دوسرا امام نہ ملے تو اس کے پیچھے پڑھ لی جائے و فی النهر عن المحیط' صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵٦۲' ط سعید)
(۳) و مقتضی هذا الا ستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون أذان' و یؤ یدہ مافی الظهیریة لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه أهله یصلون واحدانا' وهو ظاهر الروایة (رد المحتار' باب الإمامة ۱/۵۵۳ ط سعید)

سوال مثل بالا

(سوال) ایک مسجد میں پیش امام مقرر ہیں نماز پابندی وقت کے ساتھ وباجماعت ہوا کرتی ہے تاہم کچھ لوگ ایسے بھی آجایا کرتے ہیں جو جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں کیا جماعت اولیٰ کے بعد ثانی جماعت بھی درست ہے یا الگ الگ ؟ المستفتی نمبر ۱۱۳۱ نصیر الدین صاحب (ضلع رنگ پور)

۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۹۲) جس مسجد میں باقاعدہ پابندی وقت کے ساتھ جماعت ہوتی ہو اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آجائیں تو وہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیا کریں (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

سوال مثل بالا

(سوال) ایک چھوٹی مسجد ہے جب ایک مرتبہ جماعت ہوچکی تو اسی مسجد میں دوبارہ جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۶۲ شیخ حشمت اللہ (ضلع میرٹھ)

۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب۔ از مولوی ابو محمد عبدالستار صاحب) صورت مرقومہ و مسئولہ بالا میں واضح باد کہ شرعاً دوبارہ جماعت ہوسکتی ہے احادیث سے ثابت ہے کذا فی المشکوۃ۔ فقط۔ ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار

(جواب) دوسری جماعت مسجد مذکور میں درست ہے۔ فقط واللہ اعلم حررہ احمد اللہ سلمہ ' غفرلہ مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔ مورخہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ۔ الجواب صحیح مظفر احمد غفرلہ ' نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب ۱۹۳) (از حضرت مفتی اعظمؒ) اگر اس مسجد میں جماعت سے نماز ہونے کا انتظام ہے تو اس میں دوسری جماعت کرنی مکروہ ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

مجذوم جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

(سوال) مجذومی اپنے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دیگر محلّہ کی مسجد میں آکر نماز جماعت میں شریک ہوجاتا ہے اور صف میں مل کر سبھوں کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتا ہے بخوف متعدی ہونے اس بیماری کے نمازیوں کو اس کا جماعت میں شریک ہونا دشوار گزرتا ہے اس لئے اس کو شرکت جماعت سے اور مسجد میں آنے سے روکا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

---

(۱) (ایضاً صفحہ گزشتہ حاشیہ ۳)

(۲) ومقتضی ہذا الاستدلال کراہۃ التکرار فی مسجد المحلۃ الخ (شامیۃ ' باب الامامۃ ۱/۵۵۳ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۳۹۱ محمد علی صاحب عطار کریمی دواخانہ (ضلع پٹنہ) ۱۴ محرم ۱۳۵۶ھ ۲۸ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۴) مجذوم کی مختلف حالتیں ہیں اگر جذام کا اثر زیادہ نہ ہو محض معمولی ہو اور لوگوں یعنی دوسرے دیکھنے والوں کو اس سے کراہت و نفرت کی اذیت نہ ہوتی ہو تو ایسے مجذوم کو جماعت میں شریک ہونا جائز ہے اور اس کو روکنا درست نہیں اور بیماری لگ جانے کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن اگر مجذوم کی حالت زیادہ خراب ہو اور اس کو دیکھنے سے ہی طبعی طور پر نفرت پیدا ہوتی ہو یا اس کے بدن سے زخموں کی وجہ سے بو آتی ہو یا اس کے زخموں سے رطوبت بہتی ہو اور مسجد کے لوٹے وغیرہ ملوث ہوتے ہوں یا فرش پر اجزائے رطوبات لگنے کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں خود مجذوم پر لازم ہے کہ وہ مسجد میں نہ جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور اگر وہ نہ مانے تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ اسے دخول مسجد اور شرکت جماعت سے روک دیں اور اس میں مسجد محلہ اور مسجد غیر محلہ کا فرق نہیں ہے محلہ کی مسجد سے بھی روکا جا سکتا ہے تو غیر محلہ کی مسجد سے بالاولیٰ روکنا جائز ہے اور یہ روکنا بیماری کے متعدی ہونے کے اعتقاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ تعدیہ کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ نمازیوں کی ایذا یا خوف تلویث مسجد یا تنجیس وباء نفرت و فروش پر مبنی ہے(۱)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قعدہ اخیر میں ملنے والے کو جماعت کا ثواب ملتا ہے

(سوال) آخری رکعت کے قعدہ میں جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب ملتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۱۹۵) ہاں جماعت کا ثواب ملنے کی امید ہے(۲)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اعادہ والی نماز میں نئے آنے والے شریک نہیں ہو سکتے

(سوال) امام سے واجب ترک ہوا اس نے سجدہ سہو نہیں کیا جب ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے نماز کا اعادہ کیا اس لوٹانے والی نماز میں جو اور لوگ آکر شریک ہوئے ہیں ان کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۱۹۶) اس نماز میں دوسرے لوگ جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے شریک نہیں ہو سکتے اگر شریک ہوں گے تو ان کے فرض ادا نہ ہوں گے(۳)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) و یمنع منه . وكذا كل مؤذ' ولو بلسانه (درمختار) و فى الشامية :" وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والأبرص أولى بالإلحاق " الخ (باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها' مطلب فى الغرس فى المسجد ۱ / ۶۶۱ ط سعيد) (۲) وكذا لو أدرك التشهد يكون مدركاً لفضيلتها على قولهم الخ (رد المحتار' باب إدراك الفضيلة' ۲ / ۵۶ ط سعيد) (۳) والمختار أنه جابر للأول' لأن الفرض لا يتكرر (تنوير مع الدر) وفى الشامية' أى الفعل الثانى جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو' و بالأول يخرج عن العهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح(باب صفة الصلاة' مطلب واجبات الصلاة' ۱ / ۴۵۷' ط سعيد)

امام چار رکعت پڑھ کر پانچویں کے لئے اٹھ گیا تو مقتدی کیا کریں ؟

(سوال) ظہر یا عصر کی نماز میں امام کو سہو ہوا اور وہ چار رکعت پڑھ کر پانچویں کے لئے کھڑا ہو گیا اور مقتدیوں کو یاد ہے کہ یہ چوتھی رکعت ہے تو وہ بیٹھے رہیں یا امام کی اقتدا میں وہ بھی کھڑے ہو جائیں۔

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۱۹۷) مقتدیوں کو چاہئیے کہ وہ سبحان اللہ کہہ کر امام کو تنبیہ کریں تاکہ وہ بھی بیٹھ جائے اور اگر باوجود تنبیہ کے وہ نہ بیٹھے تو پھر مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں ممکن ہے کہ امام سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے اور سب کی نماز ہو جائے یہ جب کہ آخری قعدہ کر کے کھڑا ہوا ہو (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صف اول کی فضیلت

(سوال) (۱) کیا نماز میں صف اول میں کھڑے ہونے سے اور دوسری صف میں کھڑے ہونے سے ثواب میں فرق ہے۔ (۲) اور صف میں دائیں یا بائیں کھڑے ہونے میں کیا فرق ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۲۰۳ فرزند علی صاحب (برما) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۹۸) (۱) پہلی صف کا ثواب زیادہ ہے (۲) امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہتر ہے پھر دائیں طرف (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم

(سوال) محلّہ میں ایک مسجد ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہیں اور مصلین بھی معین و معلوم ہیں وقت پر بلاناغہ نماز ہوتی ہے اور ہوتی چلی آئی ہے اب کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے علیحدہ جماعت ثانیہ کرنے کا ارادہ کیا ہے جو جماعت اولیٰ کی طرح بلا ناغہ پانچوں وقت اقامت کے ساتھ باالتزام و تداعی اور پابندی وقت کے ساتھ ہوا کرے گی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس قسم کی جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے اور شریعت مقدسہ اور فقہ حنفی میں اس کی اجازت ہو سکتی ہے فقہ میں اگر کہیں جماعت ثانیہ کے لئے لا باس یا لم یکن علی الهیئة الاولی وغیرہ بیان کیا ہے اس سے جماعت ثانیہ اتفاقیہ گاہ بگاہ مراد ہے یا بالتداعی وبالالتزام در مختار یا فتویٰ عالمگیری میں جو اجازت دی ہے تو کیا اس سے اس قسم کی اجازت مراد ہے۔

المستفتی نمبر ۲۲۶۸ حافظ عبدالجلیل خاں صاحب (بریلی) ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۸ء

---

(۱) وإن قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد و سلم ولو سلم قائما صح' ثم الأ صح أن القوم ینتظر ونه فإن عاد تبعوه الخ (الدر المختار' باب سجود والسهو ۲/ ۸۷ ط سعید)

(۲) والقیام فی الصف الأول أفضل من الثانی و فی الثانی افضل من الثالث و افضل مکان المأموم حیث یکون أقرب إلی الإمام فإن تساوت المواضع ففی یمین الإمام الخ (عالمگیریة' الباب الخامس فی الإمامة ' الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام والمأموم' ۱/ ۸۹ ط ماجدیه' کوئٹه)

(جواب ۱۹۹) جس مسجد میں کہ پنج وقتہ جماعت اہتمام وانتظام سے ہوتی ہو اس میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہے کیونکہ جماعت دراصل پہلی جماعت ہے اور مسجد میں ایک وقت کی فرض نماز کی ایک ہی جماعت مطلوب ہے حضور انور ﷺ کے زمانہ مبارک اور خلفائے اربعہ و صحابہ کرامؓ کے زمانوں میں مساجد میں صرف ایک ہی مرتبہ جماعت کا معمول تھا پہلی جماعت کے بعد پھر جماعت کرنے کا طریقہ اور رواج نہیں تھا دوسری جماعت کی اجازت دینے سے پہلی جماعت میں نمازیوں کی حاضری میں سستی پیدا ہوتی ہے اور جماعت اولیٰ کی تقلیل لازمی ہوتی ہے اس لئے جماعت ثانیہ کو حضرت امام صاحبؒ نے مکروہ فرمایا اور اجازت نہ دی اور جن ائمہ نے اجازت دی انہوں نے بھی اتفاقی طور پر جماعت اولیٰ سے رہ جانے والوں کو اس شرط سے اجازت دی کہ وہ اذان واقامت کا اعادہ نہ کریں اور پہلی جماعت کی جگہ بھی چھوڑ دیں تو خیر پڑھ لیں لیکن روزانہ دوسری جماعت مقرر کر لینا اور اہتمام کے ساتھ اس کو ادا کرنا اور اس کے لئے تداعی یعنی لوگوں کو بلانا اور ترغیب دینا یہ تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں نہ اس کے لئے کوئی فقہی عبارت دلیل بن سکتی ہے یہ تو قطعاً ممنوع اور مکروہ ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) سلام اول کے بعد اقتداء درست نہیں
(۲) بدعتی شخص کی اقتداء کا حکم

(سوال) (۱) مقتدی بہ نیت اقتدا صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو کیا مقتدی اس تحریمہ سے اپنی نماز پوری کرلے یا بار دگر انفرادی نیت کر کے تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔
(۲) اگر پیش امام رسوم بدعیہ مروجہ فی زماننا مثل سوم و چہلم و مولود جو لحوق فسادات سے خالی نہیں اعتقاداً موجب حصول اجر و ثواب اور داخل دین جانتا ہو۔ اس کی اقتداء میں کیا نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے یا مکروہ' مکروہ تحریمی ہے کیا واجب الاعادہ ہے۔
المستفتی نمبر ۲۴۲۹ مولوی محمد ابراہیم صاحب (گوڑ گاؤں) ۲۲ شوال ۱۳۵۷ھ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۸ء
(جواب ۲۰۰) (۱) اگر سلام سے پہلے مقتدی نے تکبیر تحریمہ ختم کرلی تھی تو وہ نماز میں شریک ہو گیا اور اسی نماز کو پورا کرلے(۲) (۲) ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے مگر بکراہت۔ ایسی نماز واجب الاعادہ نہیں ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) قال في الدر المختار: " ويكره تكرار الجماعة في مسجد محلة" الخ و في الشامية : " و مقتضى هذا الأستدلال كراهة التكرار في مسجد محلة' ولو بدون أذان' و يؤيده ما في الظهيرية:" لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون واحداً الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۲ ط سعيد)
(۲) قال في الدر المختار:" و تنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا و عليه الشافعية" الخ و في الشامية : " أي بالسلام الأول قال في التجنيس الإمام إذا فرغ من صلاته فإذا قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم' لا يصير داخلاً في صلاته" الخ (باب صفة الصلوة ۱/۴۶۸ ط سعيد)
(۳) قال في التنوير: " و يكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق . و مبتدع الخ ' صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۵۹ تا ۵۶۲' ط سعيد)

عورتوں کی الگ جماعت جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) (الف)انگریزی تعلیم یافتہ عورتوں کی ایک جماعت نے پوری آزادی کے ساتھ اعلان کر کے مردوں کی طرح ایک بڑی جماعت میں بقر عید کی نماز قائم کرنی چاہی اور ایک اجنبی مرد کو پیش امام کر کے نماز پڑھ لی علمائے وقت نے عدم جواز کے فتوے دیئے مگر نہ مانیں کیا یہ کوئی شرعی نماز ہو گی نیز ان کا یہ فعل کیا احداث فی الدین نہ ہو گا اور ایسی عورتوں کو شرعاً کیا کہنا چاہئے ؟

(ب) ان کے مشیر کار مردوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث نبوی میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا نماز میں شریک ہونا ثابت ہے تو کیا اس وقت زمانہ کی ضرورت کے مطابق فقہا کے اقوال کو مسترد کر کے ہم اجتہاد نہیں کر سکتے کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح جماعت سے نماز عید ادا کرنے کی آزادی دی جائے ایسے لوگوں کو شرعاً کیا کہنا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۲۴۵۹ عبدالرشید صاحب (بنگال) ۱۶ محرم ۱۳۵۸ھ م ۸ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۰۱) صرف عورتوں کی علیحدہ اور مستقل جماعت قائم کرنا بے اصل اور بے ثبوت ہے اس کو بدعت کہنا صحیح ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو عید کی نماز میں مردوں کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت بلکہ تاکید تھی عورتوں کو مردوں کے پیچھے کھڑے ہونے کی تاکید تھی لیکن حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک کے بعد صحابہ کرامؓ نے عورتوں کو جماعت میں آنے سے ممانعت کی۔ فقہائے کرام نے بھی زمانہ کی حالت اور لوگوں کی اخلاقی کیفیت بدل جانے کی وجہ سے ممانعت کو درست سمجھا۔

اب اگر عورتیں نہ مانیں تو وہی صورت اختیار کرنی چاہئے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھی یعنی عورتیں مردوں کی جماعت میں شریک ہو جائیں ہاں ایسا انتظام کر دیا جائے کہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو عورتوں کی صفیں مردوں کے پیچھے اور علیحدہ ہوں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے

(سوال) (۱)منیتہ المصلی و کنز الدقائق۔ شرح وقایہ وغیرہ کتب میں امام کا محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ تحریمی میں سے لکھا ہے کہ اس میں مشابہت اہل کتاب کے ساتھ ہے اس لئے اس میں نماز مکروہ ہے۔

(۲) مرقاۃ جلد اول ص ۴۷۳ میں حضرت ملا علی قاری مرحوم فرماتے ہیں۔ ان المحاریب فی المساجد محدثة اول من احدثه عمر بن عبدالعزیز فی امارة الولید و من ثم کره جمع من

---

(۱) و یکره تحریما جماعة النساء ، ولو فی التراویح . ویکره حضور هن الجماعة، ولو لجمعة و عید و وعظ، ولو عجوزاً لیلاً علی المذهب المفتی، لفساد الزمان (الدر المختار، باب الإمامة ۱/۵۶۵ و ۵۶۶ ط سعید) و فی التنویر : " و یصف الرجال، ثم الصبیان، ثم الخناثی، ثم النساء (باب الإمامة ۱/ ۵۷۱ ، ط سعید)

السلف اتخاذها والصلوة فیها (مرقاۃ' باب المساجد و مواضع الصلاۃ ص ۴۶۷ ج ۲ مکتبہ حبیبیہ ' کوئٹہ پاکستان)

اور مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی فتاویٰ جلد اول میں فرماتے ہیں۔ المسجد الشریف لم یکن له محراب فی عهده ﷺ ولا فی زمن الخلفاء. انتهیٰ. اسی طرح سفر السعادت اور جذب القلوب میں ہے۔

(۳) عون المعبود میں شیخ ابن الہمامؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ بنی المحاریب فی المساجد من لدن رسول الله ﷺ وایضاً لا یکره الصلوة فی المحاریب ومن ذهب الی الکراهة فعلیه البینة (عون المعبود' کتاب الصلوٰۃ' باب فی کراهیة البزاق فی المسجد ص ۱۴٦ ج ۲' ط دار الفکر بیروت)

جناب سے جواب طلب امر یہ ہے کہ زید عبارت اول و دوم سے محراب کا بنانا اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی بتاتا ہے اور بکر عبارت نمبر سوم سے محراب کا بنانا اور اس میں نماز پڑھانا مسنون ثابت کرتا ہے دونوں میں سے کون حق پر ہے اور مفتی بہ قول مذہب حنفیہ میں کونسا ہے۔

المستفتی نمبر ۲۵۹۴ بشیر احمد بھاولپور۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ م ۲۲ اپریل ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۰۲) صحیح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی میں محراب نہ تھی اور یہ بھی محقق ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں مساجد میں محرابیں بنائی گئیں پس بناء محاریب کو ناجائز اور بدعت بتانا درست نہیں اور محراب میں نماز پڑھنا جائز ہے ہاں امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یا تشبہ بالیہود یا اختفاء حال امام ہے یہ نہیں ہے کہ محراب بدعت ہے اگر امام کے قدم محراب سے باہر ہوں تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ قال فی البحر الرائق . وجهة الکعبة تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقریٰ المحاریب التی نصبها الصحابة والتابعون رضی الله عنهم فعلینا اتباعهم فی استقبال المحاریب المنصوبة الخ (۱)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

گھر میں نماز پڑھنے والے پر وعید

(سوال) حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ جس وقت بہت سے آدمی نماز جمعہ کو نہیں آتے تھے تو اس وقت حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمایا تھا کہ اگر اس وقت میری جگہ کوئی دوسرا آدمی پیش امام ہوتا تو میں جو نماز جمعہ پڑھنے کو نہیں آئے ان کے گھروں کو جا کر آگ لگادوں' یہ حدیث مبارک صحیح ہے یا نہیں اور ایک شخص یہاں پر یوں کہتے ہیں کہ حضور جناب ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں ایسا اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتے پس مذکورہ بالا حدیث مبارک صحیح ہے یا نہیں ؟

---

(۱) (باب شروط الصلاۃ ۱ / ۳۰۰ ط بیروت لبنان)

المستفتی نمبر ۲۶۴۴ سید احمد علی صاحب ضلع ممناڑ۔ ۱۰ رجب ۱۳۵۹ھ ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۰۳) بخاری شریف میں یہ حدیث ہے۔ لقد هممت ان امر المؤذن فيقيم ثم امر رجلاً يؤم الناس ثم اخذ شعلا من نارفا حرق على من لا يخرج الى الصلوة بعد (۱) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم کروں کہ وہ اقامت کہے اور کسی شخص کو حکم کروں کہ وہ نماز پڑھادے اور پھر میں آگ کے شعلے لیکر جاؤں اور جو لوگ ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے ان کے گھروں کو آگ لگادوں اکثر روایات میں یہ فرمان عشا کی نماز کے متعلق ہے اور بعض روایات میں جمعہ کے متعلق۔

اور یہ بات رحمتہ للعالمین کے خلاف نہیں ہے جیسے کہ خدا کا گناہ گاروں اور کافروں کو جہنم میں ڈالنا اس کے ارحم الراحمین ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے

(سوال) ایک عورت تدریس قرآن مجید کرتی ہے اور ایک لڑکی بالغہ کو حفظ قرآن کرایا اس عورت معلّمہ کا خیال ہوا کہ رات کو نماز تراویح باجماعت اپنے گھر میں شروع کروں تا آنکہ دیگر عورتیں بھی آجاویں گی اور لڑکی کا ختم بھی ہو جائے گا چنانچہ گزشتہ سال نماز تراویح باجماعت اپنے مکان میں جو کہ حویلی کے اندر ہے پڑھتی رہی ہیں اور بڑی جماعت ہو جاتی ہے اسی طرح اس سال میں بھی دوسری لڑکی سے نماز تراویح میں قرآن سننا شروع کر دیا ہے اندر مکان کے باجماعت پڑھتی ہیں کافی عورتیں جمع ہو جاتی ہیں جو امام ہوتی ہیں وہ درمیان میں کھڑی ہو جاتی ہے آیا ان کا یہ طرز عمل جائز ہے یا مکروہ تحریمی ہے اگر مکروہ ہے تو ان کے عمل کو بالکل بند کر دیا جائے یا کہ جائز مع الکراہت عمل کو کسی مصلحت کی بنا پر جاری رکھا جائے۔

المستفتی نمبر ۲۶۵۵ حکیم غلام رسول صاحب (ملتان) ۱۵ شوال ۱۳۵۹ھ ۱۶ نومبر ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۰۴) حنفیہ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا طریقہ جاری نہیں کیا گیا پس حنفیہ کے لئے تو اس طریقہ کا اختیار کرنا صحیح نہیں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(اشکال بر جواب بالا)

غریب نواز ہمارے حنفی ہی فرماتے ہیں کہ جائز بلا کراہت ہے چنانچہ مولانا عبدالحئی صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرح وقایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں (۳) كما يكره جماعة النساء وحدهن سواء كان فى الفرض او النفل وعللوه بانها لا يخلو عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الامام وسط الصف و لايخفى ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة كما حققناه فى تحفة النبلاء الفناه فى

---

(۱) (باب فضل الجماعة ۱/۹۰ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۲) ويكره تحريماً جماعة النساء ولو فى التراويح (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵٦٦ ط سعيد)
(۳) (حاشية شرح الوقاية' باب الجماعة ۱/۱۵۳ ط سعيد كمپنى)

مسئلة جماعة النساء و ذكرنا هناك ان الحق عدم الكراهة كيف لا وقد امت بهن ام سلمة وعائشة فى التراويح وفى الفرض كما اخرجه (۱) ابن ابى شيبة وغيره و امت ام ورقة فى عهد النبی ﷺ بامره كما اخرجه ابو داؤد (۲) انتهى. حاشیہ (۳) مؤطا محمدؒ میں امامت حضرت عائشہ کی تراویح میں نقل فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون میں مروج تھی۔

(جواب ۲۰۵) میں نے حنفیہ کے مذہب کے مطابق جواب لکھا تھا مولانا عبدالحئ نور اللہ مرقدہ کی عبارت سے جو آپ نے نقل کی ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ کا مذہب کراہت جماعت نساء کا ہے مولانا نے اس مسلک پر اعتراض کیا ہے اور دلائل کراہت کو ضعیف بتا کر عدم کراہت کو حق کہا ہے یہ ان کی رائے حنفیہ کے خلاف ہے میں خود بھی ان کی رائے کو قوی سمجھتا ہوں لیکن فتویٰ حنفی فقہ کے موافق دے سکتا ہوں ہاں یہ عرض کردوں کہ خاص خاص صحابیات نے جماعت سے نماز پڑھ لی یا پڑھا دی تو اس سے میرا یہ لکھنا کہ قرون اولیٰ میں عورتوں کی جماعت کا رواج نہیں تھا غلط نہیں بلکہ وہ باوجود اس بات کو مان لینے کے کہ بعض صحابیات نے جماعت کرلی بحالہ قائم اور صحیح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد میں تکرار جماعت مکروہ ہے

(۲) صرف ٹوپی کے ساتھ نماز جائز ہے

(سوال) مسجد میں جماعت سے نماز ہوگئی بعد میں چند آدمی اور آگئے تو جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے ؟ یا علیحدہ علیحدہ ادا کی جائے ؟ (۲) امام صاحب ٹوپی پہن کر نماز پڑھائیں تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۷۲۴ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس)

۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۰۶) جس مسجد میں نماز کا باقاعدہ انتظام اور التزام ہو اس میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آجائیں تو وہ اپنی اپنی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں (۴) ٹوپی پہن کر امامت کرنا بلا کراہت جائز ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (كتاب الصلوات المرأة تؤم النساء، ۱/ ۴۳۰، ط دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

(۲) (ابو داؤد، باب إمامة النساء، ۱/ ۹۴ ط مكتبه امداديه، ملتان)

(۳) (باب قيام شهر رمضان ص ۱۴۳ ط، نور محمد كتب خانه، كراچى)

(۴) ويكره تكرار الجماعة . فى مسجد محلة الخ (درمختار) و فى الشامية : " و مقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد المحلة ولو بدون أذان و يؤيده ما فى الظهيرية، لودخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحدانا الخ (باب الامامة ۱/ ۵۵۲ ط سعيد)

(۵) وقد ذكروا أن المستحب ان يصلى فى قميص وإزاروعمامة، ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة الخ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ۱۶۹ ط سعيد)

مقتدی نے زید کی نیت کی بعد میں معلوم ہوا کہ بکر تھا تو نماز نہیں ہوئی

(سوال) عالمگیری میں ہے نیت اقتدا میں یہ ضروری نہیں کہ امام کون ہے زید ہے عمرو ہے اگر یہ نیت کی کہ اس امام کے پیچھے اور اس کی نیت میں وہ زید ہے بعد کو معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو اقتدا صحیح ہے اور اگر اس شخص کی نیت نہ کی بلکہ یہ کہا زید کی اقتدا کرتا ہوں بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو ہے تو صحیح نہیں عالمگیری یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط ؟

المستفتی نظیر الدین امیر الدین۔ املیزہ ضلع مشرقی خاندیس

(جواب ۲۰۷) جب اس شخص کی اقتدا کی نیت کی جو نماز پڑھا رہا ہے تو نماز ہو جائے گی خواہ مقتدی کو یہ علم ہو کہ وہ کون ہے یا نہ ہو یا اس کو وہ خود زید سمجھ رہا تھا حالانکہ وہ عمرو تھا ان سب صورتوں میں نماز ہو جائے گی لیکن اگر مقتدی نے امامت کرنے والے شخص کی اقتدا کی نیت نہ کی بلکہ پہلے سے یہ نیت کی کہ زید کی اقتدا کرتا ہوں اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو تھا تو زید کی نیت کرنے والے کی نماز نہ ہو گی(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے

(سوال) متعلقہ قیام امام محراب

(جواب ۲۰۸) اگر امام محراب میں کھڑا ہو اور مقتدی باہر ہوں تو نماز مکروہ ہوتی ہے ہاں امام کے قدم محراب سے باہر ہوں تو نماز درست ہو گی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے

(سوال) نمازی کو صف سے علیحدہ تنہا کھڑا ہونا باوجودیکہ صف میں فرجہ نہیں ہے مکروہ ہے یا کیا ؟

(جواب ۲۰۹) صف کے بعد اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے اس شخص کو چاہئیے کہ اگلی صف میں سے ایک آدمی کو اپنے ساتھ کھڑا کرنے کے لئے لے لے ہاں اس کا لحاظ رکھے کہ کسی واقف کار کو لے تاکہ نماز میں مزاحمت کی صورت پیدا نہ ہو جائے(۳) واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ولو نوى الاقتداء بالإمام أولم يخطر ببالة أنه زيد او عمرو أو يرى أنه زيد فإذا هو عمرو صح اقتداء ه فإ ذا نوى الاقتداء بزيد فإذا هو عمرو لم يجز' كذافي التبيين (عالمگيرية' فصل في النية ۱/ ٦٧ مكتبه ماجديه' كوئثه)

(۲) وكره . و قيام الامام في المحراب لا سجوده فيه' و قدماه خارجه' لأن العبرة للقدم الخ (التنوير و شرحه' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' ۱/ ٦٤٥' ط سعيد)

(۳) قال في الشامية: " وان وجد في الصف فرجة سدها' وإلا انتظر حتى يجئى آخر فيقفان خلفه وإن لم يجئى حتى ركع الإمام يختار اعلم الناس بهذه المسئلة فيجذ به و يقفان خلفه الخ (باب الامامة' ۱/ ٥٦٨ ط سعيد)

(۱) مسجد کی بالائی منزل پر جماعت کرنا
(۲) دروں کے درمیان صف بنانا

(سوال) (۱) مسجد میں نیچے نماز پڑھنا بہتر ہے یا اوپر ؟ چند نمازی کہتے ہیں کہ جب اوپر بھی باقاعدہ مسجد و محراب بنی ہوئی ہے تو اوپر بھی نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا نیچے کا۔
(۲) بڑی جماعت میں تیسری یا چوتھی صف میں لوگ جگہ کم ہونے کی وجہ سے دروں کے بیچ میں نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیا ان لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے ؟
(جواب ۲۱۰) (۱) اگر اوپر بھی مسجد بنی ہوئی ہے تو نیچے یا اوپر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اوپر مسجد نہ بنی ہو یعنی محراب نہ ہو تو فرض کی جماعت نیچے پڑھیں سنتیں اور نوافل اوپر پڑھ سکتے ہیں(۱)
(۲) دروں کے درمیان کھڑے ہونے والوں کی نماز ہو جاتی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جہاں امام مقرر ہو وہاں جماعت ثانیہ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء)
(سوال) ایک مسجد میں امام مقرر ہے پنج وقتہ جماعت ہوتی ہے اس میں جماعت ثانی کے واسطے کیا حکم ہے ؟
(جواب ۲۱۱) ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

صحن مسجد میں نماز کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۷ء)
(سوال) ایک مسجد کے متولی صاحبان نے مسجد کی خدمت کے لئے ایک شخص مسلمان کو تنخواہ مقرر کر کے رکھا اور اس سے یہ شرط کی ہے کہ مسجد کو خوب صاف رکھنا اور مسجد کی حفاظت کرنا اور جب نماز کی جماعت مسجد میں کھڑی ہووے اس وقت تم جوتے جہاں مصلیوں کے رکھے جاتے ہیں اس کے قریب کھڑے ہو کر نماز باجماعت ادا کرنا چنانچہ موافق اس شرط کے وہ خادم جماعت سے بہت دور بلکہ مسجد سے باہر جوتیوں کے نزدیک جماعت خانہ سے علیحدہ کھڑا ہو کر باجماعت نماز ادا کرتا ہے ایسی صورت میں اس خادم کی نماز میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے یا نہیں ؟

---

(۱) الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ و بھذا إذا اشتد الحر یکرہ أن یصلون بالجماعۃ فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحه للضرورۃ الخ (عالمگیریۃ' کتاب الکراھیۃ' الباب الخامس فی اداب المسجد الخ ۵/۳۲۲ ط سعید)
(۲) والا صطفاف بین الاسطوا نتین غیر مکروہ لأنه صف فی حق کل فریق (مبسوط ' باب الجمعۃ ۲/۳۵ ط بیروت' لبنان)
(۳) ویکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ الخ (الدر المختار' باب الإمامۃ ۱/۵۵۲ ط سعید)

(جواب ۲۱۲) اگر یہ شخص مسجد کے باہر ہو تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہو گی اور مسجد کے کسی حصے میں ہو تو اقتدا تو صحیح ہو جائے گی مگر علیحدہ تنہا ہو جانے کی وجہ سے کراہت ہو گی اس کے ساتھ کوئی اور بھی دو ایک آدمی کھڑے ہو جائیں تو کراہت بھی جاتی رہے گی اگر اس کام پر کسی غیر مسلم کو رکھا جائے تو بہتر ہو گا (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

صف میں جگہ نہ ہو' تو آنے والا کہاں کھڑا ہو؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۱ء)
(سوال) نماز باجماعت ہو رہی ہے کسی طرف جگہ نہیں ہے باہر سے آنے والا اگلی صف میں سے بائیں سے آدمی کو نکالے گا یا دائیں سے؟ اگر باہر سے آنے والے کو بائیں والے پر یہ شک ہے کہ شاید یہ شخص واقف ہے یا نہیں اور دائیں والے سے واقف ہے کہ یہ جانتا ہے تو کس کو نکالے گا؟ پھر اگر دونوں کو نہیں نکال سکتا تو اکیلے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس نے کسی طرف سے آدمی کو نکال لیا ہے تو پھر بیچ میں کھینچ کر لے جائے یا وہیں پر دونوں کے پیچھے کی صف میں کھڑے ہو جائیں؟ کتنی رکعت تک وہ پیچھے کھینچ سکتا ہے؟
(جواب ۲۱۳) آنے والا صف کے دائیں بائیں جانب سے جس طرف ایسا آدمی ہو جو اشارہ پانے سے ہٹ آئے ایک کو لے کر وہیں پر پیچھے دونوں کھڑے ہو جائیں اسے کھینچ کر درمیان میں نہ لائے اگر دونوں طرف ایسا آدمی نہ ہو تو تنہا پیچھے کھڑا ہو جائے رکعت پہلی ہو یا دوسری یا تیسری یا چوتھی کا حکم یہی ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جماعت ثانیہ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)
(سوال) جماعت ثانیہ (ایسی مسجد میں جس میں نماز کے اوقات مقرر اور مؤذن وامام مامور ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والے یا مسجد میں نماز پڑھنے والے اکثر حضرات مقامی ہوتے ہیں) جائز ہے یا نہیں؟ عدم شرکت جماعت کی وجہ سے اگر کوئی شرعی مجبوری یا عدم اطلاع اذان ہو تو ایسی صورت میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے یا نہیں؟
(جواب ۲۱۴) جس مسجد میں پنجگانہ جماعت مقررہ اوقات پر ہوتی ہو اور مؤذن وامام مقرر ہو اس میں

---

(۱) فناء المسجد له حكم المسجد حتى لو قام فى فناء المسجد و اقتدى بالإمام صح اقتداءه و إن لم تكن الصفوف متصلة الخ (عالمگيرية' كتاب الصلوة فصل كره غلق المسجد ۱/ ۱۰۹ مكتبه ماجديه كوئٹه)
(۲) وإن وجد فى الصف فرجة سدها وإلا انتظر حتى يجئى آخر فيقفان خلفه وإن لم يجئى حتى ركع الإمام يختار أعلم الناس بهذه المسئلة فيجذ به و يقفان خلفه ولو يجد عالماً يقف خلف الصف بحذاء الإمام للضرورة (رد المحتار' باب الإمامة ۱/ ۵۶۸ ط سعيد)

دوسری جماعت بتکرار اذان واقامت وقیام محراب باتفاق مکروہ ہے اور اگر اذان واقامت کی تکرار نہ کی جائے اور پہلی جماعت کی جگہ بھی بدل دی جائے تو مکروہ تحریمی نہیں ہے مگر علمائے محققین کی ایک بڑی جماعت اس کو خلاف اولیٰ بتاتی ہے اور دلائل اس کے قوی ہیں اور دوسری جماعت اس کو خلاف اولیٰ نہیں کہتی جماعت اولیٰ میں شرکت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو اس کا اس مسئلے پر کچھ اثر نہیں (۱) واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ عفاعنہ ربہ'

بوقت تراویح فرض کی جماعت کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) رمضان شریف میں تراویح کی جماعت ہو رہی ہے دوسری صف میں چار پانچ نمازیوں نے آکر فرض کی جماعت شروع کر دی آیا دونوں جماعتوں کی نماز ہو گئی ؟

(جواب ۲۱۵) دونوں کی نماز تو ہو گئی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے دونوں جماعتیں علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر ہونی چاہئیے تھیں۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مسجد محلہ میں تکرار جماعت کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) اگر کسی مسجد میں نماز باجماعت ہو چکی ہے تو کیا اسی مسجد میں دوبارہ جماعت ناجائز ہو گی ؟ اور جماعت ہو جانے کے بعد انفرادی طور پر نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

(جواب ۲۱۶) حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں جس میں پنج وقتہ منتظم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے اگر دوسری جماعت اذان واقامت کے اعادہ کے ساتھ ہو تو ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کراہت تحریمیہ پر متفق ہیں لیکن اگر اذان واقامت کا اعادہ نہ ہو اور محراب سے بھی عدول کر لیا جائے تو اس کو امام ابو یوسفؒ جائز فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے لیکن کراہت تحریمی نہیں تنزیہی ہے ہاں انفرادی طور پر (جماعت اولیٰ کے بعد) نماز پڑھنا اسی مسجد میں جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) المسجد إذا كان له إمام معلوم و جماعة معلومة في محلة فصلى أهله فيه بالجماعة لا يباح تكرار ها فيه بأذان ثان أما إذا صلوا بغير أذان يباح اجماعاً الخ (عالمگيرية' الفصل الأول في الجماعة ۱/۸۳ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) (فتاوی دار العلوم دیوبند ۳/۵۳ ط مکتبه امدادیه ملتان و احسن الفتاوی ۳/۵۲٦ ط سعید کمپنی)

(۳) قال في الدر المختار : " ويكره تكرار الجماعة بأذان و أقامة في مسجد محلة " الخ و في الشامية : " (قوله يكره) أي تحريماً لقول الكافي : " لا يجوز " . ولو كرر اهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز اجماعا' كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن . و مقتضى هذا الا ستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ويؤ يده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحدانا الخ و عن ابي يوسف إذا لم تكن على الهيئة الأولى لا تكره وإلا تكره' وهو الصحيح و بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة الخ (باب الإمامة' مطلب في تكرار الجماعة في المسجد ۱/۵۵۲، ۵۵۳ ط سعید کمپنی) .

محلّہ کی مسجد میں دوسری جماعت کا حکم

(سوال) محلّہ کی مسجد میں امام نہیں ہے لیکن اس کے قریب چھوٹا سا بازار بھی ہے اور بازار کی سڑک بھی مسجد کے دس بارہ ہاتھ کے فاصلے پر ہے آیا اس مسجد میں دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہے یا نہیں اگر مکروہ ہو تو جماعت بہتر ہے یا الگ الگ ؟ المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا)

۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۷) جس مسجد میں کہ جماعت کا انتظام ہو اور نماز کا وقت معین ہو اور امام بھی مقرر ہو اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے' بازار کے قریب ہونے نہ ہونے سے اس حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چوتھا باب
مسجد اور عیدگاہ کے آداب واحکام
فصل اول۔ مسجد میں جنبی کا داخل ہونا

مسجد میں سوتے ہوئے شخص کو احتلام ہو جائے' تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) اگر کوئی مسجد میں سو گیا اور اس کو احتلام ہو گیا تو کیا کرے ؟

(جواب ۲۱۸) اگر کوئی شخص مسجد میں سو جائے اور اس کو احتلام ہو جائے تو تیمّم کر کے باہر نکل جائے اذا خاف الجنب اوالحائض سبعاً اولصاً او برداً فلا بأس بالمقام فيه والا ولىٰ ان يتيمم تعظيماً للمسجد . هكذا فى التتارخانيه (عالمگیری ص ۳۹ ج ۱)(۲) وفی فتاویٰ قاضی خان ص ۶۲ (۳) ولو كان الرجل فى المسجد فغلبة النوم و احتلم تكلموا فيه قال بعضهم لا يباح له الخروج قبل التيمم و قال بعضهم يباح . انتهىٰ

جنبی صحن مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(سوال) صحن مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں اور جنبی کے دخول اور خروج کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۲۱۹) صحن مسجد سے مراد شاید وہ جگہ ہو جو فرش مہیا للصلوٰۃ سے زائد خالی پڑا رہتا ہے وہ مسجد کے حکم وقف میں تو مسجد کے ساتھ شامل ہے مگر حرمت دخول جنبی میں نہیں کیونکہ وہ مصالح مسجد اور

---

(۱) قال فى الدر المختار : " و يكره تكرار الجماعة فى مسجد المحلة (باب الإمامة ۱/ ۵۵۲ ط سعید)
(۲) (الفصل الرابع فى أحكام الحيض والنفاس والا ستحاضة ۱/ ۳۸ ' ط ماجدیه' کوئٹه)
(۳) (فتاوىٰ قاضى خان على هامش العالمگیرية : فصل فيما يجوز به التيمم ۱/ ٦٤ ط سعيد)

آرام مصلین کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا مبنیٰ واقف کی نیت پر ہے (۱) واللہ اعلم ۔
محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

فصل دوم۔ مسجد کی کسی چیز یا زمین کو استعمال کرنا یا میت کو دفن کرنا

مسجد کے اندر تیمم کرنا

(سوال) اگر کوئی شخص مسجد کے اندر تیمم کر کے نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۲۰) مسجد کے اندر مسجد کے اجزاء سے تیمم کرنا غیر مستحسن ہے۔ فی الاشباہ والنظائر منہا اخذ شئی من اجزائہ قالوا فی ترابہ ان کان مجتمعا جازا لا خذ منہ و مسح الرجل منہ والا لا. انتہی . (۲)

مسجد کی دری کا جلسہ میں استعمال

(سوال) مسجد کی ٹاٹ جو صرف مسجد کے لئے ہے اس کو کسی جلسہ جلوس میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۱) مسجد کے ٹاٹ کو مسجد سے باہر لے جانا اور کسی جلسہ میں استعمال کرنا جائز نہیں (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے پانی کا استعمال

(سوال) (۱) مساجد میں نمازیوں کے لئے پانی رکھا جاتا ہے اب اگر کوئی شخص خارج از مسجد بیٹھا ہو وہ مسجد کے اندر سے پانی منگا کر پی سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) حمام میں وضو کے لئے پانی بھرا جاتا ہے تو اس پانی سے غسل بھی کر سکتے ہیں یا نہیں جب کہ کنواں موجود ہے نیز ایسا فعل کرنے والے پختہ نمازی بھی نہیں گاہے گاہے نماز پڑھ لیتے ہیں ایسے شخص و دیگر پابند صوم و صلوٰۃ کا دونوں کا حکم یکساں ہے۔ یا کچھ فرق ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۵۹ منشی دیدار احمد صاحب (جیند) ۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۲۵ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۲) (۱) اگر پانی رکھوانے والا صرف نمازیوں کے لئے پانی رکھواتا ہے تو سوائے نمازیوں کے اور

---

(۱) واما المتخذ لصلاۃ جنازۃ أو عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء لا فی غیرہ فحل دخولہ لجنب و حائض کفناء مسجد و رباط الخ (التنویر مع الدر' مطلب احکام المسجد ۱ /۶۵۷ ط سعید کمپنی' پاکستان)
(۲) (الفن الثالث' القول فی أحکام المسجد ٤ / ٥٤ ط ادارۃ القرآن' کراچی)
(۳) (امداد الأحکام : ۱ / ٤٦۲ ط مکتبہ دار العلوم' کراچی)

کوئی شخص یہ پانی نہیں پی سکے گا (۱) (۲) جو پانی صرف وضو کے لئے بھرا جاتا ہے اس کو غسل میں خرچ نہ کرنا چاہئیے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تلاوت کے لئے مسجد کی بتی کا استعمال

(سوال) متعلقہ استعمال مال مسجد

(جواب ۲۲۳) عمرو کو بڑی بتی جلانا نماز کے بعد درست نہیں اگر وہ قرآن شریف مسجد ہی میں پڑھنا چاہے تو چھوٹی بتی میں پڑھے ورنہ اپنے گھر جاکر تلاوت کرے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی زمین میں میت کو دفن کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) ڈلہوزی کی جامع مسجد میں متولیوں نے اپنی بد دیانتی اور حکام کی مدد سے ایک شخص منشی عبداللہ کو دفن کر دیا ہے جو علانیہ سود کھاتا تھا اور انگریزوں کے ساتھ بلا تمیز حلال و حرام کھانا کھانے کا عادی تھا کیا یہ فعل جائز ہے؟

(جواب ۲۲٤) جو زمین مسجد کے لئے وقف ہے اس پر سوائے مصالح مسجد کے اور کوئی تصرف جائز نہیں پس اس قطعہ زمین میں جو مسجد کا ہے اموات کو دفن کرنا ناجائز تھا اور اس حکم میں نیک و بد کا کوئی فرق نہیں (٤)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کی دریوں کو عیدگاہ میں استعمال کرنا

(سوال) جامع مسجد کی دریاں وغیرہ عید کے روز عیدگاہ میں لے جانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۲۲۵) جامع مسجد کی دریاں عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے لے جانا نہیں چاہئیے الا جب کہ دریاں

---

(۱) وإذا وقف للوضو لا يجوز الشرب منه و كل ما أعد للشرب حتى الحياض لا يجوز فيها التوضو' كذا في خزانة المفتيين (عالمگيرية ' كتاب الوقف' الباب الثاني عشر في الرباطات الخ ٢/ ٤٦٥ ماجديه)
(٢) لا يجوز الوضو من الحياض المعدة للشرب في الصحيح و يمنع من الوضو منه وفيه و حمله لأهله إن ما ذونا به جاز و إلا لا (الدر المختار' كتاب الحظر والإباحة' فصل في البيع' ٦/ ٤٢٧ ط سعيد)
(٣) و يجوز أن يدرس الكتاب قبل الصلاة و بعد ها ما دام الناس يصلون فيه (قاضي خان على هامش العالمگيرية' فصل في المسجد ١/ ٦٨ ط ماجديه) و في العالمگيرية' ولا بأس بأن يترك سراج المسجد في المسجد إلى ثلث الليل ولا يترك اكثر من ذلك (فصل كره غلق المسجد ١/ ١١٠ ط ماجديه)
(٤) بل ينقل إلى مقابر المسلمين و مقتضاه أنه لا يدفن في مدفن خاص كما يفعله من يبني مدرسة و نحو ها و يبني له بقربها مدفنا الخ (رد المحتار' كتاب الجنائز' مطلب في دفن الميت' ٢/ ٢٣٥ ط سعيد كمپني)

کسی ایک شخص کی دی ہوئی ہوں اور اس نے اجازت دی ہو کہ جامع مسجد و عید گاہ میں استعمال کی جائیں (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل سوم۔ مسجد کے سامنے باجہ بجانا

مسجد کے قریب باجہ بجانا

(سوال) عرصہ پچیس سال سے قصبہ سونی پت میں رام لیلا ہوتی ہے اس کے راستے میں چھ مسجدیں پڑتی ہیں حکم سرکاری سے ہر ایک مسجد کے قریب پچیس قدم آگے اور پچیس قدم پیچھے باجا بند ہو جاتا تھا لیکن امسال بعض مسلمانوں نے اس کے برعکس کام کرنا چاہا یعنی برادران وطن کے ساتھ مل کر باجا بجوانے کی کوشش کی اور ہر وقت اس کوشش میں سرگرم رہتے ہیں اور اسلام کے برخلاف کام کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا؟ المستفتی سید شریف حسین

(جواب ۲۲٦) جب کہ پچیس سال کے عرصہ سے مسلمانوں کا یہ حق مسلم ہے کہ ان کی مساجد کے سامنے مساجد کے احترام کے لحاظ سے باجا نہیں بجایا جاتا تھا اور اس حق کے ثبوت میں انتظامی قانون ان کا حامی ہے تو اب کوئی وجہ نہیں کہ کوئی مسلمان اس حق سے دستبرداری کریں اور وہ مساجد کے احترام کی مخالفت اور باجے کی اجازت کی صورت میں جو قطعاً اسلام میں حرام ہے خلاصہ یہ کہ باجے بجانا شریعت اسلامیہ میں ممنوع و حرام ہے اور مساجد کی اہانت یا ان کے احترام کے خلاف کوئی فعل کرنا یہ بھی حرام ہے اور ثابت شدہ حق جس کے چھوڑنے میں کسی حرام کی اجازت لازم آتی ہو اس سے دست برداری کرنا بھی ممنوع ہے جو لوگ محض ہندوؤں کی خاطر خلاف قاعدہ مستمرہ باجا بجانے کی اجازت دیں یا اس کی سعی کریں وہ گناہ گار اور فاسق ہوں گے (۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

مسجد کے قریب شور مچانا اور گانا بجانا

(سوال) شہر کے مشرکین بغرض اہانت و حقارت مسجد و تذلیل و توہین اسلام و تحقیر مسلمین اپنے بتوں کے جلوس کو شان و شوکت سے مع باجوں گاجوں اور نعرہ ہائے غیر اللہ کے مساجد کے سامنے سے گزارنا چاہتے ہیں اور یہ امر ان کے مذہبی ضروری احکام میں سے بھی نہیں ہے شہر کی آبادی مساوی ہے یعنی ہندو و مسلم نصفا نصف تعداد میں ہیں ایسی صورت میں آیا مسلمانوں کو حتی الامکان و حسب استطاعت ان خرافات کو

---

(۱) شرط الواقف کنص الشارع أی فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به الخ (الدرالمختار: کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع ٤/٤٣٣، ط سعید)
(۲) قال الله تعالی: " ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن یذکر فیها اسمه و سعی فی خرابها الآیة (بقرة آیت: ۱۱٤) وقال تعالی: " تعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان (المائدة آیت: ۲)

روکنے اور مساجد کی حرمت قائم رکھنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۲ سکریٹری جمعیتہ المسلمین مانگرول ضلع کاٹھیاواڑ۔

۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۲۷) ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے انگریزی قانون رائج ہے عام سڑکیں گزرگاہ عامہ کے لئے ہیں غیر مسلموں کو بتوں کے جلوس نکالنے اور نعرے لگانے سے باز رکھنا مسلمانوں کے اختیار میں نہیں ہے مساجد کے سامنے سڑک پر باجا بجانے اور شور مچانے سے نماز و جماعت کے اوقات میں روکا جاسکتا ہے کہ اس سے نمازمیں اور عبادت میں خلل آتا ہے خالی اوقات میں غیر مسلموں کو حق ہمسائیگی کی بنا پر باجہ روکنے کی فرمائش کی جاسکتی ہے مسلمانوں کو اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرنا چاہئیے کہ وہ اپنی مساجد کی کس قدر تکریم کرتے ہیں اگر خود مسلمان اپنے جلوسوں شادیوں میں مساجد کے سامنے باجے بجائیں تو ان کو بھی شرم کرنی چاہئیے (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کے قریب گانے والوں کو روکا جائے

(سوال) شہر کے مشرکین اپنے بتوں کے جلوس کو باجوں گاجوں اور نعرہائے غیر اللہ کے ساتھ مساجد کے سامنے سے گزارنا چاہتے ہیں مسلمانوں کو ان خرافات کو روکنے کا حق ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۶۳، ۵۲ سکریٹری جمعیتہ المسلمین مانگرول

۲۳ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۲۸) مساجد شعائر اللہ میں داخل ہیں اور شعائر اللہ کا احترام مسلمانوں پر لازم ہے اصنام کے جلوس نکالنا اور شان و شوکت کے ساتھ ان کو شوارع عامہ پر گشت کرانا کفر و شرک کے شعائر میں سے ہے ہندوستان میں چونکہ حکومت متسلطہ کا قانون رائج ہے اور مسلمان غیر مسلموں کو اظہار شعائر کفر سے روکنے پر قادر نہیں ہیں اس لئے ان پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں ہے رہا مسجد کے سامنے شور کرنا شرکیہ نعرے لگانا' تو یہ نماز و جماعت کے اوقات میں حقوق عامہ اور احکام نماز کے منافی ہے کہ اس سے نماز و عبادت میں خلل آتا ہے اس کے انسداد کے لئے مسلمانوں کو قانونی سعی کرنی چاہئیے جہاں تک ممکن ہو اس قضیے کو باہمی تصفیے سے سلجھانا چاہئیے مسلمانوں کا یہ بھی فرض ہے کہ خود اپنے جلوسوں' شادیوں میں بھی مساجد کا احترام قائم رکھیں اور مساجد کے سامنے ہرگز باجہ وغیرہ نہ بجائیں اور جنگ و جدل سے حتی الامکان احتراز کریں (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) قال النبی ﷺ : " من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ' فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ' وذلک أضعف الإیمان (مسلم ' باب کون النھی عن المنکر من الإیمان ۱/ ۵۱ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(۲) (ایضاً)

مسجد کے سامنے باجے وغیرہ بجاتے ہوئے گزرنا

(سوال) گزشتہ ۷ جولائی کو یہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا ہے عام مسلمان اور علماء پونے دو سو گرفتار ہو چکے ہیں ہنوز گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہے (خدارا دعا فرمایئے) جانبین سے متعدد مقدمات دائر ہیں مسجد کے سامنے باجا وغیرہ بجا کر جانے کے سلسلہ میں یہ فساد ہوا ہے بہ سلسلہ گفتگوئے صلح ہندوؤں نے ایک تحریر اس مضمون کی دستخط کر کے حاکم کے سامنے دے دی ہے کہ اگر شریعت اسلام اس کو منع کرے تو ہم چھوڑ دیں گے اب مع دلائل اور حوالجات ایک فتوے کی ضرورت ہے ورنہ کم از کم مسلمانوں کی عزت و آبرو خاک میں مل جائے گی اس سے زیادہ کیا عرض کروں مخفی نہ رہے کہ تمام ہندوستان میں اس قسم کے فسادات کی جو نوعیت ہے یہاں بھی وہی ہے' اس لئے اور زیادہ توضیح کی ضرورت معلوم نہیں ہوئی صرف اتنی بات ہے کہ ہندو غیر اوقات صلوۃ میں بجانا چاہتے ہیں اور مسلمان یہ کہتے ہیں کہ مسجد عبادت بندگی کے لئے ہے اور کوئی وقت اس سے خالی نہیں ہے اس لئے کسی وقت میں مسجد کے سامنے باجا وغیرہ بجا کر جانے نہیں دیں گے اب حالت کا اندازہ لگا کر جلد ہماری خبر گیری فرمایئے دلائل پیش کرنے کی تاریخ مورخہ ۱۱ اگست مقرر ہوئی ہے اس لئے ہم زیادہ بیتاب ہیں قرآن' حدیث' فقہ' غرضیکہ ہر چیز پر نظر رہے تو اچھا ہے اور چونکہ ہم جیسے بے بضاعتوں کو ہی دلائل پیش کرنا پڑے گا اس لئے توضیح اور تشریح کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

المستفتی نمبر ۲۳۹۲ محمد عبداللطیف صاحب (آسام) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ م ۹ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۹) اوقات صلوۃ میں تو باجے وغیرہ سے نماز میں خلل واقع ہونے کی بنا پر باجے کو روکنا درست ہے لیکن غیر اوقات صلوۃ میں تو یہ وجہ نہیں اس میں تو صرف مسجد کا احترام پیش کیا جاسکتا ہے لیکن یہ احترام ایک اسلامی حکم ہے غیر مسلم اپنے مذہبی نقطہ نظر سے احترام کا پابند نہیں لہذا اس معاملے میں رواداری اور تعامل قدیم کو استدلال میں پیش کرنا قرین صواب ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل چہارم ۔ زمین مغصوبہ یا غیر موقوفہ پر بنائی ہوئی یا مال حرام سے بنائی ہوئی مسجد

مال حرام سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز کا حکم

(سوال) جو مسجد ناجائز کمائی سے زمین مغصوبہ پر بنائی جائے اس میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۳ شیخ بھائی جی علاقہ خاندیس۔ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳۰) جو مسجد مال حرام سے بنی ہو یا غصب کی زمین پر اس میں نماز پڑھنی مکروہ ہے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) العادۃ محکمۃ (الاشباہ والنظائر' القاعدۃ السادسۃ' الفن الاول فی القواعد الکلیۃ ۳۵۸/٤ ط ادارۃ القرآن' کراچی) (۲) وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ و فی طریق (الی ان قال) وأرض مغصوبۃ اوللغیر (الدرالمختار' کتاب الصلاۃ ۱/ ۳۸۱ ط سعید)

ہیجڑوں کی کمائی سے بنی ہوئی مسجد میں نماز کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) قصبہ کونچ ضلع جالون میں اہل ہنود کے محلے میں نہایت عمدہ موقع پر ایک مسجد قدیم شکستہ ہیجڑوں کی ناجائز کمائی سے بنائی ہوئی غیر آباد حالت میں موجود ہے کیا مسجد مذکور کو درست کر کے نماز پڑھنا جائز ہے ؟ مسجد کا ملبہ اسی مسجد یا اس کے متعلقات میں یا کسی دوسری جگہ اسلامی مدرسہ میں لگایا جاسکتا ہے ؟ کیا اسی زمین پر نئے اینٹ پتھر سے دوسرے مسلمان نئی مسجد بنا سکتے ہیں ؟ بعض مفسد ہندو اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ؟

(جواب ۲۳۱) اس مسجد کو غیر مسلموں کے قبضہ سے بچانا مسلمانوں پر لازم ہے اور اس کو تعمیر کر کے آباد کرنا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے اس کا ملبہ اگر اس میں صرف ہو سکتا ہے تو اسی میں لگا دینا چاہئیے ورنہ دوسری جگہ منتقل بقیمت کیا جاسکتا ہے اگر اصل بانی کے وارث موجود ہیں تو ان کو زمین کی قیمت دیدی جائے اور مسلمان اپنی طرف سے مسجد کو تعمیر و وقف کردیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل پنجم۔ مسجد میں یا سقف مسجد پر سونا اور قیام کرنا یا نماز پڑھنا

مسجد کے اوپر امام کے لئے کمرہ بنانا

(سوال) مسجد کی چھت پر کمرہ وغیرہ بنانا امام کے رہنے یا کرائے پر دینے کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶ عبدالمجید خاں ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م یکم اگست ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳۲) مسجد کی چھت پر رہائش کرنا یا رہائش کے لئے کمرہ بنانا درست نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں سونا

(سوال) بعد نماز عشا مسجد میں شب بھر سونا درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۶ پیر محمد پان فروش (ساگر) ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳۳) مسجد میں بلا ضرورت سونا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی شخص مسافر ہو اور اس کے لئے اور کوئی جگہ نہ ہو اور وہ ضرورۃً مسجد میں سورہے تو مضائقہ نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) و نقضه يصرف إلى عمارته او يدخر لوقت الحاجة إليه وان تعذر صرفه إليها بيع و صرف ثمنه إليها (شرح الوقاية، كتاب الوقف ۲/ ۳۵۵ ط سعيد) (۲) اگر مسجد [illegible] تو درست ہے ورنہ نہیں. قال في شرح التنوير: لو بنى فوقه بيتا للإمام لا يضر لأنه من المصالح أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق (كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد ۴/ ۳۵۸ ط سعيد) (۳) و يكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف الخ ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد (عالمگيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد ۵/ ۳۲۱ ط سعيد)

خادم کا مسجد میں مستقل رہائش کرنا

(سوال) مسجد کے اندر یعنی اس جگہ جہاں جماعت ہوا کرتی ہے کسی شخص کا قیام بالا ستقامت ماہ دو ماہ خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اس طور پر کہ شخص مذکور وہیں رہے سوئے اور باتیں دنیاوی اور تمام لوازمات زندگی وہیں مسجد میں پوری کرے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۵۳ محمد عثمان صاحب بمبئی

۷ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۱۲ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۴) اگر یہ شخص مسجد کے متعلقہ اشخاص میں سے ہو کہ مسجد کی ضروریات اس سے وابستہ ہوں مثلاً امام یا مؤذن یا خادم ہو اور اس کے لئے رہنے کی اور کوئی جگہ میسر نہ ہو اور اس کے رہنے سے نمازیوں کو تکلیف پیش نہ آئے اور وہ مسجد کے احترام کا پورالحاظ رکھے تو ان شرائط کے ساتھ مسجد میں قیام کی اجازت ہے اور اگر دوسری جگہ سکونت کے لئے میسر ہو یا مسجد سے غیر متعلق ہو اور مسافر بھی نہ ہو یا اس کی رہائش سے نمازیوں کو تکلیف اور تنگی ہو یا مسجد کی بے ادبی یا توہین ہوتی ہو یا تلویث و تکلیف لازم آتی ہو تو ان صورتوں میں اس کو اجازت نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں رہائش کرنا

(سوال) کوئی ایسا شخص مسجد میں ٹھہر سکتا ہے یا نہیں جو مسجد میں ہی کھاتا پیتا ہے اور مسجد میں ہی سوتا ہے اور دنیاوی باتیں بھی مسجد میں ہی کرتا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۹۰ سیٹھ میاں محمد دوست محمد (ہمت نگر)

۷ صفر ۱۳۵۳ھ ۲۶ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۵) مسجد میں اس طرح ٹھہرنا کہ مسجد گویا قیام گاہ ہے اور نمازیوں پر نماز پڑھنے کی جگہ کو تنگ کرنا یا مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا اور بلا ضرورت شدیدہ مسجد میں سونا حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے کسی مسافر کو جب کہ اس کے لئے مسجد سے علیحدہ کوئی جگہ نہ ہو سخت ضرورت کے لئے مسجد میں سو رہنا جائز ہے مگر اسی شرط سے کہ اس کے ٹھہرنے سے مسجد کے احترام میں فرق نہ آئے اور نمازیوں کے لئے نماز کی جگہ تنگ نہ ہو اور ضرورت پوری ہوتے ہی وہ مسجد کو چھوڑ دے اور مسجد میں کھانے پینے سے اگر مسجد ملوث ہوتی ہے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اگر مسجد کے علاوہ کوئی قیام گاہ مسافروں کے لئے ہو تو مسجد کو مسافر خانہ بنانا مکروہ ہے (۲) وهذا كله معروف فى الفقة الحنفى والله تعالىٰ و علمه اتم واحكم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) والعاشر أن لا يضيق على أحد في الصف . والرابع عشر أن ينزهه عن النجا سات والصبيان (عالمگيرية' كتاب الكراهية' آداب المسجد ۵/ ۳۲۱ ط ماجديه)

(۲) ويكره النوم والأ كل فيه لغير المعتكف الخ ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام فى المسجد فى الصحيح من المذهب والأحسن أن يتورع فلا ينام الخ (عالمگيرية كتاب الكراهية' آداب المسجد ۵/ ۳۲۱ ط ماجديه' كوئٹه پاكستان)

نمازیوں کا مسجد میں سونے کی عادت بنانا

(سوال) (۱) جامع مسجد دہلی کے دالانوں میں مسلمان بے نمازی اور فقراء آوارہ گرد سوتے ہیں نماز ادا نہیں کرتے، مسجد کو سرائے بنا رکھا ہے (۲) نمازی مسلمان بھی بعد نماز ظہر، عصر کی نماز تک اندرون مسجد سوتے رہتے ہیں مسجد کے اندر یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی نمبر ۱۱۱۱ محمد عثمان صاحب منتظم جامع مسجد دہلی۔ ۷ ا جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۳۶) بے نمازیوں کو مسجد میں سونے اور اس کو خواب گاہ بنا لینے کا کوئی حق نہیں کیونکہ بے نمازی ہونے کی جہت سے بھی یہ اندیشہ ہے کہ وہ مسجد کی تطہیر و تنظیف کا خیال بھی نہ رکھیں نمازیوں کا مسجد میں اوقات نماز کے علاوہ لیٹ جانا اور سو جانا اگر اتفاقی طور پر ہو تو مباح ہے لیکن مسجد کو ایک خواب گاہ بنا لینا ان کے لئے بھی درست نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد کے برآمدے میں سونا
(۲) مسجد میں سامان کے لئے صندوق رکھنا
(۳) تعمیر کے لئے جمع شدہ چندہ کو امام و مؤذن کی تنخواہ میں دینا
(۴) مسجد میں رات کو وظیفہ پڑھنا

(سوال) (۱) ایک شخص متقی پرہیز گار کا جائے ٹھکانا نہیں اس شخص کا مسجد کے باہر برآمدہ میں رہنا سونا جائز ہے یا نہیں (۲) مسجد کا سامان مسجد کے اندر یا باہر برآمدہ میں پیٹی میں بند کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں (۳) مسجد میں مؤذن روزانہ پتی سے پیسہ اٹھاتا ہے مسجد کی مرمت کرنے کے واسطے سب آدمی بطور صدقہ دیتا ہے اس جمع شدہ پیسہ سے پیش امام کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ پیش امام کی تنخواہ بستی والوں کے چندہ سے مقرر و معین بھی ہے (۴) مسجد میں بعد نماز عشاء کے ایک دو بجے رات اس وقت کسی آدمی کا نام و نشان نہیں اس وقت میں ذکر و اذکار و مراقبہ کرنا جائز ہے یا نہیں حالانکہ جامع مسجد نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۳۳۷ مولوی سراج الحق صاحب (ضلع پردم) ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ ۷ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۷) (۱) مسجد کا برآمدہ اگر مسجد سے خارج ہے تو اس میں کسی نیک متقی کے اتفاقاً سو جانے کا مضائقہ نہیں اگر یہ شخص مسجد کے متعلقین میں سے ہے مثلاً امام ہے یا مؤذن یا نگراں تو اس کو برآمدہ میں (جب کہ برآمدہ مسجد سے خارج ہو) سونا روزانہ بھی جائز ہے لیکن اگر مسجد کے متعلقین میں سے نہیں ہے اور اکثر یا دوامی طور پر مسجد میں سونے کی عادت ڈال رکھی ہے تو یہ مکروہ ہے(۲)

---

(۱) ویکرہ النوم والأ کل لغیر المعتکف وإذا أراد أن یفعل ذلك ینبغی أن ینوی الاعتکاف فیدخل فیه ویذکر الله تعالیٰ بقدر مانوی أویصلی ثم یفعل ماشاء (عالمگیریة، کتاب الکراهیة آداب المسجد ۳۲۱/۵ ط ماجدیه)
(۲) ویکره النوم والأ کل فیه أی المسجد لغیر المعتکف ولا بأس للغریب الخ عالمگیریة کتاب الکراهیة، آداب المسجد ۳۲۱/۵ ماجدیه)

(۲) مسجد کا سامان پیٹی میں بند کر کے مسجد کے وراندہ میں رکھ دینا جائز ہے بشر طیکہ اس کی حفاظت کا انتظام بھی کر لیا جائے اور چوری ہو جانے یا ضائع ہو جانے کا خوف نہ ہو(۱)
(۳) مؤذن روزانہ مسجد میں جو پیسہ جمع کرتا ہے اگر مرمت کے نام سے جمع کرتا ہے تو اس پیسہ کو مرمت کے کام میں ہی خرچ کرنا چاہئیے مؤذن کی یا امام کی تنخواہ اس میں سے دینا جائز نہیں(۲)
(۴) مسجد میں ایک دو بجے رات کو وظیفہ پڑھنا یا مراقبہ کرنا یا نماز پڑھنا جائز ہے مگر آواز سے پڑھنا اگر کسی سونے والے کو تکلیف پہنچائے تو مکروہ ہے' آہستہ پڑھنے میں مضائقہ نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسافر کا مسجد میں سونا

(سوال) کیا فقراء ومساکین اور ہر کس وناکس کا مسجد میں سونا جائز ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۸۰۷ محمد احسن کراچی۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ
(جواب ۲۳۸) مسجد میں لوگوں کا سونا مکروہ ہے سوائے مسافر یا سخت ضرورت مند کے کہ بوقت ضرورت سو جائیں تو مباح ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کی چھت پر کھانا پکانا اور سونا

(سوال) مسجد اور اس کے صحن میں سونا بیٹھنا رات دن درست ہے یا نہیں ؟ اور مسجد کی چھت پر کھانا پکانا اور سونا درست ہے یا نہیں ؟ باوجود حجرہ ہونے کے حجرے کو استعمال نہیں کرتے ؟
(جواب ۲۳۹) مسجد اور اس کی چھت کو ایسے کاموں سے جن میں مسجد کی تلویث ہوتی ہو یا احتمال تلویث ہو یا مسجد کے احترام میں نقصان آتا ہو محفوظ رکھنا لازم ہے ضرورۃً کسی مسافر کو یا بیماری کی وجہ سے امام یا مؤذن کو مسجد میں سو رہنا مباح ہے مگر جب کہ حجرہ یا دوسری کوئی جگہ موجود ہو تو مسجد کو خواب گاہ بنانے سے احتراز ضروری ہے۔(۵) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ولا بأس بأن يتخذ فى المسجد بيتاًتوضع فيه البوارى (عالمگيرية فصل كره غلق باب المسجد ۱/ ۱۱۰ ط ماجديه)
(۲) وإذا أراد أن يصرف شيئاً من ذلك إلى امام المسجد أو إلى مؤذن المسجد ليس له ذلك الإ إذا كان الواقف شرط ذلك فى الوقف' كذافى الذخيره (عالمگيرية' كتاب الوقف' الفصل الثانى فى الوقف على المسجد ۲/ ۴۶۳ ط ماجديه)
(۳) وفى حاشية الحموى عن الامام شعرانى : أجمع العلماء سلفاً و خلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها إلا أن يشوس جهر هم على نائم أو مصل أو قارئ الخ (رد المحتار' كتاب الصلاة' مطلب فى رفع الصوت بالذكر' ۱/ ۶۶۰ ط سعيد)
(۴) ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف الخ ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام فى المسجد (عالمگيرية' كتاب الكراهية' آداب المسجد ۵/ ۳۲۱ ط ماجديه)
(۵) (ايضاً)

(۱) مسجد کے اندر نماز کا ثواب زیادہ ہے یا اوپر؟
(۲) دروازوں کے درمیان صف بنانا

(سوال) (۱) مسجد میں نیچے نماز پڑھنا بہتر ہے یا اوپر بھی نماز پڑھنے کا وہی ثواب ہے چند نمازی کہتے ہیں کہ جب اوپر بھی باقاعدہ مسجد و محراب بنی ہوئی ہے تو اوپر نماز پڑھنے کا ثواب بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ نیچے نماز پڑھنے کا ہے۔
(۲) بڑی جماعت میں تیسری یا چوتھی صف میں لوگ جگہ کم ہونے کی وجہ سے دروں کے بیچ میں نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیا ان لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے؟
(جواب ۲٤۰) (۱) اگر اوپر بھی مسجد بنی ہوئی ہے تو نیچے یا اوپر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اوپر مسجد نہ بنی ہو یعنی محراب نہ ہو تو فرض کی جماعت نیچے پڑھیں سنتیں اور نوافل اوپر پڑھ سکتے ہیں(۱)
(۲) دروں کے درمیان کھڑے ہونے والوں کی نماز ہو جاتی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز
(۲) جمعہ کی سنتوں کے "الصلوة قبل الجمعة" پکارنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء)
(سوال) مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جمعہ کے روز مسجد میں صلوۃ پکارتے ہیں۔ الصلوة قبل الجمعه الصلوة سنة رسول الله پھر لوگ سنتیں پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں کیا یہ فعل مستحب ہے؟
(جواب ۲٤۱) مسجد کی چھت بھی مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے چھت پر نماز پڑھنا خصوصاً گرمی کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے(۳) یہ صلوۃ پکارنا درست نہیں کیونکہ اسکا ثبوت نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

فصل ششم۔ حقوق متعلقہ مسجد

قادیانیوں کا مسلمانوں کی مسجد میں جماعت کرنا

(سوال) شہر پٹیالہ میں ایک مسجد معروف ڈوگراں والی ہمارے ہوش سنبھالنے سے پہلے کی تعمیر شدہ ہے

---

(۱) قال الشامی . أو جعل فوقه بيتا الخ ظاهره أنه لا فرق بين أن يكون البيت للمسجد' أولا لأنة يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجداً فيما إذا لم يكن وقفاً على مصالح المسجد' و به صرح فى الاسعاف الخ (رد المحتار' كتاب الوقف' مطلب في احكام المسجد ٤/۳۵۷' ط سعيد وامداد الأحكام ۱/۳۵۱ ط مكتبه دار العلوم' كراچی)(۲) والا صطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه' لأنه صف فى حق كل فريق الخ (مبسوط باب الجمعة ۲/۳۵' ط بيروت ' لبنان)(۳) الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا إذا اشتد الحريكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة (عالمگيرية' كتاب الكراهية' آداب المسجد ۵/۳۲۲ ط سعيد)(٤) من أحدث فى أمر نا هذا ما ليس منه فهو رد (بخارى' كتاب الصلح' باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود' ۱/۳۷۱' ط قديمى)

سات آٹھ سال سے فرقہ حنفیہ میں سے اس محلّہ میں دوایک نمازی تھے اس لئے فرقہ احمدی کے اشخاص جو اس محلے میں تھے اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے اب چونکہ اس محلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی اور فرقہ حنفی کے چالیس پچاس اشخاص نمازی ہوگئے ہیں نماز کے وقت دونوں فرقوں میں تکرار ہونے پر پولیس نے یہ انتظام کیاہے کہ جمعہ کی نماز ہمیشہ پہلے حنفی پڑھ لیا کریں بعد میں احمدی پڑھ لیا کریں اور دوسری نمازیں ایک دن پہلے حنفی پڑھ لیا کریں اور ایک دن احمدی پہلے پڑھ لیا کریں چونکہ احتمال ہمیشہ دنگہ کا رہتا ہے اس لئے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک مسجد میں دو فرقوں کے دوامام اور دو جماعتیں ہوسکتی ہیں یا نہیں ؟ اس مسجد کا بانی بھی حنفی تھا۔ المستفتی نمبر ۵۹ مطیع محمد ٹھیکیدار۔ پٹیالہ

۲۱ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۴۲) جب کہ وہ مسجد قدیم سے اہل السنّت والجماعۃ حنفی فرقے کی مسجد تھی اور وہی اس کے بانی تھے تو اس میں نماز اور جماعت کا حق صرف اسی فرقے کے اہل محلّہ کو ہے وہی مسجد کے مہتمم اور متولی ہیں اور وہی جماعت قائم کرنے اور نماز پڑھنے کے مستحق ہیں مرزائی فرقہ جو جمہور علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہیں اس مسجد میں کسی قسم کے تصرف کا اور جماعت قائم کرنے کا حق نہیں رکھتے مرزائی نہ تو حنفیوں کی جماعت سے پہلے جماعت قائم کر سکتے ہیں اور نہ حنفی جماعت کے بعد اپنی جماعت کر سکتے ہیں پہلے تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ اصل مستحقین بانی مسجد فرقہ سے پہلے انہیں اقامت جمعہ کا کوئی حق نہیں اور بعد میں اس لئے کہ صحیح طور پر جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ کوئی جماعت منظّم طور پر قائم نہیں کی جاسکتی اگر وہ ناحق اپنی جماعت قائم کرنے پر اصرار کریں تو پولیس کا فرض ہے کہ ان کو داخلہ مسجد سے روک دے کہ ان کو اس کا بھی حق نہیں ہے۔ (۱) وهذا اکله ظاهر والله اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

حفاظت کی خاطر مسجد کو تالا لگانا

(سوال) قصبہ نظام آباد کی گنبدی جامع مسجد (یادگار محی الملت والدین اورنگ زیب عالمگیر) کے چند مصلیان جو نماز جمعہ اور عیدین اس مسجد میں پڑھتے ہیں ان کا مصمم ارادہ ہے کہ جامع مسجد کے فنڈ سے مسجد کے کل محرابوں اور دروازوں میں لوہے کا پھاٹک لگادیا جائے اور ہمہ وقت دروازوں میں قفل پڑا رہے اور اوقات نماز پنجگانہ میں مؤذن مسجد اپنے گھر سے آکر قفل کھول دے اور نماز وقتی ادا کرنے کے بعد فوراً قفل لگادے باقی مصلیان مسجد جو نماز جمعہ اور عیدین اس مسجد میں پڑھتے ہیں اکثر خاموش اور بعض ناراض ہیں مگر وہ مصلیان جو اکثر وقتی نماز اس مسجد میں ادا کرتے ہیں وہ بالکل مخالف اور ناراض ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس سے عبادت الٰہی میں رکاوٹ پیدا ہوگی اور وہ خانہ خدا کا مقفل رہنا خلاف شرع سمجھتے ہیں کیونکہ جمہور کی مساجد عام

---

(۱) " ماکان للمشرکین أن یعمروا مساجد الله شاهدین علی أنفسهم بالکفر" (سرة توبه آیت: ۱۷) إنما یعمر مساجد الله من أمن بالله والیوم الآخر الآیة (سورة توبة : آیة : ۱۸)

مسلمانوں کے لئے ہمہ وقت کھلی رہتی ہیں جس سے احتمال تصادم مصلیان مسجد ہے (نوٹ) صحن مسجد چہار دیواری سے محفوظ ہے اندرون مسجد کوئی ایسی چیز نہیں رہتی کہ جو چرالی جاوے مثل دری و فرش و جھاڑ و فانوس وغیرہ اور نہ اس مسجد میں امام مسجد مقرر ہے ایک خاندان پٹھانوں کا دعویدار ہے کہ شہنشاہ عالمگیر نے ہمارے اسلاف فوجی ملازمین کی استدعا پر یہ خانہ خدا تعمیر کرایا چنانچہ باوجود دور رہنے کے وہ التزاماً نماز جمعہ و عیدین ہمیشہ اس مسجد میں ادا کرتے ہیں اور مرمت مسجد کے فنڈ کے بھی حامی ہیں لہذا ان کی خاموشی شرعاً موجب رضائے الہی ہے یا باعث گناہ' ان کو کس فریق کی تائید کرنی چاہئیے تاکہ رفع شر ہو' بحالت خاموشی افتراق' مصلیان ور کاوٹ عبادت الہی کا گناہ ان کے سر تو نہیں ہوگا۔

المستفتی نمبر ۱۶۳۵ منشی عبداللطیف صاحب (ضلع اعظم گڑھ)

۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۳) مسجد کے دروازوں کو بند یا مقفل کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ صورت نماز سے روکنے کے ہم پلہ ہے۔ کما کرہ غلق باب المسجد (درمختار) وانما کرہ لانہ یشبہ المنع من الصلوۃ قال تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ الخ (رد المحتار نقلاً عن البحر)(۱) ہاں مسجد کے سامان و اسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو تو پھر فارغ از نماز اوقات میں مقفل کرنا مباح ہے۔ الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی (درمختار)(۲)

اگر پھاٹک لگانے اور قفل ڈالنے کی ضرورت نہ ہو تو پھر اس میں روپیہ لگانا فضول و ناجائز ہے جن لوگوں کو مسجد کے انتظام میں بجا طور پر مداخلت کرنے کا حق ہے ان کو لازم ہے کہ وہ بلا ضرورت مسجد کو مقفل کرنے کے خلاف اپنی رائے ظاہر کریں اسی طرح نمازیوں کو بھی چاہئیے کہ اس ناجائز فعل کے خلاف آواز بلند کریں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کی حفاظت مسلمانوں پر لازم ہے

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین دربارۂ تحت حکم آیت قرآنی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے کہ اللہ کی مسجدوں میں ذکر اللہ کو بند کرے اور اس کی خرابی میں کوشاں ہو۔ ریاست دھار میں ایک قدیم مسجد ہے جسے ہندوؤں اور وہاں کی حکومت نے ہوج شالہ بنانا چاہا تھا اور اسی نام کی تختی وہاں نصب کردی تھی مسلمانان دھار کی کوشش سے حکومت نے اس افترائی لقب کو اور اس تختی کو نکلوادیا اور مسجد کو اس کے اصلی نام سے موسوم کیا۔

(۱) امسال رمضان شریف میں وہاں پہنچ کر احقر العباد نے قرآن خوانی تراویح میں شروع کی حکومت مانع

---

(۱) (باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ' فیھا' مطلب فی أحکام المسجد ۱/۶۵۶ ط سعید)

(۲) (ایضاً)

ہوئی اور قرآن ختم نہیں کرنے دیا آخر عشرہ میں اعتکاف کیا تورات کو نکال دیا جاتا تھا اور مسجد میں قفل حکومت کی طرف سے ڈالا جاتا ہے چند روز کے بعد معتکف کو مسجد سے اور شہر سے نکال دیا۔ ۱۹۳۵ء میں تاریخ ۷ ا اکتوبر کو احقر نے چلہ کیا تھا اس موقع پر بھی صورت مسطورہ بالا پیش آئی تھی اور چلہ نہیں کرنے دیا تھا۔

(۲) مسجد میں روشنی کے لئے کافی طور پر انتظام نہیں کرنے دیا جاتا اور ایک ستون جو روشنی کے لئے قائم تھا اس کو نکلوادیا۔

(۳) دس بجے رات کو مسجد میں قفل ڈال دیا جاتا ہے اور ہر قسم کی عبادت سے مقیم اور مسافر کو روک دیا جاتا ہے۔

(۴) پبلک نے چندہ کر کے ایک گھڑی ٹائم دیکھنے کے لئے خریدی ہے اس کو مسجد میں نہیں لگانے دیا جاتا مسجد کے اندر حوض ہے اس میں پانی کا انتظام بکفایت کرنے سے مانع ہے اور اسی قسم کے ناجائز تصرفات حکومت کی جانب سے ہیں۔

صورت ہائے مسطورہ میں مسلمانوں کے کیا فرائض ہیں اور ایسی صورت میں جب کہ حکومت کا تشدد نگرانی حقوق مسجد کے غاصبانہ دباؤ پر مبنی ہے مسلمانوں کو انتہائی جدوجہد و اگزاشت و آزادی مسجد میں حکومت سے کرانا اور گورنمنٹ برطانیہ کو خاص توجہ دلانا اور سعی بلیغ کرنا کس حد تک ضروری ہے۔

المستفتی نمبر ۲۱۷۲ حافظ مظہر احمد (بھوپال) ۶ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ، ۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲٤٤) مسلمانوں کو مسجد کی حفاظت اور نگرانی کا حق حاصل کرنے اور اس کو آزاد کرانے اور آزادی کے ساتھ اس میں نماز و عبادات اور امور شرعیہ ادا کرنے کا اختیار بہم پہنچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی لازم ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

محلے کی مسجد میں نماز افضل ہے

(سوال) ہم نے محلے کی مسجد میں پرانے امام کو علیحدہ کر کے ایک اچھا حافظ قرآن پیش امام امامت کے لئے مقرر کیا ہے اس پر ہمارے محلے کے کچھ آدمیوں نے ناراض ہو کر دوسری مسجد میں جانا شروع کر دیا ہے تو ان پر محلے کی مسجد کا حق ہے یا نہیں اور ناظرہ پیش امام سے حافظ قرآن پیش امام اچھا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۲٤٥) اپنے محلے کی مسجد کا حق ہے بلاوجہ اسے چھوڑ کر دوسرے محلے کی مسجد میں نماز کے لئے جانا

---

(۱) من رأى منكم منكراً فليغير بيده وإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الإيمان (مسلم ' باب كون النهي عن المنكر من الإيمان ۱/ ۵۱ ط قديمى كتب خانه) انما يعمر مساجد الله من أمن بالله واليوم الآخر الآية (سورة توبه' آية ۱۸)

اچھا نہیں ہے حافظ امام اگر قرأت صحیح پڑھتا ہو تو ناظرہ خواں سے افضل ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد پر ملکیت کا دعویٰ باطل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) اگر کسی مسجد پر کوئی شخص اپنی یا اپنے خاندان کی ملکیت کا دعویٰ کرے اور اس کا اظہار نہ صرف خلوت میں بلکہ مجمع عام میں بھی کرے تو کیا عوام کے لئے اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے ؟

(جواب ۲۴۶) جو مسجد بقاعدہ شرعیہ ایک مرتبہ مسجد بنادی گئی اور اس میں باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز ہو گئی اس کو اگر کوئی شخص اپنی ملک بتائے یا ملکیت جیسے معاملات کرے یا ملکیت کا دعویٰ کر کے دوسرے مسلمانوں کو روکے تو یہ سب ناجائز اور ظلم ہے(۲) اس مسجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھنا اور نماز کے لئے کھلا رکھنے کی سعی کرنا چاہئے اور اس مدعی ملکیت کے غلط دعوے سے متاثر ہو کر اس میں نماز ترک نہ کرنی چاہئے ہاں اگر کوئی مکان فی الحقیقت کسی شخص کی ملک میں داخل ہے اور اس نے اسے وقف نہیں کیا مسجد نہیں بنایا صرف اس میں نماز پڑھی جاتی تھی تو اس پر اس کا دعویٰ ملکیت درست ہو گا اور جب وہ لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے روک دے گا تو بغیر اس کی اجازت کے اس میں نماز پڑھنا جائز نہ ہو گا۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مکان کے اندر مسجد بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) ایک نہایت وسیع مکان کے اندر ایک مسجد ہے شب کو اس مکان کو اندر سے بند کر لیا جاتا ہے مسجد عرصے سے غیر آباد ہے صاحب خانہ نماز نہیں پڑھتے ہیں کیا اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے ؟

(جواب ۲۴۷) اگر اس مسجد کا راستہ عام نہیں ہے اور مکان والے اس کو جب چاہیں بند کر سکتے ہیں تو وہ مسجد شرعی نہیں ہوئی نماز جب مالک کی اجازت سے پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے البتہ مسجد شرعی نہ ہونے کی صورت میں مسجد کا ثواب نہیں ملتا(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کسی کی ملک نہیں ہوتی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۲۸ء)

(سوال) اگر کوئی متولی مسجد چند پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان مصلیوں کو محض صوفیانہ سماع سننے کی بنا پر مسجد

....

(۱) والأفضل اختيار الذی إمامه أفقه وأصلح و مسجد حيه وإن قل جمعه أفضل من الجامع (رد المحتار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' مطلب فی أفضل المساجد ۱/۶۵۹' ط سعيد)

(۲) قوله تعالىٰ : " ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى فی خرابها" (سوره بقرة آية ۱۱۴)

(۳) فلو جعل وسط داره مسجد ؛و أذن للناس فی دخوله والصلوة فيه إن شرط معه الطريق صار مسجداً فی قولهم' وإلا فلا (عالمگيرية' كتاب الوقف' ۲/۴۵۴' ط ماجديه)

سے جمعہ کے وقت نکال دے یا نکل جانے کو کہے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے ؟
(جواب ٢٤٨) مسجد کسی کی ملک نہیں وہ خانہ خدا اور وقف ہے متولی کو جائز نہیں کہ وہ ان لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکے کسی شخص کو اس کی کسی ناجائز حرکت کی وجہ سے مسجد سے روکنے کا حق بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کو ہے(١) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ دہلی

"مسجد کی دیوار توڑ دی گئی" کہنا

(الجمعیۃ مورخہ یکم مئی ١٩٣٥ء)
(سوال) مسجد کی دیوار شہید کر دی گئی کے بجائے توڑ دی گئی کہنا کیسا ہے ؟
(جواب ٢٤٩) "مسجد کی دیوار شہید کر دی گئی" یا "مسجد کی دیوار توڑ دی گئی" ان دونوں عبارتوں کا کہنا جائز ہے اس میں کوئی توہین نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کا پیسہ دوسری جگہ خرچ کرنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ٥ ستمبر ١٩٣٥ء)
(سوال) بندہ ایک مسجد کا متولی ہے ۔ عرصہ ایک سال کا ہوا مسجد پر تعمیر لگائی گئی تھی جو کہ کچھ روپے کی کمی سے نامکمل رہ گئی تھی مسجد کے برابر میں ایک شخص کا مکان ہے مسجد پر چڑھنے سے اسکے مکان کی بے پردگی ہوتی ہے کیا مسجد کی رقم سے اسکا پردہ کرلیا جاسکتا ہے ؟ وہ دیوار مالک مکان کی ہے۔
(جواب ٢٥٠) مسجد کی رقم سے دوسرے کی دیوار پر بغرض پردہ دیوار تعمیر کرنا ناجائز ہے ہاں مسجد کی دیوار پر تعمیر کر دی جائے تو جائز ہے اور اگر مسجد کی دیوار پر پردہ قائم کرنے کی صورت نہ ہو سکتی ہو تو اہل مسجد مالک مکان کی اپنے پاس سے اتنی اعانت کر دیں کہ وہ اپنی دیوار پر پردہ قائم کر سکے(٢) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کے بانی کو تولیت کا حق ہے

(الجمعیۃ مورخہ ٩ جون ١٩٣٦ء)
(سوال) اگر کوئی یہ کہے کہ مسجد صرف ہماری قوم کی ہے دیگر قوم کو کسی امر میں دخل دینے کا حق نہیں جس کو نماز پڑھنی ہو پڑھو مگر انتظام میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں' تو کیا حکم ہے ؟
(جواب ٢٥١) نماز پڑھنے کا حق تو تمام مسلمانوں کو ہے مگر مسجد کا انتظام کرنے کا حق مسجد کے بانی اور

---

(١) والمسجد خالص لله تعالى و ليس لاحد فيه حق ' قال الله تعالى : " وأن المساجد لله " (فتح القدير كتاب الوقف' فصل في أحكام المسجد ٦ / ٢٣٤' ط مصر)
(٢) کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے نہیں ہے ويبدأ من غلته بعمارته' ثم ماهو أقرب بعمارته. ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح (الدر المختار' كتاب الوقف' احكام المسجد ٤ / ٣٦٧ ط سعيد)

واقف یا متولی کو ہے اگر وہ انتظام درست رکھے تو خیر ورنہ دوسرے مسلمانوں کو مشورہ دینے کا حق ہے۔ زبردستی انتظام میں مداخلت نہیں کرنی چاہئیے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کے کسی حصہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۹ء)

(سوال) ایک مسجد واقع سیوہی بنارس اسٹیٹ میں قدیم تھی اس کے مینارہ کو زید نے بطمع نفسانی منہدم کرا کے زنانہ مکان میں شامل کر لیا ہے اور دوسرے میناروں کو بھی گرادیا ہے جس سے شکل مسجد تبدیل ہو گئی ہے۔

(جواب ۲۵۲) مسجد یا اس کے کسی حصے کو منہدم کرنا اور اس پر غاصبانہ قبضہ کر لینا سخت گناہ اور موجب فسق ہے ایسا شخص فاسق اور گناہ گار اور مستحق تعزیر ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کر دیں اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اور مسجد کے نقصان کی تلافی نہ کرے اس کو شامل نہ کریں قرآن پاک میں ہے **ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا** (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل ہفتم۔ مساجد میں غیر مسلموں کا داخلہ

غیر مسلم مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال) بازار میں مسلم آباد ہیں مسلمانوں نے ایک بورڈ برائے اتحاد قائم کیا ہے جس میں ہندو مسلمان شامل ہیں بورڈ کا جلسہ کرنا ضروری ہے ایسی جگہ کوئی نہیں ملتی جہاں یہ مشترک جلسہ کیا جائے یہ جلسہ برائے امن و اتحاد اگر مسجد میں کر لیا جائے تو کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۱۷ حقداد خان۔ دریبہ کلاں' دہلی

۲۵ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۲ء

(جواب ۲۵۳) مضائقہ نہیں۔ مسجد میں ہندو عیسائی اور دیگر غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع نہیں جامع مسجد میں سیر و تفریح کے لئے روزانہ غیر مسلم داخل ہوتے ہیں تو ایک صحیح غرض (اتحاد و قیام امن) کے لئے داخل ہونے میں کیا مضائقہ ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) رجل بنی مسجدا او جعلہ للہ تعالی فھو أحق الناس بمرمتہ و عمارتہ و بسط البواری والحصیر والقنادیل والاذان والأقامۃ والأمامۃ ان کان أھلا لذلک فان لم یکن فالرأی فی ذلک إلیہ (عالمگیریۃ' فصل کرہ غلق المسجد ۱۱۰/۱ ط ماجدیہ)

(۲) (سورۃ البقرۃ: ۱۱۴) قال ابن الھمام: " والمسجد خالص للہ تعالی ولیس لأحد فیہ حق' قال اللہ تعالی: " وأن المساجد للہ الخ (فتح القدیر' کتاب الوقف' فصل فی أحکام المسجد ۲۳۴/۶ ط مصر)

(۳) وفی الحاوی: ولا' بأس أن یدخل الکافر وأھل الذمۃ المسجد الحرام و بیت المقدس وسائر المساجد لمصالح المسجد وغیر ھا من المھمات الخ (البحر الرائق' کتاب الوقف' أحکام المسجد ۲۷۱/۵ ط بیروت' لبنان و رد المحتار: ۳۷۸/۴)

فصل ہشتم۔ مسجد کے سامان کا فروخت کرنا یا منتقل کرنا

ویران مسجد کے سامان کا حکم

(سوال) ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں چھاؤنی میں مسلمانوں کے پیسے سے جو وہاں ملازم تھے ساٹھ ستر برس سے مسجدیں تعمیر کرائی گئی ہیں باقاعدہ وہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھائی جاچکی ہیں چونکہ چھاؤنی اٹھ گئی ہے اس لئے مسجدیں خالی رہ گئی ہیں چھاؤنی کا تمام اسباب مکانات وغیرہ نیلام ہو چکا ہے اب گورنمنٹ نے مسلمانوں کو مطلع کیا ہے کہ یا تو ان کا تمام ملبہ شہتیر کڑیاں وغیرہ لے جاؤ یا ان کو آباد کرو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسجدیں گرا کر ان کا سامان اسلامیہ اسکول میں لگا دینا چاہئیے یہ مسجدیں لب سڑک شہر سے کچھ فاصلے پر ہیں۔ المستفتی نمبر ۱۲۰ حاجی احمد دین ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔ ۲۸ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۵۴) جو مسجد کہ ایک بار شرعی قاعدے سے مسجد ہو جائے وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی اس کو غیر مسجد کے کام میں نہیں لا سکتے اگر اس کے قریب آبادی نہ رہے اور مسجد میں کوئی نماز پڑھنے والا نہ رہے تو جب بھی اس کی حفاظت کا سامان کر کے اسکو محفوظ کر دینا ضروری ہے البتہ اگر کوئی مسجد پہلے ہی شرعی قاعدے سے مسجد نہ ہو۔ مثلاً اس کی زمین موقوفہ نہ ہو کسی کی ملک ہو جس نے وقف نہ کی ہو تو وہ مسجد کا حکم نہیں رکھتی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) مسجد کے ملبہ کا حکم
(۲) ہندوؤں سے تعمیر مسجد کا کام لینا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء)

(سوال) (۱) مسجد کہنہ کی تعمیر کے سلسلے میں اگر اس کا ملبہ فروخت کر کے اس کی قیمت کو تعمیر مسجد میں لگایا جائے تو اس حالت میں ملبے کو فروخت کرنا جائز ہو گا یا نہیں اور اگر تعمیر کے بجائے زر ثمن کو کسی اور مصرف میں لایا جائے تو جائز ہو گا یا نہیں ؟ بعض اصحاب کو حضرت عالمگیر بادشاہ اسلام کے اس فقرے سے دھوکا ہو رہا ہے "سادات بارہہ چوب مسجد اند نہ لائق داشتنی نہ قابل سوختنی"

(۲) تعمیر و مرمت مسجد میں اگر ہندو معمار اور ہندو مزدور جو مستعد اور ہوشیار ہوں کام کریں تو شرعاً کراہت ہے یا نہیں ؟ اور انما المشرکون نجس کا کیا مطلب ہے ؟

(جواب ۲۵۵) (۱) مسجد کا ملبہ جو کام میں نہ آسکے اس کو فروخت کر کے جدید تعمیر میں اس کی قیمت خرچ

---

(۱) ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثانى أبداً إلى قيام الساعة وبه يفتى الخ (الدر المختار' كتاب الوقف' ٤/٣٥٨ ط سعيد)

کر دینا جائز ہے۔(١) عالمگیری کا فقرہ بھی صحیح ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ فروخت کرنا بھی ناجائز ہو (٢) تعمیر مسجد کا کام غیر مسلم مزدوروں معماروں سے لینا جائز ہے۔ انما المشرکون نجس سے نجاست ظاہری مراد نہیں ہے۔(٢) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کی تعمیر سے بچی ہوئی لکڑی کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ١٦ اکتوبر ١٩٢٩ء)

(سوال) (١) ایک قصبے کی جماعت نے مسجد کی تعمیر کے لئے چند لکڑی جنگل سے لاکر جمع کر دیں اس مسجد کی منتظمہ جماعت کی اجازت سے ایک شخص نے بوجہ ضرورت ان جمع شدہ لکڑیوں میں سے ایک لکڑی لیکر اپنے گھر کی عمارت میں لگادی پس یہ فعل جائز تھا یا نہیں ؟
(٢) مسجد کی تعمیر کے لئے جو لکڑیاں تخمیناً جمع کر دی گئیں آیا وہ تمام لکڑی مسجد کی تعمیر میں لگنے سے قبل مسجد کی ملکیت میں شمار ہوگی یا نہیں ؟
(جواب ٢٥٦) جن لوگوں نے مسجد کی تعمیر کے لئے لکڑیاں جمع کی تھیں اگر جماعت منتظمہ کے حوالے کر دی تھیں تو وہ لکڑیاں مسجد کی ہو گئی تھیں اور اگر مسجد کی تعمیر میں ان سب لکڑیوں کی حاجت نہ تھی تو جماعت منتظمہ زائد از حاجت لکڑی کو مسجد کے لئے بقیمت کسی کو دیکر قیمت کو مسجد میں خرچ کر سکتی تھی بلا قیمت کسی کو دے دینے کا حق نہیں تھا جس شخص کو دے دی گئیں اس سے اب بھی قیمت وصول کی جا سکتی ہے
(٣) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تعمیر مسجد سے بچے ہوئے سامان کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ٢٨ جولائی ١٩٣٠ء)

(سوال) --------
(جواب ٢٥٧) اگر مسجد کے لئے سامان تعمیر اس کے متولی کے حوالے کر دیا جائے اور اس میں سے کچھ سامان بچ رہے تو وہ سامان مسجد کی ملک ہو تا ہے اور اگر مسجد میں لگنے کے قابل نہ ہو تو فروخت کر کے اسی مسجد

---

(١) وما انهدم من بناء الوقف ولته صرفه الحاكم فى عمارة الوقف إن احتاج اليه وإن استغنى عنه أمسكه حتى يحتاج إلى عمارته فيصرفه فيها الخ وإن تعذر اعادة عينه إلى موضعه بيع و صرف ثمنه إلى المزمة صرفاً للبدل إلى مصرف المبدل (هداية، كتاب الوقف ٢/ ٦٤٢ ط مكتبه شركة علميه، ملتان)
(٢) وفى البحر نقلا عن الحاوى : "ولا بأس أن يدخل الكافر ولأهل الذمة المسجد الحرام و بيت المقدس و سائر المساجد لمصالح المسجد وغير ها من المهمات (رد المحتار، كتاب الوقف ٤/ ٣٧٨ ط سعيد)
(٣) حشيش المسجد إذا كانت له قيمته فلا هل المسجد أن يبيعوه، وإن رفعوا إلى الحاكم فهو أولى (عالمگيرية، كتاب الوقف ٢/ ٤٥٩ ط ماجديه)

کے مصارف متعلقہ تعمیر میں لگادیا جائے اور اگر کوئی شخص مسجد میں از خود تعمیر کراتا ہو اور سامان تعمیر خرید کر لگاتا جاتا ہو یعنی خرید شدہ سامان کو مسجد کی ملک قرار نہ دے اور نہ متولی کے حوالے کرے تو اس صورت میں بچا ہوا سامان اس کی ملک ہے جو چاہے کرے مسجد کا کہنہ سامان مسجد میں کام آسکے تو کام میں لانا چاہئے اور کام نہ آسکے تو فروخت کر کے مسجد میں خرچ کر دینا چاہئیے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فاضل سامان کو فروخت کرنا
(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) ایک مسجد کا سائبان کھپریل کا بنا ہوا ہے لوگوں کا ارادہ ہے کہ اس کے بجائے پختہ چھت بنا دیں اس محلے میں بقدر ضرورت چندہ فراہم نہیں ہو سکتا اس لئے خیال ہے کہ جو لکڑی وغیرہ سائبان کے نکلے وہ فروخت کر کے وہی روپیہ چھت میں لگایا جائے۔

(جواب ۲۵۸) کھپریل کی جگہ پختہ چھت بنانا جائز ہے کھپریل کا نکلا ہوا سامان جو چھت کے کام میں نہ آسکے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت پختہ چھت بنانے میں صرف کر دینا جائز ہے۔ و نقضه يصرف الى عمارته ان احتيج اليه والا بيع و صرف ثمنه (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل نہم ۔ مسجد میں چندہ کرنا اور سوال کرنا

نماز کے بعد مسجد میں چندہ کرنا

(سوال) عیدین میں بعد نماز عید یا قبل نماز خاص مسجد میں مسجد کی ضروریات کے لئے اگر لوگوں سے چندہ کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۷ ۱۲ مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

یکم شعبان ۱۳۵۲ھ م ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۵۹) اگر عیدین کی نماز مسجد جماعت میں ہو اور بعد نماز کے امام عید نمازیوں کو مسجد یا اور کسی دینی ضرورت کے لئے چندہ کی ترغیب دے اور لوگ خود جا جا کر امام کو یا کسی دیگر شخص کو جو چندہ کے لئے متعین کیا ہوا اپنا اپنا چندہ دیدیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور نماز سے قبل بھی امام کی ترغیب پر دینا جائز ہے لیکن صفوف کے درمیان لوگوں کا گھوم کر مانگنا اگر ایذائے تخطی و مرور بین یدی المصلی سے خالی ہو تو وہ بھی جائز ہے بشرطیکہ شور و شغب بھی نہ ہو (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) [illegible] أن قوما بنوا مسجدا و فضل من خشبهم شئ قالوا يصرف الفاضل في بنائه ولا يصرف إلى الدهن والحصير هذا إذا سلموه إلى المتولي ليبني به المسجد والايكون الفاضل لهم يصنعون ماشاؤا كذافي البحر الرائق نقلا عن [illegible] سعاف (عالمگيرية' الفصل الثاني في الوقف على المسجد ۲ ؍ ٤٦٤ ط سعيد) (۲) (شرح الوقاية' كتاب الوقف' ۲ ؍ ۳۵۵ ط سعيد كمپنی) (۳) و يحرم فيه السوال ويكره الاعطاء مطلقا' و قيل ان تخطى (درمختار) و في الشامية : " يكره اعطاء السائل المسجد الا إذا لم يتخط رقاب الناس في المختار (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱ / ۶۵۹ ط سعيد)

عنوان مثل بالا

(سوال) بعد نماز مسجد میں اللہ کی راہ پر سوال کرنا کیسا ہے اور سائل کو دینا چاہئیے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۰۱ اغلام ربانی عباسی صاحب (ضلع غازی پور) ۹ رجب ۱۳۵۵ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۰) مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دینا بھی ناجائز ہے کسی محتاج کو بغیر سوال کے مسجد میں دیدے تو جائز ہے یا مسجد میں سوال کرنے والے کو باہر نکل کر دیدے تو یہ بھی جائز ہے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوران خطبہ چندے کا حکم

(سوال) عین خطبہ خوانی کے وقت مسجد یا مدرسہ کی نقد وصولی کے لئے صف بہ صف تگ و تاز کرنا اور پیسہ وغیرہ کو آواز دیتے ہوئے چلنا تاکہ مصلیان متنبہ ہو جائیں جائز ہے یا ناجائز ؟

المستفتی نمبر ۱۷۴۳ حافظ عبدالکریم انصاری (ضلع ہگلی)

۳ رجب ۱۳۵۶ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۱) اثنائے خطبہ میں یہ کام نہیں کرنا چاہئیے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عنوان مثل بالا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۳۵ء)

(سوال) عیدین کے خطبہ ثانی میں کسی عالم یا مسافر یا امام و مؤذن کے لئے بطور خوشی چندہ کیا جائے مجبوراً اگر بعد میں کرتے ہیں مقصود بر نہیں آتا از دحام کثیر کی وجہ سے۔

(جواب ۲۶۲) خطبہ کے اثنا میں چندہ کرنا جائز نہیں خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کر سکتے ہیں یعنی امام سفارش کردے اور لوگ دیدیں تو یہ عمل خطبے کے بعد ہو سکتا ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فرض نماز کے بعد دعا سے پہلے چندہ کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) جمعہ کی فرض نماز با جماعت ادا کر کے بعد دعا مانگنے سے پہلے چندہ کرنا کیسا ہے ؟

---

(۱) ویحرم فیہ السوال و یکرہ الا عطاء مطلقاً و قیل ان تخطی الخ (الدر المختار' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ۱ / ۶۵۹ ط سعید)

(۲) وکل ماحرم فی الصلاۃ حرم فیہا ای الخطبۃ " خلاصۃ " وغیرہا فیحرم أکل و شرب و کلام. بل یجب أن یستمع و یسکت الخ (الدر المختار' باب الجمعۃ ۲ / ۱۵۹ ط سعید)

(۳) (ایضاً) اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام الخ (تنویر الأبصار' باب الجمعۃ ۲ / ۱۵۸ ط سعید)

(جواب ۲۶۳) سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگنے سے پیشتر کسی مذہبی کام کے لئے چندہ کرنا جائز ہے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دہم ۔ مسجد میں بدبودار چیز کا استعمال

مسجد کی دیواروں کو روغن لگانا

(سوال) مسجد کے اندر کا حصہ چاروں طرف سے نیچے کا جس کو ادارہ کہتے ہیں بوجہ نونی لگ جانے کے خراب ہو جاتا ہے جو دیکھنے میں بہت برا معلوم ہوتا ہے ایسی صورت میں یا تو ٹائل لگوائے جائیں یا ولایتی روغن لگایا جائے تو کچھ عرصے کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے روغن جب تک سوکھتا نہیں بو باقی رہتی ہے۔
المستفتی نمبر ۱۶۲ مولوی محمد اسحٰق صاحب امام مسجد گھنٹے والی۔ قصاب پورہ دہلی۔
۳ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۶۴) روغن میں اگر ناگوار بو ہو تو اس سے مسجد کو محفوظ رکھنا چاہئیے البتہ اگر ناگوار بو نہ ہو تو جائز ہو گا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد میں مٹی کے تیل والی لالٹین کا استعمال

(سوال) مسجد میں مٹی کا تیل لالٹین میں بھر کر جلا سکتے ہیں یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۴۰۶ حافظ احمد جگدل پور ضلع رائپور۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء
(جواب ۲۶۵) مسجد میں بدبودار چیز لانا منع ہے' مٹی کا تیل بھی مسجد میں جلانا مکروہ ہے(۳) محمد کفایت اللہ

مسجد کو ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھا جائے

(سوال) مسجد کے حجرے کے نیچے دھوبی بسے ہوئے ہیں بھٹی کپڑوں کی وہ وہیں چڑھاتے ہیں جس میں ہر قسم کے کپڑے غلیظ وغیرہ ہوتے ہیں اس کی تمام تعفن مسجد میں جاتی ہے اور اسی کے برابر سائیس لوگ آباد ہیں جن کے پاس گھوڑے گاڑی ہیں وہ ان کو وہیں رکھتے ہیں اور دھوبیوں کی بیل بھی وہیں رہتے ہیں قرب و

---

(۱) قال الدر المختار' : " ویکرہ التخطی للسوال بکل حال الخ و فی الشامیة : " قال فی النہر : " والمختار أن السائل إن کان لا یمر بین یدی المصلی ولا یتخطی الرقاب ولا یسأل الحافاً' بل لأ مر لا بد منہ فلا بأس بالسوال والا عطاء" (باب الجمعة' مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد' ۲/۱۶۴ ط سعید)
(۲) وعن جابرؓ. قال : " قال رسول اللہ ﷺ : " من أکل من ہذہ الشجرة المنتنة فلا یقربن مسجدنا' فإن الملائکة تتأذی مما یتأذی منہ الأنس (متفق علیہ) (مشکوۃ' باب المساجد ص ۶۹ ط سعید کمپنی)
(۳) (ایضاً)

جوار میں گھوسی بھی آباد ہیں متولی مسجد کو اس بات کی اہل محلّہ نے اطلاع بھی کر دی ہے مگر متولی کوئی توجہ نہیں کرتا۔

(جواب ۲۶۶) مسجد کا احترام اور ادب لازمی ہے اس کو غلاظت 'کثافت 'بدبو سے محفوظ اور پاک صاف رکھنا واجب ہے(۱) دھوبی گھوسی وغیرہ کو مسجد کی جائیداد میں 'مسجد کے نیچے یا مسجد کے متصل آباد کرنا اس لئے ممنوع ہے کہ ان کی سکونت سے مسجد اور اس کا راستہ اس کی عمارت غلاظت 'کثافت بدبو سے محفوظ نہیں رہ سکتی متولی کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو جن سے مسجد کے احترام میں نقصان آتا ہے مسجد کی جائیداد میں آباد نہ کرے ورنہ اہل محلّہ پر حفاظت مسجد کا فرض عائد ہوگا۔ واللہ اعلم۔　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

مسجد میں لیمپ جلانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مٹی کے تیل کا لیمپ مسجد میں جلانا منع ہے' استدلال یہ کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیاز لہسن کھا کر مسجد میں نہ جائے اسی طرح مٹی کا تیل بھی بدبو کی وجہ سے ممنوع ہے۔

(جواب ۲۶۷) ہاں یہ صحیح ہے کہ بدبو دار چیز مسجد میں لے جانا منع ہے 'اور مٹی کا تیل بھی بدبو دار ہے اور جلانے میں اور زیادہ بدبو ہوتی ہے اس لئے مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مکروہ ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل یازدہم۔ مسجد میں مکتب یا مدرسہ جاری کرنا

مسجد میں مدرسہ جاری کرنا

(سوال) ایک مسجد مسلم آبادی سے دور محلّہ ہنود میں واقع ہے جہاں شاذونادر ہی کوئی مسلمان نماز کے لئے آجاتا ہے کیا ایسی مسجد میں مدرسہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ نیز اس مسجد کے متعلق جو دکانیں ہیں اس کی آمدنی مدرسہ کے مصارف ضروریہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۳۹۲ قاضی محمد امیر (پالن پور)

۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ یکم ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۶۸) اس مسجد میں مدرسہ قائم کر لینا جائز ہے مدرسہ قائم ہونے سے اس کی مسجدیت باطل

---

(۱) (ایضاً حاشیہ۲ صفحہ گزشتہ)

(۲) وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: " من أكل هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجد نا الحديث (متفق عليه) (مشكوة' باب المساجد' ص : ٦٩' ط سعيد)

نہیں ہو گی بلکہ مدرسے کے قیام سے مسجد کی آبادی ہو جائے گی اس لئے قیام مدرسہ کی اجازت ہے صورت مذکورہ میں دکانوں کی آمدنی مسجد و مدرسہ مذکورہ پر صرف کی جاسکتی ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد میں دینی کتابیں پڑھانا

(سوال) شہر بھاگلپور میں شہر اور میونسپل حلقے سے کچھ دور شاہ جنگی تالاب کے متصل تالاب سے پورب میں ایک قدیم عید گاہ کی مسجد ہے اب جماعت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے اسکا اتر دکھن اور پورب جانب پختہ چار دیواری سے محاصرہ کر دیا گیا ہے جماعت اس میں کثیر ہوتی ہے اس کے پچھم جانب بڑا تالاب ہے اور اتر اور دکھن جانب میدان کربلا ہے پورب جانب قریب دو تین رسی کے فاصلے پر بستی ہے چند روز سے اس مسجد کے اندر ایک شخص نے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی درسی ابتدائی کتابیں اور قرآن شریف کی تعلیم بچوں کو دی جاتی ہے وہ بھی باضابطہ اور منظم طریقے سے نہیں مسجد کے اندر اس تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کے بارے میں دو مختلف جماعت پیدا ہو گئی ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ مسجد کے اندر تعلیمی سلسلہ رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ مسجد صرف نماز کی جگہ ہے اس میں سوائے نماز کے اور کوئی کام جائز نہیں ہے براہ کرم آگاہ فرمائیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۷ سید احسن علی بھاگلپور۔ ۲ محرم ۱۳۵۸ھ م ۲۷ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۹) عید گاہ کا حکم مسجد کے احکام سے کچھ تھوڑا مختلف ہے لیکن تعلیم کے حق میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں حتی الامکان مسجد یا عید گاہ میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ کیا جائے کہ بچے پاکی ناپاکی اور احترام مسجد کا خیال نہیں رکھ سکتے لیکن اگر کسی دوسری جگہ کا انتظام نہ ہو سکے تو پھر مجبوری کی حالت میں مسجد یا عید گاہ میں بھی تعلیم دینا ناجائز نہیں ہاں معلم کا فرض ہے کہ وہ مسجد یا عید گاہ کے احترام و صفائی کا لحاظ رکھے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

بے سمجھ بچوں کو مسجد میں نہ پڑھایا جائے

(سوال) ایسے چھوٹے بچوں کا مکتب مسجد میں قائم کرنا جو کہ استنجاو طہارت بھی نہیں کرتے نہ مسجد کا ادب و احترام کر سکتے ہیں ان کے جسم و لباس کی طہارت بھی مشکوک ہوتی ہے مسجد کی چیزیں ضائع اور مسجد کا پانی خراب مشکوک کرتے ہیں اور بے طہارت رہتے ہیں ایسے بچوں کو مسجد میں پڑھانا اور ان کا مکتب مسجد میں قائم

---

(۱) وأما المعلم الذی یعلم الصبیان بأجر إذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر وغیره لا یکره' (عالمگیریة' أحکام المسجد ۱ / ۱۱۰ ماجدیه)

(۲) وأما المعلم الذی یعلم الصبیان بأجر إذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر أوغیره لا یکره (عالمگیریة' فصل کره غلق باب المسجد ۱ / ۱۱۰ ط ماجدیه) فیجب تنزیهه المسجد عنه کما یجب تنزیهه عن المخاط والبلغم الخ (رد المحتار' کتاب الصلاة' أحکام المسجد ۱ / ٦٦٠ ط سعید)

کرنا جائز ہے؟ **المستفتی نمبر ۲۰۲۹** شیخ حاجی ہنگو د محمد مصطفیٰ سلطانپور (اودھ)

۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۰) مکتب کے لئے مسجد کے علاوہ کوئی دوسری جگہ تجویز کرنی چاہئیے اور جب دوسری جگہ تجویز ہو جائے تو مسجد کو بچوں سے محفوظ رکھا جائے۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

فصل دوازدہم ۔ استقبال قبلہ

مکہ سے دور رہنے والوں کے لئے جہت قبلہ کافی ہے

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے نقشے کے صحیح و چشم دید حالات کے بارے میں۔ نمبر ایک نماز پنجگانہ کی مسجد جدید ہے نمبر دو جنازہ گاہ نو تعمیر۔ نمبر تین قدیمی جنازہ گاہ نمبر ایک کی محراب سے آلات قطب نما سے پچیس درجے شمال کی طرف پھری ہوئی ہے۔ نمبر چار قدیمی جنازہ گاہ آلات قطب نما سے بائیس درجے شمال کی طرف پھری ہوئی ہے اور قبریں بھی جدید و قدیم اسی نمبر تین وچار کے مطابق دفناتے ہیں مسلمانوں میں چھ سات سال سے نااتفاقی ہو رہی ہے اول گروہ کہتے ہیں بلا کراہت ہر سہ جنازہ گاہ میں نماز جنازہ جائز ہے اور پنجگانہ بھی کیونکہ جہت قبلہ شمال تا جنوب درمیان میں جہت ہے دوم گروہ کہتے ہیں ہر سہ حصے میں جائز ہوئے تو بھی صحیح وبلا کراہت کے ہوتے ہوئے اور ایک ہی احاطہ میں اتنے قریب کہ فقط چار پانچ گز کا فاصلہ ہے اس لئے نمبر دو میں درست ہوگی سوم گروہ کہتے ہیں ہر سہ میں ایک صحیح ہے تو ایک غلط ہے اگر قدیم کو صحیح کہتے ہیں تو قدیم ہی میں پڑھیں اگر جدید کو صحیح مانتے ہیں تو جدید ہی میں سب پڑھیں کیونکہ ایک ہی امامت کرنے والا اور جدید میں بھی امامت کریں تو اس کی اقتدا کراہیت سمجھتا ہوں اس لئے اس طرف والے کی امام کی اقتدا نہیں کرتا۔ **المستفتی نمبر ۵۶۱** اسد اللہ خاں۔ (مرگوئی برما)

۴ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ م ۵ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۱) یہ صحیح ہے کہ مکہ معظمہ سے دور دراز فاصلے کے شہروں میں خاص کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دینا دشوار اور مسلمانوں کے لئے مشقت کا موجب ہے اس لئے بغرض آسانی جہت قبلہ کو قائم مقام قبلہ کا قرار دے دیا گیا ہے مشرقی ممالک میں رہنے والوں سے قبلہ یعنی کعبہ جہت مغرب میں واقع ہے اہل مشرق کا قبلہ جہت مغرب ہے اور یہ حکم اس بنا پر دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو استقبال قبلہ میں دشواری بھی نہ ہو اور قبلہ سامنے نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کی جماعت مختلف سمتوں کی طرف منہ کر کے بھی کھڑی نہ ہو کہ یکجہتی اور اتحاد ملت اور اتحاد قبلہ کی حکمت کے یہ امر منافی تھا اس حکم کا فائدہ یہ تھا کہ نہ صرف

---

(۱) ویحرم إدخال صبیان و مجانین حیث غلب تجنیسهم' وإلا فیکره (الدر المختار' أحکام المسجد ۱/ ۶۵۶ ط سعید)

ایک شہر یا دس شہروں یا ایک صوبے یا ایک احاطے کا قبلہ ایک رہے بلکہ کعبہ سے مشرقی سمت میں رہنے والے تمام شہروں اور تمام صوبوں اور تمام احاطوں کے مسلمان ایک ہی جہت میں نماز پڑھتے رہیں اور اسی کے باعث وحدت قبلہ اور وحدت ملت کا نظام قائم رہے اس لئے تمام اہل مشرق پر لازم ہے کہ وہ سیدھی مغربی جہت کو قبلہ قرار دیکر مسجدیں بنائیں اور نماز ادا کریں اور اسی پر سلفاً و خلفاً عمل چلا آرہا ہے اور اس مغربی جہت میں نماز پڑھنے والے خاص کعبہ سے مختلف سمتوں میں رہنے والے ہیں بعض شمالی ہیں بعض جنوبی اور پھر شمال و جنوب میں قرب و بعد کا تفاوت ہے تو تمام اہل مشرق کا قبلہ جہت مغرب ہے خواہ وہ آپس میں شمالاً و جنوباً کتنے ہی مختلف ہوں۔

پس نمبر ۲ میں جو جہت مغرب پر صحیح بنی ہوئی ہے اور مسجد نماز پنجگانہ نمبر ایک کے موافق ہے نماز جنازہ پڑھنی چاہئے اور نمبر ۳ و نمبر ۴ کو بھی اسی کے موافق کرلیں یا ان میں کھڑے ہونے کے وقت ذرا ترچھے کھڑے ہوں تاکہ سب کا قبلہ ایک ہو اور آپس میں اختلاف و انتشار ظاہر نہ ہو۔

یہ بات کہ ایک ہی بستی بلکہ ایک ہی قبرستان کے احاطے میں تین جنازہ گاہوں کے قبلے تین سمت کو ہوں سخت مذموم ہے اور اسلامی حکمت وحدت قبلہ کے منافی ہے جس کے لئے شریعت مقدسہ نے حقیقی استقبال قبلہ کو ساقط کر کے جہت قبلہ کے استقبال کا حکم دے دیا تھا(۱) ان لوگوں نے اس حکم کی حکمت کو ہی باطل کر دیا اور ایک احاطے میں تین قبلے بنالئے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اتباع حق کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) استقبال قبلہ کا طریقہ
(۲) معمولی انحراف مفسد نماز نہیں
(۳) قطب ستارے کے ذریعے سمت قبلہ کی تعیین

(سوال) اگر قطب نمازی کے عین شانہ سے ذرا ادھر ادھر ہٹ جائے تو اس کی جہت درست ہونے کی بابت کیا حکم ہے جہت کعبہ کہاں سے کہاں تک لی جاتی ہے ؟

المستفتی نمبر ۶۴۹ مولوی خدا بخش (ٹیکم گڑھ) ۱۸ رجب ۱۳۵۴ھ م ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۲) قطب دائیں شانہ سے ذرا پیچھے رہنا چاہئے دہلی کی جامع مسجد کا قبلہ اس طرح ہے جہت کعبہ میں توسعت ہے تاہم قبلہ کی جہت مساجد قدیمہ کی جہت سے صحیح کر لینا چاہئے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

---

(۱) والسادس استقبال القبلة فللمكى إصابة عينها ولغيره أى غير معانيها إصابة جهتها بأن يبقى شئى من سطح الوجه مسامتا للكعبة او لهوائها الخ (الدر المختار' كتاب الصلاة مبحث فى استقبال القبلة' ۱/ ۴۲۸ ط سعيد)

(۲) قال فى الدر المختار: " وهو فى القرى والأ مصار محاريب الصحابة والتابعين' و فى المفاوز والبحار النجوم كالقطب الخ و قال الشامى : (قوله : " كالقطب") وهو أ قوى أدلة وهو نجم صغير فى بنات النعش الصغرى بين الفرقدين و الجدى إذا جعله الواقف خلف أذنه اليمنى كان مستقبل القبلة (مبحث فى استقبال القبلة' ۱/ ۴۳۰ ط سعيد)

(جواب ۲۷۳) (۶۷۳) قصداًباوجود علم کے نودس درجے کے انحراف کو نظر انداز کردینااور غلط سمت پر نماز پڑھنا مسلمانوں کے قلوب میں خطرات ووساوس پیدا کرنے اور استقبال قبلہ کی وقعت کو گھٹانے کا موجب ہوگااس لئے مسجد میں صحیح سمت کے نشان قائم کرکے ہی نمازیں اداکرنی چاہئیں ہاں یہ صحیح ہے کہ اداشدہ نمازوں کا اعادہ لازم نہیں ہے کیونکہ موجودہ انحراف اتنا نہیں ہے کہ سمت قبلہ کی حد معین سے باہر ہوگیاہو(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۱۳ شعبان ۱۳۵۴ھ

(جواب ۲۷۴) (۶۷۴) تمام ہندوستان کعبہ معظمہ سے جہت مشرق میں واقع ہے اور جہت قبلہ میں اس قدر توسع ہے کہ قطب تارہ سیدھادائیں کندھے پر ہویاقدرے پیچھے کویاقدرے آگے کو ہٹاہواہو دونوں صورتوں میں جہت قبلہ کااستقبال ہو جاتاہے لیکن صحیح صورت یہ ہے کہ قطب تارہ دائیں کندھے کے پچھلے حصے کے مقابل رہے دہلی کی جامع مسجد کی یہی جہت ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۲۱ شعبان ۱۳۵۴ھ م ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء

جس مسجد کارخ قبلہ کی طرف درست نہ ہو

(سوال) ایک شرقی ملک میں ایک شہر ہے اس میں ایک قدیمی قبرستان ہے اس میں نماز جنازہ کے لئے تین عمارت پختہ بنی ہوئی ہیں یہ تینوں قریب قریب واقع ہیں اور اسی قبرستان میں نماز پنجگانہ کے لئے ایک مسجد بھی ہے یہ تینوں جنازہ گاہیں تین قسم کی جہت پر ہیں ایک بالکل مغربی جہت پر ہے شہر کی قدیمی مسجد سے اور آلات قطب نماز سے بھی۔ دوسری پنجگانہ مسجد کے مطابق ہے نمبر ۳ شہر کی قدیمی مسجد سے اورآلات قطب نماسے بالکل ۲۵ درجے شمال کی طرف جھکی ہے نمبر ۴ آلات قطب نما سے نیز شہر کی مسجد سے بائیس درجہ شمال کی طرف پھری ہوئی ہے ان میں سے کس میں نماز جنازہ جائز ہے؟

المستفتی نمبر ۹۳۲ حاجی محمد حنیف مرگوئی ۲۶ صفر ۱۳۵۵ھ ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷۵) نماز پنجگانہ والی مسجد اور جنازہ کی مسجد نمبر ۲ درست ہیں نمبر ۳ و ۴ غلط ہیں اگرچہ نماز جنازہ ان کے اندر پڑھنے سے ہو جائے گا لیکن قصداً غلط جہت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے ان دونوں کو نمبر ۲ کی طرح درست کرلینا چاہئیے یا جنازہ رکھنے اور صفیں قائم کرنے میں جہت نمبر ۲ کے موافق انحراف کرلینا چاہئیے۔ فقط (۳)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) فعلم أن الإنحراف اليسر لا يضر' وهو الذى يبقى منه الوجه او شئى من جوانبه مسامتا لعين الكعبة أو لهوائها الخ (رد المحتار' مبحث فى استقبال القبلة" ۱ / ۴۳۰ ط سعيد وامداد المفتين ۱ /۲۶)

(۲) و فى المفاوزة والبحار النجوم' كالقطب (درمختار) وفى الشامية وهو أقوى الادلة. إذا جعله الواقف خلف أذنه اليمنى كان مستقبل القبلة (مبحث فى استقبال القبلة ۱ / ۴۳۰ ط سعيد)

(۳) والسادس استقبال القبلة . فللمكى اصابة عينها ولغيره اى غير معانيها إصابة جهتها بأن يبقى شئى من سطح الوجه سامتا للكعبة أو لهو ائها " (التنوير مع الدر' كتاب الصلاة مبحث فى استقبال القبلة' ۱ /۴۲۷. ۴۲۸' ط سعيد)

قبلہ سے معمولی انحراف

(سوال) ایک مسجد کی بنیاد تھوڑی سی ٹیڑھی رکھی گئی اور عمارت بلند ہو چکی ہے زمیندار غریب آدمی ہے اس کی عمارت پر چھت ڈال دی جائے یا کہ نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۴۳۶ چودھری خیر الدین صاحب (ضلع انبالہ) ۷ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۱۸ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۶) بہتر تو یہی ہے کہ مسجد کو قبلہ کی سمت کے موافق کر لیا جائے پھر چھت ڈالی جائے لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو اور چھت ڈال لی جائے تو مسجد میں صفیں قبلہ رخ کھڑی ہو اکریں نماز ہو جائے گی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

منحرف مسجد کا قبلہ درست کیا جائے

(سوال) قصبہ پراگپورہ ریاست جے پور میں ایک مسجد قدیم زمانے شاہی کی تعمیر کی ہوئی ہے اس میں جمعہ و جماعت ہوتی ہے اب تک کسی کو کچھ خیال نہ ہوا اب چند شخصوں نے قطب نما وغیرہ کے ذریعہ سے دیکھا تو مسجد کا رخ سمت قبلہ سے کسی قدر ٹیڑھا معلوم ہوتا ہے بدیں وجہ چند صاحبان کہتے ہیں کہ بغیر درستی مسجد نماز درست نہیں ہوتی اور مسجد کی درستی از سر نو تعمیر جدید سے ہو سکتی ہے یہ کام مسلمانوں کی حالت اور طاقت موجودہ سے بعید ہے کیونکہ قصبہ ہذا میں بہت تھوڑے گھر غریب مسلمانوں کے ہیں علاوہ اس کے فتنہ و فساد کا پورا احتمال ہے کہ متعصب ہندوؤں کی اکثریت کا غلبہ ہے مسجد کو شہید کرنے میں اور جدید تعمیر کرنے پر ضرور رکاوٹ پیدا کرنے کا خطرہ ہے خطوط کے ذریعہ صفوف کو سیدھا کرنے میں بجائے دو صفوں کے ایک صف کا ہونا بھی ناممکن ہو جاتا ہے اور نمازیوں کو جگہ نہیں ملتی ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ حالیہ مسجد میں نماز بلا کراہت درست و جائز ہے یہ مسجد بادشاہی زمانے کی بنی ہوئی ہے قطب نما کی جہت کا کچھ اعتبار نہیں لہذا علمائے دین سے گزارش ہے کہ ایسی صورت میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے بحوالہ کتب فقہ حنفی مطلع فرما کر مسلمانوں کو مشکور فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۹۱۵ ملا عبد الغنی صاحب (جے پور) ۱۸ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۷) اس مسجد کی سمت کا نقشہ صحیح صحیح قطب نما کے لحاظ سے بنوا کر میرے پاس بھیجو تو پھر میں اس کا حکم بتاؤں گا نقشہ لینے کی صورت یہ ہے کہ ایک کاغذ پر مسجد کی عمارت کا مربع نقشہ بناؤ اور پھر اس

---

(۱) (ایضاً حوالہ صفحہ گزشتہ حاشیہ ۳)
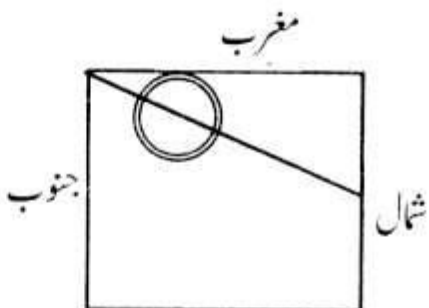
پر قطب نما رکھ کر دیکھو کہ مسجد کی سمت سے کس قدر ہٹ کر خط سمت جاتا ہے اور جنوباً یا شمالاً کس قدر تفاوت ہوتا ہے یہ نقشہ مسجد کے اندر اس کی سمت عمارت پر کاغذ رکھ کر بن سکے گا مثلاً یہ مربع مسجد کی موجودہ عمارت کی سمت پر درست کر کے رکھو کہ خط مغربی مغرب کی دیوار پر سیدھا منطبق ہو اس کے بعد مغربی خط پر قطب نما رکھو اور اس کی سوئی کی دونوں طرفوں کی سیدھ میں خط لگالو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونا خلاف ادب ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) قبلہ کی طرف پاؤں کر کے قصداً سونا کیسا ہے ؟

(جواب ۲۷۸) قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونا خلاف ادب ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

چھت مسجد سے منحرف ہو کر نماز پڑھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۴ء)

(سوال) زید جب نماز پڑھتا ہے تو پچھم دکھن کے کونے کو قبلہ رخ تصور کر کے نماز پڑھتا ہے اور سمجھانے سے نہیں مانتا اس کے مکان کے قریب ہی مسجد ہے مسجد قطب ستارے سے ملی ہوئی ہے لیکن زید مسجد کو ٹیڑھی بتاتا ہے اور اگر قطب ستارہ پہنچوانے کو کہا جاتا ہے تو زید کہتا ہے کہ تم کسی شرعی دلیل سے قطب ستارے کو ثابت کرو' ہم لوگوں کو قطب کی شناخت معلوم نہیں ہے۔

(جواب ۲۷۹) زید جنوب مغرب کے گوشے کی طرف منہ کر کے کس وجہ سے نماز پڑھتا ہے ؟ اگر وہ اس جہت کو اپنے مقام کے لئے قبلہ کی صحیح جہت سمجھتا ہے اور اس کے پاس اس کی دلیل بھی ہو تو اس کی نماز صحیح ہوگی ورنہ اس کو اپنے شہر کی مساجد قدیمہ کی جہت کا اتباع کرنا چاہئے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دور والوں کے لئے جہت قبلہ کافی ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) قرآن مجید میں نماز پڑھنے کے لئے کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔ فولو او جوھکم شطر

---

(۱) وفی العالمگیریۃ' : " ویکرہ مد الرجلین إلی الکعبۃ فی النوم وغیرہ عمداً الخ (الباب الخامس فی آداب المسجد ۵/۳۱۹ ماجدیہ کوئٹہ) وفی الشامیۃ' : " ویکرہ تحریماً استقبال القبلۃ . وکما کرہ مد رجلین فی نوم أو غیرہ إلیھا أی عمداً : لأنہ إساءۃ أدب (مطلب فی أحکام المسجد ۱/ ٦٥٥' ط سعید)

(۲) وجھۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل ' والدلیل فی الأمصار والقری المحاریب التی نصبھا الصحابۃ والتابعین فعلینا اتباعھم الخ (عالمگیریۃ' الفصل الثالث فی استقبال القبلۃ ۱/ ٦٣ ط ماجدیہ)

المسجد الحرام بنگلور اور میسور میں عموماً مساجد کا رخ عین مغرب کی طرف ہے جو قبلہ سے بہت ہٹ کر پڑتا ہے مستفتی کا ارادہ ایک مسجد تیار کرنے کا ہے کیا میں بھی اسی طرح مسجد تیار کروں جس طرف دوسری مساجد کا رخ ہے یا نقشہ اور کمپاس کے لحاظ سے عین خانہ خدا کی سمت مسجد کا رخ رکھا جائے۔

(جواب ۲۸۰) یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ مسجد حرام یعنی کعبہ مقدسہ ہے لیکن چونکہ دور دراز ممالک کے رہنے والے مسلمانوں کے لئے یہ بات بہت دشوار تھی کہ وہ ہر مقام پر کعبہ کی صحیح سمت معلوم کریں اس لئے شریعت مقدسہ نے آسانی کے لئے جہت قبلہ کو قبلہ کا حکم دے دیا ہے اور دور دراز کے ان ممالک کے لئے جو مشرقی ممالک کے رہنے والے ہیں مغربی جہت قبلہ ہو گئی اور ان کی نمازیں مغربی جہت کی طرف منہ کر لینے سے درست ہو جاتی ہیں اس لحاظ سے کہ آپ بنگلور میں صحیح سمت کعبہ معلوم کر کے اپنی زیر تجویز مسجد کو اس کے موافق تیار کریں اصل کے لحاظ سے وہ مسجد صحیح اور بہتر ہو گی مگر چونکہ اس میں مسلمانوں کے خیالات میں انتشار اور طرح طرح کے اوہام پیدا ہونے کا قوی امکان ہے کہ ساری مسجدیں تو ایک طرح کی ہیں اور ایک مسجد دوسری طرح کی اس لئے اس انتشار وہم سے بچانے کے لئے آپ اپنی مسجد کو متمیز طریقے پر دوسری مساجد کے خلاف تعمیر نہ کریں اگر کوئی غیر متمیز تفاوت ہو تو مضائقہ نہیں۔ تاکہ مسلمان انتشار خیال اور باہمی اختلاف سے بچیں۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل سیزدہم۔ جماعت خانہ و صحن و فنائے مسجد

مسجد سے ملحق دکان پر امام کے لئے حجرہ بنانا

(سوال) مسجد کے دائیں جانب ایک دکان ہے جس کی دیوار مسجد کی اور دکان کی ایک ہے لیکن دکان کا دروازہ باہر کی طرف ہے اسی دکان کی چھت کے اوپر ایک حجرہ امام کے رہنے کے واسطے تعمیر کرایا ہے جو دیوار مسجد کی دکان میں آگئی ہے وہی دیوار اوپر حجرے میں آگئی ہے اور حجرے کا دروازہ بھی باہر کی طرف ہے امام بال بچے دار نہیں' تنہا ہے تو کیا اس حجرے میں رہنا جائز ہو گا۔؟

المستفتی نمبر ۸۵ نور محمد لکھنؤ۔ ۵ رجب ۱۳۵۳ھ م ۱۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۸۱) امام کو اس حجرے میں جو مسجد کی فضا پر نہیں ہے بلکہ دکان کی چھت پر ہے رہنا جائز ہے' البتہ مسجد کی دیوار کو حجرے میں شامل کرنا نہیں چاہیئے تھا (۲) تاہم اس کی وجہ سے امام کو حجرہ میں رہنا ناجائز نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) فی التنویر و شرحہ: " والسادس استقبال القبلة حقيقة او حكمافللمكي إصابة عينها ولغير إصابة جهتها بأن يبقى شئى من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهو ائها (مبحث فى استقبال القبلة' ۱/۴۲۷. ۴۲۸ ط سعید)

(۲) ولا يوضع الجذع على جدار المسجد' وإن كان من أو قافه (رد المحتار' كتاب الوقف' أحكام المسجد ۴/۳۵۸ وخير الفتاوى' احكام المسجد ۲/۷۲۲' ط ملتان)

مسجد کی دکان پر امام کے لئے حجرہ بنانا

(سوال) مسجد کی دکانوں پر مسجد کے متصل ایک مختصر بالا خانہ ہے جس کا باہر آنے جانے کا دروازہ بھی مسجد کے دروازہ سے علیحدہ ہے اس میں امام مسجد مذکور مع اپنے اہل و عیال کے رہتا ہے لہذا امام کو مع اپنے اہل و عیال کے ایسے مکان یا حجرے میں رہنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۰۵ قاری عبدالرحیم (دہلی) ۱۱ شوال ۱۳۵۴ھ م ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۸۲) اگر حجرہ مسجد پر نہیں ہے بلکہ دکانوں پر ہے اور اس کا راستہ اور دروازہ بھی مسجد سے علیحدہ ہے تو اس میں امام مسجد مع اہل و عیال کے رہ سکتا ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔(۱) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

استنجاء خانوں کے اوپر امام کے لئے جگہ بنانا

(سوال) ایک دو منزلہ مسجد کے نیچے سے جس قدر جگہ نماز کے لئے مقرر ہے سیدھا اوپر بھی اسی قدر جگہ نماز کے لئے مقرر ہے یعنی نیچے سے لیکر سیدھا اوپر تک ایک برابر جگہ نفس مسجد بنی ہوئی ہے اور مشرقی جانب نیچے میں کسی قدر جگہ میں حوض ہے متصل اس کے پیشاب خانہ ہے، کسی قدر جگہ خالی ہے جہاں لوگ جوتی وغیرہ چھوڑتے ہیں اس کے متصل گوشہ میں چھوٹی سی کوٹھری دکان ہے جس قدر جگہ میں نیچے حوض دکان وغیرہ ہیں اس کے سیدھا اسی قدر اوپر جگہ میں امام کی کوٹھری بھی ہے جو کہ وقت بنائے مسجد خود واقف و بانی مسجد نے امام کی بیت سکونت کے لئے خارج کر کے رکھا ہے بیت الامام میں امام کم از کم چالیس سال سے سکونت بھی کرتا ہے خلاصہ یہ کہ یہ کوٹھری امام کی شرقی جانب مسجد کے سامنے دو منزلہ پر ہے جس کے نیچے بھی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ بلکہ حوض و دکان وغیرہ ہیں نیچے جہاں تک مسجد ہے اوپر بھی وہاں تک مسجد ہی ہے بیت الامام بالا خانہ پر اگرچہ مستقل ہے لیکن اس کی حدود دیوار سے علیحدہ کی ہوئی ہیں یعنی بذریعہ دیوار وغیرہ کے کوٹھری محدود و محفوظ کی ہوئی ہے اسکا دروازہ بھی الگ ہے اوپر نیچے مسجد میں آمد و رفت کے دروازے الگ ہیں غرض امام کی کوٹھری کے باعث کوئی آلودگی یا بے حرمتی مسجد یا مصلی کی آمد و رفت اوپر یا نیچے میں کوئی رکاوٹ نہیں کوٹھری کا تمام انتظام علیحدہ ہے آنا جانا پانی وغیرہ میں ایسی حالت میں کوٹھری مذکورہ میں امام اپنی اہلیہ کے ساتھ بود و باش کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ درمختار ،بحر الرائق وغیرہ میں جو لکھتے ہیں **لو بنی فوقه بيتا للامام (للسكنى) لا يضر لانه من المصالح** اس سے کیا مراد ہے۔ کیا امام کا مجرد رہنا یا مع اہل و عیال کے 'یا امام کا خالی بیٹھے رہنا اور کھانا پینا وغیرہ حاجات انسانیہ کچھ بھی یہاں پر نہ کرنا جس سے حرمت مسجد میں خلل ہو حال آنکہ یہ کوٹھری زمان ابتدائے بنائے مسجد سے ہے اور امام مدت

---

(۱) وكره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط، لأنه مسجد إلى عنان السماء (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها ۱/۶۵٦ ط سعيد)

مدید سے سکونت بھی کرتے ہیں اور بدستور اپنے کام کے لئے یہ سب منجانب واقف وقف بھی ہیں۔

المستفتی نمبر ۱۰۲۳ مولوی محمد ادریس صاحب گوہری امام مسجد کوئن اسٹریٹ سنگاپور
۲ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۷ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۸۳) صورت مسئولہ میں یہ کوٹھری جو مسجد سے علیحدہ دکان یا حوض کی چھت پر ہے اس میں امام اپنے اہل و عیال کے ساتھ سکونت کر سکتا ہے کیونکہ جب کہ یہ ابتدا سے اسی کام کے لئے بنائی گئی اور اصل مسجد یعنی مکان مہیا للصلوۃ سے یہ بالکل جدا ہے تو اس کا حکم نفس مسجد کا نہیں اور اس میں سکونت کرنے سے مسجد کے احترام میں بھی کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ درمختار کی عبارت **ولو بنی فوقه الخ**(۱) تو اس بیت یعنی کوٹھری کے متعلق ہے جو نفس مسجد پر ہو اس میں بھی امام کو رہنا جائز ہے مگر اس میں اہل و عیال کے ساتھ رہنا یا کوئی ایسا کام کرنا جو آداب مسجد کے منافی ہو جائز نہ ہوگا مگر سوال میں جو صورت ہے یہ اس سے بالکل مختلف ہے۔(۲) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کے دروازے کے متصل بازار لگانا

(سوال) جامع مسجد کے شرقی دروازے کے آگے جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں اور وہ جگہ مسجد کی ملکیت ہے ایک بازار کبوتران و مرغ فروشان کا ہر روز لگا کرتا ہے اور خوانچہ والے بکثرت وہاں سودا بیچتے ہیں ان کبوتر فروشوں اور خوانچہ والوں کی وجہ سے وہاں ایک ہجوم رہتا ہے اور مسجد کا دروازہ بالکل گھرا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ نمازی اگر نماز کے لئے مسجد میں جانا چاہیں تو اس وقت ان کو سخت دشواری کا سامنا ہوتا ہے بھیڑ اس کثرت سے ہوتی ہے کہ راستہ نہیں ملتا اور بعض اوقات نمازیوں کو ہجوم کی کثرت کی وجہ سے واپس آنا پڑتا ہے اس کے علاوہ مسجد کے دراوزہ کے آگے لوگ حقہ بیڑی، سگریٹ وغیرہ پیتے ہیں اور گالی گلوچ بکتے ہیں غرض اس بازار کے لوگ نہ مسجد کا احترام کرتے ہیں نہ نمازیوں کے راستہ کی پروا کرتے ہیں منتظمین مسجد سے کئی بار استدعا کی گئی لیکن وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ بازار شاہی زمانے سے لگتا ہے مسجد کے دروازہ کے آگے بازار لگانا اور لوگوں کا وہاں گالی گلوچ بکنا اور نمازیوں کے لئے قریب قریب راستہ کو بند کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جو منتظمان توجہ دلانے کے باوجود اس امر کی طرف توجہ نہ کریں بلکہ صورت موجودہ میں بازار قائم رہنے اور نمازیوں کو راستہ کی تکلیف ہونے دیں ان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۴۱۴ حاجی محمد دین صاحب لیس والے (خلف حاجی رفیع الدین مرحوم (چاندنی چوک دہلی)
۱۴ صفر ۱۳۵۶ھ ۲۶ اپریل ۱۹۳۷ء

---

(۱) (الدر المختار: کتاب الوقف: أحکام المسجد ۴/ ۳۵۸ ط سعید)
(۲) والتنویر و شرحہ: "وکرہ الوط‌ء فوقه والبول والتغوط؛ لأنه مسجد إلی عنان السماء (باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیھا ۱/ ۶۵۶ ط سعید)

(جواب) (از امام صاحب فتح پوری) ہو الموفق دروازہ مسجد اسی لئے بنایا جاتا ہے تاکہ نمازی اس سے مسجد میں داخل ہوں پس خلاف منشائے واقف اس پر دکانیں قائم کرنا یا کبوتر فروشوں وغیرہم کو اس پر خرید و فروخت کی اجازت دیکر نمازیوں کی راہ تنگ کرنا ہرگز جائز نہیں لانه لا یجوز تغییر شرط الواقف کما فی عامة کتب الفقة قال فی الاسعاف ولو اراد قیم المسجد ان یبنی حوانیت فی حرم المسجد و فنائه قال الفقیه ابو اللیث لا یجوز له ان یجعل شیئا من المسجد سکنا و مستغلا انتهی ص ۷۴۷ اور سلاطین ماضیہ کے عمل کو صورت مذکورہ میں حجت گردانا صحیح نہیں کہ یہ حجج شرعیہ سے نہیں ہے پس یہ دلیل جواز نہیں ہو سکتا پھر حضرت شاہ جہاں نور اللہ مرقدہ سے تو یہ امر ثابت ہو ہی نہیں سکتا انہوں نے اس مقام پر بازار لگوانے کی اجازت دی ہوگی لامحالہ اس کا رواج اگر پڑا ہوگا تو پچھلے زمانہ کے سلاطین کے زمانہ میں پڑا ہوگا جس کا باعث سلاطین کی غفلت اور لاپروائی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے اور اس صورت میں ان کی اتباع کیونکر کی جا سکتی ہے کمیٹی مسجد جامع چونکہ اس کی اصلاح پر قادر ہے اس لئے شارع کا حکم اسی کی جانب متوجہ ہے کہ وہ اس طرف اپنی توجہ مبذول فرما کر اس مفسدہ کا انسداد فرماوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب ۲۸۴) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہو الموفق۔ مسجد کے دو حصے ہوتے ہیں ایک تو وہ حصہ جو مہیا للصلوۃ یعنی ادائے نماز و عبادت کی غرض سے بنایا جاتا یا معین کیا جاتا ہے دوسرا وہ حصہ جو پہلے حصے (مہیا للصلوۃ) سے خارج مگر احاطہ مسجد یا فناء مسجد میں شامل ہوتا ہے ان دونوں حصوں کے احکام جدا جدا ہیں پہلے حصے میں ناپاک (جنابت والے انسان اور حیض و نفاس والی عورت) کا داخل ہونا حرام ہے اور اس میں نماز پڑھنے والے کو مسجد کا ثواب ملتا ہے اس میں بیع و شرا ناجائز ہے معتکف کو اس حصے کے اندر رہنا لازم ہے یہ حصہ اوپر آسمان تک اور نیچے تحت الثریٰ تک مسجد کا حکم رکھتا ہے دوسرے حصے میں جو مہیا للصلوۃ سے خارج ہے ناپاک آدمی داخل ہو سکتا ہے اس میں نماز پڑھنے والے کو مسجد کا ثواب نہیں ملتا اس میں بیع و شرا حرام نہیں ہے معتکف اس حصے میں بغیر عذر شرعی چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور اس کا یہ حکم نہیں کہ اوپر آسمان تک اور نیچے تحت الثریٰ تک مسجد کے احکام جاری کئے جائیں ان مسائل کے دلائل یہ ہیں۔ لانه مسجد الی عنان السماء (درمختار) وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الا سبیجا بی (رد المحتار) (۱) ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید و جنازة و رباط مدرسة (درمختار) قوله لا مصلی عید و جنازة فلیس لهما حکم المسجد فی ذلك وان كان لهما حکمة فی صحة الاقتداء وان لم تتصل الصفوف و مثلها فناء المسجد و تمامه فی البحر (رد المحتار) (۲) کما کره فیه مبایعة غیر المعتکف مطلقا للنهی (درمختار) (۳) پس ان تصریحات

---

(۱) (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطلب فی أحکام المسجد ۱/ ۶۵۶ ط سعید)
(۲) (کتاب الطهارة ۱/ ۱۷۱ ط سعید) (۳) (باب الاعتکاف ۲/ ۴۴۹ ط سعید)

کے بموجب مسجد کے حصہ اول یعنی مہیاللصلوۃ کے کسی جزو کو یا اس کے اوپر یا نیچے رہائش کے لئے استعمال کرنا یا اس کے اوپر آمدنی کے لئے کمرے اور مکان یا اس کے نیچے دکانیں بنانا ناجائز ہے خواہ یہ دکانیں تجارتی اغراض میں استعمال کرنے کے لئے یا رہائش کے لئے کرایہ پر اٹھائی جائیں پس فقہا کی تصریحات اور اسعاف کی عبارت منقولہ بالا اور فقیہ ابو اللیثؒ کے قول کے بموجب مسجد فتح پوری کی تمام دکانیں فناء مسجد میں اور سنہری مسجد اور احاطہ کالے صاحب اور دیگر مساجد کی دکانیں جو عین مسجد کے نیچے واقع ہیں فناء مسجد میں واقع ہیں اور سب ناجائز ہونے میں شریک ہیں اور عین مسجد کے نیچے کی دکانوں کا حکم عدم جواز شدید ہے بہ نسبت فنائے مسجد کی دکانوں کے۔ جامع مسجد کے شرقی دروازے کے بازار حیوانات اور اس کے شور و شغب کا اصل حکم یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے اور زمانہ قدیم سے ہو نا وجہ جواز نہیں اور اگر کمیٹی اس کی اصلاح پر قادر ہے تو اسے اصلاح کرنی چاہئے اور یہی حکم ان دکانوں کا ہے جو دیگر مساجد کے فنا میں واقع ہیں اور اس سے زیادہ شدید ان مساجد کی دکانوں کا جو عین مسجد کے نیچے یا اوپر واقع ہیں۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم.

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

صحن مسجد میں حوض استنجاء خانہ بنانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کیا صحن مسجد میں برائے وضو حوض اور برائے بول و براز طہارت خانہ بنا سکتے ہیں ؟ایک مسجد کو منہدم کر کے صحن قرار دینا اور تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر دوسری مسجد تیار کرنا کس حد تک صحیح ہے ؟

(جواب ۲۸۵) صحن مسجد کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے اول مسجد کے اس غیر مسقف حصے کو صحن کہتے ہیں جو مہیاللصلوۃ تو ہوتا ہے یعنی نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے لیکن بغیر چھت کے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے دوم اس حصے کو بھی صحن کہہ دیتے ہیں جو موضع مہیاللصلوۃ کے مسقّف اور غیر مسقف حصے کے بعد خالی زمین یا فرش کی صورت میں چھوڑ دیا جاتا ہے مگر وہ نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے نہیں بنایا جاتا۔

پہلے معنی کے لحاظ سے صحن تو مسجد کا ہی ایک حصہ ہے اور اس کے احکام مسجد کے احکام ہیں اس میں حوض اور وضو کی نالی وغیرہ بنانا جائز نہیں کیونکہ جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے اور اس کو نماز کے لئے مخصوص کر دیا جائے پھر اس کو کسی دوسرے کام میں نہیں لا سکتے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے صحن ایک علیحدہ چیز ہے یعنی اگرچہ وہ مسجد کے ساتھ وقف ہونے میں شامل ہے مگر مسجد کے احکام اس کے لئے ثابت نہیں اس میں جوتیاں پہن کر جانا' جنابت کی حالت میں گزرنا جائز ہے(۱) مسجد کی توسیع کی ضرورت سے اس

---

(۱) محل دخول جنب وحائض' کفناء مسجد ور باط و مدرسة الخ (الدر المختار' أحكام المسجد ۱/ ۶۵۷ ط سعيد) وفي العالمگيرية' :"قيم المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو فنائه لأن المسجد إذا جعل حانوتا أو مسكناً تسقط حرمته' وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد' فيكون حكمه حكم المسجد' كذافي المحيط (الفصل الثاني في الوقف على المسجد و تصرف القيم ۲/ ۴۶۲' ماجديه كوئٹه)

کو مسجد میں شامل کرلینا یا اس میں حوض اور وضو کی نالی بنا لینا جائز ہے اگر وہ مسجد میں ایک مرتبہ شامل کرلیا جائے گا تو پھر وہ مسجد کے حکم میں ہو جائے گا اسی صحن بالمعنی الثانی کے کسی ایسے گوشے میں جو نفس مسجد سے دور ہو پائخانہ بنا لینا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کی بدبو مسجد تک نہ پہنچے مسجد کو منہدم کر کے صحن بنا لینا بالمعنی الاول جائز ہے اور مسجد کو صحن بالمعنی الثانی بنانا ناجائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل چہاردہم۔ مسجد کی دیواروں کو منقش کرنا یا آیات لکھنا یا کتبہ لگانا

مسجد کی قبلہ والی دیوار کو منقش کرنا

(سوال) مسجد میں قبلہ رخ چاند سورج' پھول پتے و آیات سنہری رنگ میں یا لالی میں منقش کرنا جائز ہے یا منع ہے؟ المستفتی نمبر ۶۳۱ عبدالستار (ضلع بلاری) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۸۶) مکروہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کی دیواروں پر رنگین ٹائل لگانا

(سوال) کیا مسجد میں دیواروں پر ٹائل لگانا جائز ہے؟

المستفتی نمبر ۹۴۶ مولوی محمد عالم (ویجاپور) یکم ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۸۷) مسجد کی دیواروں پر اور خصوصاً قبلہ کی دیوار پر رنگین ٹائل لگانا مکروہ ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مسجد کی دیواروں پر آیات قرآنی یا ترجمہ لکھنا
(۲) مسجد کی قبلہ والی دیوار پر نقش و نگار کرنا

(سوال) (۱) مسجد کے دروازہ یا کھڑکی یا بیرونی یا اندرونی حصے کے کسی مناسب جگہ منظر عام پر بہ نسبت نفع خلق کلمہ طیبہ یا آیات قرآنی یا ترجمہ کسی آیت یا حدیث کی بر زبان بنگلہ لکھنا جائز ہے یا نہیں (۲) مسجد کی قبلہ کی دیوار میں یا محراب میں نقش و نگار کرنا کیسا ہے خصوصاً چندہ کے پیسے سے اور ایسا نقش جو بوقت صلوٰۃ نمازی کے دل کو مائل کرنے والا ہو۔ المستفتی نمبر ۱۶۳۲ محمد عبدالنور صاحب سلہٹ (آسام)

۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ ۲۴ جولائی ۱۹۳۷ء

---

(۱) وکرہ بعض مشائخنا النقش علی المحراب وحائط القبلۃ' لأنہ یشغل قلب المصلی الخ (رد المحتار' مطلب فی أحکام المسجد' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ۱/ ۶۵۸ ط سعید)

(۲) وکرہ بعض مشائخنا النقوش علی المحراب و حائط القبلۃ' لأن ذلک یشغل قلب المصلی الخ (عالمگیریۃ' الباب الخامس فی آداب المسجد' ۵/ ۳۱۹ ط ماجدیہ)

(جواب ۲۸۸) دیواروں دروازوں محرابوں یا عمارت کے کسی حصہ پر آیات و احادیث یا ان کا ترجمہ لکھنا خلاف ادب اور مکروہ ہے(۱) (۲) دیوار قبلہ پر نقش و نگار بنانا بھی مکروہ ہے چندہ دینے والے اگر اس کام سے راضی ہوں تو پھر وجہ کراہت یہی ہو گی کہ نمازیوں کا دل اس پر مشغول رہے گا(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

مسجد پر کتبہ لگانا

(الجمعیۃ مورخہ یکم فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) ضلع جالندھر میں ایک مسجد جو چندہ عام سے تعمیر کی گئی ہے عرصہ بیس سال کا ہوا کہ ایک پتھر اس مضمون کا وہاں لگوایا ہوا ہے۔" ایں مسجد مبارک بسرمایہ چندہ باہتمام شیخ قائم الدین ولد حاجی احمد بخش حسن پذیرفت "اب محلے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ پتھر لگانا جائز نہیں ہے ہر دو فریق نے آپ کو ثالث مانا ہے براہ کرم جلد اپنا حکم صادر فرمائیں۔

(جواب ۲۸۹) اس پتھر کے لگے رہنے میں کوئی شرعی اعتراض نہیں ہے جو لوگ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں ان سے ناجائز ہونے کی وجہ دریافت کی جائے جب کہ اس میں بسرمایہ چندہ لکھا ہے تو سب مسلمانوں کا حق بصراحت مذکور ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فصل پانزدہم۔ مسجد میں نماز جنازہ

بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) مسجد کے فرش پر نماز جنازہ پڑھائی جانی درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۷۴۲ نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر جونڈلہ ضلع کرنال۔
۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۰) مسجد میں بلا عذر جنازے کی نماز مکروہ ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) ولیس بمستحسن کتابۃ القرآن علی المحاریب والجدران مما یخاف من سقوط الکتابۃ وان توطأ و فی جمع النسفی مصلی او بساط فیہ اسماء اللہ تعالی یکرہ بسطہ الخ (عالمگیریۃ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ ۱/ ۱۰۹ ط ماجدیہ)

(۲) و کرہ مشائخنا النقش علی المحراب و حائط القبلۃ لأنہ یشغل قلب المصلی الخ (رد المحتار مطلب فی احکام المسجد ۱/ ۶۵۸ ط سعید)

(۳) (خیر الفتاوی باب أحکام المسجد ۲/ ۷۶۳ ط ملتان)

(٤) وکرهت تحریما و قیل تنزیها فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ أو مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا " خلاصۃ" بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ و توابعھا (الدر المختار باب الجنائز ۲/ ۲۲۵ ط سعید)

فصل شانزدہم - عید گاہ

(۱) کافر کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز
(۲) مسجد کو منہدم کرانے والے گناہ گار ہیں
(۳) مسجد کو شہید کر کے دوسری جگہ مسجد بنانا
(۴) مسجد میں نماز عید پڑھنا

(سوال) ایک ہندو ریاست ہے عید گاہ میں جو قدیم زمانے سے قائم تھی تین چار سال سے عیدین کی نماز نہیں پڑھنے دی جاتی تھی اور اس لئے نماز دوسری جگہ ادا کرنی ہوتی تھی اب دائی ریاست کے حکم اور تین چار مسلموں کی رائے سے مسجد غیر مسلموں کے ذریعہ شہید کرادی گئی ہے اس مسجد کے پتھر سے اور ریاست کے خرچ سے دوسری مسجد تقریباً دو میل کے فاصلے پر بلا رضائے مسلمانان شہر ہذا تعمیر کرائی ہے مسلمانان شہر ہذا غریبی و دباؤ کی وجہ سے کچھ بھی بول نہ سکے چونکہ بلا رضامندی مسلمانوں کے عید گاہ مسجد شہید کر کے دوسری مسجد تعمیر کرائی ہے اس لئے اس کی تعمیر میں ایک بھی مسلم کا ہاتھ نہیں لگا۔
(۱) آیا اس مسجد میں نماز عیدین جائز ہے یا نہیں (۲) وہ مسلمان جنہوں نے مسجد شہید کرنے کی رائے دی اور علاوہ ان کے جو مسلمان اس رائے کی خلاف ہیں مگر بوجہ غریبی و خوف و دھمکی کے غیر مسلموں کو مسجد شہید کرنے سے روک نہ سکے ایسی حالت میں کن مسلمانوں پر کیسا گناہ عائد ہوا؟ (۳) اسی طرح اگر دیگر مسجدیں جن میں پنج وقتہ نمازیں ہوا کرتی ہیں جبراً شہید کر دی جائیں اور بجائے ان کے دوسری تعمیر کرادی جائیں تو ایسی مسجدوں میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۴) جن مسجدوں میں جمعہ و پنج وقتہ نمازیں ہوا کرتی ہیں کیا ان مسجدوں میں عیدین کی نمازیں ہو سکتی ہیں؟

المستفتی نمبر ۷۰۲ شاہ محمد ڈونگر پور۔ ۱۱ شوال ۱۳۵۴ھ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۱) (۱) نماز تو جائز ہے مگر مسلمان اس میں نماز نہ پڑھیں تو بہتر ہے(۱) (۲) انہدام کی رائے دینے والے سخت مجرم اور گناہ گار ہیں اور مجبوری سے خاموش رہنے والے معذور ہیں(۲) (۳) اس کا بھی وہی جواب ہے جو نمبر ایک کا ہے (۴) نماز عید تو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ شہر سے باہر میدان میں پڑھی جائے(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) عید گاہ میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے؟

---

(۱) ولو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین وبنائه كما بنى المسلمون وأذن لهم بالصلاة فيه فصلوا فيه ثم مات يصير ميراثا لو رثته وهذا قول الكل (عالمگیریة' كتاب الوقف' مطلب فی وقف الذمی ۲/۳۵۳ ط ماجدیه)
(۲) ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها الخ (البقرة: ۱۱۴)
(۳) والخروج اليها أى الجبانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح (الدر المختار' باب العيدين ۳/۱۶۹ ط سعيد)

(۴) عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے

(سوال) عید گاہ میں علاوہ عیدین کے کسی روز اتفاقاً کسی وقت نماز تنہا یا جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۸۲۴ حبیب اللہ صاحب (ضلع غازی پور) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ م یکم اپریل ۱۹۳۶ء
(جواب ۲۹۲) ہاں عید گاہ میں احیاناً فرائض پنجگانہ میں سے کوئی نماز پڑھی جا سکتی ہے تنہا یا جماعت سے پڑھنا دونوں صورتیں جائز ہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'
(جواب دیگر ۲۹۳) عید گاہ میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عید گاہ میں فٹ بال کھیلنا

(سوال) عید گاہ میں فٹ بال یا اور کسی قسم کا کھیلنا جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۵۴۶ حاتم احمد (بنگال) ۲۷ شعبان ۱۳۵۸ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء
(جواب ۲۹۴) عید گاہ میں بطور لہو ولعب کے فٹ بال کھیلنا اور کوئی کھیل کھیلنا مکروہ ہے۔ (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) عید گاہ میں حائضہ اور جنبی داخل ہو سکتے ہیں
(۲) عید گاہ میں نماز جنازہ کا حکم

(سوال) مسجد اور عید گاہ دونوں میں کیا فرق ہے ؟ مرتبہ مسجد کا زیادہ ہے یا عید گاہ کا ؟
المستفتی نمبر ۲۴۲۷ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس)
۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء
(جواب ۲۹۵) مسجد میں جنبی آدمی داخل نہیں ہو سکتا عید گاہ میں اجازت ہے مسجد کا مرتبہ زیادہ بلند ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی
(جواب دیگر ۲۹۶) عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے۔ اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے(۵) محمد کفایت اللہ

---

(۱) أما المتخذة لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء الخ (الدر المختار' مطلب في أحكام المسجد ۱/۶۵۷ ط سعيد)
(۲) وكرهت تحريما و قيل تنزيها في مسجد و جماعة هوالميت فيه الخ (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۵ ط سعيد) (۳) وأما المتخذة لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الا قتداء (درمختار) وفي الشامية قال في البحر: ظاهره أنه لا يجوز الوطء والبول (إلى أن قال) فينبغي أن لا يجوز الخ (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' مطلب في احكام المسجد ۱/۶۵۷' ط سعيد و فتاوىٰ دار العلوم ديوبند' ۵/۲۱۴ ' مكتبه امداديه' ملتان) (۴) وأما المتخذة لصلاة جنازه أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء' لا في غيره به يفتى فحل دخوله لجنب و حائض (تنوير مع شرحه كتاب الصلاة' مطلب في احكام المسجد ۱/۶۵۷ ط سعيد)
(۵) وقيد بمسجد الجماعة' لأ نها لا تكره في مسجد أعدلها 'وكذا في مدرسة ومصلى عيد لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص ۳۶۰ ط مصر)

گاؤں میں متعدد جگہ نماز عید

(سوال) ایک شہر جس کی آبادی ایک ہزار مسلمانوں کی ہے اور عید گاہ موجود ہے کسی اختلاف کی بنا پر چند مسلمان دوسری عید گاہ اس کے قریب ہی بنانا چاہتے ہیں چند قدم کا فاصلہ ہے اور ایک کی تکبیر کی آوازیں بھی دوسری عید گاہ تک پہنچیں گی راستہ بھی ایک ہی ہے۔

(جواب ۲۹۷) دو عید گاہیں چھوٹی سی بستی میں بنانا اچھا نہیں سب کو ایک ہی عید گاہ میں نماز عید ادا کرنا چاہئیے اور خصوصاً اتنی قریب دوسری عید گاہ بنانا کہ ایک کی تکبیر کی آواز دوسری میں سنی جائے زیادہ برا ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل ہفدہم مسجد میں خرید و فروخت کرنا

امام کا مسجد کے حجرہ میں خرید و فروخت کرنا

(سوال) مسجد کا امام نمازیان اہل محلّہ کی اجازت سے حجرہ مسجد میں اپنے ذریعہ معاش کے لئے خرید و فروخت کر سکتا ہے یا نہیں ؟ مثلاً جلد بندی کتب فروشی وغیرہ ؟

المستفتی نمبر ۸۲۵ اکبر حسین انوار حسین (لدھیانہ)۔ ۸ محرم ۱۳۵۵ھ م یکم اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۸) اگر حجرہ کا دروازہ مسجد کے اس حصہ میں نہ کھلتا ہو جو نماز کے لئے مخصوص ہوتا ہے یعنی خرید و فروخت کرنے والوں کو مسجد میں سے نہ گزرنا پڑے تو امام کا ایسے کام کرنا مباح ہے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل ہیجدہم مسجد میں جلسہ یا وعظ و ترجمہ

مسجد میں وعظ و تبلیغ کرنا

(سوال) جامع مسجد میں یا کسی اور مسجد میں مسلمانوں کی بہبودی کے لئے کسی امر کا باہمی مشورہ کرنا' یا کسی امر کی نسبت جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو اس سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا جائز ہے یا ناجائز عام طور سے جمعہ کے دن مجمع کثیر ہوتا ہے جس میں مقامی و بیرونی اشخاص شریک ہوتے ہیں چند اشخاص جو آخر جماعت میں شریک ہوتے ہیں یا تسلی سے نماز پڑھتے ہیں یا نماز کے بعد تشریف لاتے ہیں اگر ان صاحبان کا انتظار کیا جائے تو بیشتر حصہ انتظار کرنا نہیں چاہتے جس کی وجوہات ملازمت یا دیگر کاروبار ہیں اگر کوئی دیگر جگہ ہو یا وقت مقرر کیا جائے تو مقامی اشخاص زمانے کے رجحان کے مطابق دلچسپی نہیں لیتے اور نہ ہی کثرت سے شریک ہوتے ہیں اور بیرونی تو قطعی طور سے محروم رہتے ہیں اگر مذکورہ بالا وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے

---

(۱) والخروج إليها اى الجبانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع' وهو الصحيح (الدر المختار' باب العيدين ۲/ ۱۶۹ ط سعيد)

(۲) وكره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط واتخاذه طريقاً بغير عذر الخ (الدر المختار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' مطلب في أحكام المسجد ۱/ ۶۵۶ ط سعيد)

مسجد میں قومی مفادات کی وجہ سے مشورہ کرنا ہو تو ایسے اشخاص یا پارٹی کی نسبت جو تفرقہ بازی پیدا کرے اور جمعہ علیحدہ کرنے کی تحریک کرے کیا خیال ہے؟

المستفتی نمبر ۱۰۱۷ محمد امیر صاحب۔ پریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ کالکا۔ انبالہ

۲ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۳ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۹) مسجد میں تبلیغ یا وعظ کا جلسہ یا مشورہ کے لئے اجتماع کرنا جائز ہے اور نماز جمعہ کے بعد اس قسم کا اجتماع مناسب ہے نماز سے پہلے اعلان کرا یا جائے تاکہ لوگ سنتیں، نفلیں پڑھ کر جلد فراغت کرلیں اور اطمینان سے تقریر اور مشورہ ہو سکے اور تقریر یا مشورہ شروع ہونے کے بعد جن لوگوں کو سنن، نوافل پڑھنا باقی ہو ان کے لئے خود یہ مناسب ہے کہ وہ جلسہ کے موضع سے علیحدہ ہو کر یا مکانوں میں جا کر سنن پڑھیں(۱)　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں محفل میلاد کرنا

(سوال) زید کا مکان محلہ کی مسجد کے قریب میں ہے اور مکان میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ آدمی جمع ہو سکیں اگر وہ زید مسجد کے نماز وقت کے علاوہ وقت میں میلاد شریف پڑھوائے تو شرعاً کوئی گناہ اس پر عائد ہوتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۱۱۷ سید محمد اسماعیل صاحب (پونا) ۱۲ شوال ۱۳۶۰ھ ۶ اد سمبر ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۰۰) مسجد میں نماز کے اوقات کے علاوہ وقت میں وعظ و تذکیر کی مجلس قائم کرنا مباح ہے مگر مولود شریف کی مروجہ مجالس چونکہ بہت سے امور غیر شرعیہ پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان میں بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو احترام مسجد کے خلاف ہیں مثلاً غیر پابند شرع اشخاص کا گانا اور غیر معتدل آواز سے چلا کر خلاف شرع مضامین کے اشعار پڑھنا اور مسجد میں غیر متشرع آدمیوں بچوں وغیرہ کا اجتماع اور فرش وغیرہ کا ملوث کرنا اس لئے ایسی مجالس کے انعقاد سے مسجد کو محفوظ رکھنا لازم ہے ہاں اگر کوئی متشرع عالم بطور تذکیر کوئی وعظ یا تقریر کرے اور اس کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کے واقعات مبارکہ ولادت و فضائل و حالات نبوت کا بھی بیان کردے اور فضول رسوم مروجہ میلاد سے مجتنب رہے تو اس میں کوئی نقصان اور ممانعت نہیں بلکہ ایسا بیان موجب خیر و برکت ہوگا مولود مروج میں اکثر مولود خواں روایات موضوعہ بیان کرتے ہیں اور بے سر و پا اور بے اصل واقعات کا ذکر کرتے ہیں ذکر ولادت کے وقت قیام کرتے ہیں یہ باتیں جائز نہیں ہیں(۲)　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) اما للتدریس او للتذکیر فلا لانه ما بنی له وان جاز فیه ولا یجوز التعلم فی دکان فی فناء المسجد عند ابی حنیفة و عندهما یجوز الخ و عمارته و اصلاحه للامام اونا ئبه (البحر الرائق' فصل کره استقبال القبلة ۲ ۳۸ ط بیروت' لبنان)

(۲) عن واثلة بن اسقع' ان النبی ﷺ قال : " جنبوا مساجد کم صبیانکم و مجانینکم و شراء کم و بیعکم و خصوما تکم و رفع اصواتکم الحدیث ' (سنن ابن ماجة باب ما یکرہ فی المساجد ص ۵۵ ط میر محمد کتب خانه) اما للتدریس او للتذکیر فلا لانه ما بنی له وان جاز فیه الخ (البحر الرائق' فصل کره استقبال القبلة' ۲/۳۸ ط بیروت' لبنان)

(۱) نماز عشاء کے بعد ترجمہ قرآن یا دینی کتاب کا درس
(۲) سنتوں اور نوافل کے وقت کتاب سنانا

(سوال) (۱) ایک شخص قریباً چار سال سے جامع مسجد کلاں میں عشاء کی نماز و سنتیں و وتر و نوافل کے ختم ہو جانے نصف گھنٹہ گزرنے اور پوری جماعت کے مقتدیان میں سے دو حصے آدمی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر جانے کے بعد لوجہ اللہ صرف نصف گھنٹہ تفسیر حقانی اور ساتھ ہی ساتھ دیگر مسائل وغیرہ کی کتابیں مثلاً رکن الدین یا عقائد الاسلام مرتبہ مولوی عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی یا بہار شریعت یا تعلیم الاسلام کے حصے یا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کتابوں میں سے جزاء الاعمال یا شوق وطن یا فتاویٰ اشرفیہ یا معراج المؤمنین وغیرہ وغیرہ پڑھ کر سناتا ہے اور پندرہ سولہ آدمی دلچسپی سے سنتے بھی ہیں لیکن شخص مذکور عالم نہیں ہے البتہ دینیات سے شوق و دلچسپی ضرور ہے تو ایسی صورت میں شخص متذکرہ بالا کا فعل مسجد میں جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ یہ فعل مسجد میں ناجائز ہے (مسجد بڑی ہے۔ اکثر دو ایک آدمی رات گئے تک قضا و اد ایا و ظائف وغیرہ دیر تک پڑھتے ہیں)

(۲) لیکن بکر مقتدی زید کو جواب دیتا ہے کہ جو صاحب دیر تک وظیفہ پڑھتے ہیں یا جماعت ختم ہونے کے بعد آتے ہیں (اور وہ بھی ایک دو صاحب) اگر ان کو خلل واقع ہوتا ہے تو ایسے صاحب ذرا علیحدہ فاصلہ پر جا کر پڑھ لیں کیا حرج ہے اور جو نیک کام عرصے سے ہو رہا ہے اور مخلوق خدا کو فیض پہنچ رہا ہے اس کو کیوں بند کراتے ہو آج تک کسی عالم نے اعتراض نہیں کیا اور اگر بالفرض ایسا فعل ناجائز ہے تو اکثر علماء وعظ و پند وغیرہ کی مجالس مساجد میں کیوں منعقد کرتے ہیں اسی طرح پیش امام صاحب جمعہ وہ بھی مستند عالم ہیں قبل از خطبہ، خطبہ کا ترجمہ اردو میں کیوں بیان کرتے ہیں۔ اس وقت بھی بہت سے اشخاص سنن و نوافل و اوراد وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں اور یہ وقت بہ نسبت عشا کے وقت کے بہت کم ہوتا ہے عشاء میں قضا نماز و نوافل بعد تاخیر سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور ثواب بھی زیادہ ہو گا تو یہ بکر کا کہنا صحیح ہو گیا نہیں ؟

(۳) زید معترض کہتا ہے کہ وعظ و پند وغیرہ کی مجالس اور خطبہ کا ترجمہ ہفتہ میں ایک بار ہوتا ہے اور یہ فعل بھی ناجائز ہے جس صاحب کے وظیفہ وغیرہ میں خلل واقع ہو تو وہ اس کام کو بھی فوراً بند کرا سکتا ہے مجھے تو عشاء کی نماز میں تفسیر خوانی سے خلل واقع ہوتا ہے اس لئے میں تو اس کام کو بند کرا کے ہی رہوں گا اگر یہ ویسے خوشی بند نہیں کریں گے تو بذریعہ پولیس بند کراؤں گا مسجد مذکور میں پچاس پچپن نمازی ہوتے ہیں کوئی شاکی نہیں ہے صرف ایک شخص زید اس کام میں حارج ہے جملہ مقتدیان کی یہی مرضی ہے کہ جو کام جس طرح کر رہے ہو کرو ہماری نماز میں کسی قسم کا خلل آپ کے پڑھنے سے واقع نہیں ہوتا، تو ایسے آدمی کے لئے کیا حکم ہے اور اس سے دیگر مسلمانوں کو کیا برتاؤ رکھنا چاہئے ؟

المستفتی عبدالعزیز خاں پسر مولوی عبدالکریم صاحب مفتی۔ ۲۸ اپریل ۱۹۵۲ء

(جواب ۳۰۱) (۱) نماز عشاء کے نصف گھنٹہ بعد مسجد میں لوگوں کو ترجمہ القرآن مجید یا ضروریات دینیہ سنانی جائز ہیں (۱) جو لوگ نوافل و سنن پڑھتے ہوں اور مسجد بڑی ہو تو وہ ہٹ کر نماز پڑھیں 'یا اپنے گھر جا کر پڑھیں 'نوافل و سنن کے لئے گھر پر ادا کرنا افضل ہے (۲)

(۲) بکر کا قول صحیح اور شرع کے موافق ہے (۳)

(۳) زید معترض کا یہ کہنا کہ وعظ ہفتہ میں ایک دن ہوتا ہے اور وہ بھی ناجائز ہے صحیح نہیں ہے اس کو خود اپنی نماز وعظ کے مقام سے ہٹ کر ادا کرنی چاہئیے اس ذکر خیر کو بند کرانا درست نہیں ہے (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

(جواب) (از علماء ٹونک) استفتاء ہذا اور اس کے ہمراہ دوسرا استفتاء دو فریق کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں دونوں استفتاء ایک ہی موقع کے لئے ہیں لیکن مضامین استفتاء اپنے اپنے خیال کے تحت لکھے گئے ہیں یہ واقعہ جامع مسجد امیر گنج ٹونک کی نسبت ہے اس مسجد میں ایک عرصہ سے ایک صاحب تفسیر حقانی وغیرہ بعض مقتدیوں کو سنایا کرتے ہیں سننے والوں کے علاوہ دیگر مقتدی اس مقام پر صحن میں جہاں عشاء کی جماعت ہوتی ہے 'سنن 'وتر 'اور دو وظائف پڑھتے ہیں اور ایسے بھی نمازی جو شریک جماعت نہیں ہوئے تھے وہ آکر اپنے فرائض وغیرہ پڑھتے ہیں اس واقعہ کو ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے ایسے وقت میں جب کہ عشا کی جماعت ختم ہو چکی تھی اور مقتدی اپنی نمازیں پڑھ رہے تھے اور بعض مشغول وظائف تھے تفسیر حقانی بیان کی جا رہی تھی اور دو چار آدمی سن رہے تھے۔

ہر ایک کام خواہ اوامر سے ہو یا نواہی سے 'اس کا ایک موقع اور محل ہوا کرتا ہے ہر ایک کام ایک موقع پر زیبا ہوتا ہے اور دوسرے موقع پر وہ نازیبا ہو جاتا ہے دیکھو امر معروف۔ نہی منکر ہر وقت ضرور ہوتا ہے یا جس وقت حضور ﷺ کا نام نامی آوے اس وقت درود شریف پڑھنی چاہئیے لیکن یہ موقع اگر خطبہ کے وقت آوے تو ہرگز امر معروف نہی منکر کی اجازت نہیں اسی طرح خطبہ کے وقت حضور ﷺ کا نام نامی باوجود سننے کے درود شریف پڑھنا زبان سے درست نہیں پس تفسیر حقانی وغیرہ کتابوں کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا اگرچہ ایک بہتر کام ہے مگر اس کی بہتری اسی حد تک ہے جبکہ دوسروں کی نمازوں میں خلل واقع نہ ہوتا ہو دیکھو قرآن شریف پڑھنا افضل عبادت ہے مگر اس کو ایسی جگہ نہ پڑھنا چاہئیے جہاں نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو بحکم اذا قرء القران فاستمعوا له وانصتوا (جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اس کو سنو اور کان دھرو) قرآن شریف کا سننا فرض ہے پس ایسی جگہ قرآن شریف کا پڑھنا جہاں دوسرے لوگ مشغول نماز

---

(۱) أما للتدريس أو للتذكير فلا ' لأنه ما بنى له وإن جاز فيه' ولا يجوز التعلم فى دكان فى فناء المسجد و عند أبى حنيفة وعندهما يجوز إذا لم يضر بالعامة (البحر الرائق' فصل كره استقبال القبلة ۲/۳۸ ط بيروت)

(۲) قال النبى ﷺ : " فعليكم بالصلوة فى بيوتكم' فإن خير صلوة المرء فى بيته إلا المكتوبة (مسلم' باب استحباب صلوة النافلة فى بيته' ۱/۲٦٦ ط قديمى كتب خانه' كراچى)

(۳) أما للتدريس او للتذكير الخ

(٤) (ايضاً)

ہوں یا وظیفہ ہوں ہر گز زیبا نہیں ہے اور ممانعت کے باوجود اگر وہ شخص باز نہ آئے گا تو وہ گناہ گار ہو گا پس جس جگہ تفسیر حقانی پڑھی جاتی ہے یا تو ایسی جگہ پڑھی جائے کہ جہاں سے نمازیوں کی نماز اور وظیفہ میں حرج واقع نہ ہو یا ایسے وقت میں پڑھی جائے جب کہ نمازی اپنی نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر چلے جائیں۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا جزو اعظم اتحاد ہے اور اسی اتحاد کو قائم کرنے کے لئے پنج وقتہ نماز جمعہ و عیدین مقرر کی گئی ہیں آپس میں مسلمانوں کو یک جہتی سے زندگی بسر کرنی چاہئیے اور آپس کے اختلافات سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئیے کہ نتیجہ اس کا بہتر نہیں۔

(دستخط مفتی صاحب ٹونک) محمد ایوب صاحب مفتی سابق۔ ۹ شعبان ۱۳۷۱ھ ۵ مئی ۱۹۵۲ء

(جواب ۳۰۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) یہ جواب اصول شرعیہ کے پیش نظر صحت سے گرا ہوا ہے مسجد میں نوافل و وظیفہ پڑھنے کا جس طرح ہر مسلمان کو حق ہے اسی طرح تذکیر و تعلیم دین کا بھی حق ہے اگر مسجد بڑی ہے اور اس میں گنجائش زیادہ ہے تو نوافل و وظیفہ پڑھنے والے اس کے ایک گوشہ میں پڑھیں اور تعلیم و تدریس کرنے والے دوسرے گوشہ میں کریں اس طرح دونوں کام ہوتے رہیں گے اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل نوزدہم۔ مسجد میں اکھاڑہ بنانا

مسجد میں اکھاڑا کرنا جائز نہیں

(سوال) اندرون چہار دیواری مسجد علاوہ صحن مسجد جو زمین ہو وہ حکم میں مسجد کے اور حلقہ مسجد میں متصور ہو گی یا نہیں بصورت اول صحن مسجد یا حلقہ مسجد میں کوئی محرمی اکھاڑہ یا دنگلی اکھاڑہ یا دنگل قائم کرنا اور ساتھ عدم ستر کے محض لنگوٹ یا جانگیہ باندھ کر لڑنا شرعی نقطہ نگاہ سے جائز ہو گا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تیر اندازی و فن سپہگری کے لئے عہد نبوی ﷺ میں صحن مسجد نبوی ہی تھا اور صحابہ کرامؓ تیر اندازی وغیرہ صحن مسجد میں ہی کرتے تھے۔ المستفتی نمبر ۶۰۵ حکیم حافظ مولوی محمد حسین صاحب (ضلع گیا)

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۰۳) اکھاڑے میں کشف ستر اور شور و شغب اور بسا اوقات سب و شتم ہوتے رہتے ہیں اور احاطہ مسجد اور حریم مسجد میں یہ چیزیں احترام مسجد کے خلاف ہیں' اس لئے مسجد کے احاطے میں اکھاڑہ خواہ محرم کا خواہ دنگل قائم کرنا جائز نہیں ہے زید کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ کے حالات و اخلاق بہت ارفع و اعلیٰ تھے۔ وہ احترام مسجد کا پورا لحاظ رکھتے تھے۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) أما للتدريس أو للتذكير فلا لأنه ما بنى له وإن جاز فيه ولا يجوز التعلم في دكان في فناء المسجد عند أبي حنيفة و عندهما يجوز إذا لم يضربا لعامة الخ (البحر الرائق' فصل كره استقبال القبلة ۲/۳۸ ط بيروت)

(۲) عن واثلة بن أسقع أن النبي ﷺ قال: " جنبوا مساجد كم صبيانكم و مجانينكم و شراء كم و بيعكم و خصوماتكم ورفع أصواتكم" (سنن ابن ماجه' باب مايكره في المساجد' ص ۵۵' ط مير محمد كتب خانه' كراچی)

مسجد میں کھیل کود ناجائز ہے

(سوال) مسجد کے صحن میں بنوٹ سیکھنا اور سکھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ در آں حالیکہ ستر ڈھکا رہے اگر جائز ہے تو اس سے مسجد کی توہین تو نہیں ہوتی ؟

المستفتی نمبر ۲۲۴۰ ضیاء الحق محلہ چوڑی گراں دہلی۔ ۷ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۸ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۰۴) مسجد میں (یعنی موضع مہیا للصلوۃ میں) شور و شغب اور لہو و لعب کرنا منع ہے اگر ستر ڈھکا رہے اور بنوٹ میں مقصد بھی ایک فن کی تعلیم ہو تو علت کراہت (لہو و لعب یا توہین مسجد بوجہ کشف ستر) تو نہ ہو گی مگر شور و شغب سے تحرز اور لوگوں کے عرف میں مسجد کی حیثیت ایک اکھاڑہ کی ہو جائے گی اس لئے مسجد کو اس سے بچانا ہی مناسب ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل بستم۔ متفرق مسائل

عناد کی وجہ سے بنائی ہوئی مسجد اور اس کے امام کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) (۱) مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجد (خواہ وہ حسد و نفسانیت سے ہو) ضرار ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ضرار ہو سکتی ہے تو کیا جمیع امور و احکام میں وہ مسجد مثل اسی مسجد ضرار کے ہے جو منافقین نے حضرت ﷺ کے زمانے میں بنائی تھی اور جسے آپ ﷺ نے منہدم کر دیا تھا اگر تمام امور میں مسجد ضرار کے مانند ہے تو جو حکم مسجد ضرار کے لئے دیا گیا تھا اس کے لئے بھی وہی دیا جائے گا یا نہیں ؟

(۲) مسجد ضرار کا امام دیگر مساجد میں امامت کرے تو جائز ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہو گی یا نہیں ؟ یا جو شخص وہاں کبھی کبھی نماز پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز درست ہے یا نہیں ؟

(۳) مسجد ضرار کا مؤذن یا وہ شخص جو کبھی کبھی وہاں اذان پڑھتا ہے دوسری مسجد میں اذان پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر پڑھے تو اذان کا اعادہ کرنا چاہئیے یا نہیں ؟

(۴) تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ مصر میں ذیل کی روایت مرقوم ہے کیا اس سے مسجد ضرار کے امام کا یا اس میں نماز پڑھنے والے شخص کا دوسری مسجد میں امامت کرنا ناجائز ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ یہ روایت خازن کے سوا دیگر کتب معتبرہ میں بھی ہے اور صاحب خازن نے اس کو کہاں سے نقل کیا ہے ؟ روی ان بنی عمر و بن عوف الذین بنوا مسجد قباء اتوا عمر بن الخطاب فی خلا فسالوہ ان یأذن مجمع بن جاریة ان یؤمهم فی مسجد هم فقال لا و نعمة عین ال هو امام مسجد الضرار قال مجمع یا امیر المؤمنین لا تعجل علی فواللہ لقد صلیت فیام انا لا اعلم ما اضمر و اعلیه ولو علمت ما صلیت معهم و کنت غلاماً قارئاً للقران و شیوخاً لا یقرؤن فصلیت بهم و لا احسب

---

(۱) (ایضاً حوالہ صفحہ گزشتہ حاشیہ ۲)

الا انہم یتقربون الی اللہ ولم اعلم مع انفسہم فعذرہ عمر فصدقہ وامرہ بالصلوۃ فی مسجد قباء . قال عطاء لما فتح او علی عمر بن الخطاب الا مصار امر المسلمین ان یبنوا المساجد وامرہم ان لا یبنی فی موضع واحد مسجدین یضار احدھما الاخر (۱)

۲ رجب ۱۳۳۵ھ

(جواب ۳۰۵) حسد و نفسانیت ریاؤ فخر سے بنائی ہوئی مسجد بے شک مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے کہ تفسیر مدارک وکشاف وغیرہ میں تصریح ہے۔ لیکن آج کل ہم کسی مسجد پر یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ وہ حسد و نفسانیت یا ریا و فخر کی نیت سے بنائی گئی ہے یہ باتیں امور باطنیہ ہیں اور ہمیں لوگوں کے ضمائر قلوب کا علم نہیں زمانہ وحی میں آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی لوگوں کے دلی خیالات پر اطلاع کر دی جاتی تھی اس لئے آپ حکم لگا سکتے تھے۔

(۲) مسجد ضرار کا امام اگر خود اضرار کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ لا علمی سے وہاں امامت کرتا ہو تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

(۳) یہی جواب اس نمبر کا ہے۔

(۴) اس راویت سے تو وہی تفصیل معلوم ہوتی ہے جو جواب نمبر ۲ میں بیان کی گئی یہ روایت خازن میں غالباً تفسیر معالم التنزیل للبغوی سے لی گئی ہے اس میں بھی یہ روایت مذکور ہے لیکن بغوی نے بھی اس کی سند ذکر نہیں کی صرف روی کر کے بیان کی ہے لیکن اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ مسجد ضرار کا امام اگر خود بھی مضارت کی نیت رکھتا ہو تو اس کے فاسق یا منافق ہونے میں کیا کلام۔ اور اس وجہ سے وہ مکروہ الامامتہ اور ناقابل امامت ہو گا لیکن اگر وہ قصد مضارۃ میں شریک نہ ہو اور لا علمی سے وہاں امامت کرتا رہا ہو تو اس کے ذمہ الزام نہیں بلکہ وہ معذور ہے اور اس کی امامت جائز ہے جیسا کہ خود حضرت عمرؓ کا مجمع بن جاریہؓ کے عذر کو قبول فرما کر مسجد قبا میں امامت کی اجازت دے دینا اسی حدیث میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

مسجد میں جوتیاں رکھنا

(سوال) جوتیاں کس طریقے سے مسجد میں رکھنا جائز ہے اور کس طریقے سے جائز نہیں؟

(جواب ۳۰۶) اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں جوتیاں رکھی جا سکیں تو جوتیوں کا مسجد میں لے جانا مناسب نہیں اور اگر نہ ہو تو مسجد میں لے جانے کا مضائقہ نہیں لیکن اس طرح رکھے کہ مسجد ملوث نہ ہو۔ وینبغی لداخلہ تعاھد نعلہ وخفہ (درمختار) (۲)

---

(۱) (تفسیر معالم التنزیل للبغوی، سورہ توبہ ۲/۳۲۷، ط ادارہ تالیفات رشدیہ، ملتان)

(۲) (باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ۱/۶۵۷ ط سعید)

(۱) جامع مسجد کسے کہتے ہیں؟
(۲) نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

(سوال) کسولی ایک پہاڑی مقام ہے فوجی چھاؤنی ہے مجموعی آبادی قریباً تین ہزار مسلمانوں کی آبادی قریباً ایک ہزار ہے' یہاں ایک ہی مسجد ہے کیا اس کو جامع مسجد کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے ؟
(۲) موجودہ مسجد مسلم آبادی کے ایک بڑے حصے سے دور واقع ہے بنگلوں اور مارکیٹ بازار کچہری اور ڈاکخانہ وغیرہ سے کافی فاصلہ پر ہے اکثر مسلمان بالخصوص تجارت و ملازمت پیشہ اصحاب پنج وقتہ نماز' جمعہ و تراویح میں بوجہ دوری و قلت وقت شامل ہونے سے قاصر رہتے ہیں اور ایک دوسری مسجد کی جو قریب تر واقع ہو ضرورت محسوس ہورہی ہے اندریں صورت دوسری مسجد کی بناء ڈالنے والے کس حد تک اجر و ثواب کے مستحق ہوسکتے ہیں۔

(جواب ۳۰۷) اس مسجد کو جب کہ وہ جمعہ کی جماعت کے لئے کافی ہو جامع مسجد کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے(۱) (۲) دوسری مسجد بنانا موجب اجر و ثواب ہے کیونکہ نمازیوں کو ہر وقت اتنی دور مسجد میں جانا یقیناً موجب حرج و مشقت ہے۔ والحرج مدفوع ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں ؟

(سوال) صوبہ گجرات اور بالخصوص ضلع سورت میں عام دستور یہ ہے کہ جب مسجد بناتے ہیں تو اس کے مسقف حصے کو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں اسی لئے اس کو جماعت خانہ کہتے ہیں اسی کے ساتھ کچھ کھلا ہوا حصہ بطور صحن کے بناتے ہیں اس لئے کہ اس میں اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں' جو مسجد کے احترام کے خلاف اور ممنوع ہیں مثلاً ہر وقت اٹھنا بیٹھنا اور وہیں سونا اور دنیاوی باتیں کرنا یہاں تک کہ حالت جنابت میں بھی اس صحن میں رہتے ہیں کیونکہ اس کو خارج از مسجد شمار کیا جاتا ہے نیز اس میں جماعت خانہ کی طرح کبھی نماز باجماعت نہیں ہوتی پس راندیر کی مسجد چنارواڑ بھی اسی طرح پہلے کچھ مختصر بنی ہوئی تھی اور اس کے صحن کے ساتھ بالکل غیر مسجد کا برتاؤ کیا جاتا تھا تقریباً ۱۲۹۰ھ میں یہاں کے بعض بزرگوں نے اسکو از سر نو بنایا اور ایک زمین خرید کر اس میں شامل کر کے وسیع کیا جس طرح اس کے جماعت خانہ کو بڑھایا اسی طرح اس کے صحن کو بھی وسعت دی چنانچہ جس جگہ قدیم مسجد کا حوض تھا اس جگہ کو ٹانکہ بنا کر اس کے بعض حصے کو صحن میں شامل کر لیا اور حصہ جنوبی جانب کا بر آمدہ کے طریق پر ضروریات وضو کے لئے مخصوص رکھا جدید تعمیر کرنے والے اصحاب کے زمانہ سے اب تک بھی اس صحن کے ساتھ خارج مسجد کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا اور وہ لوگ اہل علم اور سمجھ دار تھے جو داخل مسجد اور خارج مسجد کو خوب سمجھتے تھے پھر بھی

---

(۱) المسجد الجامع ، هو المسجد الكبير العام (قواعد الفقه ص ٤٨٤' ط المصدف پبلشرز کراچی) وفی الشامی : "(قوله الا الجامع) أى الذى تقام فيه الجمعة الخ (باب الجمعة ۱۵۷/۲ ط سعيد)

کبھی انہوں نے اس صحن کو مسجد میں شامل نہ سمجھا اس کے علاوہ ایک عام رواج یہ بھی ہے کہ اکثر مسجدوں کے صحن میں قبریں بناتے ہیں چنانچہ اس نواح کی کوئی مسجد ایسی مشکل سے ملے گی جس کے صحن میں کسی پرانی قبر کا نشان نہ پایا جاتا ہو پس یہ صورت بھی اس کا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ صحن کو مسجد میں داخل نہیں سمجھتے۔

بعض حضرات تھوڑے عرصے سے یہاں کی مسجدوں کو دہلی وغیرہ کی مسجدوں پر قیاس کرتے ہیں یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہاں کی مسجدیں اکثر ایسی بنائی جاتی ہیں کہ ہوادار نہیں ہوتیں اسی وجہ سے وہاں گرمی کے موسم میں صحن میں نماز پڑھنا اور صحن کو مسجد میں داخل سمجھنا ضروری ہوتا ہے اس کے بر خلاف یہاں کی مسجدیں نہایت ہوادار اور کشادہ ہوتی ہیں ہوا کی آمدورفت کے لئے چاروں طرف دریچیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں اسی وجہ سے کبھی صحن میں نماز پڑھنے کی ضرورت واقع نہیں ہوتی اور اس صحن کو داخل مسجد کرنے کا اب تک کوئی ثبوت بھی باقاعدہ نہیں ہے پس ایسی صورت میں مسجد چنارواڑ کا صحن شرعاً مسجد سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں ؟ اور جنازہ کی نماز صحن میں پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں ؟

المستفتیان محمد اسماعیل عارف۔ احمد ابراہیم سنگاپوری

(جواب ۳۰۸) کسی جگہ کے مسجد ہونے کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں۔

(۱) واقف نے جو صحیح طور پر زمین کا مالک تھا اور وقف کرنے کا اختیار شرعی رکھتا تھا اس کو مسجدیت کے لئے وقف کیا ہو خواہ وہ زمین خالی عن العمارۃ ہو یا عمارت بھی ہو(۱)

(۲) اس کو اپنی ملک سے ایسی طرح پر علیحدہ کر دیا ہو کہ کسی دوسرے شخص کا یا خود واقف کا کوئی حق متعلق نہ رہے(۲)

(۳) وقف کر کے اس کو متولی کے سپرد کر دیا ہو یا واقف کی اجازت سے اس میں ایک مرتبہ بھی نماز با جماعت ہو گئی ہو۔

جس زمین یا عمارت میں یہ باتیں متحقق ہو جائیں وہ مسجد ہو جائے گی(۳) ان میں سے پہلی بات یعنی مسجدیت کے لئے وقف کرنا واقف کی نیت سے متعلق ہے اگر نیت کی تصریح موجود ہو جب تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن اگر تصریح نہ ہو تو پھر قرائن سے اس کی نوعیت متعین کی جا سکتی ہے گجرات کی اکثر مساجد اور بالخصوص مسجد چنارواڑ (راندیر ضلع سورت) کے وہ صحن جو مسقّف حصے کے سامنے مشرقی جہت میں واقع ہیں میرے خیال میں ان کی مسجدیت راجح ہے جماعت کا بالعموم مسقّف حصے میں ہونا اس امر کا مقتضی

---

(۱) ولا یتم الوقف حتی یقبض' لم یقل للمتولی ' لأن تسلیم کل شئی بما یلیق به' خفی المسجد بالا حراز و فی غیره بنصب المتولي و بتسلیمه إیاه الخ (التنویر مع الدر' کتاب الوقف ٤/٣٤٨' ط سعید)

(۲) من بنی مسجداً لم یزل له عن ملکه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلوة فیه أما الا فراز فلأ نه لا مخلص لله تعالی الا به الخ (عالمگیریة' الباب الحادی عشر فی المسجد ۲/٤٥٤ ط ماجدیه)

(۳) اذا اسلم المسجد إلی المتولی یقوم بمصالحة یجوزو إن لم یصل فیه وهو الصحیح (عالمگیریة' فصل أول فیما یصیر به مسجداً ۲/٤٥٥ ماجدیه کوئٹه) والتسلیم فی المسجد أن تصلی فیه الجماعة بإذنه الخ (ایضاً)

نہیں کہ غیر مسقف حصہ خواہ مخواہ مسجد کے حکم سے خارج ہو مسقّف حصے کا نام جماعت خانہ رکھ دینا بھی غیر مسقّف حصے کو مسجدیت سے نہیں نکالتاہاں اس نام رکھ دینے کا یہ اثر ضرور ہوا کہ گجرات کے لوگ اس کو جماعت کے لئے مخصوص سمجھنے لگے ورنہ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس صحن میں نوافل و سنن برابر پڑھتے ہیں اور فرضوں کی جماعت بھی اگر بڑی ہو جیسے کہ جمعہ کی نماز میں ہوتی ہے تو اس صحن میں برابر صفیں ہو جاتی ہیں اگرچہ صحت اقتداء کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر یہ حصہ مسجد ہو تو اقتدا صحیح ہے ورنہ نہیں تاہم اس میں کھڑے ہونے والے اور نماز پڑھنے والے مسجد کا ثواب اسی وقت پا سکتے ہیں کہ یہ حصہ مسجد قرار دیا جائے میرا خیال ہے کہ اس حصہ کو مسجد قرار دینے میں نمازیوں کا بہت زیادہ فائدہ ہے اور اس لحاظ سے یہ امر اقرب الی القیاس ہے کہ واقف اس حصے کی مسجدیت کی نیت کرتے ہوں گے مسجد چناروا‌ڑ کے شمالی سمت میں جو دالان ہے اور شمال مشرقی دالان اٹھنے بیٹھنے سونے کے لئے بنائے گئے ہوں تو یہ قرین قیاس ہے لیکن کھلا ہوا صحن بھی مسجد نہ ہو یہ بات میری سمجھ سے تو باہر ہے۔

مسجد کے جماعت خانے میں کتنی ہی کھڑکیاں ہوں لیکن جس وقت ہوا بند ہوتی ہے تو کھڑکیاں کب فائدہ پہنچا سکتی ہیں اگر مسجد مذکور میں بجلی کے پنکھے نہ ہوں اور وقت ہوا کے بند ہونے کا ہو تو جماعت خانہ اور صحن کا فرق بدیہی طور پر معلوم ہو سکتا ہے اگر اہل گجرات میں اس مسقّف حصے کا نام جماعت خانہ مشہور نہ ہو گیا ہوتا اور ان کے خیالات میں جماعت کے لئے یہ حصہ مخصوص نہ ہو جاتا تو وہ بھی گرمیوں میں ہوا بند ہونے کے زمانے میں باہر کے صحن میں جماعت کرتے بہر حال جماعت کا ہمیشہ اندر ہونا اس کی دلیل ہے کہ جماعت خانہ یقینی طور پر مسجد ہے مگر اس کی دلیل نہیں کہ صحن مسجد کے حکم سے خارج ہے۔

رہی اس صحن میں جنازے کی نماز تو حنفیہ کے نزدیک مسجد میں بلا عذر جنازے کی نماز مکروہ ہے(۱) کوئی عذر ہو مثلاً باہر کوئی پاک جگہ نماز کے لئے موجود نہ ہو تو اس صورت میں مکروہ بھی نہیں دوسرے کہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس میں زیادہ جھگڑنے کا موقع بھی نہیں ہے جو لوگ پڑھ لیں ان کو مطعون کہنا نہیں چاہئیے جو مسجد میں نہ پڑھیں ان کو برا کہنا نہیں چاہئیے اگر یہ منظور ہو کہ سب لوگ شریک ہوں ایسے طور پر نماز پڑھو کہ کسی کو اختلاف نہ ہو یعنی صحن مسجد سے باہر پڑھو تاکہ سب بالاتفاق شریک ہو سکیں۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

صحن مسجد میں دکان بنانا جائز نہیں

(سوال) زمانہ قدیم کی ایک چھوٹی سی مسجد لب سڑک بنی ہوئی تھی اس کے متولی نے اس قدیم مسجد کی پشت پر ایک جدید وسیع مسجد تعمیر کی جس میں متولی و دیگر اشخاص نماز پڑھتے ہیں اب متولی مذکور نے قدیم

---

(۱) وكره تحريما . لأنه مسجد إلى عنان السماء الخ (الدر المختار ' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ٦٥٢ ط سعيد)

چھوٹی سی مسجد کے صحن میں جو لب سڑک ہے دکانیں تعمیر کی ہیں بروئے شرع کیا حکم ہے ؟
المستفتی نمبر ۱٦٨ حاجی محمد اسحاق باڑہ ہندو راؤ دہلی۔ ۷ رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء
(جواب ۳۰۹) جو مسجد کہ ایک دفعہ باقاعدہ مسجد ہو چکی ہو اس کو پھر کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں ہے اس لئے مسجد قدیم میں دکانوں کی تعمیر درست نہیں(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد میں کھانا پینا اور سونا وغیرہ

(سوال) ایک مسجد شہر میں ہے اور بیچ بازار میں ہے مسجد کا دروازہ اور دروازے کے اوپر کی چھت اور مینار موجود ہے اندر مسجد کا چبوترہ صحن اور وضو کرنے کا انتظام وغیرہ سب منہدم ہو گیا ہے اب اس مسجد کے متولی نے مسجد مع صحن ایک باورچی کو کرایہ پر دیدی ہے وہ باورچی اندر کھانا پکاتا ہے اور لوگ اس مسجد میں بیٹھ کر کھاتے ہیں مسجد میں ناپاک جانور بھی جمع ہوتے ہیں اور متولی نمازوں کا انتظام نہیں کرتا اور اذان بھی نہیں ہوتی ؟ المستفتی نمبر ۲۴۱ ڈاکٹر ڈی۔ ای۔ اینڈ کو مقام پٹن (گجرات)
۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ۱۴ مارچ ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۱۰) مسجد خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کو خدا کی عبادت کرنے ' نماز پڑھنے اور ذکر اللہ کے لئے استعمال کرنے کا حکم ہے اس کو کرایہ پر دینا اور اس میں ایسے کام کرنا جو مسجد کے احترام کے خلاف ہوں ناجائز ہے متولی کا یہ فعل خلاف شرع ہے اور اگر متولی اپنے فعل سے باز نہ آئے تو دیگر مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسجد کا احترام قائم کریں اور اس کو محض نماز و عبادت کے لئے تیار کریں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد پر ملکیت کا دعویٰ

(سوال) زید ایک مسجد کو اپنی خانگی وقف ملکیت بتلاتا ہے اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ حالانکہ اس مسجد کو زید کے آبا واجداد نے بنایا ہے ایسا ثبوت نہیں ' صرف زید متولی ہے ۔
المستفتی نمبر ۲۴۵ ڈاکٹر غلام نبی (ضلع احمد آباد) ۳ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۱۹ مارچ ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۱۱) اس مسجد میں اگر زید نماز پڑھنے کی عام اجازت دیتا ہے تو اس میں نماز کے جواز میں کلام نہیں اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ عام مسجد نہیں ہے جب بھی نماز جائز ہو گی اب یہ بات کہ آیا وہ مسجد درحقیقت مسجد ہے یا نہیں اس کے لئے ثبوت درکار ہے زید جو اپنی ملکیت بتاتا ہے اس سے ملکیت کا ثبوت

---

(۱) قیم المسجد لا یجوز له أن یبني حوانیت في حدود المسجد أو في فنائه' لأن المسجد إذا جعل حانوتا أو سکنا تسقط حرمته' وهذا لا یجوز (عالمگیریة' کتاب الوقف' أحکام المسجد ۲/۴٦۲ ط ماجدیه) (۲) أن المساجد لله (سوره جن :۱۸) قال في الدر المختار :" أن المسجد إنما بني للمکتوبة و توابعها کنافلة وذکر و تدریس علم الخ (کتاب الجنائز ۲/۲۲۵ ط سعید) جنبوا مساجد کم صبیانکم و مجانینکم و شراء کم و بیعکم و خصوما تکم الحدیث (سنن ابن ماجه' باب ما یکره في المساجد' ص :۵۵ ط میر محمد کتب خانه' کراچی)

طلب کرنا چاہئیے جو مسجد کہتے ہیں ان سے مسجد کا ثبوت مانگنا چاہئیے مسجد کے ثبوت کے لئے تو یہ بھی کافی ہوگا کہ اس میں زمانہ قدیم سے بلاروک ٹوک جماعت کے ساتھ مسلمان نماز پڑھتے چلے آتے ہوں(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز

(سوال) مسجد کی چھت پر نماز جماعت جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۳۶۹ حکیم غلام احمد (ریاست سروہی) ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۹ جولائی ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۱۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) مسجد کی چھت پر نماز کی جماعت جائز ہے اور اگر گرمی وغیرہ کے عذر کی وجہ سے ہو تو کسی قسم کی کراہت بھی نہیں البتہ بلاعذر ہو تو اس بنا پر کہ جماعت کی اصلی جگہ نیچے کا درجہ اور محراب ہے اوپر جماعت کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'
(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) تشریح اس کی یہ ہے کہ اگر گرمی کی ایسی شدت ہو کہ خشوع و خضوع قائم نہ رہے تو مسجد کی چھت پر نماز باجماعت و سنن و نوافل پڑھنے بھی مکروہ نہ ہوں گے اور اگر اس قدر شدت کی گرمی نہ ہوگی تو مسجد کی چھت پر نماز جماعت وغیرہ مکروہ ہوگی فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔
الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ وھذا اذا شتدت الحریکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب (۲) (جلد خامس ص ۳۵۶) فقط حبیب المرسلین نائب مفتی' مدرسہ امینیہ' دہلی

(۱) کافروں کے شور کی وجہ سے مسجد کی جماعت کو نہ چھوڑیں

(۲) ایضاً (۳) ایضاً

(سوال) آگرہ میں چند ہفتوں سے ہنود نے یہ مشغلہ نکالا ہے کہ جب نماز مغرب کی اذان ہوتی ہے تو بہت سے لوگ جمع ہو کر ناقوس و گھنٹہ اور جے کارے مسجد کے قریب ایسی زور و شور سے لگاتے اور بجاتے ہیں اور چلاتے ہیں کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے اور سوائے شور کے کچھ آواز نہیں آتی امام خود بھی اپنی آواز نہیں سن سکتا' پس ایسی صورت میں کیا کیا جاوے یا مسجدوں میں نماز نہ پڑھی جائے ؟
المستفتی نمبر ۳۸۸ فضل احمد (آگرہ)۔ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۱۳) نماز مسجدوں میں ضرور پڑھنی چاہئیے اور ہندوؤں کے اس فعل کو آئینی طریقوں سے

---

(۱) وأما الصلوۃ فلانہ لا بد من التسلیم عند أبی حنیفۃؒ الخ و التسلیم فی المسجد أن یصلی فیہ الجماعۃ باذنہ الخ (عالمگیریۃ ' کتاب الوقف' أحکام المساجد ۲/ ۴۵۵' ط ماجدیہ)
(۲) (کتاب الکراھیۃ' الباب الخامس فی آداب المسجد ۵/ ۳۲۲' ط ماجدیہ' کوئٹہ)

روکنے کی کوشش کی جائے مسلمان اپنی طرف سے جھگڑے کی ابتدا ہرگز نہ کریں اور اپنے اسلامی فریضے کی ادائیگی اور معاملے کو آشتی سے سلجھانے کی کوشش کرتے رہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

(جواب ۳۱۴) (نمبر ۳۹۰) ہنود کا یہ فعل کہ مسلمانوں کی نماز کے وقت مسجد کے قریب بلکہ اس کے دروازے پر اس قدر شور و شغب کریں کہ مسلمان اپنی نماز ادا نہ کرسکیں اخلاقاً اور قانوناً اور معاشرۃً ہر طرح جرم ہے اور مسلمانوں کو اپنی نماز کی درستی اور صحت اور عبادت کی سلامتی کے لئے اس حرکت کی مدافعت قانونی اور باہمی مفاہمت سے کرنی لازم ہے مساجد کو بند کردینا جائز نہیں اور نہ اس سے کوئی معتدبہ فائدہ ہوسکتا ہے اگر مسجد کی نماز شور و شغب کی وجہ سے ٹھیک طور پر ادا نہ ہوسکے تو گھر میں جاکر نماز کا اعادہ کرلیں مگر مسجد کو نہ چھوڑیں اس حالت میں مسلمان مظلوم ہیں اور مظلوم کو مدافعت کا حق قانوناً و شرعاً و اخلاقاً حاصل ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ ۳۰ اگست ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۱۵) (۳۹۱) ایسی نماز یقیناً خراب ہوگی اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کا اطمینان کی جگہ اعادہ کرلیا کریں مگر اس فتنہ کی وجہ سے مساجد میں نماز کی ادائیگی ترک نہ کریں مسجد میں باقاعدہ اذان و نماز و جماعت قائم رکھیں (۳)

ہندوؤں کی اشتعال انگیزی سے صبر و سکون ہاتھ سے نہ دیں اور تمام ممکن تدابیر اور آئینی ذرائع سے اس فتنہ کو دفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں اپنی طرف سے جھگڑے کی ابتدا نہ کریں ہندوؤں کے ظالمانہ رویہ کی مدافعت میں مسلمان معذور ہوں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۴ء

مسجد میں غیر مسلم بادشاہ کے لئے دعا مانگنا

(سوال) مساجد جو کہ خالص عبادت اور ذکر اللہ کے واسطے بنائی گئی ہیں ان میں کسی غیر مسلم بادشاہ خصوصاً ایسا جس کی ذات سے اسلام کو کافی نقصان پہنچ چکا ہو اس کی سلامتی کے لئے دعا مانگنی اور اس کی تاج پوشی کی خوشی میں مساجد اللہ میں روشنی کرنی مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص ایسے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ لکھے اور کہے کہ اے اللہ جب تک باد نسیم چلتی رہے اور پھولوں میں خوشبو باقی رہے ان کے سائے کو ہمارے سر پر قائم رکھ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ اور ایسا شخص نائب رسول ﷺ کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں ؟

---

(۱) فإن الصلاة فی المسجد من أکبر شعائر الدین وعلاماته و فی ترکها بالکلیة أوفی المفاسد و نحو أثار الصلوة بحیث تفض إلی قعود هم أکثر الخلق عن أصل فعلها ولهذا قال عبدالله بن مسعودؓ لو صلیتم فی بیوتکم الخ (مجموعة الحدیث النووی، کتاب الصلاة لا بن القیم، هل البیت کالمسجد فی اداء فضیلة الجماعة، ص ۵۵۴ ، ط ریاض)

(۲) (ایضاً)

(۳) (ایضاً)

المستفتی نمبر ۵۷۴ محمد عطاء الرحمٰن اجمیر۔ ۲۵ محرم ۱۳۵۴ھ ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۶) مساجد اللہ صرف ذکر و عبادت اور احترام شعائر اللہ کے لئے استعمال کی جا سکتی ہیں کوئی غیر مسلم بادشاہ بلکہ مسلمان ظالم یا فاسق و فاجر بادشاہ بھی اس کا مستحق نہیں کہ اس کے اعزاز و اکرام یا جشن کے لوازم مساجد میں ادا کئے جائیں غیر مسلم کی زندگی زیادہ ہونے کی دعا کسی خاص وصف مطلوب کی جہت سے اور اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشرف باسلام فرمائے مباح ہے مساجد کو روشنی کی بدعت سے محفوظ رکھنا چاہئیے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں ؟
(۲) مسجد کسی کی ذاتی ملکیت نہیں
(۳) جھوٹے اور پروپیگنڈہ کرنے والے کی امامت
(۴) بلاوجہ کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے
(۵) مسجد میں سگریٹ نوشی اور چائے پارٹی
(۶) مسجد کے لئے دھوکہ دیکر چندہ کرنا

(سوال) (۱) مرزائی خواہ وہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتے ہوں یا انجمن احمدیہ قادیان سے' مسلمان ہیں یا نہیں ؟ (۲) انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے تمام مسلمانوں سے روپیہ اکٹھا کر کے برلن میں ۱۹۲۷ء میں مسجد تعمیر کی لیکن وہ مسجد جناب صدر الدین صاحب نمائندہ جماعت احمدیہ لاہور کی ذاتی ملکیت ہے کیا ازروئے احکام اسلام مسجد کسی شخص کی ذاتی جائیداد ہو سکتی ہے (۳) کیا اس مسجد کا امام ایسا شخص ہو سکتا ہے جس نے اکثر دفعہ مرزائی اخبار پیغام صلح کے ذریعے برلن مشن کے بارے میں محض اس لئے جھوٹ بولا ہو کہ آمدنی اچھی ہو اور ہندوستان سے زیادہ رقم آئے (۴) کیا اس مسجد کے امام کو حق ہے کہ ایک جرمن نو مسلم کو مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت کر دے (۵) کیا یہ جائز ہے کہ برلن کی مسجد میں جرمنوں کو چائے کی دعوت دی جائے اور مسجد میں کرسیاں بچھادی جائیں اور سگریٹ نوشی ہو (۶) کیا یہ جائز ہے کہ مسجد کا امام اکثر احمدی رسالوں میں یہ پروپیگنڈا کرے کہ برلن میں اس مسجد میں پانچوں وقت نماز و اذان ہوتی ہے حالانکہ در حقیقت جمعہ تک کی نماز نہیں ہوتی۔

المستفتی نمبر ۶۲۴ حبیب الرحمٰن سیکریٹری جماعت اسلامیہ برلن
۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۲۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ : " وأن المساجد للہ' فلا تدعو امع اللہ احداً" الآیة (سورہ جن ۱۸) وفی العالمگیریة ولا یجوز أن یزاد علی سراج المسجد سواء کان فی شھر رمضان أوغیرہ قال: ولا یزین بہ المسجد الخ (کتاب الوقف' أحکام المسجد ۲/۴۶۱' ط ماجدیہ)

(جواب ۳۱۷) (۱) مرزائی فرقہ ضالہ کی دونوں شاخیں لاہوری اور قادیانی جمہوری علمائے اسلام کے متفقہ فتوے کے بموجب دائرہ اسلام سے خارج ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوائے نبوت کیا یہ دعویٰ ان کی تالیفات میں اتنی کثرت اور صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ کسی شخص کو اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی قادیانی جماعت تو اس کا التزام ہی کرتی ہے اور مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے اور لاہوری جماعت اگرچہ التزام نہیں کرتی اور مرزا صاحب کی عبارتوں کی تاویلیں کرتی ہے مگر وہ تاویلیں کسی حالت میں بھی مقبول نہیں ہو سکتیں اس لئے ان کا نبوت مرزا اور ادعائے نبوت سے انکار کرنا مفید نہیں اس کے علاوہ اس فرقہ ضالہ کے خارج از اسلام ہونے کے اور بھی وجوہ ہیں(۱)

(۲) اگر کوئی شخص اپنے ذاتی روپے سے بھی مسجد تعمیر کر کے وقف کر دے اور وہ مسجد باقاعدہ مسجد ہو جائے تو اس کو بھی وہ اپنی ذاتی ملکیت قرار نہیں دے سکتا یانی جب کہ وہ خود واقف بھی ہو انتظام کے بعض حقوق رکھتا ہے لیکن اگر وہ مالکانہ حقوق کا مدعی ہو تو خائن قرار دیا جائے گا اور مسجد اس کے قبضہ تولیت سے نکال لی جائے گی اور مسجد جب کہ عام مسلمانوں کے چندے سے تعمیر ہوئی ہو تو پھر تو بنانے والے کو کوئی مزید حقوق حاصل ہی نہیں ہو سکتے بلکہ چندہ دینے والوں کی مرضی سے کوئی جماعت یا کوئی فرد انتظام کے لئے مقرر یا معزول کیا جا سکتا ہے (۲)

(۳) اگر امام کا کاذب ہونا اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنا ثابت ہو جائے تو وہ امامت کا اہل نہیں (۳)

(۴) مسجد میں آنے سے کسی کو روکنے کا بلاوجہ شرعی کسی کو حق نہیں اگر کسی کو دخول مسجد سے روکا جائے تو اس کے لئے کوئی شرعی وجہ بیان کرنی لازم ہوگی (۴)

(۵) سگریٹ نوشی مسجد میں حرام ہے اور چائے کی پارٹی دینی بھی ان لوازم کے ساتھ جو فی زمانا مروج ہیں اور جو احترام مسجد کے منافی ہیں مکروہ ہے (۵)

(۶) اگر مسجد میں پنج وقتہ نماز جماعت بلکہ جمعہ کی نماز بھی التزام کے ساتھ نہیں ہوتی تو یہ شائع کرنا کہ مسجد مذکور میں پانچوں وقت اذان و نماز ہوتی ہے کذب صریح اور دھوکہ دہی ہے اور سی طرح اس جھوٹے پروپیگنڈے کی شریعت مقدسہ اجازت نہیں دے سکتی اور اگر اس جھوٹے پروپیگنڈے سے جلب زر مقصود

---

(۱) وإن انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵٦۱ ط سعيد)

(۲) من بنى مسجداً لم يزل ملكه عنه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه و يأذن بالصلاة فيه' أما الإ فراز فلانه لا يخلص لله تعالى . فلو جعل وسط داره مسجداً و أذن للناس فى الدخول والصلاة فيه إن شرط فيه الطريق صار مسجداً الخ (عالمگيرية' كتاب الوقف' الفصل الأول فيما يصيربه مسجداً' ۲/٤٥٤ ماجديه' كوئته) قال فى البحر' قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدحيا ته الخ (رد المحتار' كتاب الوقف' مطلب ولا ية نصب القيم للواقف ٤/٤۲۱ ط سعيد)

(۳) قال فى التنوير' ويكره امامة عبد أعرابى و فاسق الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹' ط سعيد)

(٤) ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه الآية (البقرة: ۱۱٤)

(۵) عن جابر قال :" قال رسول الله ﷺ: من أكل هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن من مسجد نا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس (مسلم ۱/۲۰۹' ط قديمى كتب خانه' كراچى)

ہو تو اس کی قباحت دو چند ہو جاتی ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مسجد کا احترام واجب ہے
(۲) مسجد میں کیا کیا نیک کام کر سکتے ہیں؟
(۳) مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا
(۴) سوال مثل بالا
(۵) مسجد میں نعت خوانی اور مٹھائی تقسیم کرنا
(۶) جماعت کے بعد تنہا نماز پڑھیں
(۷) مشرک کے لئے دعائے مغفرت کرنا ممنوع ہے
(۸) بلند آواز سے درود پڑھنے کا حکم
(۹) تلاوت کرنا فرض نہیں' سننا فرض ہے
(۱۰) مسجد کی دیوار پر دکاندار کا بورڈ لگانا
(۱۱) امام کو مقتدیوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا چاہئیے.
(۱۲) کھڑے ہو کر صلوۃ و سلام پڑھنا
(۱۳) میلاد میں قیام کرنا بدعت ہے
(۱۴) چندہ کر کے قرآن خوانی کرنا
(۱۵) مسجد کی دیوار پر لگے ہوئے بورڈ کو اتارا جائے

(سوال) مندرجہ ذیل مسائل میں شرعی حکم تحریر فرمائیں ۔
(۱) احترام مسجد (۲) مسجد میں نماز کے علاوہ دیگر نیک کام کیا کیا کر سکتے ہیں (۳) مسجد میں ہر نماز کے بعد یا کسی نماز کے بعد کلمہ شریف یا درود شریف جب کہ جماعت سے علاوہ دوسرے اور نمازی بھی اپنی نماز ادا کر رہے ہوں بلند آواز سے پڑھنا کہ دوسروں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو (۴) علاوہ ازیں کوئی نماز بھی نہ ہو تو باآواز بلند کلمہ شریف یا درود شریف مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۵) مسجد میں اس جگہ جہاں جماعت ہوتی ہو یعنی محراب مصلی میں بیٹھ کر ختم کلام پاک کرنا اور محراب مصلی کے نزدیک نعت خوانی باآواز بلند کرنا اور ایسی تقریب میں چائے بسکٹ پان وغیرہ تقسیم کرنا اور گلاب چھڑکنا جب کہ اور نمازی اپنی نماز ادا کر رہے ہوں جائز ہے یا نہیں (۶) مسجد میں جماعت کی نماز کے علاوہ جس شخص کو جماعت نہ ملی ہو اس نمازی کو اپنی نماز ادا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں ؟ (۷) مسجد میں مشرک کے لئے دعائے مغفرت مانگ سکتے ہیں یا نہیں ؟

---

(۱) قال في الدر المختار وأكل نحو ثوم و يمنع منه كذا كل موذو لو بلسانه (كتاب الصلوة' احكام المسجد ۱/ ٦٦١ ط سعيد)

(۸) نماز کے بعد مسجد میں چند آدمی کلام پاک کی تلاوت کرتے ہوں اور وہیں چند آدمی بآواز بلند درود شریف پڑھتے ہوں دونوں میں راہ راست پر کون ہے ؟ (۹) کلام پاک کا پڑھنا فرض ہے یا غور سے سننا ؟ (۱۰) مسجد کے بیرونی حصے یعنی دروازہ صدر پر ایک دوکاندار نے اپنی جانب سے بائیسکوپ کا تصویر دار بورڈ لگایا ہوا ہے' شرعاً جائز ہے یا ناجائز ؟ (۱۱) مقتدی اور امام میں کسی مسئلے پر اتفاق نہ ہو تو مقتدی کو امام یہ کہہ سکتا ہے کہ جاؤ مجھے تمہارے جیسے مقتدیوں کی کوئی پروا نہیں چاہے میرے پیچھے نماز پڑھو یا نہ پڑھو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ (۱۲) جب کہ مسجد میں میلاد شریف کرایا جائے اس میں سلام ختم الانبیاء کی ذات و صفات کے لئے بیٹھ کر پڑھنا یا کھڑے ہو کر پڑھنا دونوں صورتوں میں کون سی صورت جائز ہے ؟ (۱۳) میلاد شریف کا کرانا یا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ؟ اگر جائز ہے تو کس صورت میں اور ناجائز ہے تو کس صورت میں ؟ (۱۴) کسی شیعہ سے چندہ لیکر کلام پاک کا ختم کرنا اور مسجد میں نعت خوانی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے (۱۵) سوال نمبر ۱۰ کے متعلق متولی مسجد و کارکنان مسجد کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ بائیسکوپ کی تصویر والے بورڈ کو مسجد سے اتروادے یا نہیں ؟ اگر متولی یا کارکنان مسجد اس پر غور نہ کریں تو عام مسلمانوں کو یہ اختیار ہے کہ اس بورڈ کو اتار پھینکیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۳۲ عبدالمجید خاں (شملہ) ۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ ۶ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۸) (۱و۲) ہر مسلمان پر مسجد کا شرعی احترام لازم ہے اس کا احترام یہ ہے کہ اس میں نماز اور ذکر اللہ کیا جائے اور اسکو پاک و صاف رکھا جائے شور و غل بیع و شرا سے بچایا جائے وغیرہ (۱) (۳) دوسرے نمازی نہ ہوں تو بلند آواز سے کلمہ یا قرآن مجید پڑھنا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ آہستہ پڑھے (۲) (۴و۵) جو فعل کہ نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا کرے یا مسجد کو ملوث کرے یا شور و شغب ہو وہ مکروہ ہے (۳) (۶) ہاں وہ مسجد میں اپنی نماز ادا کر سکتا ہے اس کو اس کا حق ہے (۴) (۷) مشرک کے لئے دعائے مغفرت ممنوع ہے مسجد میں ہو یا اور کہیں (۵) (۸) بلند آواز سے ایسی حالت میں درود شریف پڑھنا کہ ذکر و تلاوت و نماز میں خلل

---

(۱) قال الله تعالیٰ : " وأن المساجدلله الآیة (سورة جن ۱۸) فیجب تنزیه المسجد عنه كما یجب تنزیهه من المخاط والبلغم الخ (رد المحتار' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها' مطلب فی رفع الصوت بالذكر ۱/۶۶۰ ط سعید) عن واثلة بن الأسقع أن النبی ﷺ قال : " جنبوا مساجد كم صبیانكم و مجانینكم و شراء كم و بیعكم و خصوما تكم و رفع أصواتكم الخ (سنن ابن ماجه' باب ما یکره فی المساجد' ص ۵۵ ط میر محمد كتب خانه' كراچی)

(۲) قدأجمع العلماء علی استحباب ذكر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهر هم علی نائم أو مصل أو قارئ الخ (رد المحتار' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها' مطلب فی رفع الصوت بالذكر ۱/۶۶۰ ط سعید)

(۳) عن واثلة بن الأسقع أن النبی ﷺ قال : جنبوا مساجد كم صبیانكم الحدیث (ابن ماجه)

(٤) لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه أهله یصلون واحد انا الخ (رد المحتار' باب الإمامة ۱/۶۶۰ ط سعید)

(۵) ماكان للنبی والذین آمنو آن ستغفرو المشركین' ولو كانو ا أولی قربی (سورة توبه: ۱۱۳)

پڑھے مکروہ ہے (۱) (۹) تلاوت کرنا فرض نہیں ہے لیکن سننا فرض ہے(۲) (۱۰) اس کو مسجد کی دیوار پر بورڈ لگانے کا حق نہیں(۳) (۱۱) یہ گفتگو امام کے شایان شان نہیں ہے آہستگی سے مسئلہ سمجھا دینا اور اختلاف رفع کر دینا چاہئیے (۱۲) مسجد میں صلوۃ و سلام پڑھنا جائز ہے مگر کھڑا ہونا ضروری نہیں بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں قیام کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے (۱۳) میلاد شریف کی مروجہ صورت اور تمام قیود و شرائط جو رواج پذیر ہیں بدعت ہیں(۴) ہاں آنحضرت ﷺ کے حالات اور سیرت مقدسہ صحیح روایتوں سے بیان کی جائے تو موجب خیر و برکت ہے (۱۴) چندہ لیکر قرآن خوانی یا نعت خوانی کرنا ہی درست نہیں(۵) (۱۵) ہاں متولی اور نمازیوں کو اس کی کوشش کرنی چاہئیے کہ دکاندار اس بورڈ کو وہاں سے اتار لے(۶)۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب مکرر ۳۱۹) (۸۴۲) (۱) مسجد کا احترام یہ ہے کہ اس میں نماز اور ذکر اللہ کیا جائے اور اس کو نجاست' میل کچیل' شور و شغب بیع و شراء سے محفوظ رکھا جائے اور کوئی ناجائز بات اس کے اندر نہ کی جائے (۲) و (۸) جب کہ مسجد میں نماز پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو اس میں ذکر اللہ یا تلاوت قرآن مجید یا اور کچھ کلام خیر جہراً پڑھنا جائز ہے۔

(۳ و ۴ و ۶) جن لوگوں کو جماعت نہیں ملی ان کو مسجد میں نماز ادا کرنے کا حق ہے اور ان کی نماز کے درمیان میں کسی کو زور زور سے ذکر کرنے کا یا تلاوت کرنے یا درود و اشعار پڑھنے کا حق نہیں ہے۔

(۵) چائے بسکٹ کھانا کھلانا اگر بطور اجرت ذکر کے ہو تو ناجائز اور بطور اجرت کے نہ ہو تو مباح ہے مگر اس شرط سے کہ مسجد کا فرش ملوث نہ ہو۔

(۱۰) اگر اس شخص نے مسجد کی دیوار پر چسپاں کیا ہے تو قطعاً ناجائز ہے اور اگر اپنی دیوار پر کیا ہے تو یہ بات کسی قدر احترام مسجد کے خلاف ہے اس لئے نرمی اور حسن تدبیر سے اس کو علیحدہ کرا دینا چاہئیے۔

(۱۴) ہاں مسجد میں یا اس کی جائیداد متعلقہ میں کوئی ایسا فعل جو احترام مسجد کے خلاف ہو اور اتفاقی طور پر ناجائز ہوتا ہو اور امام اور متولی اسے نہ روکیں تو مسلمانوں کو روکنے کا حق ہے۔

---

(۱) وفی حاشیة الحموی للشعرانی: " قد أجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهر هم علی نائم أو مصل أو قاری الخ (رد المحتار' کتاب الصلاة' مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/ ٦٦٠ ط سعید)

(۲) وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون(سوره الأعراف : ۲۰٤)

(۳) ولایجوز أخذ الأجرة منه ولا أن یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی الخ (در مختار) وفی الشامیة : " قلت :" وبه علم حکم ما یصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جداره' فإنه لا یحل ولو دفع الأجرة الخ (کتاب الوقف' أحکام المسجد ٤/ ۳۵۸ ط سعید)

(٤) عن عائشة قالت قال النبی ﷺ : " من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد (بخاری)

(٥) قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة: " إن القرآن بالأجرة لا یستحق الثواب لا للمیت' ولا للقاری وقال العینی فی شرح الهدایة' و یمنع القاری للدنیا والأخذ والمعطی آثمان الخ (رد المحتار' الإجارة الفاسدة' مطلب فی عدم جواز الا ستئجار علی التلاوة ٦/ ٥٦ ط سعید)

(٦) فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد ولا یجوز أخذ الأجرة منه ولا أن یجعل مسکنا الخ (الدر المختار' کتاب الوقف' أحکام المسجد ٤/ ۳۵۸ ط سعید)

محمد کفایت اللہ۔ ۱۶ محرم ۱۳۵۴ھ ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء

مسلمان حاکم پر مسجد کا قیام لازم ہے

(سوال) شرعاً مسجد کا انتظام کرنا قاضی شرع پر فرض و لازم ہے کہ نہیں ؟

(جواب ۳۲۰) مسجد کا انتظام کرنا مسلمانوں پر لازم ہے جہاں بااختیار مسلمان حاکم ہو تو اس پر لازم ہے کہ نماز کے لئے مسجد بناوے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کے نیچے کی دکانوں کی آمدنی مسجد میں خرچ کی جائے

(سوال) ایک مسجد جس کے نیچے خلا ہو (یعنی دکانیں ہوں) اس میں نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں ؟ ایسی دکانیں جن پر مسجد کی بنیاد ہو مسجد کی ملک ہو سکتی ہیں یا کسی اور شخص کی جو ان کا کرایہ وصول کر کے کچھ مسجد پر صرف کر دیتا ہو اور کچھ اپنے صرف میں لاتا ہو۔

المستفتی نمبر ۹۵۵ ڈاکٹر محمد یاسین (کرنال) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۱) جس مسجد کے نیچے دکانیں ہوں اسمیں نماز پڑھنی درست ہے مسجد کے نیچے کی دکانیں مسجد ہی کی ملک ہو سکتی ہیں کسی دوسرے کی ملک نہیں ہو سکتیں نہ کوئی دوسرا ان کی آمدنی میں بحیثیت شریک ملکیت کے حقدار ہو سکتا ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنوانا مکروہ ہے

(سوال) ایک مسجد میں بیٹھ کر امام مسجد حجامت بنواتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ اس کا ایمان کامل ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۰۷۸ رفیق میر محمد یعقوب صاحب میر (گجرات پنجاب)

۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۲) مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنوانا مکروہ ہے مگر اس درجہ کا گناہ نہیں ہے کہ موجب فسق ہو اور اس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو جائے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کے حصے کو گودام بنانا جائز نہیں

(سوال) ایک مسجد قبرستان میں ہے اس کے مسقف حصے یعنی دالان کو زید نے لوہے کا جنگلہ اور جالی لگا کر

---

(۱) وإذا جعل تحته سردابا بالمصالحة أی المسجد جاز (درمختار) قال الشامی :" وظاهره أنه لا فرق بین أن یکون البیت للمسجد أولاً' إلا أنه یؤخذ من التعلیل أن محل عدم کونه الخ (کتاب الوقف' مطلب فی احکام المسجد ۴/۳۵۷ ط سعید)

(۲) فلا یجوز الا ستصباح بدهن نجس فیه ولا تطینه بنجس ولا البول والفصد فیه' ولو فی إنا ء الخ (الدر المختار' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۶۵۶ ط سعید)

قفل لگادیا ہے اور اس میں الماریاں 'کتب احادیث و فقہ 'اگالدان' مٹکے ' صراحیاں 'ٹرنک اور بستر وغیرہ رکھ کر مال گودام بنالیا ہے اور قبضہ جمالیا ہے اور اس کا نام زروبہ گور غریباں رکھ کر اپنے نام سے منسوب کردیا ہے اب اسے کہا جاتا ہے کہ اپنا مال گودام سے ہٹاؤ تو کہتا ہے کہ مسجد ویران تھی میں نے اس کو آباد کیا تھا پہلے اس میں بہت کم کوئی نماز پڑھتا تھا اب اس کے صحن میں نماز پڑھنے سے کوئی چیز خارج نہیں بلکہ اکثر نماز ہوتی ہے نیز دالان میں جس پر قفل لگا ہوا ہے حدیث و فقہ کی کتابیں ہیں اگر یہ چیزیں ہٹادی گئیں تو میں پھر مسجد کی صفائی کا ذمہ دار نہیں یہ ویران ہو جائے گی دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا کوئی شخص کسی ویران مسجد کی صفائی رکھے اور اس کے صحن میں اقامت الصلوۃ کے لئے سہولت کا انتظام کردے تو کیا اس کے صلے میں اس کو حق ہے کہ مسجد کے دالان (مسقف حصہ) پر قبضہ کر کے جس میں محراب و ممبر ہے اس کو بند رکھ سکے اور رہائش و مال گودام کے کام میں لا سکے خصوصاً جب کہ بارش یا دھوپ و گرمی کی وجہ سے صحن میں نماز پڑھنا ناممکن ہو جائے تو اس حالت میں بھی کیا وہ شخص مسقف حصے کو بند رکھنے کا مجاز ہے ؟ فقط

المستفتی نمبر ۱۱۰۳ احمد حسین بیگ صاحب طبیب دہلوی (اجمیر شریف)

۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۳) مسجد نماز کے لئے ہے نہ کہ گودام بنانے کے لئے اور حفاظت کے صلے میں اس کو مال گودام بنانے کا حق نہیں فوراً اس کو خالی کرا کے نماز و جماعت کے کام میں لانا چاہئیے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(الجواب صحیح) مسجد مسجد ہونے کے بعد قیامت کے قائم ہونے تک مسجد ہی رہتی ہے اور اس کے آداب و حرمت ہر وقت مسلمانوں پر واجب ہے گودام بنانا مسجد کو مسجد کی نہایت بے حرمتی ہے اور گودام بنانے والا سخت گناہ گار ہوگا بوجہ بے حرمتی کرنے مسجد کے۔ فقط

حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

مسجد کو مقفل کر کے بند کر دینا درست نہیں

(سوال) ایک مسجد جس میں لوگ جمعہ و نماز پنجگانہ باجماعت مدت تک ادا کرتے رہے ہوں اور عرف عام میں مسجد مشہور ہو بلکہ کاغذات سرکار میں بھی مسجد کا اندراج باقاعدہ ہو اور بعد میں کسی وجہ سے مسجد کو مقفل کر کے مسلمانوں کو اس میں عبادت کرنے سے محروم کردیا جائے تو ایسی صورت میں کیا مسجد کی حیثیت میں کوئی فرق آجاتا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۱۹۰ غلام قادر صاحب (ریاست فرید کوٹ)

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

---

(۱) ولا أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنى الخ (الدر المختار' كتاب الوقف' أحكام المسجد ٣٥٨/٤' ط سعيد)

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) جب کسی مسجد میں بعد تعمیر کے بہ اجازت بانی مسجد کے اذان و نماز باجماعت ایک مرتبہ بھی ہو جائے گی تو یہ مسجد تا قیام قیامت مسجد ہی رہے گی اور نمازیوں کا حق نماز پڑھنے کا اس میں قیامت کے قائم ہونے تک رہے گا جو شخص کہ اس کو مقفل کر کے نمازیوں کو نماز پڑھنے سے روکے گا تو یہ شخص بڑے سخت گناہ کا مرتکب ہو گا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔ **ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه و سعیٰ فی خرابها الاٰية** (۱) لہذا اس شخص پر لازم ہے کہ اس بیجا حرکت سے توبہ کرے اور مسجد کے قفل کو کھول کر نمازیوں کو نماز پڑھنے دے ورنہ مسلمانوں کو چاہئیے کہ اس کے ساتھ میل جول ترک کر دیں تاکہ یہ پریشان ہو کر توبہ کر لے فقط واللہ اعلم اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ۔

نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

(جواب **۳۲۴**)(از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مضجعہ) جب بانی مسجد کسی جگہ کو مسجد قرار دیدے اور اس کی اجازت سے اس میں ایک مرتبہ نماز باجماعت ہو جائے تو قیامت تک وہ مسجد رہتی ہے اسے بند کرنا اور نماز سے روکنا ظلم عظیم ہے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ضرورت کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

(سوال) قصبہ جاکھولی ضلع رہتک میں ایک جامع مسجد خام عرصہ ۳۶ سال سے قائم ہے اور تادم تحریر اذان، جماعت پنجگانہ، نماز جمعہ، جملہ امور بہ اہتمام تمام انجام دیئے جارہے ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسری مسجد اس قصبہ میں موجود نہیں ہے اب مسلمانان قصبہ نے اس کی عمارت پختہ کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ ہندوؤں نے پختہ تعمیر کرنے سے انکار کر دیا مسلمانوں نے اس کے متعلق عدالت دیوانی میں استغاثہ دائر کر دیا ہندو بھڑک اٹھے اور مسلمانوں کا یکم جنوری ۱۹۳۷ء سے سوشل بائیکاٹ کر دیا اس پر فوجداری مقدمہ قائم ہوا اور اس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی ضمانتیں ۱۴۔ ۱۴ مردمان کی بحساب دو ہزار روپے فی کس تا فیصلہ عدالت مجاز نے حاصل کر لیں مقدمات جاری ہیں، مسلمان پریشان ہیں۔

(۲) عدالت مجاز اور پولیس افسران اور ہندوؤں کی یہ مرضی ہے کہ مسلمان مسجد جامع متنازعہ کے بجائے کسی دوسرے مقام پر پختہ مسجد بنالیں اور اس مسجد مذکور کو بدستور رہنے دیا جائے تو معاملہ رفع ہو سکتا ہے اور نیز یہ بھی ان کا وعدہ ہے کہ مسجد متنازعہ کی بے حرمتی نہ کی جائے گی وہ بدستور رہنے کے بعد نماز، اذان، جمعہ جملہ امور شرعیہ انجام دینے کی اجازت ہو گی اور اس مسجد کے جملہ حقوق محفوظ رہیں گے تو کیا مسلمان ایسی صورت

---

(۱) (البقرة . ۱۱٤)

(۲) ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها الآية (البقرة: ۱۱٤) التسليم في المسجد أن تصلى فيه الجماعة بإذنه الخ (عالمگيرية، كتاب الوقف، الفصل الأول فيما يصير به مسجداً ۲/٤٥٥، ط ماجديه كوئٹه) قال في التنوير و شرحه : " ولو خرب ما حوله، واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلى قيام الساعة، وبه يفتى" الخ (كتاب الوقف، أحكام المسجد ٤/٣٥٨، ط سعيد)

میں اس جامع مسجد خام کو کچی ہی رہنے دیں اور اس کی جگہ اور حقوق کو محفوظ رکھتے ہوئے دوسرے مقام پر مسجد پختہ تعمیر کرلیں تو کوئی باعث گناہ کا تو نہ ہوگا اور جب کہ ہندو لوگ کثیر التعداد ہیں اور مسلمان اقلیت میں تو کیا رفع فساد و شر کے لئے ایسا کرنے کی اسلامی اجازت بھی ہے یا نہیں ؟
(۳) کیا اس دوسری جدید پختہ مسجد میں نماز و واجبات و جملہ امور مفروضہ درست ہوں گے یا نہیں ؟
(۴) ان جملہ امور کے متعلق نص قرآنیہ و احادیث کا بھی حوالہ دیا جائے تاکہ حکام مجاز کی تسلی اور عام مسلمانوں کو آگاہی ہو۔ المستفتی نمبر ۱۴۷۳ سلیم الدین احمد، خالد حمیدی، عمر الٰہی (معرفت مولوی سکندر دین صاحب) مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی ۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۷ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۵) اگر مسجد مذکور بدستور مسجد ہی رہے اور اس میں اذان و نماز باجماعت کے تمام حقوق قائم رہیں اور اس بات پر نزاع رفع ہوتا ہو کہ اس کی عمارت پختہ نہ کی جائے بلکہ پختہ مسجد دوسری جگہ تعمیر کرلی جائے اور مسجد خام کو خام ہی رہنے دیا جائے تو مسلمان اس فیصلے پر عمل کرنے میں گناہ گار نہ ہوں گے اور دوسری پختہ مسجد میں جو مسلمان بنائیں گے نماز و اذان و جمعہ سب امور ادا کرنا جائز ہوگا(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے اندر حلقہ ذکر منعقد کرنا

(سوال) کیا مسجد کے اندر حلقہ ذکر کرنا درست ہے، بشرطیکہ مصلیوں کو یا آس پاس سونے والوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ المستفتی نمبر ۱۵۲۲ خواجہ عبدالمجید شاہ صاحب (بنگال)
۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۶۲) مسجد کے اندر ذکر منعقد کرنا مباح ہے بشرطیکہ کسی نمازی کی نماز میں یا کسی سونے والے کی نیند میں خلل انداز نہ ہو اور ذکر بھی زیادہ شور و شغب اور افعال مکروہہ پر مشتمل نہ ہو۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نماز فجر کے بعد ترجمہ قرآن کا درس دینا

(سوال) (۱) مسجد حنفیہ کا امام صبح نماز سے فارغ ہو کر مسجد مذکور میں قرآن عزیز کا ترجمہ کرتا ہے امام مذکور کا ترجمہ قرآن بیان کرنا اہل حدیث کو خوش نہیں آتا وہ چاہتے ہیں کہ یہاں ترجمہ قرآن نہ ہو اور وہ ہمیشہ صبح کی

---

(۱) وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/۱۴۴ ط سعید)
(۲) قال الشامی :" وفی حاشیة الحموی للشعرانی :" أجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهر هم علی نائم أو مصلٍ أو قارئٍ الخ (باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/۶۶۰ ط سعید)

نماز ختم ہونے کے بعد آکر اپنی الگ الگ نماز پڑھتے ہیں اور یہ نماز کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے کہ جس وقت تک قرآن کا ترجمہ ہوتا رہتا ہے جب ترجمہ ختم ہوتا ہے تو پھر یہی لوگ امام صاحب سے لڑتے ہیں کہ یہاں پر لوگ نماز پڑھتے ہیں اور تم ترجمہ کر رہے ہو یہ کہاں جائز ہے ترجمہ بند کرو۔ ایسی صورت میں امام صاحب کو قرآن مجید کا ترجمہ بیان کرنا نماز فجر سے فارغ ہو کر جائز ہے کہ نہیں۔

(۲) امام مذکورہ بالا نے مصلین سے کہا کہ تم اپنے مسلک کے مطابق آمین بالجہر کہو مگر ضد میں آکر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسجد کو سر پر نہ اٹھاؤ تو انہوں نے اس کے بالکل برعکس عمل کیا اور بچوں اور جوانوں نے بہت چیخ کر آمین کہی تاکہ یہ لوگ اور چڑیں اور کوئی بولے تو اس سے لڑیں برابر میں اہل حدیث کی مسجد ہے یہ لوگ اس میں نماز نہیں پڑھتے مسجد حنفیہ میں آتے ہیں کیا لوگوں کے جلانے اور چڑانے کے لئے آمین اتنی بلند آواز سے پکارنا جائز ہے؟

(۳) مذکورہ بالا قسم کے اہل حدیث صاحبان کو مسجد میں غل شور اور لڑائی جھگڑے کے لئے نماز کے بہانے آنے دینا جائز ہے کہ نہیں؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب) (از مولانا مظہر اللہ صاحب) (۱) بعد نماز فجر مسائل دینیہ کا بیان اور ترجمہ قرآن کرنا نہایت مستحسن امر ہے جو لوگ جماعت کے بعد نماز کے لئے آتے ہیں ان کو چاہئیے کہ کسی علیحدہ مقام پر یا اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھیں (۱) (۲) امام صاحب صحیح فرماتے ہیں ان لوگوں کو اس پر عمل کرنا چاہئیے جہر پر عمل صرف اتنی آواز سے ہو سکتا ہے کہ قریب کا آدمی اس کو سن لے جو لوگ اپنی مسجد چھوڑ کر محض فساد کے لئے اس مسجد میں آتے ہیں ان کو روکنا ان پر واجب ہے جو روکنے پر قدرت رکھتے ہیں (۲)

مہر مسجد فتح پوری۔ محمد مظہر اللہ غفرلہ' امام جامع فتح پوری' دہلی

(جواب ۳۲۷) (از حضرت مفتی اعظمؒ) قرآن مجید کا ترجمہ بیان کرنا ایک بہتر صورت ہے مگر نمازیوں کا خیال رکھنا لازم ہے قرآن مجید کا ترجمہ آفتاب نکلنے کے بعد شروع کیا جائے تاکہ وقت کے اندر نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل نہ آئے جواب نمبر ۲ و نمبر ۳ صحیح ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد میں افطار اور شیرینی تقسیم کرنا

(سوال) (۱) ہمارے یہاں رواج ہے کہ اکثر مسجد میں مولود شریف پڑھواتے ہیں اور کچھ شیرینی وغیرہ مسجد ہی میں تقسیم کرتے ہیں' یہ جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) أما للتدريس أو للتذكير فلا لأنه ما بنى له وإن جاز فيه ولا يجوز التعلم فى دكان فى فناء المسجد عند أبى حنيفة و عندهما يجوز (البحر الرائق' فصل فى المسجد ۲/ ۳۸ ط بيروت)

(۲) وأكل نحو ثوم و يمنع منه وكذا كل موذٍ ولو بلسانه الخ (الدر المختار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ۶۶۱. ۶۶۲ ط سعيد)

(۳) أما للتدريس أو للتذكير فلا الخ (البحر الرائق' ۲/ ۳۸ ط بيروت)

(۲) نیز رمضان شریف میں افطاری مسجد میں سب مصلی کرتے ہیں، یہ بھی جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۰۲۱ محمد مقبول الرحمٰن (سلہٹ) ۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۳۲۸) (۱) مسجد میں کوئی چیز تقسیم کر دینی درست ہے بشر طیکہ مسجد کو ملوث کرنے والی چیز نہ ہو (۱) (۲) مسجد میں افطار کرنا جائز ہے مگر مسجد ملوث ہونے سے محفوظ رکھا جائے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) صبح کی نماز کے لئے چراغ جلانا
(۲) مسجد میں میلاد کے اشعار پڑھنا

(سوال) متعلقہ روشنی مسجد
(جواب ۳۲۹) اگر صبح کی نماز کسی بند جگہ پڑھی جاتی ہو اور وہاں اندھیرا ہو تو چراغ جلانے میں کچھ حرج نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،
(جواب ۳۳۰) مسجد میں شور و شغب کرنا اور ایسے اشعار پڑھنا جن کا مضمون صحیح نہیں ہوتا جو اکثر میلاد خواں پڑھا کرتے ہیں بے شک ناجائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں ریاضت (ورزش)

(سوال) متعلقہ ورزش در مسجد
(جواب ۳۳۱) مسجد میں ریاضت (کسرت) کے لئے تیز رفتاری کرنا اس صورت سے مباح ہے کہ رفتار کے اثناء میں کچھ ذکر بھی کرتا رہے اور اسی ذکر کو اصل مقصد رکھے اور کسی نماز پڑھنے والے یا ذکر کرنے والے کو اذیت نہ پہنچے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کو پاک اور صاف ستھرا رکھا جائے

(سوال) مسجد کے احکام متعلقہ صفائی و نظافت
(جواب ۳۳۲) قال رسول اللہ ﷺ من اکل من هذه الشجرة المنتنة فلا یقربن

---

(۱) فیجب تنزیه المسجد عنه، کما یجب تنزیهه عن المخاط والبلغم (رد المحتار، مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/۶۶۰ ط سعید)
(۲) (ایضاً)
(۳) عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: " نهی رسول الله ﷺ عن البیع والا بتیاع و عن تناشد الأشعار فی المساجد (ابن ماجه، باب ما یکره فی المساجد ص ٥٤ ط قدیمی کتب خانه، کراچی)
(٤) أجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهرهم علی نائم أو مصل أو قارئ (رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/۶۶۰ ط سعید)

مسجدنا (الحدیث' بخاری (۱) و مسلم(۲)' مشکوۃ (۳)) البزاق فی المسجد خطیئة (الحدیث بخاری (٤) و مسلم (٥)' مشکوۃ(٦)) وجدت فی مساوی اعمالها النخامة فی المسجد لا تدفن (مسلم (۷)' مشکوۃ (۸)) امر رسول اللہ ﷺ ببناء المسجد فی الدووان ینظف و یطیب (ابو داؤد (۹) ' ترمذی (۱۰)' ابن ماجه (۱۱)' مشکوۃ (۱۲)) قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان (الحدیث ترمذی (۱۳)' ابن ماجه (١٤)' دارمی (١٥)' مشکوۃ (١٦)) رای النبی ﷺ نخامة فی القبلة فشق ذلك علیه حتی رئی فی وجهه فقام فحکه بیده (الحدیث' بخاری (۱۷)' مشکوۃ (۱۸)) جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و بیعکم و شراء کم و رفع اصواتکم (الحدیث منذری' رد المختار ص ٤٦١ ج ۱)(۱۹)و کره تحریما الوطئ فوقه والبول والتغوط واتخاذه طریقا بغیر عذرواد خال نجاسة فیه و علیه فلا یجوز الا ستصباح بدهن نجس فیه ولا تطیینه بنجس ولا البول والفصد فیه ولو فی اناء (درمختار) لا یدخل المسجد من علی بدنه نجاسة (رد المحتار (۲۰) عن الهندیة ص ٤٦١ ج۱) کره تحریما البول والتغوط فوقه لانه مسجد الی عنان السماء (درمختار) و کذاالی تحت الثری (ردالمحتار) (۲۱)

---

(۱) (باب ماجاء فی الثوم والبصل والکرات' ۱۱۸/۱' ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۲) (باب النهی من أکل ثوماً او بصلاً الخ ۲۰۹/۱ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۳) (باب المساجد و مواضع الصلاۃ ٦۸/۱ ط سعید)
(٤) (باب کفارۃ البصاق فی المسجد ٥۹/۱ ' ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(٥)(باب النهی عن البضاق فی المسجد ۲۰۷/۱ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(٦) (باب المساجد و مواضع الصلاۃ' ٦۹ ط سعید)
(۷) (باب النهی عن البضاق فی المسجد ۲۰۷/۱' ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۸) (باب المساجد و مواضع الصلاۃ' ٦۹' ط سعید)
(۹) (باب اتخاذ المساجد فی الدور' ۷۲/۱' ط مکتبه امدادیه' ملتان)
(۱۰) (باب ماذکر فی تطییب المساجد ۱۳۰/۱ ' ط سعید)
(۱۱)(باب تطهیر المساجد و تطییبها' ص ٥٥ ط قدیمی کتب خانه کراچی)
(۱۲) (باب المساجد و مواضع الصلوۃ' ص ٦۹ ط سعید)
(۱۳) (باب ماجاء فی حرمة الصلاۃ ۲۰/۲ ط سعید)
(١٤) (باب المساجد و انتظار الصلاۃ ص ٥۸ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(١٥) (باب المحافظة علی الصلوات ۳۰۲/۱ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(١٦) (باب المساجد و مواضع الصلاۃ' ص ٦۹ ط سعید)
(۱۷) (باب حك البزاق بالیدین فی المسجد ٥۸/۱ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۱۸) (باب المساجد و مواضع الصلاۃ' ص ٦۹ ط سعید)
(۱۹) (باب مایکره فی المساجد ص ٥٤ قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۲۰) باب مایفسد الصلاۃ وما یکره فیها' ٦٥٤/۱ ط سعید)
(۲۱) (ایضاً)

زیر تعمیر مسجد میں جوتا پہن کر جانا

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) صحن مسجد زیر تعمیر جس میں صفائی وغیرہ ابھی نہیں ہوئی ہے اس میں نمازیوں کا جوتا پہن کر جانا کیسا ہے ؟

(جواب ۳۳۳) بہتر یہی ہے کہ جوتا اتار کر جائیں تاہم اگر جوتا یقینی ناپاک نہ ہو تو مباح ہے(۱)
محمد کفایت اللہ غفر لہ'

قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونا

(سوال) قبلہ کی طرف پاؤں کر کے قصداً سونا کیسا ہے ؟

(جواب ۳۳٤) قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونا خلاف ادب ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

احاطہ مسجد میں خرید و فروخت ممنوع ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۲۹ء)

(سوال) احاطہ مسجد میں بیٹھ کر امام مسجد اپنا ذاتی کاروبار کرتے ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۵) مسجد یعنی اس حصے میں جو نماز کے لئے مہیا کیا جاتا ہے' بیع و شرا کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو یا احترام مسجد کے منافی ہو جائز نہیں ہے' باقی مسجد کے احاطے میں دوسرے حصص جو نماز کے لئے مہیا نہیں کئے جاتے ان میں بیع و شراء جائز ہے مگر متولی کی اجازت سے ہونی چاہئیے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مسجد کے لئے ہندوؤں سے چندہ لینا
(۲) زیر تعمیر مسجد میں جوتوں سمیت گھومنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) (۱) تعمیر مسجد میں منظور شدہ مالی بدنی امداد غیر مسلم' ہندو وغیرہ کی شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) إذا خشي تلويث المسجد بها ينبغي عدمه' وإن كانت طاهرة الخ (رد المحتار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' مطلب في أحكام المسجد ۱ /٦٥٧ ط سعيد)

(۲) كما كره مد الرجليه في نوم أو غيره إليها أي عمداً' لأنه إساء ة أدب (الدر المحتار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' مطلب في أحكام المسجد ۱ /٦٥٥ ط سعيد)

(۳) عن واثلة بن الأسقع قال :'' قال النبي ﷺ :''جنبوا مساجد كم صبيانكم و مجانينكم و شراء كم و بيعكم و خصوماتكم'' (ابن ماجة' باب ما يكره في المساجد ص ٥٤ ط قديمي)

(۲) نئی مسجد کی تعمیر کے وقت یا مسجد قدیم کی تعمیر جدید کے وقت سردی یا گرمی یا بوجہ سنگریزوں کے راج مزدور جوتا پہن کر مسجد میں کام کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۶) (۱) اگر غیر مسلم بطیب خاطر کوئی رقم یا سامان مسلمانوں کو دیدے کہ وہ مسجد میں لگادیں تو اس کا لینا اور لگانا جائز ہے ہاں مسلمانوں کو مسجد کے لئے غیر مسلم سے امداد طلب کرنی ناجائز ہے (۱) (۲) نئی مسجد تکمیل اور اقامت نماز باجماعت کے بعد مسجد ہو گی اس لئے اس میں تعمیر کے درمیان جوتا پہن کر آنے جانے میں مضائقہ نہیں ہاں مسجد قدیم میں اگر ضرورت داعی ہو تو پاک اور نیا جوتا پہن کر کام کرنا جائز ہو گا۔ نجس اور پرانا جوتا پہننا خلاف ادب اور ناجائز ہے (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ'

سودی رقم سے خریدی ہوئی دریوں پر نماز مکروہ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) ایک شخص سود یعنی ربوا کی رقم کی دریاں خرید کر مسجد کو دیتا ہے یا رقم سود نقد دے دیتا ہے اور ارکان مسجد بدون تحقیق مسئلہ مسجد کے صرف میں لے آتے ہیں اور تنبیہ کرنے پر ضد کرتے ہیں کہ جو کچھ ہے ٹھیک ہے ایسے لوگ مسجد کے رکن بننے کے لائق ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۷) اگر یہ بات محقق ہو جائے کہ دی ہوئی دریاں سود کے روپے سے خریدی گئی تھیں یا جو رقم نقد دی گئی ہے وہ سود میں حاصل کی ہوئی رقم ہے تو اس کو مسجد میں استعمال کرنے کے لئے لینا ناجائز ہے ایسی دریوں پر جو مال حرام سے خریدی گئی ہوں نماز پڑھنا مکروہ ہے جن ممبروں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ روپیہ حرام طریقے سے کمایا ہوا ہے مسجد کے لئے قبول کیا یا قبول کرنے پر اصرار کیا وہ مسجد کی رکنیت کے قابل نہیں ہیں (۳) فقط واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) تعمیر مسجد کے لئے چندہ سے ذاتی مکان بنانا جائز نہیں
(۲) میت کا قرضہ پہلے ادا کیا جائے

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۵ء)

---

(۱) إن شرط وقف الذمی أ ن يكون قربة عندنا و عندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد الخ (ردالمحتار' كتاب الوقف ٤/٣٤١ ط سعيد)

(۲) التسليم فی المسجد أن تصلی فيه الجماعة باذنه الخ (عالمگيرية' الباب الحادی' عشر فی المسجد ۲/٤٥٥ ط ماجديه كوئته) لكن إذا خشی تلويث فرش المسجد وبها ينبغی عدمه الخ (رد المحتار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/٦٥٧ ط سعيد)

(۳) قال تاج الشريعة: " أما لو أنفق فی ذلك مالا خبيثاً وما لا سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالٰی لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله الخ (رد المحتار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/٦٥٨' ط سعيد)

(سوال) (۱) ایسے مسلمان کے لئے کیا حکم ہے جو تعمیر مسجد کے نام سے وصول کر کے زر چندہ اپنے مکان کی تعمیر میں صرف کر ڈالے (۲) ایسے مسلمان کی فوتیدگی کے بعد جو تمام عمر تارک الصلوۃ و تارک الصوم رہا ہو اس کے ورثا کا ایصال ثواب اور متوفی کی بخشش کے لئے خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے اور جب کہ متوفی مقروض ہو اور ورثاء بار بار تقاضا کرنے کے بعد بھی ادا نہ کرتے ہوں۔

(جواب ۳۳۸) (۱) وہ شخص سخت گناہ گار اور فاسق ہے اور اس رقم کا ضامن ہے جو اس نے مسجد کے نام سے وصول کی ہے (۱) (۲) اس کی طرف سے ایصال ثواب کرنا جبکہ ورثا اپنے مال میں سے کریں تو جائز ہے مگر اس کے ذمہ کا قرضہ ادا کرنا مقدم ہے پہلے قرضہ ادا کرنا چاہئیے اس کے بعد اگر کوئی وارث اس کے ساتھ احسان کرنا چاہے اور اپنے پاس سے مال خرچ کر کے ایصال ثواب کرے تو جائز ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کو دھونا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں ہر جمعہ کو مسجد دھوئی جاتی ہے اگر ضروری سمجھ کر دھوئی جائے تو کیا حکم ہے ؟

(جواب ۳۳۹) ہر جمعہ کو مسجد دھونا کوئی شرعی حکم نہیں ہے اگر صفائی کے لئے دھوئی جائے اور اس کو شرعی حکم نہ سمجھا جائے تو مباح ہے (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ویران مسجد کو چار دیواری بنا کر بند کر دیا جائے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) پندرہ سال کی مدت گزری کہ مقام کمال پور ضلع گیا کے ایک زمیندار نے مسجد بنانے کو ایک قطعہ زمین وقف کیا تھا شیخ کارو مستری اور سید نبی اختر کی کوشش سے چندہ سے مسجد کا اندرونی دالان بن گیا اور نصف گنبد بھی بنا اور مینار بھی تیار ہو گیا چار دیواری اور بیرونی دالان فنڈ ختم ہو جانے کی وجہ سے نہ بن سکا اس کے بعد سے آج تک مسجد یوں ہی نامکمل ہے قرب وجوار میں بھی کوئی خوش حال مسلمان نہیں کہ اس کی تکمیل کرائیں چار دیواری نہ ہونے سے جانور کتے سؤر تک اندر آجاتے ہیں اس بے حرمتی کو

---

(۱) رجل جمع مالاً من الناس لينفقه فى بناء المسجد' وأنفق من تلك الدراهم فى حاجة نفسه . لا يسعه ان يفعل ذلك . نرجواله فى الاستحسان أن ينفق مثل ذلك من ماله فى المسجد فيجوز و يخرج عن الوبال فيما بينه و بين الله الخ (فتاوىٰ قاضى خان' باب الرجل يجعل داره مسجداً ۳/ ۲۹۹ ط ماجديه كوئٹه)

(۲) يبدأ من تركة الميت . بتجهيزه من غير تقتير ولا تبذير' ثم تقدم ديونه التى لها مطالب من جهة العباد الخ (الدر المحتار' كتاب الفرائض ۶/ ۷۵۹' ط سعيد)

(۳) عن عائشة قالت :" أمر رسول الله ﷺ أن يتخذ المسجد فى الدور وأن يتطيب وأن يتطهر الخ (ابن ماجة' باب تطهير المساجد و تطيبها ص ۵۵ قديمى كتب خانه)

دیکھ کر شیخ کارو مستری اور سید نبی اختر نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب کہ مسلمانوں کے افلاس کو دیکھتے ہوئے اس کی تعمیر ممکن نہیں تو اس کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا جائے اب سوال یہ ہے کہ اس کی بے ادبی و بے حرمتی کا قائم رکھنا بہتر ہے یا اس کا انہدام بہتر ہے ؟

(جواب ۳۴۰) جب زمین مسجد کے لئے وقف ہو چکی اور اس پر مسجد کی تعمیر بھی شروع ہو گئی تو اب اس کو کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں اس کے گرد احاطہ کر کے اسے محفوظ کر دینا چاہئیے یا کسی طرح تکمیل کی کوشش کرنی چاہئیے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے

(الجمعیتہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کیسا ہے ؟

(جواب ۳۴۱) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پانچواں باب

نماز جمعہ

فصل اول ۔ احتیاط الظہر

جہاں جمعہ شرعاً واجب ہو' وہاں احتیاط الظہر پڑھنا جائز نہیں

(سوال) زید قصبہ یا قریہ میں بعد نماز جمعہ کے احتیاط الظہر پڑھنے کو ناجائز بتلاتا ہے اور عمرو جائز کہتا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص اس نماز کے پڑھنے کو ناجائز بتلائے اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں اب شرعاً نماز احتیاط الظہر پڑھنے کا کیا حکم ہے اور منع کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۴۲) شہر اور قصبہ میں جمعہ کی نماز درست ہے اور صرف جمعہ کی فرض ہے اور چونکہ بقول صحیح و مفتی بہ جمعہ پڑھنا ہندوستان کے شہروں اور قصبوں میں جائز ہے اس لئے احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں اور چونکہ اکثر عوام کے لئے احتیاط الظہر موجب فساد عقیدہ ہے اس لئے احتیاط الظہر کے جواز کا فتویٰ دینا جائز نہیں لہذا عمرو کا قول غلط ہے البتہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں دیہات میں ظہر کی نماز

---

(۱) إذاسلم المسجد إلى متولي يقوم بمصالحه يجوز' وإن لم يصل فيه' وهو الصحيح الخ التسليم فى المسجد أن تصلى فيه الجماعة بإذنه الخ (عالمگيرية' الباب الحادى عشر فى المسجد ۲/ ٤٥٥ ماجديه)

(۲) والكلام المباح و قيده فى الظهيرية بأن يجلس لأجله لكن فى النهر الإطلاق او جه الخ (الدر المختار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ٦٦٢ ط سعيد)

باجماعت پڑھنی چاہئیے۔ (۱) محمد کفایت اللہ عفاعنہ مولاہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

احتیاط الظہر کے مجوزین کے جوابات

(سوال) جہاں پر جمعہ صحیح ہو اس موقع پر بعض شرائط کے عدم وجود کی وجہ سے مثلاً قاضی وغیرہ شرط ہونا مفقود ہے یا مشکوک کے مسئلے پر قیاس کر کے صلوۃ آخر الظہر یا احتیاط الظہر کا مسئلہ استنباط کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو اس کی کیا دلیل اور تقریر ہے اور اس طرح کہہ کر دلیل پکڑنا کہ فتاویٰ عزیزیہ میں آخر الظہر پڑھنا ضروری لکھا ہے اور جامع الرموز میں فرض لکھا ہے اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ینبغی لفظ موجود ہے اور شامی والے کی رائے پڑھنے کی طرف زیادہ ہے اور مشکوۃ شریف میں لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر سو سال میں ایک مجدد ہوتا ہے سب لوگوں کو اس کی اتباع کرنی چاہئیے چنانچہ مقامات امام ربانی میں جو کہ حضرت مجدد الف ثانی کی تصنیف ہے آخر الظہر پڑھنے کے لئے ضروری فرمایا ہے لہذا اسی کو پڑھنا واجب ہے اور صراط مستقیم اور سراجیہ وغیرہ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے اب اگر صرف صاحب بحر کا قول عدم جواز احتیاط الظہر کا ہے باوجود ان کتابوں کے جو کہ مذکورہ بالا ہیں کسی طرح ترجیح دی جائے وللاکثر حکم الکل کو سب تسلیم کرتے ہیں اور بڑے بڑے بزرگ لوگ اور علامہ مولانا ہمیشہ پڑھتے تھے اور سب کو حکم دیتے تھے اور زمانہ حال میں بھی بڑے بڑے کاملین پڑھتے ہیں اور جناب مولانا مولوی کرامت علی صاحبؒ جونپوری ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور جو جو کتابیں انہوں نے تصنیف کی ہیں سب میں یہی حکم ہے بہر حال اس مختلف فیہ مسئلے کا صحیح حکم کیا ہے ؟ مع سند کے جس کتاب کا حکم سب علما مانتے ہیں اور نہایت معتبر ہے تحریر فرمائیں اگر کوئی یہ کہے کہ آج کل کے علما بالخصوص دہلی کے منع کریں تو نہیں مانا جائے گا اور اکثر کر کے دہلی کے علما لا مذہب ہوتے ہیں اب اس قائل کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۴۳) احتیاط الظہر جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت بلکہ بعض فقہاء نے اس وجہ سے کہ بعض شروط جمعہ کے وجود میں شبہ تھا محض احتیاط کے طور پر استحباباً یہ حکم دیا تھا کہ ظہر احتیاطی پڑھ لی جائے اور ظاہر ہے کہ احتیاط وہاں متصور ہو سکتی ہے جہاں شبہ اور شک ہو تعدد جمعہ یا عدم وجود سلطان مسلم یا اختلاف فی حد المصر کی وجہ سے جو اختلاف پیدا ہوا ہے وہ فقہائے کرام کے فیصلے سے طے ہو گیا کہ بنابر روایات صحیحہ فقہیہ تعدد جائز ہے (۲) اور سلطان مسلم کا وجود شرط نہیں اور حد مصر

---

(۱) و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق الخ و قبیل هذه العبارة' وبهذا ظهر جهل من یقول : " لا تصح الجمعة فی أیام الفتنة " مع أنها تصح فی البلاد التی استولی علیها الکفار الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید) وقد أفتیت مرارا بعدم صلاة الأربع بعدها بنیة آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعید)

(۲) وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ (التنویر مع شرحه ' باب الجمعة ۱۴۴/۲ ۱۴۵ ط سعید)

میں جو اختلاف تھا اس میں سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف صحیح ہے پس جب کہ ان مسئلوں میں قوت دلیل سے وہی جانب راجح اور متعین ہو گئی جس میں جمعہ کی صحت یقینی ہے تو اب احتیاط الظہر کے باقی رہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ احتیاط کا مفہوم یہ ہے کہ قوی دلیل پر عمل کیا جائے **فان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین** (۱) اور صورت مذکورہ میں اقوی اور اصح جمعہ کی صحت ہے رہا بعض لوگوں کا احتیاط الظہر پڑھنا اور علامہ شامی کا احتیاط کو بمعنی **هو الخروج عن العهدة بيقين** (۲) لیکر عام حکم دینا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بات کسی درجہ میں قابل اعتبار بھی ہو تاہم لوجہ خوف مفسدہ عظیمہ واجب الترک ہے وہ مفسدہ یہ ہے کہ احتیاط کا حکم دینے کی صورت میں عوام کے عقیدہ میں یا تو جمعہ کی فرضیت مشکوک ہو جائے گی یا ایک وقت میں دونوں کے فرض ہونے کا یقین کرلیں گے اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں پس ایک امر مستحب کی تحصیل کے لئے عوام کو حرام میں مبتلا کرنا کسی سمجھ دار آدمی کا کام نہیں اور نہ قواعد شرعیہ اس کی اجازت دیتے ہیں ہاں خواص خود بغیر اس کے کہ عوام کو حکم کریں یا اپنے پڑھنے کی ان کو خبر کریں اسپر عمل کرلیں تو مضائقہ نہیں لیکن عام حکم دینا ہرگز جائز نہیں۔(۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

(۱) بعد نماز جمعہ احتیاط الظہر جائز نہیں

(۲) عربی خطبہ کا اردو میں ترجمہ کرنا

(سوال) بعض لوگ جمعہ کے بعد صرف دو سنتیں پڑھتے ہیں اور بعض چھ سنتیں پڑھتے ہیں اور بعض چار رکعتیں احتیاط الظہر بھی چھ پر زیادہ کرتے ہیں ان میں سے کون سی صورت معتبر ہے ؟

(۲) امام عربی خطبہ کا اردو میں ترجمہ کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب **۳۴۴**) احتیاط الظہر پڑھنا جائز نہیں' کیونکہ بلاد ہندوستان میں مذہب مفتی بہ کے موافق شہروں میں جمعہ جائز ہے پس احتیاط الظہر کے کوئی معنی نہیں اور یہی قول راجح ہے (۴)

(۲) خطبہ صرف عربی نثر میں مسنون ہے اور یہی صورت سلف صالحین اور ائمہ متبوعین سے منقول

---

(۱) (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٥ ط سعيد)

(۲) (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٥' ط سعيد)

(۳) و فی البحر : " وقد أفتيت مراراً بعدم صلاة الأ ربع بعدها بنية آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة وهو الاحتياط فی زماننا (الدر المختار' باب الجمعة ۲/۱۳۷' ط سعيد) وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر وخطيب كما فی المضمرات (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱۳۸ ط سعيد)

(٤) وفی البحر : " وقد أفتيت مراراً بعدم صلاة الأربع بعد ها بنية آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۲/ ۱۳۷ ط سعيد) فلو الولاة كفار يجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضی قاضياً بتراضی المسلمين' ويجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً (ردالمحتار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعيد)

ہے اس کا خلاف مکروہ ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر پڑھنا جائز نہیں

(سوال) جس قصبے کی آبادی دس ہزار سے زائد ہو اور جہاں متعدد مسجدوں میں اب بھی نماز جمعہ پڑھی جاتی ہو ایسی بستی کا ایک شخص کہ جس کا شمار جاننے والوں میں کیا جاتا ہو اور وہ اس خیال سے کہ ہندوستان میں کسی جگہ بھی جمعہ صحیح نہیں پچاس سال کی عمر ہونے تک جمعہ کی نماز نہ پڑھے اور صرف ظہر کی نماز ادا کیا کرے مگر جب دو روپے ماہوار مقرر کر دیئے جائیں تو چند سال جمعہ کی نماز کی امامت کرے اور جب اس خدمت سے موقوف ہو تو معاً ہی نماز جمعہ بھی چھوڑ بیٹھے اور ایسا کرنے میں کوئی موانع یا عذرات شرعی نہ ہوں نہ جن مسجدوں میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے وہاں تک جانے سے مجبور ہو تو اس شخص کا مندرجہ بالا عمل درست سمجھنے کے لئے کوئی شرعی دلیل ہونا ممکن ہے اگر شرعی حکم کے خلاف ہو تو اس عمل کے لئے اور ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے ؟ جمعہ کی نماز کے بعد اگر کوئی احتیاط نہ پڑھے تو اس پر کوئی مذہبی نقص یا شرعی حرف آسکتا ہے ؟ اگر احتیاط پڑھنے کا حکم دیں تو فرمائیں کہ اس کی نیت کس طرح کی جائے ؟ احتیاط کو واجب کہا جائے تو واجب کہنا درست ہے ؟

المستفتی محمد خاں منشی' قصبہ دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

(جواب ۳۴۵) اس شخص کا یہ فعل اس کی بیباکی اور امور دینیہ کی جانب سے بے پروائی پر دلالت کرتا ہے اور اس میں خوف کفر ہے کیونکہ اگر کسی شبہ کی وجہ سے وہ اس جگہ جمعہ جائز نہیں سمجھتا تھا تو پھر دو روپے لیکر جمعہ پڑھا دینے کے کیا معنی گویا وہ اپنے خیال کے مطابق نفل بالجماعۃ پڑھتا ہے لیکن لوگ اس کے پیچھے جمعہ کی نیت سے نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفترض ہیں اور امام متنفل تو ان کی نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور یہ بھی دو روپے کے لالچ سے ان کی نمازیں فاسد کرنے پر آمادہ ہو گیا نفل کی نیت ہونا اس کا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ پہلے جمعہ پڑھتا تھا اور نہ تنخواہ بند ہونے کے بعد جمعہ پڑھتا رہا اور اگر جمعہ کو فرض سمجھنے کے باوجود جمعہ نہیں پڑھتا تاہم فاسق ہے اور اس صورت میں امامت تو اس کی صحیح ہو گی اور اجرت بھی جائز لوگوں کی نماز بھی ہو جائے گی مگر یہ خود ترک جمعہ کی وجہ سے فاسق ہو گا مگر چونکہ سوال میں تصریح ہے کہ وہ ہندوستان کے کسی شہر میں بھی جواز جمعہ کا قائل نہیں اس لئے پہلا احتمال متعین ہے اور اس کا یہ خیال کہ کہیں جمعہ نہیں ہوتا غلط ہے فقہا کی تصریح موجود ہے کہ ایسے شہروں میں جہاں کفار حاکم ہوں مسلمانوں کو جمعہ و عیدین پڑھنا جائز ہے(۲) پس بنابر قول راجح اور مختار اور معمول بہ کے شخص

---

(۱) فإنه لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ و الصحابة فیکون مکروها تحریما (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة باب الجمعة ۱ / ۳۰۰ ط سعید)

(۲) فلو الولاة كفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة' و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین (رد المحتار' باب الجمعة ۲ / ۱۴۴ ط سعید)

مذکور ترک جمعہ کی وجہ سے فاسق ہے۔
جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر پڑھنا ناجائز ہے واجب کہنا چہ معنی وارد ؟ نہ پڑھنے میں نقصان ہونا کجا ؟ بلکہ نہ پڑھنا ہی متعین ہے۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد دہلی۔
مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ، دہلی

عنوان مثل بالا

(سوال) جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر کی نیت سے پڑھنا کیسا ہے ؟
(جواب ٣٤٦) جمعہ کے بعد چار رکعتیں جو بہ نیت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہیں (۱) نماز جمعہ کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ بہ نیت سنت یا نفل پڑھی جائے ظہر کی نماز کی نیت یا ارادہ نہ ہو اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ جمعہ کے بعد سنتوں کی کتنی رکعتیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ تعداد رکعات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک صرف چار رکعتیں ہیں اور بعض کے نزدیک صرف دو اور فقہاء نے دونوں قولوں کو جمع کر کے چھ رکعتیں اس لئے بتائی ہیں کہ چار والوں کا قول بھی پورا ہو جائے اور دو والوں کا بھی۔ اس سے آپ کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ یہ چھ رکعتیں خالص سنت کے ارادہ سے پڑھنی چاہئیں اور اگر کوئی صرف چار پڑھ لے تو وہ بھی قابل گرفت نہیں ہے اور جو صرف دو پڑھ لے وہ بھی مستحق ملامت نہیں ہے اور جو چھ پڑھے وہ افضل و اولیٰ پر عمل کرنے والا ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عنوان مثل بالا

(سوال) بہت علماء کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد چار رکعت سنت پڑھی جاتی ہے اس کو احتیاط الظہر پڑھو تو یہ سنت اس طریقہ سے پڑھی جاوے یا کہ نہیں اور بعد چار سنت کے دو سنت اور دو نفل جو پڑھی جاتی ہے تو اس کی نیت کس طرح سے کرے ظہر کی نیت کرے یا کہ بعد از جمعہ کر کے نیت کرے
المستفتی نمبر ١١٧٣ عبدالرزاق صاحب (ضلع میدنی پور) ۲۰ جمادی الثانی ١٣٥٥ھ ۸ ستمبر ١٩٣٦ء
(جواب ٣٤٧) جمعہ کے بعد چار سنتیں سنتوں کی نیت سے پڑھنی چاہئیں احتیاط الظہر کی نیت سے پڑھنا درست نہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) وفی البحر : وقد أفتیت مراراً بعدم صلاۃ الأربع بنیة آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة وهو الاحتیاط فی زماننا الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/ ۳۷ ط سعید)
(۲) والسنة قبل الجمعة أربع و بعدها اربع و عند ابی یوسف السنة بعد الجمعة ست رکعات، وهو المروی عن علیؓ والأ فضل أن یصلی اربعًا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف (حلبی کبیر، باب النوافل ص ۳۸۹ ط سهیل اکیڈمی لاهور، پاکستان)
(۳) والسنة قبل الجمعة أربع و بعدها اربع (حلبی کبیر، باب النوافل ص ۳۸۹ ط سهیل اکیڈمی لاهور) وقد أفتیت مراراً بعدم صلاۃ الأربع بعدها بنیة آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة، وهو الا حتیاط فی زماننا الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/ ۱۳۷، ط سعید)

عنوان مثل بالا

(سوال) ایک شہر یا قصبہ میں نماز جمعہ کے بعد ظہر احتیاطاً پڑھنا ضروری ہے یا نہیں اور بشرط اختلاف تارک اسکا قابل گرفت ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۷۷۱ فیروز خان صاحب (جہلم)
یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۴۸) شہر یا قصبے میں جمعہ کی نماز ادا کی جائے اس کے بعد ظہر احتیاطی پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے بعض فقہا نے ظہر احتیاطی کی اجازت دی ہے مگروہ بھی ضروری اور لازمی نہیں بتاتے اور تارک کو ملامت نہیں کرتے اور قول قوی اور راجح یہ ہے کہ جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر پڑھنے کا عوام کو حکم نہ کیا جائے ورنہ ان کے عقیدے خراب ہوں گے اور نہ ان کا جمعہ صحیح ہوگا نہ ظہر ' یہی احوط اور قابل فتویٰ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

متعدد جگہ جمعہ اور احتیاط الظہر کا حکم

(سوال) اسولہ ثلثہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بصورت اشتباہ جواز و عدم جواز تعدد ' جمعہ پڑھنا کیسا ہے ؟ اور جہاں مصر ہونے میں شبہ ہو وہاں جمعہ پڑھا جائے یا نہیں ' اور پڑھے جانے کی صورت میں احتیاط الظہر پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۳۴۹) نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جهار او الكلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم. انتہیٰ (شامی ص ۵۹۲) (۲) اقول وقد كثر ذلك من جهلة زماننا ايضاً و منشأ جهلهم صلاة الا ربع بعد الجمعة بنية الظهر و انما وضعها بعض المتاخرين عند الشك فی صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعد دها فی مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة وليس هذه القول اعنی اختيار صلاة الاربع بعدها مرويا عن ابی حنيفة و صاحبيه حتی وقع لی انی افتيت مرارا بعدم صلاتها خوفا علی اعتقاد الجهلة بانها الفرض وان الجمعة ليست بفرض. (۳) (بحر ص ۱۵۱)

مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست بفرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنون انها الفرض وان الجمعة ليست بفرض فيتكاسلون عن اداء الجمعة فكان الاحتياط فی تركها وعلی تقدير فعلها ممن لا

---

(۱) قال فی الدر المختار: ' و فی البحر: وقد أفتيت مراراً الخ (باب الجمعة' ۲/ ۱۳۷ ط سعيد)
(۲) (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٦ ' ط سعيد)
(۳) (باب الجمعة ' ۲/ ۱۵۱' ط بيروت' لبنان)

یخاف علیه مفسدة منها فالاولی ان تکون فی بیته خفیة خوفا من مفسدة فعلها (۱) **واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۱۵۵)**

اقول و بالله التوفیق

(۱) جواز تعدد جمعہ میں کوئی شبہ نہیں جہاں اقامت جمعہ جائز ہے وہاں تعدد جمعہ بھی جائز ہے مذہب مختار اور معتمد اور مفتی بہ یہی ہے۔ چنانچہ ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہے۔ **وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب و علیه الفتوی** (۲) (شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج۔ درمختار) **قوله علی المذهب فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر وبه ناخذ لا طلاق " لا جمعة الا فی مصر" شرط المصر فقط و بما ذکرنا اندفع ما فی البدائع من ان ظاهر الروایة جوازها فی موضعین لا فی اکثر و علیه الا عتماد فان المذهب الجواز مطلقا** (۳) (رد المحتار، نقلا عن البحر الرائق)

وتؤدی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وهو قول ابی حنیفةؒ و محمدؒ وهو الا صح وذکر الامام السرخسی انه الصحیح من مذهب ابی حنیفةؒ وبه ناخذ هکذا فی البحر الرائق (٤) (فتاویٰ عالمگیریۃ)

پس جب کہ مذہب مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ جائز ہے تو اب اس میں شبہ کرنا فضول ہے اگرچہ متقدمین سے عدم جواز تعدد کی روایت ہے لیکن جب معلوم ہو گیا کہ ان کا قول ضعیف اور خلاف مذہب ہے اور جب کہ متاخرین نے بالاتفاق اس کے خلاف پر ادلۂ عقلیہ ونقلیہ قائم کر کے جواز تعدد کو مذہب مفتی بہ قرار دے لیا تو اب قول اول کو مبنی شبہ قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اس کے علاوہ امام سرخسی کے قول سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کا مذہب صحیح یہی ہے کہ چند مقام پر جمعہ جائز ہے اور عدم جواز تعدد کی روایت امام صاحب سے ضعیف ہے۔

(۲) جب تک کسی مقام کا مصر ہونا متعین نہ ہو جائے اس جگہ جمعہ نہ پڑھا جائے کیونکہ مصر شرائط جمعہ سے ہے اور تاوقتیکہ وجود شرط یقینی نہ ہو جائے وجود مشروط یعنی صحت جمعہ کا یقینی حکم نہیں ہو سکتا اور ایسی حالت میں اقامت جمعہ جائز نہیں اور مصر کی تعریف صحیح معتبر یہ ہے کہ جس جگہ کوئی شخص واقعات مختلفہ میں فتویٰ بتانے والا اور ایک ایسا حاکم جو فتنہ وفساد کو روک سکے اور مظلوم کی دادرسی کر سکے موجود ہو اور وہاں گلیاں سڑکیں اور بازار ہوں وہ مصر ہے۔ اس بنا پر آج کل تمام ضلعے اور اکثر قصبے مصر میں

---

(۱) (باب الجمعة ۲/۱۵۵ ط بیروت، لبنان)
(۲) (باب الجمعة ۲/۱٤٤ ط سعید)
(۳) (باب الجمعة ۲/۱٤٥ ط سعید)
(٤) (الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعة ۱/۱٤٥ ط ماجدیه)

داخل ہیں۔ وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر على اقامة الحدود كما حررنا فيما علقناه علے الملتقے (درمختار) قوله وظاهر المذهب قال فى شرح المنية والحد الصحيح مااختاره صاحب الهداية انه الذى له امير وقاض ينفذ الا حكام و يقيم الحدود (۱) (ردالمحتار) والمصر فى ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفتٍ وقاض يقيم الحدود و ينفذ الاحكام و بلغت ابنيته ابنية منىٰ. هكذا فى الظهيرية وفتاوىٰ قاضى خان و فى الخلاصة وعليه الا عتمادكذافى التاتار خانية و معنى اقامة الحدود القدرة عليها. هكذا فى الغياثية (۲) (فتاوىٰ عالمگيرية)

(۳) جمعہ قائم ہونے کی صورت میں احتیاط الظہر پڑھی جائے یا نہیں اس کے جواب کے لئے چند امور بطور تمہید کے تحریر کر کے جواب لکھوں گا۔

(الف) احتیاط کہتے ہیں عمل باقوی الدلیلین کو۔ یعنی اگر کسی مسئلے میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں اور ان دونوں کے لئے دلیلیں ہیں ان میں سے قوی دلیل پر عمل کرنا احتیاط ہے۔ قال الچلپی فى حاشية التلويح وذكر فى الجامع السمر قندى ان الا خذ بالا حتياط عمل باقوى الدليلين وقال فى البحر فليس الاحتياط فى فعلها لانه العمل باقوى الدليلين وقد علمت ان مقتضے الدليل هوالا طلاق (۳)

(ب) جب کسی فعل کی دو صورتیں ہوں اور ان میں سے ہر ایک میں کوئی مفسدہ شرعیہ ہو لیکن ایک میں مفسدہ عظیمہ ہو اور دوسری میں اس سے کم تو اس وقت اسی صورت کو اختیار کریں گے جس میں مفسدہ کم ہو۔ من ابتلى ببليتين فليخترا هو نهما. وهذا ظاهر.

(ج) جو فعل عوام کے لئے قابل فتویٰ نہ ہو صرف خواص کے لئے ہو اس پر عمل جائز ہو اس کو عام تحریروں اور اردو میں رسالہ یا فتویٰ کے طور پر شائع کرنا ہرگز جائز نہیں مفتی کا فرض ہے کہ زبانی یا کسی ایسی تحریر کے ذریعے سے جس کا عوام تک پہنچنا غیر مقصود ہو خواص کو بتائے اور ان خواص پر بھی ضروری ہے کہ وہ اس کو مشتہر نہ کریں مشتہر وہی فتویٰ کیا جائے جو عوام کے عمل کے لائق ہو اور جس میں خواص و عوام یکساں ہوں۔

(د) کتب فتاویٰ فقہیہ میں بعض ایسے مسائل مذکور ہیں جو خواص کے لئے مخصوص ہیں اور ان میں تصریح کی گئی ہے کہ یہ مسائل خواص کے ساتھ مخصوص ہیں پس ایسے مسائل کو محض اس وجہ سے کہ کتب فتاویٰ میں موجود ہیں عام فتووں میں تحریر کر دینا اور عوام کی حالت کو نہ دیکھنا مفتی کی قلت فہم پر

---

(۱) (باب الجمعة ۲/ ۱۳۷، ۱۳۸ ط سعيد)
(۲) (الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة ۱/ ۱۴۵ ط ماجديه)
(۳) (باب الجمعة ۲/ ۱۵۴ ' ط دار المعرفة' بيروت' لبنان)

دال ہے۔

بعد تمہید ان مقدمات کے معلوم کرنا چاہئیے کہ چونکہ یہ سوال عام ہے اور مقصود سائل کا یہی ہے کہ اس کے جواب کو طبع کرا کے مشتہر کروں گا' اس لئے اس کا جواب مقدمات ممہدہ پر نظر کر کے یہی ہے کہ احتیاط الظہر پڑھنا ناجائز ہے اور اس کی تین وجہیں ہیں۔

اول یہ کہ احتیاط الظہر جس کا نام ہے وہ احتیاط ہی نہیں ہے کیونکہ احتیاط نام ہے عمل باقوی الدلیلین کا اور یہاں معلوم ہو چکا کہ دلیل قوی یہی ہے کہ جمعہ متعدد جگہ ادا ہو جاتا ہے اور عدم جواز تعدد کا قول ضعیف ہے لہذا اس پر عمل کرنا احتیاط نہیں ہے۔ **بحکم المقدمة الاولیٰ کما حققه فی البحر الرائق وهذا الصمه اقول وقد کثر ذلك الخ**

دوسری وجہ یہ ہے کہ بر تقدیر تسلیم اس بات کے کہ یہ احتیاط **بمعنی الخروج عن العهده بیقین** ہے جیسے کہ علامہ شامی کی رائے ہے اس کے ادا کرنے میں خوف فساد اعتقاد ہے یعنی ایک فرض کی عدم فرضیت کا اعتقاد ہو جانا بنا بر اکثری حال عوام کے لازم آتا ہے اور نہ کرنے میں صرف ایک وہم عدم خروج عن العہدہ کا ہے اور ظاہر ہے کہ فساد اول یعنی فساد عقیدہ فساد دوم یعنی وہم عدم خروج سے بدرجہا زائد ہے پس بحکم مقدمہ ثانیہ ضروری ہے کہ فساد عظیم سے احتراز کیا جائے گو فساد قلیل کا ارتکاب کرنا پڑے۔ **وهذا ظاهر جدالمن له نظر وسیع فی الفقه ویؤیده قول صاحب البحر مع مالزم من فعلها الخ**

تیسری وجہ یہ ہے کہ بر تقدیر تسلیم جواز کے یہ حکم خواص کے لئے ہے' نہ کہ عوام کے لئے اور اس بنا پر اس کے جواز کا علی الاعلان حکم دینا اور رسالوں اور فتوؤں میں شائع کرنا ہرگز کسی روایت فقہی سے ثابت نہیں ہو تا بلکہ خود علامہ شامی جن کا قول اثبات احتیاط الظہر میں بڑے زور و شور سے پیش کیا جاتا ہے خود اپنی تحقیق کے آخر میں لکھتے ہیں **نعم ان ادی الی مفسدة الخ.** (۱) اس عبارت سے اور علامہ مقدسی کے قول سے صاف معلوم ہو گیا کہ عوام کو اس کے کرنے کا حکم ہرگز نہ دیا جائے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر احتیاط الظہر میں کوئی مفسدہ ہو تو اس کو کھلم کھلا نہ کرنا چاہئیے (۲) صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں عوام کے عقائد میں اس احتیاط الظہر کی وجہ سے فرضیت ظہر اور عدم فرضیت جمعہ کا فساد پیدا ہو گیا تھا تو پھر زمانہ حاضرہ کے عوام تو بوجہ قلت علم و عدم توجہ الی الدین صاحب بحر الرائق کے زمانے کے عوام سے زیادہ خطرے میں ہیں اور ان کے عقائد بگڑنے کا اندیشہ بدرجہا زائد ہے۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب فقہا نے خواص کے لئے اجازت دی ہے تو اگر کوئی مفتی اس

---

(۱) (باب الجمعة ۲/۱٤٦' ط سعید)

(۲) (باب الجمعة ۲/۱٥۱' ط بیروت)

طرح شائع کرے کہ خواص کے لئے جائز ہے اور عوام کے لئے ناجائز تو اس میں کیا قباحت ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں بوجہ شیوع اعجاب کل ذی رأی برأیة ایک عام بلا یہ پھیل گئی ہے کہ جاہل سے جاہل اپنے آپ کو خاص بلکہ اخص الخواص خیال کرتا ہے وہ اس فتوے پر عمل کر کے خود بھی گمراہ ہوگا اور بوجہ قلت مبالات کے دوسروں کو بھی بتائے گا کہ میں نے فلاں رسالہ میں یا فتوے میں دیکھا ہے کہ احتیاط الظہر جائز ہے پس سب کے سب ضلوا واضلوا کے مصداق ہو جائیں گے ۔

پھر یہ کہ علامہ مقدسی کے قول بل ندل علیه الخواص سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عوام کو اس کے جواز کی خبر بھی نہ دینی چاہئے صرف خواص کو مفتی بطور خود خفیۃً اجازت دے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس قسم کے فتوی سے عوام میں ایک اور فساد پیدا ہوگا کہ شریعت بھی دو قسم کی ہے ایک خواص کے لئے اور ایک عوام کے لئے اور اس کے مسائل بھی خاص و عام ہیں اور یہ تصور متضمن فسادات غیر متناہیہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احتیاط الظہر بحکم فتویٰ ناجائز ہے اور اس کی اجازت عامہ تمام فقہاء کے اقوال کے خلاف اور اجازت خاصہ علی الاعلان بھی تصریحات محققین کے خلاف ہے پس احتیاط الظہر کے جو فتوے علی الاعلان شائع ہوئے ہیں اور متضمن اجازت عامہ ہیں وہ سب مذہب حنفیہ کے خلاف ہیں کتب فقہ حنفیہ معتبرہ میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ھذا واللہ اعلم بالصواب.

محمد کفایت اللہ عفی عنہ

قصبہ میں جمعہ اور احتیاط الظہر کا حکم

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک قصبہ ضلع لدھیانہ میں ہے وہاں جمعہ کے بارے میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر پڑھنی چاہئے کوئی انکار کرتا ہے جمعہ کے بعد کی سنتوں کے متعلق بھی اختلاف ہے ؟

(جواب ۳۵۰) اس قصبہ میں جمعہ پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے تو پڑھتے رہئے اور احتیاط الظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں جمعہ کے بعد چار سنتیں ایک سلام سے پھر دو سنتیں کل چھ سنتیں پڑھنی چاہئیں۔(۱) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲' ط سعید) وذکر فی الأصل : وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها. وذکر الطحاوی عن أبی یوسف أنه قال یصلی بعدها ست . ینبغی أن یصلی أربعاً ثم رکعتین الخ (بدائع' فصل فی صلاة المسنونة ۲۸۵/۱' ط سعید و حلبی کبیر' باب صلاة الجمعة ص ۳۸۸ ط سهیل)

فصل دوم ۔ شرائط جمعہ

قصبہ جس میں تھانہ یا تحصیل ہو' جمعہ کا حکم

(سوال) ایک بستی موضع نیسنگ کرنال سے ۱۵ میل مغرب کی طرف لب سڑک واقع ہے جو آبادی کے لحاظ سے تخمیناً چوبیس پچیس سو کی مردم شاری ہے گاؤں مسلمانوں کا ہے پانچ مسجدیں ہیں سب مسجدوں میں پنجگانہ نماز بھی التزام سے ہوتی ہے تھانہ' ڈاکخانہ اور سرکاری مدرسہ بھی ہے عید گاہ بھی موجود ہے باقی ضروریات بھی قریب قریب پوری ہو جاتی ہیں بعض صاحب نماز روزے کے مسائل بھی جاننے والے موجود ہیں اگرچہ علم عربی کے ماہر نہیں اس بستی میں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا ہے اب کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے جمعہ پڑھنا ترک کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا اب گزارش ہے کہ کیا ہمارے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۱) جس گاؤں میں تھانہ یا تحصیل ہو وہ عموماً بڑا ہی ہوتا ہے پس جب کہ مذکورہ گاؤں میں تھانہ موجود ہے تو یہ قصبے کے حکم میں ہے اور اس میں جمعہ جائز ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دیہات میں جمعہ جائز نہیں

(سوال) ایک بڑا گاؤں جس کو اہل علاقہ یعنی اس کے گردونواح والے بڑا گاؤں جانتے ہیں اور آبادی اس کی اس وقت ۱۲۵۴ آدمی شمار میں آئی ہے ایک مدرسہ اور کئی مسجدیں بھی اس گاؤں میں ہیں آیا ایسے گاؤں میں عند الفقہا جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۵۲) دیہات میں جمعہ پڑھنا فقہائے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ منجملہ شرائط صحت جمعہ کے مصر جامع یا فناء مصر ہے اور مصر جامع وہ جگہ ہے جس میں بازار' سڑکیں اور ایسا حاکم موجود ہو جو غلبہ کے اعتبار سے ظالم سے مظلوم کا انصاف لے سکے۔

اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة و شرط صحة اداء ها عند اصحابنا حتی لا تجب الجمعة الا علی اهل المصر و من کان ساکنا فی توابعه و کذا لا یصح اداء الجمعة الا فی المصر و توابعه فلا تجب علی اهل القریٰ التی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیها (۲) (بدائع ص ۲۵۹ ج ۱) وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و

---

(۱) و عبارة القهستانی : تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التي فیها أسواق (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید) لأن الأمیر والقاضی الذی شانه القدرة علی تنفیذ الأحکام وإقامة الحدود لا یکون إلا فی بلد کذلك (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعید)

(۲) (بدائع فصل فی بیان شرائط الجمعة' ۲۵۹/۱ ط سعید)

علمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث وهوالا صح (۱) (بدائع ص ۲٦۰ ج ۱) وقال فى العالمگيرية. ولا دائها (اى الجمعة) شرائط فى غير المصلى منها المصر كذافى الكافى والمصر فى ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفتٍ وقاضٍ يقيم الحدود و ينفذ الاحكام و بلغت ابنيته' ابنية منى هكذا فى الظهيرية و فتاوىٰ قاضى خان و فى الخلاصة و عليه الاعتماد كذافى التتارخانية و معنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا فى العناية وكما يجوز اداء الجمعة فى المصر يجوز ا داؤها فى فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر. انتهى. (۲) (ص ۱۵۳ ج ۱) پس جو مقام کہ خود مصر ہو یا توابع مصر سے ہو اس میں جمعہ جائز ہے اور جو مقام ایسا نہیں ہے اس میں جمعہ جائز اور صحیح نہیں ہے توابع مصر وہی جگہ ہو سکتی ہے جس سے مصر کے تعلقات وابستہ ہوں اور ضروریات مصر وہاں سے بہم پہنچائی جاتی ہوں ان دو جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے باشندوں پر جمعہ فرض بھی نہیں اور نہ ان کے ادا کرنے سے ادا ہو گا ہندوستان میں جمعہ صرف ان جگہوں میں جائز ہے جہاں کوئی حاکم مجاز رہتا ہو کسی ایسی بستی میں جہاں کوئی حاکم مجاز نہ ہو جمعہ صحیح نہیں اور نہ وہاں کے باشندوں پر جمعہ فرض ہے لیکن اگر کسی جگہ پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے اور اب موقوف کرنے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ میوات و پنجاب کے بعض دیہات کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہاں جمعہ موقوف کیا گیا تو لوگوں نے پنجگانہ نماز بھی چھوڑ دی تو ایسی صورت میں اس کا بند کرنا بھی مناسب نہیں کیونکہ نماز چھوڑ دینے سے تو یہی بہتر ہے کہ جمعہ پڑھ لیں اس لئے کہ جمعہ حسب اختلاف روایات یا اختلاف مجتہدین ایسی جگہ پڑھنا جائز تو ہے اور ترک صلوۃ سخت کبیرہ ہے۔

واستشهد له بما فى التجنيس عن الحلوانى ان كسالىٰ العرام اذا صلوالفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون لا نهم اذا منعوها تركوها اصلا واداؤها مع تجويز اهل الحديث لها اولى من تركها اصلا (ردالمحتار) (باب العيدين 'مطلب يطلق على السنة وبالعكس ص ۱۷۱ ج ۲ ایچ ایم سعید)

تحقیق جمعہ فی القریٰ اور مصر و قریہ کی تعریف

(سوال) (۱) عندالاحناف جو جمعہ کے واسطے مصر کی قید ہے اس سے یہی عرفی مصر مراد ہے یا اور کچھ ؟ اگر عرفی ہے تو قصبات اور بڑے گاؤں میں جمعہ درست نہ ہو گا کیونکہ ان کو عرف میں شہر نہیں کہا جاتا حالانکہ فقہاان ہر دو میں جمعہ درست کہتے ہیں تعریف مصر میں فقہا کے کس قدر اقوال ہیں ؟ اور مختار

---

(۱) (ایضاً حاشیہ۲ گذشتہ صفحه ۱ / ۲٦۰ ----)
(۲) (الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة' ۱/ ۱٤۵ ' ط ماجديه)

متاخرین مثل صاحب شرح وقایہ ودر مختار وطحطاوی وبحر العلوم وغیرہ کیا ہے ؟
(۲) قصبہ و قریہ کبیرہ اور قریہ کبیرہ و صغیرہ میں مابہ الفرق کیا ہے ؟ اس کو بسط کے ساتھ تحریر فرمائیں جس سے شہر قصبہ قریہ کبیرہ قریہ صغیرہ میں بین فرق معلوم ہو جائے۔
(۳) مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی اور بحر العلوم مولانا عبدالعلی حنفی تھے یا غیر مقلد ؟ اول الذکر مصفی شرح مؤطا میں شہر اور قریہ دونوں میں جمعہ واجب کہتے ہیں اور مؤخر الذکر ارکان اربعہ میں کہتے ہیں۔ **فالقابل للفتویٰ فی مذهبنا الروایة المختار للبلخی**
(۴) کیا شرطیت سلطان و مصر میں اختلاف فاحش اس امر کی دلیل نہیں کہ یہ دونوں قطعی نہیں بلکہ ظنی ہیں جیسا کہ بحر العلوم اور مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں فیوض قاسمیہ میں ہے "اگر کسے در دیہے جمعہ قائم کند دست و گریبانش نزنند کہ شرط مصر ظنی است بل ہم ضعیف" ایسی صورت میں تمام مشروط جمعہ موجود ہوں اور صرف مصریت مروجہ نہ ہو تو جمعہ بہتر ہے ظہر پڑھنے سے یا اس کا عکس ؟ (۵) **الجمعه واجبة علي كل قرية** اس حدیث کو علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں اور مولانا شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں نقل کیا ہے یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ؟ نیز اس سے مولانا شاہ ولی اللہ کا استدلال علی وجوب الجمعۃ فی القری صحیح ہے یا نہیں
(۶) ایسے گاؤں میں جس پر حنفی فقہا کی بیان کی ہوئی تعریفوں میں سے کوئی نہ کوئی تعریف صادق آتی ہو جمعہ پڑھنے والے غیر مقلد ہو جاتے ہیں یا نہیں ؟ جو شخص حنفی المذہب عالم کو صرف ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے غیر مقلد کہہ کر لوگوں کو اس کی طرف سے بدگمان کرے وہ کیسا ہے ؟ جب کہ مولانا محمد قاسم، مولانا محمد یعقوب و حاجی امداد اللہ مہاجر مکی و مولانا عبدالخالق دیوبندی وغیرہم دیہات میں جمعہ پڑھتے رہے ہیں کیا یہ سب حضرات دیہات میں جمعہ پڑھ کر گناہ گار ہو گئے ؟
(۷) جس مقام میں تین مسجدیں ہوں اور وہاں کی بڑی مسجد میں مکلف بالجمعہ مسلمان نہیں سما سکتے بلکہ تینوں مسجدوں میں بھی نہیں سما سکتے اور چار پانچ دکانیں بھی ہوں جن سے ضروری اشیائے خوردنی و پوشیدنی دستیاب ہو سکیں جمعہ درست ہے یا نہیں ؟ مختار شرح وقایہ و در مختار و طحطاوی و بحر العلوم کے موافق اگر مذکورہ بالا گاؤں والے جمعہ پڑھ رہے ہوں اور وہاں دوسری مسجد میں چند آدمی ازراہ نفسانیت و تعصب اسی وقت بالمقابل اپنی علیحدہ اذان و اقامت کہہ کر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں جس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے ان دو چار آدمیوں کا یہ فعل کیسا ہے ؟ حالانکہ مجالس الابرار میں ہے **لو صليت الجمعة في القرية وكنت فيها يلزمك ان تحضرها الخ** سب سوالات کے جوابات مشرح اور مدلل بحوالہ کتب تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔ خاکسار حافظ امام الدین
(جواب ۳۵۳) حضرت علیؓ کے قول میں لفظ مصر موجود تھا اور اشتراط مصر میں یہی قول حنفیہ کا ماخذ ہے مصر اگرچہ عرف میں معروف اور معلوم المراد لفظ تھا مگر فقہائے حنفیہ نے اس کی تعریف بیان کی ہے

اور تعریفیں مختلف عبارتوں میں ہوئیں اس لئے تعیین مراد میں اختلاف ہو گیا چونکہ بعض تعریفیں ایسی بھی تھیں جو قصبہ اور قریہ کبیرہ پر صادق آتی تھیں اس لئے فقہاء نے قصبات و قریات کبیرہ کو مصر میں داخل کر دیا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مصر اور قصبہ اور قریہ کبیرہ کو شرعاً تین چیزیں قرار دیکر تینوں میں جمعہ جائز قرار دیا بلکہ مطلب یہ تھا کہ چونکہ مصر کی تعریف قصبات و قریات کبیرہ پر صادق آگئی اس لئے یہ تینوں شرعاً مصر قرار پائے اور جمعہ کے جواز کا حکم دیا گیا۔

اب یہ بات کہ حنفیہ کا اصل مذہب کیا ہے تو یہ بات صاف صاف ہے کہ اصل مذہب جو متون میں منقول ہے وہ یہی ہے کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے پس جو مقام کہ مصر قرار پائے گا وہاں جمعہ جائز ہو گا (خواہ وہ عرف میں شہر کہلاتا ہو یا قصبہ یا بڑا گاؤں) مصر کی کونسی تعریف معتبر ہے؟ تو معتبر تعریف تو وہی ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے باختلاف عبارات منقول ہے اگرچہ بہت سے متاخرین نے **مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ** (۱) کو اختیار کیا ہے مصر کی شرط بے شک ظنی ہے لیکن حنفیہ کے اصل مذہب میں مصر کا شرط ہونا ظنی نہیں ہے اور ایک حنفی بحیثیت حنفی ہونے کے اس کا انکار نہیں کر سکتا حضرت شاہ ولی اللہؒ فروع میں مذہب حنفیہ کے متبع تھے لیکن چونکہ وہ ایک متبحر اور محقق عالم تھے اس لئے انہوں نے چند مسائل میں حنفی مذہب کے خلاف بھی اظہار رائے کیا ہے اسی طرح مولانا بحر العلوم سے چند مسائل میں حنفیہ کا خلاف کرنا منقول ہے ان بزرگوں کے قول کا یہ مطلب ہے کہ شرط مصر ہمارے نزدیک ضروری نہیں اگرچہ حنفی مذہب اس کے اشتراط کی تصریح کرتا ہے یہ مطلب نہیں کہ حنفیہ کے مذہب میں مصر شرط نہیں ہے (۲)

پس اگر کوئی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اس قول کے موافق عمل کرے یا فتویٰ دے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے اس مسئلے میں اپنے امام کی تقلید چھوڑ کر شاہ ولی اللہ صاحب یا مولانا بحر العلوم کی تقلید کی ان دونوں بزرگوں نے اس میں اگر حنفیہ کے اصل مذہب سے عدول کیا تو حنفی ہونے سے نہ نکلیں گے کیونکہ ان کا تبحر اور درجہ تحقیق بہت اعلیٰ ہے۔

حدیث **الجمعة واجبة علی کل قریة.** مجھے اس کی سند اور مرفوع یا موقوف ہونے کا علم نہیں (۳) گاؤں میں (جس پر مصر کی کوئی تعریف صادق آتی ہو) جمعہ پڑھنے والوں کو غیر مقلد نہیں کہا جا سکتا زیادہ سے زیادہ ان کے فعل کو مرجوح کہا جا سکتا ہے چونکہ ایسے گاؤں کے مصر ہونے نہ ہونے میں

---

(۱) (الدر المحتار' باب الجمعة ۲/۱۳۷' ط سعید)

(۲) ویشترط لصحتها سبعة أشیاء : الأول المصر الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعید)

(۳) حضرت نے حدیث: "الجمعة واجبة علی کل قریة" کے بارے میں توقف کیا ہے لیکن محدث دار قطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے: "الحدیث مع ضعف رواته منقطع أیضاً فلا ینتهض لا حتجاج به (سنن دار قطنی' باب الجمعة علی أهل القریة ص ۷ ط دار نشر الکتب الإسلامیه' لاهور) اسی طرح سنن کبری بیہقی میں ہے: الحکم بن عبدالله متروك و معاویة' بن یحیی ضعیف ولا یصح هذا ان الزهری' وقد روی فی هذا الباب حدیث فی الخمسین لا یصح اسناده (۳/۱۷۹ ط نشر السنة' بیرون بوهڑ گیٹ' ملتان)

اختلاف ہے اس لئے جمعہ پڑھنے والے اور ظہر پڑھنے والے دونوں ماؤل ہیں کوئی دوسرے کی تضلیل یا تفسیق نہیں کر سکتا ہاں ہر ایک اپنے فعل کو راجح اور دوسرے فعل کو مرجوح ثابت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے نفسانیت امر مخفی ہے اس کا الزام کوئی دوسرے پر نہیں لگا سکتا۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرسہ امینیہ' دہلی

تین ہزار کی آبادی اور فوجی چھاؤنی والی جگہ جمعہ

(سوال) کسولی ایک پہاڑی مقام ہے فوجی چھاؤنی ہے مجموعی آبادی قریباً تین ہزار ہے مسلمانوں کی آبادی قریباً ایک ہزار ہے یہاں ایک ہی مسجد ہے کیا اس مسجد میں نماز جمعہ کامل اجر و ثواب کے ساتھ ہو سکتی ہے ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک بستی میں ایک سے زائد مساجد ہوں تب نماز جمعہ جامع مسجد میں ہو سکتی ہے ورنہ نہیں اگر یہ خیال صحیح ہے تو کیا جمعہ کے دن نماز ظہر کی ادائیگی پر اکتفا کر لینا چاہئے ؟

(جواب ۳۵٤) جمعہ کے جواز کے لئے یہ ضروری نہیں کہ متعدد مساجد ہوں جب نماز جمعہ جامع مسجد میں ہو سکے بستی پر مصر کی تعریف صادق آنی چاہئیے کسولی اپنی تعداد آبادی اور فوجی چھاؤنی ہونے کے لحاظ سے اس کی قابلیت رکھتی ہے کہ اس میں نماز جمعہ پورے ثواب کے استحقاق کے ساتھ ادا ہو لہذا اس میں جمعہ کی نماز جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کے قریب جماعت خانہ بنانا

(سوال) ایک قصبہ میں زمانہ قدیم سے سب اہل اسلام ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھتے تھے چند دنوں سے ایک فرقہ ذاکرین کا آیا ہے انہوں نے ایک جگہ ذکر و شغل اور حلقے کے لئے مقرر کی ہے جسے وہ زاویہ کہتے ہیں یہ لوگ مسجد قدیم میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتے بلکہ اسی زاویہ میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں ان کے اس فعل سے مسجد کی جماعت میں بہت کمی واقع ہو گئی ہے آئندہ عید کی نماز بھی وہ لوگ اسی زاویہ میں ادا کریں گے مسجد کی جماعت کم کرنے کی غرض سے وہ لوگ زاویہ میں ہمیشہ جماعت کرتے ہیں آیا ان لوگوں کی نماز جمعہ و عید وغیرہ اس جگہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ادا ہو سکتی ہے تو ثواب مسجد و جماعت سے محروم ہوئے یا نہیں ؟ اور جب کہ مسجد کی جماعت کم کرنے کی غرض سے انہوں نے یہ فعل کیا ہے تو ان کے زاویہ پر احکام مسجد ضرار کے عائد ہوں گے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۵۵) اگر ان کے اقرار یا قرائن قویہ معتبرہ سے ان کی یہ نیت ثابت ہو جائے کہ مسجد کی

---

(۱) و تقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا أسواق الخ (رد المحتار' باب الجمعۃ ۱۳۸/۲' ط سعید)
بلاذ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا ر ساتیق الخ (رد المحتار' باب الجمعۃ ۱۳۷/۲ ط سعید)

جماعت کم کرنے کے لئے انہوں نے یہ فعل اختیار کیا ہے تو ان کی جماعت پر حرام ہونے کا حکم کیا جائے گا اور اگر اس نیت کا ثبوت کافی طور پر موجود نہ ہو تو بصورت واقع میں اس نیت کے ہونے کے کراہت تحریمی لازم ہے اور اگر نیت مذکورہ نہ ہو تو نہیں البتہ زاویہ میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب بہر صورت نہ ملے گا اسی طرح اگر جماعت قلیلہ سے نماز پڑھیں تو جماعت کثیرہ کے ثواب سے محروم رہیں گے تقلیل جماعت مکروہ تحریمی ہے تاخیر عشا نصف لیل پر مکروہ تحریمی اسی وجہ سے ہے۔ فان اخرها الی مازاد علی النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ (درمختار) قولہ کرہ ای تحریما (رد المحتار) (۱) واللہ اعلم. محمد کفایت اللہ غفرلہ'

فتنہ کے خوف سے جمعہ جاری رکھنے کا حکم

(سوال) ملک برما میں شہر مانڈلے سے ۳۲ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ چوکسی نام کا ہے اس قصبہ سے تین چار میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جس کا نام لیپان ہے گاؤں اور قصبہ کے بیچ میں کھیت اور جنگل ہیں اس گاؤں میں کافر سرکار کی طرف سے ایک نائب ہے جسے برمی زبان میں تجی کہتے ہیں وہ مسلمان ہے اور ایک عالم ہے آبادی مسلم و غیر مسلم چودہ سو نفوس ہیں اس گاؤں میں ایک مسجد ہے جس کی لمبائی ۳۰ ہاتھ اور چوڑائی ۲۴ ہاتھ ہے وہاں پرانے زمانے سے جمعہ ہوتا ہے اب یہ چرچا ہوا کہ مذہب حنفی میں گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا اب دو گروہ ہو گئے ہیں ایک گروہ جو ترک جمعہ کا قائل ہے اپنی دلیل میں بهشتی گوہر ص ۹۲ اور فتاویٰ عالمگیری ص ۲۰۴ اور فتاویٰ امدادیہ جلد اول ص ۹۰ اور تتمہ فتاویٰ امدادیہ جلد اول ۳۲ اور ترجیح الراجح حصہ دوم ص ۱۷۱ کے حوالے پیش کرتا ہے آپ کے نائب مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ :

" اگرچہ چھوٹے گاؤں میں موافق مذہب حنفی کے جمعہ نہیں ہوتا ہے لیکن جس گاؤں میں قدیم سے جمعہ قائم ہو تو روکنا نہیں چاہئیے 'اپنے مذہب کی پابندی سے اور روک دینے سے مفاسد عظیمہ میں پڑ جانے کا خوف و خطر بظن غالب ہوتا ہے 'لہذا اس ضرورت کی وجہ سے اپنے مذہب کی پابندیوں کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ ہاں نہ پڑھنے والوں پر معترض بھی نہ ہونا چاہئیے "
حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ 'دہلی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا ہے مگر روکنا نہیں چاہئیے نہ روکنے کی صورت میں جو لوگ جمعہ پڑھیں گے انکا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں 'اگر نہیں ہوگا تو کیا ہوگا ؟

جس جگہ نماز جمعہ فرض نہیں ہے وہاں جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے لحاظ سے چند مکروہات کا ارتکاب لازم آتا ہے اول نفل کی جماعت۔ دوم نوافل نہار میں جہر 'سوم غیر لازم کا التزام' چہارم ترک

---

(۱) (رد المحتار' کتاب الصلاۃ' ۱/۳۶۸ ط سعید)

جماعت فرض ظہر، پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے ؟بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۱۱۱ عبدالحمید صاحب موضع ننڈااو گانوں ضلع چوکسی۔

۲۴ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۴ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۵۶) گاؤں میں جمعہ کا صحیح ہونا نہ ہونا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے حنفیہ کے نزدیک جواز جمعہ کے لئے مصر ہونا شرط ہے لیکن مصر کی تعریف میں اختلاف عظیم ہے تاہم جس مقام میں کہ زمانہ قدیم سے جمعہ قائم ہے وہاں جمعہ کو ترک کرانے میں جو مفاسد ہیں وہ ان مفاسد سے بدرجہازیادہ سخت ہیں جو سائل نے جمعہ پڑھنے کی صورت میں ذکر کئے ہیں جو لوگ جمعہ کو جائز سمجھ کر جمعہ پڑھتے ہیں ان کا فرض ادا ہو جاتا ہے نفل کی جماعت یا جہر بقرأت نفل نہار یا ترک فرض لازم نہیں آتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) مسجد کی تنگی کی وجہ سے مکان میں جمعہ پڑھنا
(۲) فنائے مصر کی تعریف

(سوال) (۱) بوجہ تنگی مسجد کسی شخص کے مملوکہ مکان میں کہ جس میں تمام مسلمان بلا روک ٹوک آسکیں اور فراخ ہو جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) فنائے مصر کس کو کہتے ہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۸۵ محمد لائل پوری دیوبندی (ضلع لدھیانہ)

۸ شوال ۱۳۵۲ھ ۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۵۷) ہاں مکان میں بھی جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے جب کہ کسی کی روک ٹوک نہ ہو مگر ہمیشہ مکان میں ہی نماز قائم کرنا اور مسجد کو معطل کرنا نہیں چاہئیے(۲)

(۲) فنائے مصر وہ مقام ہے جو شہر سے باہر مگر متصل ہو اور شہر کی بعض ضروریات اس مقام سے بہم پہنچتی ہوں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی

---

(۱) گاؤں میں فتنہ کے خوف کی وجہ سے جمعہ جاری رکھنے کا حضرت کا یہ قول توسع اور ذاتی رائے پر مبنی ہے کیونکہ تمام کتب میں عدم جواز پر تصریح کی گئی ہے،اس کے علاوہ فتاوی معاصرہ امداد الفتاویٰ ۱/ ۲۶۶، خیر الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ، امداد الاحکام ۱/ ۷۰۶ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۵/ ۹۹وغیرہ میں بھی عدم جواز پر جواز اتفاق ہے لہذا آنے والے مسائل جمعہ فی القریٰ کے بارے میں حضرت کی رائے کا دخل ہے، نیز جواب ۳۸۸ میں انہوں نے خروج عن المذہب کی تصریح بھی کی ہے۔وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق الخ (الدر المحتار، باب الجمعة ۲/ ۱۳۸ سعید) و فی الجواهر :" لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر الخ (رد المحتار، جمعه ۲/ ۱۳۸ سعید) وفی الدر المختار : " صلوة العید فی القری مکروه تحریما الخ وفی الشامیة :" ومثله الجمعة (باب الجمعة ۲/ ۱۵۲ ط سعید) (۲) والسابع الإذن العام، وهو یحصل بفتح أبواب الجامع للواردین الخ (الدر المختار جمعه ۲/ ۱۵۲ سعید) (۳) وشرط صحتها المصر و فناء ه، وهو ما اتصل به لأجل مصالحه کدفن الموتی ورکض الخیل الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/ ۱۳۸، ط سعید)

گاؤں جس کے لوگ مسجد میں نہ سما سکیں 'جمعہ کا حکم

(سوال) گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے گناہ لازم تو نہیں آتا اور ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور وہ جو مصر کی تعریف شرح وقایہ میں لکھی ہے معتبر ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۹۴ عبد العزیز، حسین پور ڈاکخانہ کلیانپور۔ ضلع جالندھر

۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ م ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۵۸) اگر آپ کے موضع میں عرصے سے جمعہ جاری ہے اور متعدد مساجد یعنی دو یا دو سے زائد مسجدیں ہوں اور ان میں سے بڑی مسجد میں موضع کے مکلّف بالجمعہ اشخاص نہ سما سکیں تو وہاں جمعہ پڑھتے رہنے میں مضائقہ نہیں اور فرض ظہر ذمہ سے ساقط ہو جائے گا شرح وقایہ کی یہ تعریف قابل عمل ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جس گاؤں میں سو برس سے جمعہ ہوتا ہو

(سوال) ایک گاؤں جس کے اندر ڈیڑھ سو گھر ہندو مسلمانوں کے ہیں چند چھوٹی دکانیں مرچ مسالہ کی ہیں بازار اس گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور یہاں پر قریب ایک سو برس سے جمعہ ہوتا چلا آیا ہے لیکن ایک مولوی صاحب آکر ہم لوگوں کو حدیث و مسئلہ سے سمجھا کر گاؤں میں مطلق جمعہ حنفی مذہب میں جائز نہیں اب گاؤں میں ایک جماعت جمعہ پڑھتے ہیں اور ایک جماعت ظہر پڑھتے ہیں اب دونوں جماعت میں جھگڑا ہوتا ہے لیکن اگر بزرگ صاحب کے یہ کہنے پر کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جو جمعیۃ علمائے ہند کے صدر ہیں اور تمام مسلمان آپ کو بزرگ عالم مانتے ہیں اگر وہ اجازت دیدیں گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی تو ہم سب متفق ہوں گے۔

المستفتی نمبر ۲۱۹ احمد النبی صاحب محلّہ سردھا پور ڈاکخانہ خوردہ ضلع پوری۔

۲۵ شوال ۱۳۵۲ھ ۱۰ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۵۹) اگر اس جگہ ایک سو برس سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو اسے بند نہ کرنا چاہئیے کہ اس کی بندش میں دوسرے فتن و فسادات کا اندیشہ ہے جو لوگ نہ پڑھیں ان پر بھی اعتراض اور طعن نہ کرنا چاہئیے وہ اپنی ظہر کی نماز پڑھ لیا کریں اور جو جمعہ پڑھیں وہ جمعہ پڑھ لیا کریں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) و عند البعض موضع إذا اجتمع أهله فی اکبر مساجده لم یسعهم' فاختار المصنف' هذا القول و ما لا یسع اکبر مساجده أهله مصر وإنما اختار هذا القول دون تفسیر الأول' لظهور التوانی فی أحکام الشرع (شرح الوقایة' باب الجمعة ۱/۱۹۸ ط سعید)

(۲) واستشهد له بما فی التجنیس عن الحلوانی أن کسالی العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا یمنعون' لأنهم إذا منعوا ترکوها أصلاً وأداؤها مع تجویز اهل الحدیث لها أولی من ترکها أصلاً الخ (رد المحتار' باب العیدین ۲/۱۷۱ ط سعید)

چھوٹی بستی میں جمعہ جائز نہیں

(سوال) اس جگہ ہمارے قریب تحصیل گوہد جو کہ ایک معقول قصبہ ہے دو مسجدیں ہیں اور دونوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے ہر دو امام صاحب یہاں ایک مصنوعی مزار کے پجاری ہیں اور اس کی آمدنی سے گزر اوقات کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں طوائفوں کا کھانا بھی بڑی خوشی ودلچسپی سے نوش فرماتے ہیں اور ناچ رنگ آتشبازی سے بھی قطعی پرہیز نہیں اور خود اپنی تقریبوں میں بھی طوائفوں کو بلاتے ہیں اور آتش بازی بھی استعمال کرتے ہیں تعداد نمازیان ایک مسجد میں تقریباً آٹھ دس نمازی دوسری میں پندرہ بیس نمازی جمعہ میں شرکت کرتے ہیں نمازی سب کے سب بے علم ہیں اور امام صاحب بھی تقریباً ایسے ہی ہیں کیا ان صورتوں کے ہوتے ہوئے نماز جمعہ ادا کریں یا ظہر ؟ نیز بندہ اپنے پورہ فاضل پور میں رہتا ہے جہاں ہم صرف پانچ مسلم آباد ہیں صرف دو گھروں کے، مگر جمعہ کے دن اور عید کے دن ارد گرد کے مسلم صاحبان بوجہ ہونے مسجد کے جمع ہو جاتے ہیں کیا ہم نماز جمعہ اور عید ادا کریں یا نہیں ؟ اور ہماری مسجد میں پانچوں وقت نماز کے لئے اذان ہوتی ہے۔

المستفتی نمبر ۲۱۰ محمد عبدالحمید زمیندار فاضل پورہ ریلوے اسٹیشن۔ گوہد روڈ۔ ریاست گوالیار
۳۰ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۶۰) ایسی صورت میں اگر ان اماموں کی جگہ کوئی اور بہتر اور متدین اور مسائل سے واقف شخص کو امام مقرر نہیں کیا جا سکتا تو آپ کے لئے بہتر ہے کہ اپنے گاؤں میں نماز ظہر با جماعت ادا کر لیا کریں کیونکہ آپ کا گاؤں بہت چھوٹا ہے اور جمعہ پڑھنے کے قابل نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بستی والوں کا شہر جا کر جمعہ پڑھنا

(سوال) ہمارے گاؤں سے کوئی شہر یا قصبہ سات کوس سے کم نہیں اس لئے جمعہ کی نماز سے محروم رہتے ہیں گاؤں سے دو کوس فرید پور ایک اوسط درجے کی بستی ہے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اس میں دو مسجدیں ہیں ایک شیعوں کی، دوسری سنیوں کی گاؤں میں صرف ایک آدھ مکان پر کچھ کپڑا مل جاتا ہے، اور ایک نامکمل سی دکان پنساری کی بھی ہے مٹھائی یا سبزی وغیرہ کی کوئی دکان نہیں برست ڈھائی کوس پر ہے۔ وہاں بھی جمعہ کی نماز ہوتی ہے برست میں چھ سات مسجدیں ہیں مگر سب شیعوں کی ہیں انہوں نے ایک مسجد سنیوں کو دی ہوئی ہے اسی میں جمعہ ہوتا ہے اور جب چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں دوسری دے دیتے ہیں مگر برست میں سوائے سبزی کے ضروریات کی سب چیزیں ملتی ہیں اور آبادی دونوں بستیوں کی تقریباً یکساں ہے کیا ہم ان دونوں بستیوں میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں ؟

---

(۱) و فیما ذکرنا إشارة إلی أنه لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات (رد المحتار، باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعید)

المستفتی نمبر ۲۴۹ شہباز خاں سب انسپکٹر پولیس موضع گڑھی بیر ل ڈاکخانہ گھرونده ضلع کرنال
۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۶۱) ان دونوں مقاموں میں سے کسی ایک جگہ جاکر جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہو(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد کی تنگی کی وجہ سے میدان میں جمعہ پڑھنا

(سوال) اگر الوداع کو بوجہ کثرت آدمیوں کے جمعہ کی نماز عید گاہ یا حدود شہر میں اور جگہ پڑھی جائے جامع مسجد کو چھوڑ کر کیا یہ جائز ہے ؟ اور ثواب میں کمی تو نہیں ہوگی ؟ اس جگہ دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو جامع مسجد کو چھوڑنا' دوسرے ثواب وغیرہ میں کمی مہربانی فرما کر اپنی رائے بیان نہ کریں بلکہ کتاب کا حوالہ دیں ہاں اگر کتابوں میں یہ جزئی موجود نہ ہو تو پھر اپنی رائے پیش فرما سکتے ہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۳۲ مولوی محمد عمر خطیب جامع مسجد سرگودھا۔ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ۶ مارچ ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۶۲) کوئی جزئی نہیں دیکھی۔ مگر مسجد کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جہاں عرصہ سے جمعہ پڑھا جارہا ہو

(سوال) ہمارے گاؤں جس میں تقریباً ایک سو ساٹھ گھر ہوں گے اور بالغ مرد دو سو ستاون ہیں دو مسجدیں ہیں جمعہ پہلے سے جاری ہے تقریباً تین ساڑھے تین صفیں نمازیوں کی ہو جاتی ہیں اب ایک ماہ سے ایک مولوی صاحب نے آکر جمعہ بند کرادیا ہے اس دن سے ظہر کی اذان بھی سنائی نہیں دیتی کیونکہ ہمارے امام صاحب اور چند آدمی ڈلوال میں جمعہ پڑھنے چلے جاتے ہیں۔
المستفتی نمبر ۳۵۴ نذر محمد (ضلع جہلم)۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۲۵ جون ۱۹۳۴ء
(جواب ۳۶۳) اس مقام پر پہلے سے جمعہ قائم تھا تو اب اس کو بند کرنا نہیں چاہئے جمعہ کی نماز بدستور پڑھتے رہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق الخ (رد المحتار ' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید)
(۲) وتؤ دی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ (التنویر مع شرحه باب الجمعة ۱۴۴/۲ ط سعید) وشرط لصحتها سبعة اشیاء الأول المصر الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعید)
(۳) واستشهد له بما فی التجنیس عن الحلوانی أن کسالی العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا یمنعون' لانهم إذا منعوا ترکوها أصلا وأداؤها مع تجویز أهل الحدیث لها أولی من ترکها أصلاً الخ (رد المحتار' باب الجمعة' ۱۷۱/۲ ط سعید)

ہندوستان میں جمعہ پڑھا جائے' احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں

(سوال) بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ہندوستان میں غیر مسلم حکومت کی وجہ سے جمعہ فرض نہیں دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ شہر کے اندر قاضی یا مفتی کا ہونا ضروری ہے جو شرعی حدود جاری رکھ سکتا ہو اور ہندوستان میں شرعی سزا نہیں دی جاسکتی اس لئے جمعہ فرض نہیں اور اس صورت میں چار رکعتیں نماز ظہر ضروری پڑھنی چاہئیں ؟

المستفتی نمبر ۵۲۲ مؤذن صاحب گولر والی مسجد دہلی۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳٦٤) ہندوستان میں جمعہ کا فرض نہ ہونا صحیح نہیں جن شرائط کی بنا پر فرضیت جمعہ میں شک کیا جاتا ہے ان کا فیصلہ محققین فقہا کر چکے ہیں اور جب کہ فرضیت جمعہ راجح ہے (۱) تو احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں ہے جمعہ بھی پڑھنا اور پھر احتیاطی ظہر بھی پڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور عام طور پر عقیدے کو بگاڑنا ہے اس لئے اس نماز کو رواج دینا اور عوام کو تعلیم دینا کہ احتیاطی ظہر پڑھیں درست نہیں۔

فقط' محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جہاں کافی عرصہ سے جمعہ پڑھا جاتا ہو

(سوال) ایک بستی میں ہمیشہ سے لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اب ایک مولوی صاحب بند کرانا چاہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟ اس ملک گجرات میں چھوٹی چھوٹی بستیاں ہندوؤں کی بسائی ہوئی ہیں اور ان میں پانچ یا سات گھر مسلمانوں کے ہوں وہاں جمعہ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۴ ۵ وی جی پٹیل (ضلع بھروچ) ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۲۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳٦٥) جن بستیوں میں قدیم سے جمعہ پڑھا جاتا ہے اور جمعہ چھوڑانے سے لوگ نماز پنج وقتہ بھی چھوڑ دیتے ہیں ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھنا چاہئیے تاکہ اسلام کی رونق اور شوکت قائم رہے اور جو لوگ کہ ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے وہ نہ پڑھیں ان سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئیے پڑھنے والے بھی گناہ گار نہیں ہیں اور نہ پڑھنے والے بھی گناہ گار نہیں آپس میں اختلاف اور فتنہ و فساد پیدا کرنا حرام ہے' ہاں جن چھوٹے گاؤں میں پہلے سے جمعہ قائم نہیں ہے وہاں قائم نہ کریں اور جہاں پہلے سے قائم تھا پھر چھوڑ دیا اور اس کی وجہ سے لوگوں نے نماز جمعہ چھوڑ دی وہاں پھر شروع کر دیں۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) فلو الولاة كفاراً يجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعيد) وفي البحر :" وقد أفتيت مراراً لعدم صلاة الأربع بعدها بنية آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة' وهو الاحتياط في زماننا الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱۳۷ ط سعيد)

(۲) واستشهد له بما في التجنيس عن الحلواني أن كسالى العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون' لأنهم إذا منعوا تركو ها أصلاً وأداؤها مع تجويز أهل الحديث لها أولى من تركها أصلاً الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۳/ ۱۷۱ ط سعيد)

ڈھائی ہزار والی آبادی میں جمعہ کا حکم

(سوال) ضلع مظفر نگر میں ایک جگہ پھلت ہے جس کی موجودہ حالت حسب ذیل ہے کل تعداد اکیس سو آدمیوں کی ہے اشیائے ضروری دستیاب ہو جاتی ہیں چھ دکانیں پرچون کی ہیں دو بزاز کی دو عطار کی تین درزی کی۔ پانچ چھ دکانیں اور متفرق ہیں دس گیارہ دکانیں قصابوں کی ہیں پانچ چھ حکیم ہیں' حافظ پندرہ بیس کے قریب ہیں' مولوی پندرہ بیس کے قریب ہیں' ایک بازار ہفتہ وار یعنی پینٹھ ہوتی ہے چار مسجدیں ہیں' ایک ان میں سے جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے یہ مسجد پہلے چھوٹی تھی لیکن جمعہ ہوتا تھا اور اس مسجد کی دوبارہ تعمیر کی بنیاد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمائی ہے جو بڑے پیمانے پر تیار ہے ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جو فیض الاسلام کے نام سے موسوم ہے جفت فروش کی کوئی دکان نہیں ہے اور تھانہ' ڈاکخانہ' شفاخانہ' مدرسہ سرکاری ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے پھلت میں ایک عرصہ سے جمعہ قائم ہے جس کی ابتدا معلوم نہیں ہے ایک صاحب مسمی حافظ احمد صاحب جن کی عمر چوراسی سال ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ہوش سے یہاں جمعہ ہوتا دیکھ رہا ہوں' حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مولانا شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حضرات کی پیدائش پھلت کی ہے اور حضرت شاہ اہل اللہؒ کا تو قیام ہمیشہ پھلت میں ہی رہا ہے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی چونکہ یہاں قرابت تھی آمدورفت کا سلسلہ ضرور رہا ہوگا اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ ان حضرات نے بھی یہاں جمعہ پڑھا ہوگا اور اس زمانے کی آبادی کا حال کچھ معلوم نہیں حضرت مولانا شاہ محمد عاشق صاحبؒ و حضرت مولانا شاہ محمد فائقؒ و حضرت مولانا شاہ محمد حسیب اللہ صاحبؒ یہ تینوں حضرات بھی پھلت کے ہیں اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ ان حضرات نے بھی یہاں جمعہ پڑھا ہوگا حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی' حضرت مولانا وحید الدین پھلتی' مولانا محمد صاحب پھلتی' مولانا عبدالقیوم پھلتی' قاضی ریاست بھوپال' مولانا محمد ایوب پھلتی قاضی ریاست بھوپال' مولانا عبدالرب پھلتی' مولانا عبدالعدل پھلتی' مولانا محمد یحییٰ پھلتی قاضی ریاست بھوپال' مولانا فیض احمد پھلتی' مولانا محمود احمد پھلتی' مولانا محمد فاضل پھلتی' مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا محمد یعقوب نانوتوی' شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہم اللہ نے یہاں جمعہ پڑھا ہے اکثر قرب وجوار کی بستیوں کے آدمی پھلت میں آکر جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں اور اکثر دیہات میں مساجد بھی نہیں ہیں اور وہاں کے مسلمان کفار کی رعایا رہتے ہیں جو حضرات یہاں پر جمعہ پڑھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں بہت سے علما نے جمعہ پڑھا ہے جن کے اسمائے گرامی اوپر درج ہیں ان کے فعل ہمارے لئے سند ہے اگر ناجائز ہوتا تو یہ حضرات کیوں پڑھتے دوسرے یہ کہ جس جگہ ایک عرصہ سے جمعہ ہو رہا ہو اسے بند نہیں کرنا چاہئیے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب تیس سال تک نماز پڑھی اور مسلمان حاکموں نے روکا نہیں تو اب کسی شخص کو روکنے کا اختیار نہیں ہے جو صاحب یہاں جمعہ نہیں پڑھتے وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور

پھلت بھی گاؤں ہی ہے چونکہ آبادی تھوڑی ہے علیٰ ہذاالقیاس بازار جس میں کل تیرہ دکانیں ہیں اور ایسی بستی جس میں تین ہزار آدمیوں سے کم ہوں اور بازار بھی نہ ہوں وہاں جمعہ درست نہیں ہے بہت سے علماء کی تحریرات سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے ذیل میں بعض علما کی تحریرات نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے جو فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم میں مرقوم ہے وہو ہذا۔ جس موضع میں دو ہزار آدمی ہندو مسلمان ہوں اس جگہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے الخ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن نور اللہ مرقدہ مفتی دار العلوم دیوبند نے ایک استفتا کے جواب میں ارقام فرمایا ہے' وہ استفتا مع جواب ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ استفتا۔ جس آبادی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ درست ہے یا نہیں ؟ الجواب۔ اگر وہ بستی بڑی ہو مثلاً قصبہ یا بڑا قریہ ہو کہ تین چار ہزار آدمی وہاں آباد ہوں اور بازار ہوں تو اگر چہ وہاں مسجد نہ ہو جمعہ صحیح ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بہشتی گوہر میں تحریر فرمایا ہے " مصر یعنی شہر یا قصبہ' پس گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں ہے۔ البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے " حضرت مولانا ضیا احمد صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے ایک سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ " قصبے کی آبادی تین چار ہزار ہوتی ہے " اور یہ کہنا کہ علما کا فعل ہمارے لئے سند ہے غلط ہے کیونکہ کسی عالم کا فعل حجت شرعی نہیں ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جس جگہ ایک عرصہ سے جمعہ ہو رہا ہے اسے بند کرنا نہیں چاہئے ضرور بند کرنا چاہئے اگر اس میں فی الحال شرائط صحت جمعہ مفقود ہوں یعنی وہ چھوٹا گاؤں ہو' اب چونکہ وہ محل اقامت جمعہ نہیں ہے اور ایسی جگہ جمعہ پڑھنے کو فقہائے کرام و مجتہدین عظام مکروہ تحریمی فرماتے ہیں یہ امر دریافت طلب ہے کہ مقام مذکور میں بحالت موجودہ نماز جمعہ و اعیاد عند الاحناف جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۵۰ حافظ محمد قاسم (پھلت) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۲۷ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۶۶) (از مفتی اعظمؒ) پھلت کی یہ حیثیت جو سوال میں مذکور ہے اس کو قریہ کبیرہ بنادینے کے لئے کافی ہے اس لئے اس میں اقامت جمعہ جائز ہے' بالخصوص عرصہ دراز کا قائم شدہ جمعہ بند کرنا مفاسد کثیرہ کا موجب ہے اس لئے اس کو بند کرنا مصالح شرعیہ کے منافی ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) موضع پھلت میں جمعہ کی نماز پڑھنی بنا بر فتویٰ متاخرین فقہائے حنفیہ کے جائز ہے کیونکہ جو تعریف مصر کی متاخرین فقہائے حنفیہ نے کی ہے اور معنی یہ بھی اکثر فقہا کے نزدیک تعریف ہے۔ **المصر وھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھله المکلفین بھا وعلیه فتوی اکثر الفقھاء (مجتبی) لظھور التوانی فی الاحکام**(۲) **تنویر الابصار و در مختار علی**

---

(۱) وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا أسواق الخ (رد المحتار' جمعه ۱۳۸/۲ ط سعید)
(۲) (باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید)

ھامش رد المحتار ج اول ص ۵۸۹ تو اس تعریف مذکور کی یہ بستی پھلت بظاہر مصداق ہے اور اگر بالفرض مصداق نہ بھی ہو تو قدیمی جمعہ واعیاد قائم شدہ کو روکنا نہیں چاہئیے۔
حبیب المرسلین عفی عنہ

تیس گھروں والے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

(سوال) موضع اموکونہ جس کی آبادی میں چونتیس گھر اور اکاون مرد مکلّف بستے ہیں ایضاً موضع بتاپور کہ موضع اموکونہ سے تخمیناً پانسو ہاتھ فاصلے پر ہے اس میں تیس گھر ہیں اور ستاون مرد مکلّف بستے ہیں ان سب آدمیوں کا پیشہ کاشتکاری ہے اور موسم برسات میں ہر موضع کے چاروں طرف پانی سے سیلاب ہو جاتا ہے جو بدون کشتی کے آمد و رفت دشوار ہے ہر موضع کے چاروں طرف زراعت اور تین طرف ندی بھی ہے اور دونوں موضعوں کے درمیان جو فاصلہ ہے چراگاہ ہے موسم برسات میں وہ بھی دو ڈھائی ہاتھ پانی نیچے پڑتا ہے اس آبادی میں کوئی بازار وغیرہ نہیں ہے اب علی الانفراد دونوں موضعوں میں جمعہ قائم کرنا اور درمیان کی چراگاہ میں علی الاجتماع عید گاہ بنا کے نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۶۰۹ چودھری محمد صفدر (ضلع سلہٹ) ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۶۷) ان دونوں موضعوں میں جمعہ کی نماز حنفی مذہب کے موافق قائم نہ کرنا چاہئیے لیکن اگر قدیم الایام سے ان میں جمعہ قائم ہو تو اسے بند بھی نہ کرنا چاہئیے کہ دوسرے ائمہ کے مذہب کے موافق جمعہ ہو جاتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جواب بالا پر اشکال اور اس کا جواب

(سوال) اس جواب حضرت والا کی جس عبارت کا مطلب پوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا اس کے متعلق عرض ہے (۱) ان دونوں موضعوں میں جمعہ کی نماز (حنفی مذہب کے موافق قائم نہ کرنا چاہئیے) عبارت مذکورہ افہام ناقصہ کے نزدیک دو معنی کے محتمل ہے اول یہ کہ ان مواضع میں اگر پہلے سے جمعہ قائم نہ ہوا ہو تو حنفی مذہب کے موافق اب جدید طور پر قائم نہ کرنا چاہئیے (پھر لفظ نہ کرنا چاہئیے کا مطلب مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی ہے یا حرام و نادرست)

دوسرے یہ کہ ان دونوں موضعوں میں جمعہ کی نماز حنفی مذہب کے موافق پڑھنا ہی نہیں چاہئیے لیکن اگر پہلے سے وہاں قائم کیا ہوا ہو تو بھی اب بوجہ عدم صحت جمعہ فی القری کے ترک کرنا چاہئیے (اس کا مطلب ترک افضل ہے یا واجب یا فرض)

---

(۱) و فیما ذکرنا إشارة إلی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب' کما فی المضمرات (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید)

اگر پہلے احتمال کو مواضع مذکورہ میں نیا طور پر قائم نہ کرنا اور قدیم الایام سے چلے آنے والی نماز کو قائم رہنے دینا یہ حکم حنفی مذہب کے موافق ہے یا حنفی مذہب میں قدیم وجدید کا فرق نہیں رکھا گیا دوسرا احتمال مراد ہو تو اس حالت میں عبارت کے الفاظ سے وہ معنی صاف طور پر سمجھ میں نہیں آتا
(۲) "لیکن اگر قدیم الایام سے" "تو اسے بند نہ کرنا چاہئیے کہ دوسرے ائمہ کے مذہب کے موافق ہو جاتا ہے" اس حالت میں اگر جمعہ کو قائم رکھا جائے تو ایک حنفی کے لئے اپنے مذہب کے موافق فرض ظہر ادا کرنا چاہئیے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۶۱۰ محمد زاہد الرحمٰن (ضلع سلہٹ)

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۴ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۶۸) حنفی مذہب کے موافق قریٰ یعنی دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس لئے اگر کسی گاؤں میں پہلے سے جمعہ قائم نہیں ہے تو وہاں جمعہ قائم نہ کرنا چاہئے کیونکہ حنفی مذہب کے موافق اس میں جمعہ صحیح نہ ہوگا(۱) اور فرض ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگا لیکن اگر وہاں قدیم الایام سے جمعہ قائم ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا یہ کہ اسلامی حکومت میں بادشاہ اسلام کے حکم سے قائم ہوا تھا تو حنفی مذہب کی رو سے بھی وہاں جمعہ صحیح ہوتا ہے اس لئے بند کرنا درست نہیں' یا یہ کہ بادشاہ اسلام کے حکم سے قائم ہونا ثابت نہیں یا یہ معلوم ہے کہ مسلمانوں نے خود قائم کیا تھا مگر ایک زمانہ دراز سے پڑھا جاتا ہے اس صورت میں حنفی مذہب کے اصول کے موافق تو اسے بند کرنا چاہئیے یعنی بند کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عرصہ دراز کے قائم شدہ جمعہ کو بند کردینے میں جو فتنے اور مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان کے لحاظ سے اس مسئلے میں حنفیہ کو شوافع کے مذہب پر عمل کرلینا جائز ہے اور جب کہ وہ شوافع کے مذہب پر عمل کرکے جمعہ پڑھیں گے تو پھر ظہر ساقط نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور مفاسد لازمہ عمل بمذہب الغیر کے لئے وجہ جواز ہیں۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کل آبادی کا مسلمان ہونا ضروری نہیں' مصر کی مفتی بہ تعریف

(سوال) جمعہ کے لئے جو مصر کی شرط ہے فقہا نے تو مصر کی مختلف تعریفیں کی ہیں مصر کی معتبر اور محقق تعریف تحریر فرمائیں مصر کی تعریف مقرر ہونے کے بعد یہ چیز بھی قابل دریافت ہے کہ مصر کے رہنے والے سب کے سب یا اکثر مسلمان لوگ ہوں یا مثلاً ایک شہر ایسا ہے کہ سب کے سب رہنے والے کفار ہیں مسلمانوں کے دس پندرہ گھر ہیں کیا یہ لوگ بھی وہاں جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟
المستفتی نمبر ۷۵۰ مولوی سراج الدین (ضلع ملتان) ۸ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء

---

(۱) وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید) و عن أبی حنیفة أنه بلدة کبیرة فیها سکك و اسواق' و بهار ساتیق و فیها وال الخ (رد المحتار' جمعه ۱۳۸/۲ ط سعید) والثانی السلطان أو مأموره بإقامتها الخ (التنویر و شرحه' باب الجمعة' ۱۳۹/۲ ط سعید) السابع الإذن العام من الإمام الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۱۵۱/۲ ط سعید)

(جواب ۳۶۹) فی حد ذاتہ تحقق مصریت کے لئے تمام آبادی کا مسلمان ہونا یا اکثر کا مسلمان ہونا ضروری نہیں البتہ ظاہر روایت کی تعریف کی بنا پر وہاں حکومت اسلامیہ قائم ہونی شرط ہے شرطیت مصر میں فقہا نے بہت تنزل کر لیا ہے حتی کہ مالا یسع اکثر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا تک اتر آئے اور اس تعریف پر خالص کافر حکومت کے شہر مثلاً لندن وغیرہ بھی مصر میں داخل ہو جاتے ہیں نیز بہت سے دیہات بھی مصر میں شامل ہو جاتے ہیں(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ہندوستان میں جمعہ کی فرضیت

(سوال) ہند میں آج کل جمعہ پڑھنا فرض ہے یا نہیں ؟ اگر فرض ہے تو پھر فقہاء کی دو شرائط یعنی امامت اور مصریت کا جواب کیا ہے ؟

المستفتی نمبر ۸۲۲ محمد نذر شاہ۔ ۶ محرم ۱۳۵۵ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۶ء۔ ضلع گجرات

(جواب ۳۷۰) ہندوستان میں جمعہ فرض ہے اور امام (یعنی سلطان) اور مصر کی وہ تعریف جو نفاذ حدود احکام شرعیہ پر مشتمل ہے خود فقہائے حنفیہ کی تصریح سے متروک ہو چکی ہے ۔ بلاد علیھا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والا عیاد فیھا (۲) (رد المحتار)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

شہر اور قصبہ میں جمعہ پڑھا جائے 'احتیاط الظہر' کی ضرورت نہیں

(سوال) نماز جمعہ کا لزوم ہمارے ملک پاکستان میں کتنی بستی پر ہو سکتا ہے ؟ احتیاط الظہر جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۷۱) جو بستی بڑی ہو اور اس میں کم از کم دو مسجدیں ہوں یا وہاں ضروری سامان مل جاتا ہو اس میں جمعہ پڑھنا چاہئے ظہر احتیاطی کوئی شرعی چیز نہیں ہے جمعہ پڑھیں یا ظہر پڑھیں۔ دونوں پڑھنا صحیح نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قریہ کبیرہ میں جمعہ کا حکم

(سوال) یہاں جمعہ کی نماز کی وجہ سے دو پارٹیاں قائم ہو چکی ہیں اور آپس میں جنگ و جدال رہتا ہے اور ایک ہی مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں ہوتی ہیں ۔

---

(۱) المصر وھو مالا یسع أکبر مساجدہ أھلہ المکلفین بھا' و علیہ فتویٰ اکثر الفقھاء الخ وظاھر المذھب أنہ کل موضع لہ أمیر وقاض یقدر علی إقامۃ الحدود الخ (التنویر مع شرحہ' باب الجمعۃ ۲/ ۱۳۷. ۱۳۸ ط سعید)
(۲) (باب الجمعۃ ۲/ ۱۳۷ ط سعید)
(۳) وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا أسواق الخ (رد المحتار' جمعہ ۲/ ۱۳۸ ط سعید)

تارکین جمعہ کے استدلالات حسب ذیل ہیں۔ اول یہ کہ قریہ کبیرہ حقیقت میں گاؤں ہے اور ان کے زیادہ تر استدلالات وہ ہیں جن کو العدل گوجرنوالہ سے مولوی میرک شاہ کشمیری سے نقل کیا ہے، اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ قریہ کبیرہ سے ہمیشہ قصبات ہی مراد ہوتے ہیں اور مصر سے ضلع مراد ہوتا ہے قریہ کبیرہ سے فقہاء کی مراد وہ قصبہ ہوتا ہے جس پر مصر کی تعریف صادق آتی ہو اور جو درحقیقت ایک چھوٹا سا شہر ہی ہوتا ہے دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر بڑے گاؤں میں جمعہ کی تمام شرائط بھی بالفرض موجود ہوں تاہم جب تک وہ گاؤں ہے اس میں جمعہ نہیں ہو سکتا انتہی۔ وغیر ذلک طویل۔

فریق ثانی اپنے استدلال میں فتاویٰ اکابر امت پیش کرتے ہیں اور ان کا یہ بھی استدلال ہے کہ قریہ کبیرہ ظاہر ہے کہ مافوق القریۃ الصغیرہ و مادون المصر ہو اور اگر مادون المصر نہ ہو تو وہ عین مصر ہے فھو المراد۔ لہذا قصبات کو قریۃ الکبیرۃ میں داخل کرنا اور مصر سے خارج کرنا صریح غلطی ہے اس لئے کہ عرف عام میں سب ڈویژن کو قصبہ کہا جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سب ڈویژن کو عرف عام میں شہر اور مصر کہا جاتا ہے لہذا تمہارا استدلال عجیب ہے کہ کہیں تو عرف عام کو لیتے ہو اور کہیں من گھڑت تقریر کرتے ہو۔

علاوہ ازیں مجوزین کے مد نظر اصلاح بین المسلمین ہے تاکہ جہاں تک ہو سکے آپس میں تشتت و افتراق تضلیل و تفسیق نہ ہو۔ **والجماعة الثانية في وقت واحد وفي المسجد الواحد على سبيل الدوام والا ستمر اروغير ذلك كثيراً من المفسدات** اور العدل کا اتنی بڑی جماعت کو جو تمام ہندوستان میں بلا استثنا ہوتی ہے اس کو تارک صلوۃ بنا کر **من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر** (۱) (الحدیث) کا مستحق قرار دینا یہ سب ظاہر ہے کہ اشد ہیں **الجمعة في القرية الكبيرة** سے **الفتنة اشد من القتل.**

المستفتی نمبر ۹۳۴ مولوی محمد اسماعیل (کٹک)

۷ صفر ۱۳۵۵ھ م ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۲) قریہ کبیرہ جس پر مصر کی کوئی تعریف بھی صادق آجائے مثلاً **مالا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها** . اس میں اقامت جمعہ جائز ہے اور اگر کوئی تعریف بھی صادق نہ آئے جب بھی اس مسئلے میں حنفیہ کے لئے مصالح عامہ اسلامیہ کے لحاظ سے شوافع کے مسلک پر عمل کر لینا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف : الترهيب من ترك الصلاة متعمداً و إخراجها عن وقتها تهاونا، ۱ / ۳۸۱، ۳۸۲ ط إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان)

(۲) المصر وهو مالا يسع اكبر مساجده أهله المكلفين بها، و عليه فتوى أكثر الفقهاء الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعيد) وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق الخ (رد المحتار، باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعيد)

جمعہ کے بارے میں چند سوالات کے جوابات

(سوال) (۱) مصر ازروئے شریعت کسے کہتے ہیں جس میں جمعہ کا جواز اور صحت ہو اور دیہات میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں (۲) ان القریۃ الکبیرۃ فی حکم المصر قریہ کبیرہ کسے کہتے ہیں جو مصر کا حکم رکھتا ہو (۳) لا جمعۃ الا فی مصر جامع کا کیا مطلب ہے ؟ اور ان القریۃ الکبیرۃ کے مقابلے میں اس عبارت کا کیا مطلب ہے ؟ (۴) مالا یسع الناس اکبر مساجدہ کا کیا مطلب ہے ؟ مساجد صیغہ منتہی الجموع کا ہے اگر ایک ہی مسجد ہو تو اس پر مصداق ہو گا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۹۳۹ سلیمان کریم (پالن پور) ۔ ۲۸ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۳) حنفیہ کے اصول کے بموجب دیہات میں اقامت جمعہ درست نہیں (۱) مصر ہونا جواز جمعہ کے لئے شرط ہے (۲) لیکن مصر کی تعریفیں مختلف اور متعدد منقول ہیں اس مسئلے میں زیادہ سختی کا موقع نہیں ہے اور اس زمانے کے مصالح عامہ مہمہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اقامت جمعہ کو نہ روکا جائے تو بہتر ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ مدت دراز سے جمعہ قائم ہو اس کو روکنا بہت سے مفاسد عظیمہ کا موجب ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

" لا جمعة ولا تشریق إلا فی مصر جامع " کا مطلب

(سوال) لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اس نفی سے کیا نفی وجوب مراد ہے یا نفی استحباب' اگر نفی وجوب ہے تو کس قانون سے ؟

المستفتی نمبر ۹۵۷ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۴) لا جمعۃ ولا تشریق الخ حنفیہ نے اس میں لا سے نفی صحت مراد لی ہے مگر محتمل ہے کہ نفی وجوب مراد ہو (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

شرائط جمعہ کیا ہیں ؟

(سوال) شرائط نماز جمعہ کیا ہیں کیا ایسے گاؤں میں جہاں پچاس ساٹھ گھر مسلمان آباد ہوں اور مسجد قریب قریب بھر جاتی ہو نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم عمر صاحب انصاری مقام باگھاڈاک خانہ تھاوی ضلع سارن

---

(۱) وفیما ذکرناإشارة إلی أنه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاص و منبر و خطیب الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعید)

(۲) ویشترط لصحتها سبعة أشیاء :الأول المصر الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعید)

(۳) لا تصح الجمعة إلا فی مصر جامع لقوله علیه السلام :" لا جمعة ولا تشریق الخ (هدایة: باب صلاة الجمعة' ۱/۱۶۸ ط مکتبه شرکة علمیه ملتان)

۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۵) جس مسجد میں قدیم الایام سے جمعہ ہوتا ہو اور وہاں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہوں وہاں جمعہ قائم رکھنا جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) ہندوستان میں جمعہ فرض ہے
(۲) نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں

(سوال) (۱) اس وقت جمعہ ہمارے لئے بحیثیت محکوم برٹش ایمپائر فرض ہے یا نہیں ؟ (۲) جمعہ کے لئے ظہر کی نماز کے فرض ادا کرنے چاہئیں یا نہیں اگر ہیں تو کیسے ادا کرنے چاہئیں اگر نہیں تو کیوں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۹۱ محمد دانیال صاحب (لاہور) ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۶) (۱) جمعہ ہندوستان میں مسلمانوں پر فرض ہے اور اس کی ادائیگی شرعاً صحیح ہے (۲)
(۲) جمعہ کی نماز ادا کر لینے سے ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے اس لئے جمعہ کی نماز پڑھ کر ظہر پڑھنا درست نہیں کہ ایک وقت میں دو فرض نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

۳۵۰ گھر والی بستی میں جمعہ جائز نہیں

(سوال) ہمارے شہر میں مسجد بڑی عالیشان تیار ہو گئی ہے ایسی مسجد اس علاقہ کے مانند کوئی نہیں ہے جس کے تین گنبد ہیں اور ابھی ہم لوگ اس جگہ جمعہ پڑھ رہے ہیں اور شہر بڑا نہیں ہے قریب ۳۵۰ گھر آباد ہوں گے یا کچھ کم کچھ زیادہ اور سوائے اس مسجد کے اور کوئی مسجد نہیں ہے شہر سے باہر دو سو گز کے قریب تھوڑے گھر ہیں اس جگہ ایک مسجد ہے اور کوئی مسجد نہیں ہے اور آگے اس جگہ جمعہ جاری نہیں تھا ابھی تھوڑے عرصہ سے جمعہ پڑھاتے ہیں اور عالم بھی کوئی نہیں ہے علم فقہ علم حدیث کوئی نہیں جانتا صرف حافظ قرآن و ناظرہ قرآن ہیں مسائل سے ناواقف ہیں اور اس جگہ ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے اس جگہ جمعہ جاری ہے اور اس جگہ بڑا امیر آدمی بھی کوئی نہیں جس کی بات کا لوگوں پر اثر ہو یا اس کے تابع ہوں اور قاضی خود نہیں ہے بازار بھی نہیں ہے کہ ہر ایک چیز مل جائے اب مہربانی فرما کر فتویٰ دیویں کہ جمعہ جاری کر دیویں تو ہو گا یا نہ ہو گا ؟

المستفتی نمبر ۱۲۲۰ پنشنر مہدی خاں صاحب (ضلع کامل پور) ۲۰ رجب ۱۳۵۵ھ ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء

---

(۱) وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق الخ (رد المحتار' جمعه ۲/۱۳۸ ط سعید)
(۲) فلو الولاة کفاراً یجوز للمسلمین إقامة الجمعة و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین' و یجب علیهم أن یلتمسوا والیا معلماً (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱٤٤ ط سعید)
(۳) و فی البحر :" وقد أفتیت مراراً بعدم صلاة الأربع بعده بنیة آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعید)

(جواب ۳۷۷) تشریح سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھوٹا گاؤں ہے اس لئے سب لوگ اتفاق کر کے اس جگہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کر لیا کریں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سات ہزار والی آبادی میں جمعہ کا حکم

(سوال) بصیر پور کی موجودہ حالت ایک شہر سے کم نہیں لوازمات ملاحظہ فرمائیں ریلوے اسٹیشن' قیام ملازمین' ضلعدار' قانون گویان' اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تحصیل ہذا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دو ہسپتال انسان اور حیوانات کا اور آبادی تقریباً چھ یا سات ہزار تک ہے اور تینوں بازاروں میں دکانات کا شمار ایک سو بیس ہے بازار میں آمدورفت بوجہ بیع وشرا آسانی نہیں ہو سکتی منڈی کی دکانات اور آبادی اس کے علاوہ ہے چودہ پندرہ مساجد ہیں جملہ آثار دلالت کرتے ہیں کہ بصیر پور ایک شہر ہے اور اس میں نماز جمعہ ادا کرنا فقہ حنفیہ کے لحاظ سے فرض ہے عرصہ پانچ سال سے مولانا مولوی نور نبی صاحب جو کہ مدرسہ امینیہ اور جناب کے فیض تدریس سے ۱۹۲۹ء میں تعلیم دورہ حاصل کر کے آئے ہیں فریضہ جمعہ ادا کرتے رہے ہیں مگر اس جگہ کے علماء اور عوام الناس کا خیال ہے کہ جمعہ ملک ہندوستان میں نصاریٰ کے تسلط کی وجہ سے فرض نہیں رہا لہذا بالکل نہ پڑھنا چاہئے ہمارا جمعہ پڑھنا اور ان کا اس پر تنازعہ کرنا ایک نمایاں جھگڑے کی صورت اختیار کر گیا تھا کافی تنازعات کے بعد حضرت مولانا مولوی خیر محمد صاحب جالندھری سے بطور فیصلہ فتویٰ حاصل کیا گیا مولانا موصوف کے فتوے پر ان کے تنازعات بند ہوئے اور پر امن نماز جمعہ ہوتی رہی مگر شومی قسمت سے ہمارے مقامی زمیندار رئیس عالم کی ایک مولوی صاحب کے ساتھ جمعہ کے متعلق گفتگو ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے یہ فرمادیا کہ قصبہ ہذا میں جمعہ کے متعلق میں مولانا موصوف کے فتوے سے رجوع کرتا ہوا اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بصیر پور میں تعریف مصر صادق نہیں آتی کیونکہ اکبر مساجد والی تعریف ضعیف اور مرجوح ہے اور تنفیذ احکام واقامت حدود والی تعریف قوی اور مفتی بہ ہے اور لاہور وغیرہ کے متعلق ان کا یہ خیال ہے کہ وہاں مجسٹریٹ وجج وغیرہ ظالم ومظلوم کے تنازعات کا تصفیہ کرتے رہتے ہیں اور بصیر پور میں تحصیل دار بھی نہیں رہتا لہذا لاہور میں نماز جمعہ فرض ادا ہو سکتی ہے اور بصیر پور میں نہیں وائے ناکامی۔ واحسرتا کہ ان ارشادات عالیہ سے سوئے ہوئے فتنہ پھر جاگ اٹھے اور عنقریب حالات مایوس کن پیدا ہونے والے ہیں عوام کی باہمی چہ می گوئیاں ان فسادات کا پیش خیمہ ہیں مگر ہمارے رئیس عالم موصوف کا آپ پر اور مولانا خیر محمد صاحب جالندھری پر اعتماد و اعتقاد ہے کہ قصبہ ہذا کی حالت کو دونوں حضرات بچشم خود ملاحظہ فرما کر جو فتویٰ صادر فرمائیں بالیقین تسلیم کروں گا لہذا التجا آنکہ جناب اپنے قیمتی لمحات میں چند لمحے امیدواروں کے لئے موقوف فرما کر شکر

---

(۱) و فیما ذکرنا إشارة إلی أنه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید)

گزاری کا موقع بخشیں اور تشریف آوری کی تاریخ معین فرما کر منتظران کو مطمئن فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں گر قبول افتد زہے عزو شرف۔ نیز مفصل حالات مسمی محمد شریف متعلم جماعت دورہ مسجد فتح پوری جو کہ قصبہ ہذا کا باشندہ ہے جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزاری گا ان کو بذریعہ مراسلہ مطلع کیا گیا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۲۹۳ اللہ دیا صاحب مدرس مڈل اسکول قصبہ بصیر پور ضلع منٹگمری

۲۶ شوال ۱۳۵۵ھ ۱۰ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۷۸) قصبہ بصیر پور جس کی حیثیت آپ نے اس کاغذ کی پشت پر تحریر فرمائی اس لائق ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز ادا کی جائے مالا یسع اکبر مساجد پر بہت سے مشائخ حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے تنفیذ احکام و اقامت حدود والی تعریف آج کل کسی شہر پر صادق نہیں ہے اور قدرت علی التنفیذ کی تاویل بھی اقامت حدود میں صحیح نہیں کیونکہ حدود شرعیہ قانون مروجہ کے ماتحت ممتنع الاقامت ہیں کوئی حاکم حتیٰ کہ دیسرائے بھی رجم پر قدرت نہیں رکھتا قطع ید پر قدرت نہیں رکھتا اس لئے اس کو جواز جمعہ کے لئے مدار حکم ٹھہرانا کسی بھی طرح درست نہیں بہر حال بصیر پور میں جس کی حیثیت ایک قصبہ اور شہر کی ہو گئی ہے اس میں بغیر تردد جمعہ جائز ہے، پہلے اس کی حیثیت کمتر ہو گی کہ گزشتہ زمانے میں علماء نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا مگر اب جمعہ ترک کرنا درست نہیں(۱) مولانا خیر محمد صاحب ایک اچھے معتبر عالم ہیں ان کو بلا کر اطمینان کر لیں خاکسار آنے سے معذور ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندوستان میں جمعہ فرض ہے، احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں

(سوال) نماز جمعہ اس وقت فرض کر کے پڑھی جائے یا نہ کیونکہ پنجاب میں خصوصاً لاہور میں بعض لوگ نماز جمعہ فرض نیت کر کے پڑھتے ہیں اور بعض صرف دو رکعت نماز جمعہ پڑھتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان، پنجاب دار الحرب ہے بعض کہتے ہیں کہ دار الامان ہے اب تحریر فرمائیں جمعیۃ علمائے الہند اس مسئلے کو اگر جمعہ نہیں ہو تا یعنی فرض نہیں ہے تو پھر نماز ظہر پڑھی جائے یعنی چار فرض ظہر کے پڑھے جائیں اور اگر یہ قطعی دلیل سے فرض عین ہے تو نماز ظہر کس لئے پڑھی جائے ؟
المستفتی نمبر ۱۶۹۰ عبد الحنان صاحب خطیب مسجد دربار حضرت داتا گنج بخشؒ (لاہور)

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۷۹) جمعہ فرض قطعی ہے اور ہندوستان اگرچہ دار الحرب ہو پھر بھی یہاں اقامت جمعہ فرض ہے کیونکہ اقامت جمعہ کی کوئی قانونی ممانعت نہیں ہے پس یہاں جمعہ ہی ادا کرنا چاہئے نہ کہ ظہر، کتب

---

(۱) المصر، وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها، و عليه فتوى أكثر الفقهاء الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعيد) و تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق الخ (رد المحتار، باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعيد)

فتاویٰ فقہیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ **بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والا عیاد فیها** (۱) اور اسی قسم کی تصریح فتح القدیر اور معراج الدرایہ وغیرہ سے منقول ہے رہا یہ کہ نیت میں دو رکعت نماز فرض جمعہ کہیں یا صرف دو رکعت نماز جمعہ تو اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ زبان سے لفظ فرض کہنا لازم نہیں خیال اور ارادے میں اس کو فرض سمجھ کر پڑھنا چاہئیے اور ادائے جمعہ کے بعد جو لوگ چار رکعتیں بنیت ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں یہ بھی من جہتہ الدلیل ثابت نہیں ہیں۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جس گاؤں میں پانچ سو گھر ہوں اور اشیاء ضرورت مل جائیں، جمعہ کا حکم

(**سوال**) ایک گاؤں میں تقریباً چار پانچ سو گھر کی آبادی مسلمانوں کی ہے مالکان تمام نیک سیرت' پابند شریعت ہیں آبادی مذکورہ میں تین مساجد بڑی آباد ہیں اور سات مساجد آس پاس ہیں دکان بازار گلی کوچہ خرید و فروخت کھانے پینے کی اشیا میسر ہیں جامع مسجد میں نماز جمعہ عرصہ سے جاری ہے اور نماز عیدین بھی عرصہ سے جاری ہے عید گاہ عمدہ باہر آبادی سے ہے اور ایک عالم جمعہ کے روز وعظ و نصیحت فرماتے ہیں رونق اسلام کی خوب ہے اور ایک عالم نے آکر جمعہ مبارک کو روک دیا ہے اور نماز عیدین بھی روک دی ہے وہ صاحب فرماتے ہیں کہ گاؤں مذکورہ میں نماز عیدین و جمعہ جائز نہیں اگر کوئی پڑھے گا تو سزا اور عذاب ہو گا اس پر وعید ہے ایک صاحب فرماتے ہیں تارک پر وعید ہے ہم لوگ کون سا راستہ اختیار کریں

المستفتی نمبر ۱۸۲۳ حاجی فخر الدین صاحب (ضلع منٹگمری) ۲۳ رجب ۱۳۵۶ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۷ء

(**جواب ۳۸۰**) اس مقام میں جس کا حال سوال میں لکھا ہے کہ اس میں مجموعی تعداد مساجد کی دس ہے اور آبادی میں تمام اشیائے ضروریہ مل جاتی ہیں بازار و گلی کوچے ہیں اور عرصہ دراز سے وہاں نماز جمعہ و عیدین قائم ہے بے شبہ نماز جمعہ و عیدین جائز ہے۔ **مالا یسع اکبر مساجده اهله** اس تعریف پر بہت سے مشائخ نے فتویٰ دیا ہے اور امام اعظم کی روایت پر بالاتفاق عمل متروک ہے کیونکہ اجراء احکام اور تنفیذ حدود تو بہت سے ممالک اسلامیہ میں نہیں چہ جائیکہ ہندوستان میں نیز فقہاء کی اس تصریح نے کہ دارالحرب میں بھی جمعہ ادا ہو سکتا ہے **بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والا عیاد فیها** مصر کی تعریف میں اجراء احکام و تنفیذ حدود کی شرط کو نظر انداز کر دیا اسی طرح باقی شروط بھی مالا یسع والی تعریف میں نظر انداز کر دی گئیں اور اس پر بہت سے مشائخ نے فتویٰ دے دیا ہے اور آج کل اقامۃ جمعہ بہت سے مصالح عظیمہ اسلامیہ کی وجہ سے اہم ہے اس لئے بھی اور اس نظریے سے بھی کہ

---

(۱) فلو الو لاة کفاراً یجوز للمسلمین إقامة الجمعة' ویصیر القاضی قاضیاً بتراض المسلمین الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

(۲) وقد أفتیت مراراً بعدم صلاة الأ ربع بعدها بنیة آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة' وهو الاحتیاط فی زماننا الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۲/ ۱۳۷ ط سعید)

جمعہ قدیمہ کو بند کرنا بہت سے فتنہ ہائے شدیدہ کا موجب ہوتا ہے۔ مالایسع والی روایت پر عمل کرنا لازم ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

۸۵۰ والی آبادی میں تھانہ بھی ہو تو جمعہ کا حکم

(سوال) گاؤں کاکوسی آج سے تقریباً دو سو سال کا ہے تو جب سے یہ گاؤں قائم ہوا ہے اس وقت سے یہاں پر عیدین کی نماز ہوتی ہے اور قرب و جوار سے لوگ بھی آکر شریک نماز ہوتے ہیں اور یہاں کی آبادی قریباً آٹھ سو ساڑھے آٹھ سو گھر کی ہے پولیس تھانہ ہے ریل ہے' سرکاری اسکول ہے' سوائے سبزی بھاجی کے ضرورت کی ہر شے مل جاتی ہے سبزی بھاجی بھی کبھی کبھی مل جاتی ہے اور جب گاؤں میں پیداوار ہوتی ہے تو ہمیشہ مل جاتی ہے مساجد تین ہیں اور یہاں کی بڑی مسجد میں اگر سب جمع ہوں تو سب نہیں آسکتے مسجد کے تین حصے ہیں ہر تین کا عرض و طول درج ذیل ہے حصہ اول کا طول بیس ہاتھ عرض چودہ ہاتھ' حصہ ثانی کا طول ساڑھے چودہ ہاتھ عرض چھ ہاتھ' حصہ ثالث کا طول ۲۶ ہاتھ عرض ۲۴ ہاتھ۔ حصہ ثالث صحن ہے باقی کنواں غسل خانہ وغیرہ علیحدہ ہیں تو کیا ان سب باتوں کے باوجود یہاں پر نماز عیدین یا جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۰۹ ایچ کے ایس ایچ اے قدوسی صاحب مدرسہ اسلامیہ کاکوسی مٹرانا روڈ۔ ۹ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۱) قائم شدہ نماز عیدین اور نماز جمعہ اس موضع میں ادا کرتے رہنا جائز ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دو سو گھر والی آبادی میں چالیس سال سے عیدین ہوتی ہو تو جاری رکھیں یا نہیں؟

(سوال) تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمل پور میں موضع گٹال واقع ہے جس میں تقریباً دو سو گھر کی آبادی ہے عرصہ دراز یعنی چالیس سال سے بھی زائد ہو چکے کہ عیدین کی نماز وہاں پڑھائی جاتی ہے جس میں وہاں کے باشندے اور گرد و نواح کے لوگ کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں جس میں اکثر اس طور پر مواعظ حسنہ سے جہلاء کو نہایت فائدہ ہوتا ہے اب گزشتہ سال سے ایک مولوی صاحب نے آکر فرمایا کہ یہاں عید مبارک نہیں ہو سکتی یہاں عید پڑھنا پڑھانا ناجائز ہے لوگ بہت پریشان اور حیران ہیں اتنا عرصہ ہو گیا

---

(۱) المصر' وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها' و عليه فتوى أكثر الفقهاء الخ (الدر المختار ' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعيد) وفى الشامية :" فلو الولاة كفاراً يجوز للمسلمين إقامة الجمعة و يصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين" الخ (رد المحتار ' باب الجمعة ۱٤٤/۲ ط سعيد)

(۲) واستشهد له بما فى التجنيس عن الحلوانى أن كسالى العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون' لأنهم إذا منعوا تركوها أصلاً وأداؤها مع تجويز اهل الحديث لها أولى من تركها أصلاً الخ (رد المحتار' باب العيدين ۱۷۱/۲ ط سعيد)

اور کسی مولوی نے ناجائز نہیں کہا حتی کہ عید نہ پڑھی جائے تو نہ کسی اور شہر میں شوق کر کے جائیں گے اور بہت خطرہ ہے کہ بہت جاہل نہ ہو جائیں نہ کوئی ایسا معین وقت نظر آتا ہے کہ ان کو جمع کر کے وعظ حسنہ سنایا جائے مہربانی کر کے مطلع فرمایا جائے کہ عندالشرع ایسی جگہ عیدین کی نماز کو ممنوع کر دیا جائے یا کہ بطریق سابقہ نماز پڑھی جائے۔ المستفتی نمبر ۲۰۱۱ فیض بخش صاحب (کیمل پور)

۹ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۲) چالیس سال سے عید کی نماز اس موضع میں پڑھی جاتی ہے تو اب اس کو بند کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں دینی فتنہ ہے(۱) لہذا عیدین کی نماز وہاں حسب دستور قائم رکھنی چاہئیے اور جمعہ کی نماز بھی وہاں ہو سکتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں

(سوال) ایک موضع میں قریباً ۳۰ آدمی مصلی ہیں اور ایک مسجد ہے ہفتہ میں دوبار بڑی بازار لگتی ہے سامان ضروری مثلاً کفن وغیرہ ملتا ہے لہذا مصلیان نماز جمعہ بھی اس موضع میں ادا کرتے ہیں اور بچوں کی تعلیم کے لئے ایک قاری صاحب بھی مقرر ہیں اب اس موضع میں شرعاً جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۰۱۲ مرزا عبدالستار (بارہ بنکی)

(جواب ۳۸۳) اگر نماز جمعہ وہاں عرصہ سے قائم ہے تو اب اس کو بند کرنے میں مذہبی و دینی فتنہ ہے اس لئے اس کو موقوف کرنا درست نہیں بلکہ اس مسئلے میں امام شافعی کے قول یا امام مالک کے قول کے موافق عمل کر لینا جائز ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چھوٹی آبادی میں جمعہ درست نہیں

(سوال) دیہاتی آبادی کے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جہاں مسلمان کم تعداد میں ایک یا دو چار گھر آباد ہیں وہاں عیدین یا جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں اگر انہیں دیہاتوں میں کوئی گاؤں مرکزی حیثیت رکھتا ہو اور وہاں تعداد بھی زیادہ ہے ہمیشہ جمعہ و عیدین کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے تو کیا چھوٹے چھوٹے گاؤں والوں کا وہیں شرکت کرنا اولیٰ نہیں ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۲۸ ایچ ایم رفیق صاحب (بلیا)

۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۴) ایسے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں کہ ان میں صرف ایک یا دو چار گھر مسلمانوں کے ہیں

---

(۱) واستشهد له بما في التجنيس عن الحلواني ان كسالى العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون' لانهم إذا منعوا تركوها أصلاً وأداؤها مع تجويز اهل الحديث لها أولى من تركها أصلاً الخ (رد المحتار' باب العيدين ۲ / ۱۷۱ ط سعيد)
(۲) (ايضاً)

جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں ہاں ان میں سے کوئی بڑا گاؤں جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو اس میں آس پاس کے مسلمان مرکزی حیثیت سے جمع ہو سکیں اس کو جمعہ یا عیدین کی نماز کے لئے مقرر کر لینا بہتر ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چھوٹی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں

(سوال) بستیوں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مقرر کردہ شرائط کا کیا جواب ہے اور بعد ادائے جمعہ احتیاطی ادا کرنا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۱۹۸ شیخ محمد عبداللہ صاحب (مظفر گڑھ) ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۸۵) چھوٹی بستیوں میں نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک نہیں ہے(۲) لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے مصر کی تعریف میں یہاں تک تنزل کیا ہے کہ **مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا**(۳) تک لے آئے حالانکہ ان کے اپنے اقرار **(ھذا یصدق علی کثیر من القری)** سے یہ تعریف بہت سے قری پر صادق آتی ہے پس نماز جمعہ کی اہمیت اور مصالح مہمہ عالیہ اسلامیہ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز جمعہ کو ترک نہ کیا جائے اگرچہ امام شافعی کے مسلک پر عمل کے ہی ضمن میں ہو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) شہر کی شرعی تعریف کیا ہے
(۲) چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

(سوال) (۱) بلحاظ شرع شہر کسے کہتے ہیں (۲) جس موضع کی مسجد میں صرف بیس یا تیس تقریباً یا اس سے اور کم مجتمع ہوں کیا ایسے دیہات میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اگر دیہاتوں میں ایسی حالت پر نماز جمعہ پڑھ لیں تو حکم شرعی کیا ہے ؟ **المستفتی** نمبر ۲۴۰۴ نبی یار خاں صاحب (فیض آباد)

۳ رجب ۱۳۵۷ھ ۳۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۸۶) (۱) جمعہ کے مسئلے میں شہر سے مراد ایسی بستی ہے جہاں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہوں تھانہ یا تحصیل اور ڈاکخانہ ہو کوئی عالم یعنی مسائل ضروریہ بتانے والا اور کوئی معالج موجود ہو(۴)

---

(۱) وفیما ذکرنا أشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۸/۲)

(۲) (ایضاً)

(۳) (الدر المحتار' باب الجمعة' ۱۳۷/۲ ط سعید)

(٤) عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعید)

(۲) حنفی مذہب کے موافق ایسی چھوٹی بستی میں جمعہ جائز نہیں(۱) مگر آج کل حنفی اس مسئلے میں شافعی مذہب کے اوپر عمل کر سکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ہندوستان میں جمعہ فرض ہے

(سوال) بعض حضرات کہتے ہیں کہ فی زمانہ ملک ہند میں اداء جمعہ فرض نہیں کیونکہ شرائط اداجو شریعت نے مقرر فرمائے ہیں مثلاً امیر اور قاضی جو اجرا احکام شرعی کا کر سکتا ہو' یہ مفقود ہیں لہذا نماز جمعہ بلا قید وبلا لحاظ فرض مطلق نماز کی نیت سے ادا کرنا چاہئیے اور بعد کو نماز ظہر بنابر احتیاط پڑھنا ضروری ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز جمعہ کو فرض کی نیت سے پڑھنا درست نہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جمعہ بہ نیت فرض پڑھنا ضروری ہے اور احتیاطی پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور شرط امیر و قاضی کے واسطے علماء اور حکماء وقت کفایت کر سکتا ہے کیونکہ مسئلہ مذکور شدت سے زیر بحث ہے اور عوام کو یقین عمل میں نہایت خلجان اور اضطراب واقع ہے لہذا حسبۃً للہ جلد تر موافق اہل سنت والجماعت مدلل مفصل راہ عمل کی ہدایت بطور افتاء فرمایا جائے تو امن عامہ اور اجر دارین کا باعث ہوگا۔

المستفتی نمبر ۲۴۱۳ مقصر شاہ صاحب (جہلم) ۲۳ رجب ۱۳۵۷ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۸۷) فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ جن بلاد میں کافروں کی حکومت ہو وہاں بھی مسلمان نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں **بلاد علیها ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والا عیاد فیها** (۲) (رد المحتار نقلا بالمعنی) اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلطان اسلام کی شرط کو نظر انداز کر دیا گیا اور جواز جمعہ کا حکم دے دیا گیا ہے اسی پر امت کا عمل ہے پس جمعہ کی نیت سے نماز پڑھنا چاہئیے اور ظہر احتیاطی کی ضرورت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دو سو آبادی والے گاؤں م جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) ایک موضع کریڈا ریاست الور جس کی آبادی قریب دو سو آدمیوں کی ہے ان میں سے دوسری قوموں کے صرف پچیس تیس آدمی ہیں بقیہ سب مسلمان ہیں پنجگانہ نمازی قریب پچاس آدمی ہیں اس گاؤں میں سنا گیا ہے کہ بیس پچیس سال قبل جمعہ ہوتا تھا یہاں کے باشندگان کو نماز جمعہ کی سخت تکلیف ہوتی ہے جس مقام پر قدیمی جمعہ ہوتا چلا آتا ہے وہ اس گاؤں سے تین چار کوس کے فاصلے پر ہے وہاں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانا اور واپس آنا اس میں بہت تکلیف ہوتی تھی تمام دن بیکار ہو جاتا تھا

---

(۱) و فیما ذکرنا إشارۃ إلی انه لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاضٍ و منبر و خطیب الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعید)

(۲) (رد المحتار' باب الجمعة' ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

اس گاؤں میں صرف ایک مسجد ہے اس میں جو مقررہ امام ہے سال بھر سے جمعہ پڑھانا شروع کر دیا ہے دس بارہ آدمی کسی جمعہ میں باہر کے بھی آجاتے ہیں جمعہ کی نماز میں بلا شبہ ہر جمعہ کو اندازاً چالیس پچاس آدمی ہو جاتے ہیں لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس گاؤں میں جمعہ قائم کرنا چاہئیے یا نہیں اور آیا یہ ایک سال سے جو جمعہ ہو رہا ہے اس کو بند کر دیا جائے یا جاری رکھا جائے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۸۲ شمو ولد حسن خاں وغیرہ (ریاست الور) ۱۱ رجب ۱۳۶۰ھ م ۶ اگست ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۸۸) جمعہ بند نہ کیا جائے جاری رکھا جائے اور سب لوگوں کو لازم ہے کہ اتفاق سے رہیں آپس میں اختلاف کرنا بہت برا ہے۔

قلت وهذا وان كان غير موافق لما عليه الحنفية ولكنه اشد موافقة لمصالح الاسلامية الاجتماعية خصوصاً في هذا القطر وفي هذا الزمان فان اعداء الاسلام يظفرون بمقاصد هم المشومة في قرى لا تقام فيها الجمعة و يخيبون في مواضع اقامة الجمعة والتوفيق من الله عزوجل .و حفاظة الاسلام خير من الاصرار على تركها والمسئلة مجتهد فيها (۱)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

۱۲۸۰ آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

(سوال) ایک گاؤں جس کی کل آبادی دو سو پچھتر گھر اور بارہ سو اسی آدمیوں پر مشتمل ہے نیز چند دکانیں بھی موجود ہیں جن سے معمولی نمک مرچ وغیرہ کی ضرورتوں کا انصرام ہو جاتا ہے وبس کیا اس گاؤں میں بجوائے اصول مقررہ مذہب حنفی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کیا اتنی آبادی پر تفسیر مصر حسب اصول فقہاء حنفیہ (کثر ھم اللہ تعالیٰ) صادق آتی ہے یا نہیں اور اتنی آبادی میں اگر جمعہ کی نماز ادا کی جائے تو ظہر ساقط ہو جائے گی یا ذمہ باقی رہے گی مصر یا قریہ کبیرہ کی وہ تعریف مع مذہب حنفی کے اصول مقررہ کے موافق جمہور فقہاء حنفیہ کے نزدیک مسلم ہو تحریر فرمائی جائے صورت مسئولہ بالا میں محض امام اعظمؒ کا مذہب درکار ہے امت کے کسی دوسرے محقق کی تحقیق کی بنا پر رخصت اور گنجائش مقصود نہیں علم فقہ کے مشہور و معتبر متن قدوری میں ہے۔ لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا يجوز في القرى (۲) یعنی جمعہ کی نماز مصر جامع میں یا مصلی مصر میں درست ہے اور گاؤں میں درست نہیں ہوتی کیا مذہب حنفیہ کے اصول مقررہ کے موافق صحیح ہے اور ہم مقلدین مذہب حنفیہ کو اس پر عمل کرنا لازم ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۷۰۷ شبیر احمد صاحب۔ نوح (گوڑ گانوں) ۲۰ صفر ۱۳۶۱ھ ۹ مارچ ۱۹۴۲ء

---

(۱) یہاں تصریح فرمائی ہے کہ مصلحت کی وجہ سے توسع اختیار کیا ہے 'اور یہ حضرت کی ذاتی رائے اور تفرد شمار ہوتا ہے فافہم۔
(۲) (باب الجمعة ۳۱' ط نور محمد' اصح المطابع' کراچی)

(جواب ۳۸۹) یہ صحیح ہے کہ حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ نماز جمعہ کے لئے مصر شرط ہے گاؤں میں نماز جمعہ نہیں ہوتی لیکن مصر کی تعریف میں جو تدریجی تنزل فقہاء و مشائخ حنفیہ کرتے رہے ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہے پہلے ظاہر روایت کی بناء پر مصر کی تعریف یہ تھی کہ مصر وہ مقام ہے کہ جہاں امیر اسلام ہو اور حدود شرعیہ کی تنفیذ اور احکام اسلام کا اجراء ہو ظاہر ہے کہ اگر اس تعریف کا اعتبار کیا جائے تو آج دہلی لاہور اور ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے شہر میں بھی جمعہ جائز نہیں کیونکہ اس تعریف کے بموجب کوئی شہر مصر نہیں اس لئے فقہاء کرام نے امام ابو یوسفؒ کی دوسری تعریف۔ مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا کو معتبر اور معمول اور مفتی بہ بنالیا اور فقہاء کا خود اقرار ہے کہ یہ تعریف بہت سے قریٰ پر صادق آتی ہے وھذا یصدق علی کثیر من القری (۱) (ردالمحتار) پس اگر مسئول عنہ موضع پر یہ تعریف صادق آتی ہو کہ اس میں کم از کم دو مسجدیں ہوں اور ان میں سے بڑی مسجد میں موضع کے مکلفین بالجمعہ نہ سما سکیں تو اس میں مذہب حنفی مفتی بہ کے موافق نماز جمعہ جائز ہے (۲) اور امام ابو حنیفہؒ کے قول اور ان سے جو تعریف مصر مروی ہے اس کے موافق تو دہلی و لاہور میں بھی جائز نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) متعدد مساجد میں جمعہ جائز ہے
(۲) جمعہ کے لئے کیا شرائط ہیں؟
(۳) نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کا حکم

(سوال) (۱) ایک گاؤں میں چھ سو پانچ (۶۰۵) گھر ہیں دو جگہ یا اس سے زائد جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) جمعہ باشرائط ہے یا بلا شرائط پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) جمعہ کی نماز کے بعد فرض احتیاطی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۱۸ راجہ فیروز خاں (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۹۰) (۱) جس مقام میں جمعہ کی نماز پڑھنی جائز ہے وہاں دو جگہ بھی پڑھی جائے تو درست ہے (۳) لیکن اگر وہ بستی زیادہ بڑی نہ ہو اور ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے میں دشواری نہ ہو تو ایک ہی جگہ ادا کرنا افضل ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز میں جہاں تک ممکن ہو تعدد نہ ہونا چاہئے اور ضرورت تعدد

---

(۱) (باب الجمعة ۲ / ۱۳۷ ط سعید)
(۲) المصر وهو مالا یسع أکبر مساجده أهله المکلفین بها' وعلیه فتوی اکثر الفقهاء (الدر المحتار' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعید)
(۳) وتؤ دی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ (الدّر المختار' الجمعة ۱۴۴/۲ ط سعید)

کی ہو تو تعدد بلا کراہت جائز ہے اور بلا ضرورت تعدد ہو تو خلاف افضل ہے۔
(۲) جمعہ کی شرطیں ہیں جب وہ شرطیں پائی جائیں تو جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے (۱) اور اگر شرط نہ پائی جائے تو پھر جمعہ کی جگہ ظہر با جماعت پڑھی جائے یہ سوال مبہم ہے جس شرط میں کلام ہو اس کو صاف صاف تحریر کر کے اور اس کی صورت بیان کر کے دریافت کرنا چاہئیے۔
(۳) اگرچہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر احتیاطی کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے مگر صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ ظہر احتیاطی کوئی ثابت شدہ نماز نہیں ہے اس لئے اس کا ترک اس کے فعل سے اولیٰ ہے اور محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ عام طور پر اس کا فتویٰ اور حکم نہ دینا چاہئیے اور اگر کوئی اس کا قائل نہ ہو اور نہ پڑھے تو اس پر کوئی الزام اور اعتراض نہیں ہو سکتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

۲۵ گھر والی آبادی میں جمعہ کا حکم

(سوال) اعظم پور میں قریب ۲۰۔ ۲۵ گھر مسلم آباد ہیں قربانی ہر سال ہوتی ہے چھوٹی سی مسجد ہے پنج وقتہ نماز میں دو تین افراد اور نماز جمعہ میں دس بارہ افراد شرکت کرتے ہیں عیدین بھی وہیں ادا کرتے ہیں۔
المستفتی محمد ادریس اعظمی ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء
(جواب ۳۹۱) اعظم پور چھوٹا سا موضع ہے اس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھنی چاہئیے اور اگر کوئی دینی مصلحت ہو کہ وہاں جمعہ پڑھنا مناسب ہے تو پھر حنفیہ کے نزدیک تو جمعہ جائز نہیں دیگر ائمہ کے قول کے موافق پڑھ لیں تو گنجائش ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اقامت جمعہ کے متعلق ایک خط کا جواب

(سوال) متعلقہ اقامت جمعہ بجواب مکتوب حضرت مولانا میرک شاہ صاحب کشمیری
(جواب ۳۹۲) مکرمی محترمی دام فضلہم ۔ بعد سلام مسنون ۔ فتوی مرسلہ پہنچا مولانا اس مسئلے میں میرے پیش نظر یہ بات ہے کہ ہمارے فقہاء حنفیہ نے اقامت جمعہ کو اس قدر اہم لکھا ہے کہ ظاہر روایت کی تمام شرائط کا گلا گھونٹ کے ان کو کالعدم بنا دیا شرطیت مصر یقیناً متفق علیہ ہے یعنی متون اس پر متفق ہیں لیکن مصر کی تعریف ظاہر الروایۃ میں یہ تھی کہ وہاں امیر و قاضی ہو جو تنفیذ احکام و اقامت حدود کرتا ہو لیکن اسلامی زمانے میں ہی تنفیذ احکام و اقامت حدود میں سستی واقع ہوئی تو انہوں

---

(۱) ویشترط بصحتها سبعة أشياء الأول المصر الخ (الدر المختار، باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعید)
(۲) قال فی البحر :'. وقد أفتيت مراراً بعدم صلاة الأربع بعدها بنية آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة ، وهو الاحتياط فی زماننا الخ (الدر المختار باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعید)
(۳) و فيما ذكرنا اشارة إلى انه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر و خطيب الخ (رد المحتار، باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعید)

نے یہ دیکھ کر کہ جمعہ بند ہو جائے گا فوراً ینفذ و یقیم کی جگہ **یقدر علی التنفیذ و الإقامة** کر دیا اور جب بلاد اسلامیہ پر کفار کی حکومت ہو گئی تو انہوں نے **بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والا عیاد فیها** (۱) کہہ دیا یعنی ظاہر روایت کی تعریف کے بموجب وہاں مصریت باطل ہو جانے کے بعد بھی جمعہ قائم رکھا اسی طرح سلطان کی قیدو شرط کا گلا گھونٹ دیا اور سب سے آخر میں **مالا یسع اکبر مساجده اهله** (۲) کہہ کر اور بلاد محکومہ کفار میں اجازت دیکر دونوں شرطوں کو عملاً باطل کر دیا اس کے علاوہ شرطیت مصر وجوب جمعہ کے لئے تو صحیح لیکن جواز کے لئے بھی ہو یہ میں نہیں سمجھ سکا اور اس زمانے کی ضروریات اس کی مقتضی ہیں کہ اگر حنفی مذہب کی رو سے کسی طرح بھی اجازت نہ نکلے تو دوسرے ائمہ کے مذہب پر ہی عمل کر کے دیہات میں اقامت جمعہ سے نہ روکا جائے اور قائم شدہ جمعہ کو بند کرنا تو بہت خطرناک چیز ہے کم از کم میں اس کی جرأت نہیں کر سکتا اور ایک مجتہد فیہ مسئلے میں ترک ظہر کی بناء پر مسلمانوں کو فاسق یا گناہ گار کہنا امر عظیم ہے 'امید ہے کہ مزاج مقدس بخیر ہو گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ شنبہ۔ ۲۹ فروری ۱۹۳۶ء

جمعہ میں کم از کم تین مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے

(سوال) متعلقہ تعداد مقتدیان نماز جمعہ

(جواب ۳۹۳) نماز جمعہ میں علاوہ امام کے اگر تین مقتدی ہوں تو نماز جمعہ جائز ہے 'جماعت کے لئے تین مقتدیوں کا ہونا کافی ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) شرائط جمعہ پائی جائیں تو جمعہ پڑھا جائے 'احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں
(۲) مصر اور فنائے مصر کی تعریف متعین ہے یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) اگر شرائط وجوب یا ادائے جمعہ میں اشتباہ واقع ہو تو کیا صلوۃ جمعہ کو ترک کریں گے اگر ترک کریں گے تو ظہر پڑھیں گے یا نہیں (۲) ایک قصبہ کی آبادی دو ڈھائی سو تک ہے تو اس میں صلوۃ جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو اگر اس میں تین مسجدیں یا زیادہ ہوں تو سب مسجدوں میں پڑھیں گے یا ایک میں ؟ (۳) وہ کون سا شہر ہو گا جو جامع الشرائط ہو اور اس کے گھروں کی تعداد بھی معلوم و مقدر شرعی ہو ؟ (۴) جس گاؤں میں بیس یا تیس گھر ہوں اس میں اقامت جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ (۵)

---

(۱) (الدر المختار' باب الجمعة ۲ / ۱۳۷ ط سعید)
(۲) (رد المحتار' باب الجمعة ۲ / ۱٤٤ ط سعید)
(۳) والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة سوای الإمام بالنص لانه لا بد من الذاكر' وهو الخطيب و ثلاثة سواه الخ (التنوير مع شرحه' باب الجمعة ۲/۱۵۱ ط سعید)

وہ کس قدر فاصلہ ہے جو فارق المصرین ہو ؟

(جواب ۳۹٤) شرائط وجوب اور شرائط ادا کا پورا فیصلہ کر کے رائے قائم کرنی چاہئیے 'اور پھر صرف جمعہ یا صرف ظہر پڑھنی چاہئیے دونوں نمازیں پڑھنے کے کوئی معنی نہیں جس قصبے میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں وہاں کے مکلف بالجمعہ اشخاص نہ سما سکیں تو وہاں جمعہ پڑھا جائے(۱) نمبر ۳ '۴ '۵ کا جواب یہ ہے کہ نہ کوئی تعریف متفق علیہ ہے نہ کوئی تعداد گھروں کی معین ہے نہ کوئی فاصلہ معین ہے(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ '

جس گاؤں کو مرکزی حیثیت حاصل ہو 'وہاں جمعہ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۵ء)

(سوال) ایک قریہ میں ایک جامع مسجد زیر تعمیر ہے مسلم آبادی کا مرکز ہے یکصد سے زائد دکانات کا بازار ہے مڈل اسکول 'تھانہ 'ڈاکخانہ وغیرہ واقع ہونے کی وجہ سے صدہا نمازی موجود رہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے جو عدم جواز کے شبہ یا بہانہ سے جمعہ کے دن تارک الجماعۃ رہتے ہیں ؟

(جواب ۳۹۵) ایسے مقام میں جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے نماز جمعہ جائز ہے(۳) جو لوگ کہ وہاں جمعہ کو ناجائز سمجھ کر نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے ان کے ساتھ کوئی سختی نہیں برتنی چاہئیے کہ ان کا خیال بھی مذہبی وجوہ پر مبنی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

(۱)ایک موضع میں اقامت جمعہ کی تحقیق
(۲) مسلم بادشاہ نہ ہو مسلمان اپنا امیر بنالیں
(۳)ہندوستان میں جواز جمعہ کے لئے "وقایہ" سے استدلال
(۴)"عمدہ الرعایۃ" کی طرف منسوب عبارت کا مطلب

(سوال) (۱) زید ایک ایسے موضع میں جمعہ پڑھتا ہے جس میں نو مسجدیں ہیں اور تعداد کثیر مسلم عاقلان بالغان پر مشتمل ہے جو بوجہ اتم **لا یسع اکبر مساجدہ** کا مصداق ہے زید پکا حنفی اور اسلامی درس گاہ سے سند یافتہ اور لوگوں میں معتمد علیہ ہے کیا زید کو حق ہے کہ جمعہ قائم کرے (۲) صورت نہ

---

(۱) المصر وهو ما لایسع أکبر مساجده اهله المکلفین بها و علیه فتوی أکثر الفقهاء الخ (الدر المختار' جمعه ۱۳۷/۲ ط سعید)

(۲) اعلم أن بعض المحققین أهل الترجیح أطلق الفناء عن تقدیره بمسافة . والتعریف أحسن من التحدید لأنه لا یوجد ذلك فی کل مصر وإنما هو بحسب کبر المصر وصغره الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۹/۲ ط سعید)

(۳) وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق (الدر المختار' باب الجمعة ۱۳۸/۲ ط سعید) وعن أبی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۱۳۷/۲ ط سعید)

ہونے بادشاہ اسلام کے جو ایک شخص پر اتفاق کیا جاتا ہے اس میں شہر کے کل افراد کی رائے دہی ضروری ہے یا بعض کی ؟ یا اکثر کی ؟ (۳) بوجہ نہ ہونے بادشاہ اسلام کے اور تعریف اول مصر کہ کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود زید پر مبتدع ہونے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ بصورت اول ہندوستان کے اہل سنت والجماعۃ اسی روایت وقایہ کو اعتبار دیکر ہر مصر میں نماز جمعہ کیوں پڑھا کرتے ہیں ؟ (۴) نیز صاحب عمدہ الرعایۃ نے بلاد تحت الذی الکفرہ میں شرط سلطان کو ضروری جاننے والے کو فضل واضل سے منسوب کیا ہے اس کا کیا مطلب ہے ؟ حالانکہ سب کتب فقہ حنفیہ میں سلطان کا شرط بلا کسی قید کے موجود ہے۔ ؟

(جواب ۳۹۶) (۱) ایسے موضع میں اقامت جمعہ جائز ہے اس موضع میں اقامت جمعہ کرنے والا قابل اعتراض اور مستحق ملامت نہیں(۱) (۲) موجودہ زمانے میں شرط سلطان کی جگہ مسلمانوں کا اتفاق کر لینا کافی سمجھا گیا ہے اور اتفاق کے لئے مسجد کے نمازیوں کا اپنے امام پر اتفاق کافی ہے کیونکہ بڑے شہروں میں متعدد جگہ مساجد میں جمعہ قائم ہوتا ہے اور تمام شہر یا اکثر شہر کے مسلمانوں کا اتفاق تمام ائمہ مساجد کے لئے نہ آسان ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے(۲) (۳) وقایہ کی روایت اکثر علما کے نزدیک معمول اور مفتی بہا ہے اور اس پر شبہ کرنے کی کوئی مضبوط اور مستحکم وجہ نہیں ہے(۳) (۴) یہ تحقیق مولانا بحر العلومؒ کی طرف منسوب کرنی چاہئیے کہ انہوں نے رسائل الارکان میں تحریر فرمائی ہے مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے عمدۃ الرعایۃ میں رسائل الارکان سے ہی نقل کی ہے اور ان کی یہ ذاتی رائے ہے جو اکثر علمائے حنفیہ اور فقہاء کے خلاف ہے شرطیت سلطان کے لئے مولانا عبدالحئیؒ نے جو آثار اسی حاشیے میں نقل فرمائی ہے وہ کافی ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

موضع پیر جی میں 'جمعہ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) ہمارا گاؤں موضع پیر غنی ایک مسلمان رئیس اعظم کی واحد ملکیت ہے جس کی تمام آبادی ایک سو ستر گھروں پر مشتمل ہے اور تمام آبادی سوائے چند ہندو دکانداروں کے اہل اسلام کی ہے اور تین بستیاں اہل اسلام کے اس کے جوار میں ایک میل کے حدود کے اندر آباد ہیں خاص پیر غنی میں دو پختہ مسجدیں ہیں اور تمام آبادی حنفی المذہب مسلمانوں کی ہے اس گاؤں میں ہندو اور مسلمانوں کی سات دکانیں ہیں

---

(۱) المصر وهو مالایسع أکبر مساجده أهله المكلفين بها و عليه فتوى اكثر الفقهاء الخ (الدر المختار' ۲/ ۱۳۷ ط سعيد)

(۲) فلو الولاة كفاراً يجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين و يجب عليهم أن يلتمسوا و اليا مسلماً الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱۴۴ ط سعيد)

(۳) (ایضاً)

جن میں کافی خرید و فروخت ہوتی ہے اور گاؤں کی ضرورت کی تقریباً تمام اشیاء ان میں مہیار ہتی ہیں ان حالات میں ہم کو جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۹۷) اس بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے حنفیہ کے مذہب میں بھی اس کی گنجائش ہے کیونکہ حد مصر میں **مالا یسع اکبر مساجدہ** پر بہت سے فقہائے حنفیہ نے فتویٰ دیا ہوا ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ہندوستان کی بستیوں میں جمعہ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جون ۱۹۳۶ء)

(سوال) حیدر آباد دکن 'بھوپال 'رامپور اور دیگر مسلمان ریاستیں جو ہندوستان میں ہیں انہیں کے جیسے اختیارات مثلاً جیل پھانسی جرمانہ وغیرہ ہندو ریاستوں کو بھی ہیں اور بڑی سے بڑی بڑودہ 'کشمیر 'گوالیار اندور اور چھوٹی ریاستیں جو کمشنری شملہ میں ہیں مثلاً کوٹھار جس کی کل آبادی ۱۵۰ اہے اور انھار دھامی 'کیونکھل جس کی کل آبادی ۵۰۰ ہے ٹھیور 'ٹیڑھی اور جیل وغیرہ بھی ایسے اختیارات رکھتے ہیں اب ان شہروں میں جو مسلمان آباد ہیں ان کے لئے نماز جمعہ ظہر سے راجح ہے یا نہیں ان پہاڑی ریاستوں کی راجدھانی شہر یا قصبہ یا گاؤں کس چیز میں شمار ہیں ۔

(جواب ۳۹۸) ہندوستان تمام کا تمام غیر مسلم یعنی انگریزوں کے زیر حکم ہے اسی طرح ہندو ریاستیں بھی اسی حکم میں ہیں جس ریاست میں مسلمانوں کو نماز جمعہ ادا کرنے سے ممانعت نہ کی جائے وہاں جمعہ پڑھنا راجح ہے رہی یہ بات کہ کس مقام کو شہر کہا جائے تو یہ تو مصر کی مختلف تعریفوں کے لحاظ سے قدرے مختلف ہو سکتا ہے تاہم جس جگہ کم از کم دو مسجدیں ہوں اور ان میں سے بڑی مسجد میں وہاں کے مسلمان مکلّف بالجمعہ نہ سما سکیں وہ شہر کا حکم رکھتی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

۲۰۰۰ سے زائد آبادی والے گاؤں میں جمعہ

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جون ۱۹۳۶ء)

(سوال) ہمارے ضلع میں چار مواضعات بڑے بڑے ہیں آبادی ان مواضعات کی کل دو ہزار سے زائد ہے اور مسلمانوں کی تعداد ہزار سے زائد ہے اور چار چار پانچ پانچ مسجدیں ہیں اور نماز جمعہ بھی سو برس سے

---

(۱) المصر وهو لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها' و عليه فتوى اكثر الفقهاء الخ (الدر المختار' ۲/۱۳۷ ط سعيد) و تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۳۸ ط سعيد)

(۲) فلو الولاة كفارا يجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين ويجب عليهم أن يلتمسوا واليا مسلما الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱٤٤ ط سعيد) المصر وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها' و عليه فتوى أكثر الفقهاء (الدر المختار' باب الجمعة ۲/۱۳۷ ط سعيد)

جاری ہے اب چند روز سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں جمعہ جائز نہیں ہے۔ ؟
(جواب ۳۹۹) سو برس سے قائم شدہ جمعہ کو بند کرنا مصالح مہمہ اسلامیہ کے خلاف ہے اور جب کہ مواضعات کی آبادی بھی زیادہ اور مساجد بھی متعدد ہیں اور مکلّف بالجمعہ بڑی مسجد میں سما نہیں سکتے تو حنفی مذہب کے بموجب بھی ان مواضعات میں جمعہ جائز ہے ' ایسی حالت میں منع کرنے والے غلطی کر رہے ہیں ہاں پڑھنے والوں کو بھی مانعین پر تشدد نہ کرنا چاہئے جو نہیں پڑھتے ان سے تعرض نہ کریں(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مصر کی تعریف میں "مالایسع اکبر مساجدہ" کی شرط

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جون ۱۹۳۶ء)
(سوال) مصر کی مختلف تعریفوں میں سے کیا یہ بھی صحیح ہے کہ جس جگہ کم از کم دو مسجدیں ہوں اور ان میں سے بڑی مسجد میں وہاں کے مسلمان مکلّف نہ سما سکیں تو وہ شہر ہے۔
(جواب ۴۰۰) ہاں یہ تعریف بھی **مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا** بہت سے فقہائے عظام کے نزدیک معتبر اور مفتی بہ ہے اس لئے اس کے موافق عمل کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل سوم ۔ خطبہ واذان خطبہ

غیر عربی میں خطبہ خلاف سنت ہے

(سوال) خطبہ جمعہ یا عیدین میں اردو فارسی یعنی غیر عربی نظم یا نثر بطور وعظ کے پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر درست ہے تو فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب اور خالص عربی میں پڑھنا باوجودیکہ لوگ سمجھتے بھی نہ ہوں بہتر ہے مختلط عربی اور غیر عربی سے خصوصاً جب کہ لوگ خالص عربی پڑھنے پر اعتراض کریں اور خالص عربی پڑھنے والوں کو غیر مقلدی کا الزام لگائیں اور اس کو غیر عربی پڑھنے پر مجبور کرتے ہوں اور ناجائز ہے تو کیا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ؟ مع حوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

---

(۱) وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا أسواق الخ (رد المحتار' باب الجمعۃ ۲/۱۳۸ ط سعید) واستشهد له بما فی التنجیس عن الحلوانی أن کسالی العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا یمنعون لأنهم إذا منعوا ترکوها أصلاً و أداؤها مع تجویز اهل الحدیث لها أولی من ترکها أصلاً الخ (رد المحتار' باب العیدین ۲/۱۷۱ ط سعید) (۲) (الدر المختار' باب الجمعہ ۲/۱۳۷ ط سعید)

(جواب ۴۰۱) سامعین خواہ ماہرین زبان عربی ہوں یا نہ ہوں اردو' فارسی یا کسی زبان کی نظم میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے حضرت رسول مقبول ﷺ فداہ امی وابی سے و نیز آپ کے صحابہ سے غیر عربی میں خطبہ پڑھنا منقول نہیں' حالانکہ اعاجم جو خطبہ کی عربی زبان سمجھنے سے قاصر تھے زمانہ صحابہ میں بکثرت داخل دائرہ اسلام ہو گئے تھے لیکن کسی صحابی سے منقول نہیں کہ انہوں نے عربی کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ پڑھا ہو خطیب پر یہ لازم نہیں سامعین کو سمجھانے کیلئے غیر عربی میں خطبہ پڑھے یہ تو خود سامعین کی کمزوری ہے کہ عربی زبان سے ناواقف ہیں۔

فی مجموعة الفتاوی لمولانا اللکنوی نقلا عن اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس الکراهة انما هی لمخالفة السنة لان النبی ﷺ واصحابه قد خطبوا دائما بالعربیة ولم ینقل عن احد منهم انهم خطبوا خطبة ولو خطبة غیر الجمعة بغیر العربیة انتهی وفیه الخطبة بالفارسیة التی احد ثوها واعتقدوها حسناً لیس الباعث الیها الا عدم فهم العجم اللغة العربیة وهذا الباعث قد کان موجوداً فی عصر خیر البریة وان کان فیه اشتباه فلا اشتباه فی عصر الصحابة والتابعین ومن تبعهم من الأئمة المجتهدین حیث فتحت الا مصار الشاسعة والدیار الواسعة واسلم اکثر الحبش والروم والعجم وغیرهم من الا عجام وحضروا مجالس الجمع والا عیاد وغیرها من شعائر الاسلام وقد کان اکثرهم لایعرفون اللغة العربیة ومع ذلك لم یخطب احد منهم بغیر العربیة ولما ثبت وجود الباعث حتی تلك الا زمنة وفقد ان المانع والتکاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم یبق الا الکراهة التی هی ادنی درجات الضلالة (۱) انتهی.

خطبہ میں حاکم وقت کا نام لیکر دعا کرنا

(سوال) کیا زید کا یہ کہنا شرعاً جائز ہے کہ اگر خطبہ جمعہ میں خلیفہ وقت یعنی سلطان المعظم ٹرکی کا نام بصراحت نہ پڑھا جائے تو وہ خطبہ ناقص ہوتا ہے اور اس نقص خطبہ کی وجہ سے نماز جمعہ فاسد ہوتی ہے ؟

(جواب ۴۰۲) زید کا یہ قول کہ خطبہ جمعہ میں خلیفہ وقت کا بصراحت نام نہ لینے سے خطبہ ناقص اور نماز فاسد ہو جاتی ہے صحیح نہیں ہے خلیفہ وقت کا خطبہ جمعہ و عیدین میں نام لینا خطبہ کی ضروریات میں سے نہیں ہے جسکے ترک سے خطبہ ناقص یا کالعدم ہو جائے ہاں عرصہ دراز سے خطبائے مسلمین کا تعامل اس طرح جاری ہے کہ خلیفہ وقت کا نام لیکر اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور نام لینا اور دعا کرنا جائز تھا پھر تعامل سے اس جواز کو اور زیادہ تقویت ہو گئی اس لئے خطیب کو خلیفہ کا نام صراحۃً لینا اور اس کے لئے دعا کرنا ہی مناسب ہے اور جب ترک ذکر میں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو ذکر کرنا مؤکد ہو جاتا ہے شامی میں ہے وایضا فان الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الان من شعار السلطنة فمن ترکه یخشی علیه ولذا قال بعض العلماء لوقیل ان الدعاء له واجب لما فی ترکه من الفتنة غالبا لم یبعد

---

(۱) (مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی' کتاب الصلاة ۱/۱۵۱ ط امجد اکیڈمی' لاهور)

انتھی (۱) (ردالمحتار شامی جلد ۱ مطبوعہ مصر) واللہ اعلم۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

ہاتھ میں عصا لیکر خطبہ پڑھنا

(سوال) ہمارے شہر جام نگر اور تمام علاقہ کاٹھیاواڑ میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے ہوئے ایک عصا نہایت مزین لے کر کھڑا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اور بغیر عصا خطبہ پڑھنے کو خلاف سنت بتایا جاتا ہے اور تارک کو ملامت اور طعن کیا جاتا ہے اور ثبوت زید یہ دیتا ہے کہ شامی میں اور حدیث ابو داؤد میں ایسا کرنا سنت لکھا ہے عمرو جو تارک ہے کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس وقت تک عصا لے کر خطبہ پڑھا ہے جب تک منبر نہیں بنا تھا بعد میں ایسا کرنا منقول نہیں اور عالمگیری میں خلاصہ اور محیط کے حوالہ سے قوس پر یا عصا پر سہارا لگا کر خطبہ پڑھنا مکروہ لکھا ہے اس لئے ضروری ہے کہ علمائے کرام ساتھ دلیل کے ہم کو اس کا فیصلہ دیں کہ مفتی بہ حنفیہ کے نزدیک کیا قرار پایا ہے اور ابو داؤد اور شامی میں سنت ہونے کا جواب کیا ہے ؟ بینوا توجروا

(جواب ۴۰۳) عصا ہاتھ میں لیکر خطبہ پڑھنا ثابت تو ہے لیکن بغیر عصا کے خطبہ پڑھنا اس سے زیادہ ثابت ہے پس حکم یہ ہے کہ عصا ہاتھ میں لینا بھی جائز ہے اور نہ لینا بہتر ہے اور حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے پس اس کو ضروری سمجھنا اور نہ لینے والے کو طعن تشنیع کرنا درست نہیں اسی طرح لینے والے کو بھی ملامت کرنا درست نہیں (۲) فقط

اردو زبان میں خطبہ خلاف سنت متوارثہ ہے

(سوال) مسلمانان ہند کی مادری زبان عموماً اردو ہے اور وہ زبان عربی سے بالکل ناواقف ہیں نیز اکثر مسلمان احکام ضروریہ سے بھی بے بہرہ ہیں خطبہ عربی میں پڑھا جاتا ہے تو وہ اس سے کچھ بھی مستفید نہیں ہو سکتے اس لئے ان کی خواہش ہے کہ عربی خطبہ پڑھنے کے بعد اس کا ترجمہ اردو زبان میں پڑھا جائے یہ جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** سید ابوالحسن قادری مددگار صدارت العالیہ سرکار عالی

(جواب ۴۰۴) خطبہ کا مسنون اور متوارث طریقہ یہی ہے کہ خالص عربی نثر میں ہو قرن اول میں بلاد عجم فتح ہوئے اور ان میں تبلیغ و تفہیم کی ضرورت آج سے بہت زیادہ تھی اور صحابہ کرامؓ میں عجمی زبان جاننے والے بھی موجود تھے اس کے باوجود کہیں ثابت نہیں کہ عجمی زبان میں خطبہ پڑھا گیا ہو تفہیم کی ضرورت سے انکار نہیں لیکن طریقہ ماثورہ کی حفاظت بھی ضروری ہے اس کی اچھی صورت یہ ہے کہ خطیب مادری

---

(۱) (باب الجمعة ۲/ ۱۴۹ ط سعید)

(۲) ویکرہ أیتکئ علی قوس أو عصا (درمختار) و فی الشامیة : " فی روایة أبی داؤد انه ﷺ قام أی فی الخطبة متوکئا علی عصا أو قوس و نقل القهستانی عن عبدالمحیط أن اخذ العصا سنة کالقیام (باب الجمعة ۲/ ۱۶۳ ط سعید)

زبان میں خطبہ شروع کرنے سے پہلے تقریر کردے اور ضروریات دینیہ بیان کردے پھر خطبہ کی اذان ہو اور دونوں خطبے عربی زبان میں پڑھے(۱) خطبوں میں اختصار کو مد نظر رکھے مثلاً مادری زبان میں ۳۰ منٹ تقریر کرے اور دونوں عربی خطبے پانچ سات منٹ میں ختم کردے اسی طرح تبلیغ و تفہیم کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور خطبہ کی ہیئت مسنونہ ماثورہ بھی محفوظ رہے گی۔

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ۔ ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ

اذان ثانی خطیب کے سامنے ہونی چاہئیے

(سوال) جو اذان بروز جمعہ بوقت خطبہ خطیب کے سامنے پڑھی جاتی ہے وہ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے ہو یا باہر صحن میں؟

(جواب ۴۰۵) خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہونا چاہئیے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ احادیث میں دونوں طرح وارد ہوا ہے شامی جلد اول میں ہے۔ **وقال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللہ ﷺ مسجدہ فکان یؤذن بعد علی ظھر المسجد وقد رفع لہ شئی فوق ظھرہ** (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے اور خود آنحضرت ﷺ کی مسجد میں حضرت بلالؓ چھت پر اذان کہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ سنہری مسجد، دہلی

ڈھائی ہزار والی آبادی میں جمعہ کا حکم

(سوال) ایک بستی کی آبادی ڈھائی ہزار ہے تین مسجدیں ہیں آبادی کل مسلمانوں کی ہے ضروریات بھی مہیا ہوتی ہے عرصہ دراز سے تینوں مسجدوں میں جمعہ ہو رہا ہے ایک بزرگ صاحب آج کل آئے ہوئے ہیں وہ جمعہ نہیں پڑھ رہے ہیں۔ المستفتی نمبر ۹۹ فدا حسین موضع شوندت ڈاکخانہ کٹھور ضلع میرٹھ

۱۸ رجب ۱۳۵۲ھ ۸ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۴۰۶) جمعہ کی نماز اس بستی میں پڑھی جائے مگر تینوں مسجدوں میں سے ایک مسجد میں جو بڑی ہو پڑھنی چاہئیے اگر تینوں مسجدیں برابر ہوں تو جو مسجد سب سے قدیم ہو اس میں پڑھیں (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) فأنہ لاشك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة عن النبی والصحابة فیکون مکروھا تحریما الخ (عمدة الرعایة علی ھامش شرح الوقایة' باب الجمعة ۱ / ۲۰۰ ط سعید)

(۲) (باب الأذان' مطلب من بنی المنابر للأذان' ۱ / ۳۸۷ ط سعید) قال فی التنویر و شرحه و یؤذن ثانیاً بین یدی الخطیب الخ وفی الشامیة : " ای سبیل السنة کما یظھر من کلامھم (باب الجمعة ۲ / ۱۶۱ ط سعید)

(۳) وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا أسواق الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲ / ۱۳۸ ط سعید)

جمعہ وعیدین کا خطبہ فارسی میں پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) جمعہ کا خطبہ اردو فارسی نظم میں پڑھنا کیسا ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۷۷ حاجی عبدالبشیر خیاط قصبہ دارنگر ،ضلع بجنور۔ ۲۸ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء
(جواب ۴۰۷) جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں نظم اردو فارسی پڑھنی مکروہ ہے کیونکہ قرون اولیٰ میں باوجود ضرورت شدیدہ کے عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ پڑھے جانے کا ثبوت نہیں ہے اور نثر کے سوا نظم کا وجود نہیں پس طریقہ مسنونہ متوارثہ یہی ہے کہ خطبہ خالص عربی نثر میں پڑھا جائے۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مسجد میں آتے ہی سنت پڑھی جائیں
(۲) اذان ثانی کا جواب زبان سے نہ دیا جائے
(۳) خطبہ کا کچھ حصہ عربی اور کچھ اردو میں پڑھنا
(۴) دوران خطبہ منبر سے ایک زینہ اتر کر پھر چڑھنا بدعت ہے

(سوال) یہاں کی جامع مسجد میں اکثر اصحاب اس طور پر نماز جمعہ ادا فرماتے ہیں کہ جمعہ مسجد میں آکر بیٹھ جاتے ہیں جب ایک بجتا ہے تو اقامت خطبہ سے پہلے ایک تکبیر کہی جاتی ہے جب تکبیر پکاری جاتی ہے تو ادائیگی سنت کے لئے اٹھتے ہیں اور سنت ادا کر لینے کے بعد خطبہ ہوتا ہے تکبیر و خطبہ کے ساتھ مصلی و امام تکبیر کے الفاظ کو مثل اذان کی تکبیر کے دہرا کر دعا مانگتے ہیں بعدہ خطبہ شروع ہوتا ہے جب امام خطبہ اولیٰ عربی کے اندر پڑھ چکتے ہیں تو اس کا ترجمہ اردو اشعار میں کر کے خطبہ اولیٰ ختم کرتے ہیں جس سے خطبہ طویل ہو جاتا ہے بعد اس کے خطبہ ثانیہ میں جب الفاظ دعائیہ بحق سلطان المسلمین کے مقام پر آتے ہیں تو منبر کے دوسرے زینے پر نیچے آجاتے ہیں اور الفاظ دعائیہ ختم ہونے پر پھر سابق مقام پر اوپر جاتے ہیں ایسی صورت میں آپ سے نمبروار ذیل کی صورتوں پر طالب فتویٰ ہوں کہ ان صورتوں میں از روئے عقائد حنفیہ امام اعظمؒ کا کیا طریقہ تھا مفصل مع حوالجات جواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔
(۱) سنت قبل جمعہ کو تکبیر کے لئے مؤخر کر دینا (یعنی تکبیر صلوۃ پر سنت پڑھنا) کیسا ہے ؟
(۲) صلوٰۃ خطبہ کے الفاظ کو مثل الفاظ اذان دہرانا اور دعا مانگنا چاہیے یا نہیں ؟
(۳) خطبہ کے اندر خطبہ اولیٰ عربی زبان میں پڑھ چکنے کے بعد ترجمہ اردو اشعار میں پڑھنا جائز ہے' یا نہیں ؟
(۴) خطبہ ثانیہ میں بمقام دعا بحق سلطان المسلمین ایک زینہ نیچے آجانا اور پھر اوپر چلا جانا کیسا ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۳۰ محمد اسماعیل مقام گوندیا سی پی ۴ شعبان ۱۳۵۲ھ

---

(۱) فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي والصحابة فيكون مكروها تحريما الخ
(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ' باب الجمعة ۲ / ۳۸۷ ط سعيد)

(جواب ٤٠٨) (۱) سنتوں کو تکبیر کے لئے مؤخر کرنا نہیں چاہئیے بعد زوال مسجد میں آنے والے آتے ہی سنتیں پڑھ لیں بلکہ بیٹھنے سے پہلے سنتوں کو شروع کر دینا چاہئیے یہی مسنون ہے(۱)

(۲) اذان خطبہ کو دہرانا امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں چاہئیے(۲) اذان اول کی اجابت مسنون ہے نہ اذان خطبہ کی لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اذان خطبہ کا جواب بھی دینا جائز ہے اگر اس کے موافق دہرائیں تو آہستہ دل میں دہرائیں۔

(۳) اردو ترجمہ نثر یا نظم میں کرنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے(۳)

(۴) بوقت دعائے سلطان المسلمین ایک زینہ نیچے اترنا اور پھر چڑھنا بے دلیل ہے اور مکروہ ہے(۴)

(۱) جو خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے

(۲) امام کے ساتھ محراب میں کھڑے ہونا

(۳) خطبہ میں حاکم وقت کا نام لینا

(سوال) (۱) جمعہ کے دن ایک آدمی خطبہ پڑھے اور دوسرے آدمی سے نماز پڑھانے کو کہے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دو آدمی اگر محراب کے اندر کھڑے ہو جائیں اور ایک آدمی نماز پڑھائے اور دوسرا یونہی مقتدی بن کر کھڑا ہو اور باقی سب لوگ پیچھے کھڑے ہوں جگہ بھی بہت ہے صفوں کے اندر اگر سو دو سو آدمی اور بھی ہوں تو آسکتے ہیں تو ایسی صورت میں امام کے ساتھ کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر ایک معمولی نواب کسی گاؤں کے اندر آجاویں اور جمعہ کا دن ہو اور خطبہ پڑھنے کے وقت ان کا نام خطبہ میں شامل کر کے پڑھ لیں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک معمولی نواب کے لئے مسجد سے نکلتے وقت ایک آدمی پکار کر کہے کہ ان نواب کا نام زور سے لیں اور باقی سب لوگ آمین کہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۱۳۲ مولوی عبدالستار صاحب 'نول گڑھ

۴ شعبان ۱۳۵۲ھ ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء

---

(۱) عن أبی قتادة أن رسول اللہ ﷺ قال: " إذا جاء أحدکم المسجدفلیصل سجد تین من قبل أن یجلس " (ابوداؤد، باب ماجاء فی الصلوۃ عند دخول المسجد ١ / ٧٤ ط مکتبہ امدادیہ' ملتان)

(۲) قال فی التنویر : " إذا خرج الإمام فلا صلوۃ ولا کلام الخ (باب الجمعة ٣/١٥٨ ط سعید) وفی الشامیة: ینبغی أن لا یجیب بلسانه اتفاقاً بین یدی الخطیب الخ (باب الأذان ١ / ٣٩٩ ط سعید)

(۳) فإنة لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی والصحابة فیکون مکروهاً تحریماً الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة' باب الجمعة ١ / ٢٠٠ ط سعید)

(٤) قال ابن حجر فی التحفة : " وبحث أن ما اعتید الآن من النزول فی الخطبة الثانیة إلی درجة سفلی ثم العود بدعة قبیحة شنیعة (رد المحتار' باب الجمعة ٢ / ١٦١ ط سعید)

(جواب ۴۰۹) (۱) ایک شخص جمعہ کا خطبہ پڑھے اور اس کی اجازت سے دوسرا شخص نماز پڑھاوے تو یہ جائز ہے (۱)

(۲) جگہ ہو تو امام کے ساتھ کھڑا نہ ہونا چاہئیے جگہ کی تنگی ہو تو ایسی صورت میں جائز ہے۔

(۳) معمولی نواب اگر با اختیار حاکم ہو تو خیر ورنہ غیر مختار اور غیر حاکم کا نام لینا مکروہ ہے (۲)

(۴) اس سوال سے کیا غرض ہے سمجھ میں نہیں آئی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پہلے وعظ کر کے خطبہ عربی میں پڑھا جائے

(سوال) ایک فریق جمعہ کے عربی خطبہ کے مفہوم کو اردو میں سننے اور سمجھنے پر مصر ہے دوسرا فریق ایسا کرنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی قرار دیتا ہے اور اپنی تائید میں متقدمین کے مسلک کو پیش کرتا ہے اختلاف کو مٹانے کا کوئی احسن طریقہ تحریر فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۲۴۶ حافظ عبدالشکور صاحب

۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۱۰) اس اختلاف کو مٹانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خطیب منبر پر جاکر پہلے اردو میں وعظ و نصیحت جو کچھ کرنا ہو کر دے پھر خطبہ کی اذان کہلوائے اور دونوں خطبے خالص عربی میں نہایت مختصر طور پر پڑھ دے کہ دونوں خطبوں میں پانچ منٹ صرف ہوں اس طرح دونوں فریق مطمئن ہو جائیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ

(سوال) خطبہ جمعہ سے قبل وعظ کہنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۴۷ انوار الحق صاحب ناظم مدرسہ تجوید القرآن قصبہ جھالو ضلع بجنور۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۱۱) خطبہ جمعہ سے قبل وعظ کہنا جائز ہے اس میں کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غیر عربی میں خطبہ درست نہیں

(سوال) پنجاب میں رواج ہے کہ جمعہ کو بعد اذان ثانی کچھ خطبہ عربی میں پڑھ کر اردو میں نثراً و نظماً وعظ کہتے ہیں بعض جگہ کئی کئی گھنٹے تک وعظ کے بعد خطبہ پورا کرتے ہیں کہیں کہیں دوران وعظ میں چندہ بھی جمع

---

(۱) لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب' لأن الجمعة مع الخطبة كشئ واحد فلا ينبغي أن يقيمهما اثنان وإن فعل جاز الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲ / ۱۴۱ ط سعيد)

(۲) فإن الدعاء للسلطان على المنابر قد صار الآن من شعائر السلطنة فمن تراه يخشى عليه الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲ / ۱۴۹ ط سعيد)

ہوتا ہے نماز جمعہ میں اکثر تین بج جاتے ہیں کیا یہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے ؟ نیز قبل از نماز پنجگانہ یا قبل از اذان خطبہ مسائل واحکام دین بیان کرنا (تاکہ لوگ بیکار نہ بیٹھیں) جائز ہے یا نہیں ؟ یہ عاجز سہارنپور کا باشندہ ہے اور مظاہر علوم سے تحصیل عربی کئے ہوئے ہے اس کا طرز عمل یہ ہے کہ پہلی اذان کے بعد جب تک خطبہ کا وقت ہو اور لوگ جمع ہوں کچھ ضروری مسائل سنا دیتا ہے اس پر اہل حدیث لوگ خصوصاً مولوی عبداللہ امرتسری اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کہیں ثابت نہیں نہ حضور ﷺ نے نہ صحابہ نے نہ اس کے بعد تابعی نے کیا یہ بدعت ہے اس سے بچنا چاہئے گویا خطبوں کے درمیان وعظ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۱ حافظ محمد اسحاق انصاری۔ روپڑ۔ ضلع انبالہ۔ ۷ محرم ۱۳۵۳ھ م ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۱۲) خطبہ جمعہ خالص عربی نثر میں ثابت ہے عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ ثابت نہیں (۱) اگرچہ صحابہ بلکہ خلفاء کے زمانے میں ہی فارس وغیرہ فتح ہو گئے تھے اور لوگوں کے جدید الاسلام ہونے کی وجہ سے ان کی زبان میں تفہیم کی ضرورت آج سے بہت زیادہ تھی اور صحابہ اور مسلمانوں میں فارسی زبان جاننے والے بھی کثرت سے موجود تھے باوجود اس کے عربی کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ نہیں پڑھا گیا اس لئے خطبہ کا طریقہ ماثورہ متواترہ مسنونہ یہی ہے کہ وہ خالص عربی میں ہو اور تطویل خطبہ کی بھی مکروہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے پریشان کن ہے اب رہا افہام و تفہیم کا مسئلہ تو اس کی بہتر صورت یہی ہے کہ خطبہ کی اذان سے پہلے مقامی زبان میں لوگوں کو وقتی ضروریات اور ضروری مسائل سے آگاہ کر دیا جائے لیکن تطویل نہ کی جائے تھوڑا سا وقت جو قابل برداشت ہو اس میں صرف کیا جائے اس کے بعد خطبہ کی اذان ہو اور خطبہ مسنونہ طریقہ پر خالص عربی میں ادا کیا جائے دونوں خطبے صرف پانچ منٹ میں ادا ہو سکتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) عنوان مثل بالا

(۲) ایضاً (۳) ایضاً

(سوال) المستفتی نمبر ۳۱۵ محمد رفیق امام جامع مسجد (گیا) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۷ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۱۳) خطبہ جمعہ کی اذان سے پہلے مقامی زبان میں وعظ و نصیحت کرنا جائز ہے خطبہ خالص عربی میں مسنون و متوارث ہے اس کو غیر عربی سے مخلوط نہ کرنا چاہئے اگر کیا جائے گا تو مسنون متوارث کے خلاف ہوگا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۴۱۴) (المستفتی نمبر ۱۱۴ سید محبوب حسن (نرائن گڈھ)
۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء

---

(۱) فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي والصحابة فيكون مكروهاً تحريماً الخ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية باب الجمعة ۱ / ۲۰۰ ط سعيد) (۲) (ایضاً)

جمعہ کے خطبہ میں اردو فارسی نظم یا نثر خلاف سنت ہے(۱) عربی نثر میں خطبہ پڑھنا مسنون ہے خطبہ سے پہلے اپنی زبان میں وعظ و نصیحت کر سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۴۱۵) (المستفتی نمبر ۷۵۲ مرزا یوسف بیگ) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۹ جولائی ۱۹۳۵ء
جمعہ کی نماز میں مسلمانوں کے جمع عظیم کے اجتماع اور اظہار شوکت اسلامیہ کو بڑا دخل ہے اجتماع عظیم کے سامنے خطبہ دینے کا مقصد ان کی دینی اجتماعی ضرورتوں کا رفع کرنا اور ان کے متعلق احکام اسلامیہ کی تبلیغ کرنا ایک جم غفیر کا اجتماعی حیثیت سے رب العالمین کی بارگاہ معلی میں سر بسجود ہونا ہے ایک خطبہ ہمیشہ کے لئے معین کر لینا اور ہر جمعہ کو وہی پڑھ دینا اگرچہ خطبہ کی فرضیت کو پورا کر دیتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مقصد خطبہ سے دور ہے بااین ہمہ خطبہ میں نظم و اشعار پڑھنا غیر ضروری باتیں کرنا عربی نثر کے سوا اور کسی طرح خطبہ پڑھنا بھی سنت قدیمہ متوارثہ کے خلاف ہے(۲) بہتر صورت یہ ہے کہ اذان خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تمام ضروری باتیں بیان کر دی جائیں جن میں مسائل بھی ہوں اور دوسری اجتماعی اور سیاسی ضروری باتیں بھی ہوں اس کے بعد خطبہ کی اذان ہو اور زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں دونوں خطبے خالص عربی زبان میں ادا کر لئے جائیں اس میں ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور خطبہ کی وضع مسنون بھی قائم رہے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اذان ثانی کے بعد دعا زبان سے نہ پڑھی جائے

(سوال) اذان ثانیہ جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے اس کے بعد دعا ہے جیسا کہ اذان اول میں مسنون ہے اللھم رب ھذہ الدعوۃ الخ پڑھنی چاہئیے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۳۳۱ (از ٹرانسوال) ۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۱۹ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۱۶) اذان ثانیہ کے بعد دعائے اذان نہیں پڑھنی چاہئیے لیکن اگر کوئی شخص دل ہی دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے پڑھ لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اگرچہ نہ پڑھنا ہی بہتر ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بوقت خطبہ ہاتھ میں عصا لینا کیسا ہے ؟

(سوال) گرفتن عصا بوقت خطبہ خواندن نماز جمعہ چگونہ است ؟

---

(۱) (ایضاً حوالہ صفحہ گزشتہ حاشیہ ۱)
(۲) فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابة فيكون مكروها تحريما الخ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب الجمعة ۱/ ۲۰۰ ط سعيد)
(۳) و ينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقا بين يدي الخطيب الخ (الدر المختار' باب الأذان' ۱/ ۳۹۹ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۸۷۴ باسہ میاں (مولمین برما) ۱۱ صفر ۱۳۵۴ھ ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء
(ترجمہ) خطبہ جمعہ کے وقت ہاتھ میں عصا تھامنا کیسا ہے ؟
(جواب ۴۱۷) بوقت خطبہ عصا گرفتن لازم نیست اگر ملک عنوۃ فتح کردہ شود خطیب را شمشیر حمائل کردن مستحب است اما عصا بدست گرفتن بدعت ہم نیست۔ چہ از روایتے معلوم میشود کہ آنحضرت ﷺ ہم بوقت خطبہ عصا یا قوس بدست گرفتہ اند۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'
(ترجمہ) خطبہ کے وقت عصا تھامنا لازم نہیں ہے اگر ملک کو غلبہ کے ساتھ فتح کیا جائے تو خطیب کو شمشیر کا حمائل کرنا مستحب ہے لیکن ہاتھ میں عصا لینا بدعت بھی نہیں ہے کیونکہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی خطبہ کے وقت عصا یا قوس تھامی ہے۔(۱) واللہ اعلم' محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سوال مثل بالا

(سوال نمبر ۵۰۹)
(جواب ۴۱۸) خطبہ جمعہ میں عصا ہاتھ میں رکھنا نہ واجب ہے نہ مسنون مؤکدہ زیادہ سے زیادہ مستحب مندوب ہے جس کو سنن زوائد میں شمار کیا جا سکتا ہے اور "در مختار" میں سے تو "خلاصہ" سے عصا پر خطیب کا سہارا دینا مکروہ لکھا ہے مگر قہستانی نے اس کو سنت بتایا ہے سنت سے مراد وہی سنت غیر مؤکدہ ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

خطبہ میں بادشاہ وقت اور خادم الحرمین کے لئے دعا

(سوال) ایک خطیب نے جمعہ کے دوسرے خطبہ میں حجاز مقدس کے بادشاہ سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن السعود کا نام لیکر دعا کی سامعین خطبہ کہتے ہیں کہ مسلمانان ہند ان کو بادشاہ تسلیم نہیں کرتے ان کا نام نہیں پڑھنا چاہئیے اور بعض لوگ انکو برا بھلا کہتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے ؟
المستفتی نمبر ۴۹۲ حافظ اسماعیل بادہان۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۱۸ جون ۱۹۳۵ء
(جواب ۴۱۹) سلطان ابن سعود حجاز و نجد کے حکمراں اور حرمین شریفین کے خادم و محافظ ضرور ہیں ان کے لئے خطبہ میں دعا کرنا بحیثیت خادم حرمین شریفین ہونے کے جائز ہے ان کو برا بھلا کہنا گناہ ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

---

(۱) وفی راوية أبی داؤد أنه ﷺ قام أی فی الخطبة متوكئاً على عصا أوقوس و نقل القهستانی عن عبدالمحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۶۳ ط سعيد)
(۲) وفی الخلاصة: " يكره أن يتكئ على قوس أو عصا (در مختار) و فی الشامية : " و نقل القهستانی عن عبدالمحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام" (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱۶۳ ط سعيد) فقہاء کی عبارات مختلف ہیں یہ کہ فی نفسہ سنت غیر مؤکدہ ہے اور اس کا التزام مکروہ اور بدعت ہے
(۳) أما ما اعتيد فی زماننا من الدعاء للسلاطين العثمانية أيد هم الله . كسلطان البرين والبحرين و خادم الحرمين الشريفين فلا مانع منه (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱۵۰ ط سعيد)

خطبہ عربی میں اور مختصر ہونا چاہئیے اور منبر پر پڑھا جائے

(سوال) ایک امام صاحب نماز جمعہ پڑھاتے ہیں خطبہ بہت طویل پڑھتے ہیں کہ ایک گھنٹہ ہو جاتا ہے خطبہ کا پورا ترجمہ بھی پڑھتے ہیں کیا خطبہ کا ترجمہ پڑھنا بھی ضروری ہے ؟

ایک شخص کا بیان ہے کہ مسجد میں جو منبر ہوتا ہے وہ رسول کریم ﷺ کے وقت میں نہ تھا منبر حضرت امیر معاویہؓ نے ایجاد کیا ہے حقیقت اس کی کیا ہے ؟

المستفتی نمبر ۵۲۴ شیخ شفیق احمد (ضلع مونگھیر) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۹ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۲۰) خطبہ زیادہ طویل پڑھنا نہیں چاہئیے(۱) اور خطبہ کا ترجمہ پڑھنا بھی طریقہ مسنونہ متوارثہ کے خلاف ہے۔

منبر آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بنا اور حضور اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا ہے یہ بات غلط ہے کہ منبر کی ایجاد حضرت امیر معاویہؓ نے کی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) خطبہ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مباح ہے
(۲) خطبہ عربی زبان میں ہونا چاہئیے

(سوال) (۱) کیا بروز جمعہ مجمع کی کثرت کو پیش نظر رکھ کر لاؤڈ اسپیکر کا مسجد میں استعمال کرنا شرعاً جائز ہے ؟ تاکہ اس کے ذریعہ دور دور کے لوگوں تک خطیب کا خطبہ اور ضروری مسائل کی تقریر پہنچائی جا سکے نماز کی قرأۃ اور تکبیرات کی تبلیغ ہر گز مقصود نہیں ہے۔

(۲) جمعہ کے خطبہ میں اردو زبان میں وعظ کرنا یا اردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۸۹ حضرت مولانا مولوی سید سراج احمد صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ جامع ڈابھیل ضلع سورت۔ ۲۴ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۲۱) (۱) لاؤڈ اسپیکر (آلہ مکبر الصوت) کا خطبہ اور وعظ میں استعمال کرنا جائز ہے کوئی وجہ عدم جواز کی نظر نہیں آتی(۳) (۲) خطبہ جمعہ و عیدین میں خالص عربی نثر میں خطبہ پڑھنا مسنون و متوارث ہے اس کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی نظم میں پڑھنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے 'گو خطبہ تو ادا ہو جائے گا لیکن خلاف متوارث ہونے کی وجہ سے کراہت ہو گی(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) والرابع عشر تخفیف الخطبتین بقدر سورة من طوال المفصل و یکره التطویل (عالمگیریة' الباب العاشر فی صلاة الجمعة ۱/۱٤۷ ط ماجدیه) (۲) ومن السنة أن یخطب علیه اقتداءً به ﷺ...... و منبره ﷺ کان ثلث درج غیر المسمات بالمستراح الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱٦۱ ط سعید) عن عبدالله بن مسعود قال : "کان رسول الله ﷺ إذا استوی علی المنبر استقبلناه بوجوهنا" (ترمذی باب فی استقبال الإمام إذا خطب ۱/۱۱٤ ط سعید) (۳) ومن المستحب ان یرفع الخطیب صوته الخ (عالمگیریة' الباب العاشر فی صلاة الجمعة ۱/۱٤۷ ط ماجدیه) (٤) فإنه لا شك فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروها تحریما الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة' باب الجمعة ۱/۲۰۰ ط سعید)

(۱) خطبہ اردو میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) خطبہ کی حقیقت کیا ہے ؟
(۳) وعظ خطبہ سے پہلے ہو اور خطبہ عربی میں
(۴) نماز کے بعد انتشار فی الارض کا حکم اباحت کے لئے ہے

(سوال) خطبہ جمعہ و عیدین کس زبان میں ہونے چاہئیں ؟ (۲) شریعت مطہرہ میں خطبہ کی حقیقت کیا ہے ؟ (۳) لوگوں کا اشتیاق اگر ہو تو کیا خطبہ کا ترجمہ خطیب کو سنا دینا چاہئیے یا نہیں ؟ اگر ترجمہ سنایا جائے تو کب ؟ خطبہ کے بعد ہی منبر پر یا فراغ جمعہ کے بعد ؟ (۴) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے فرضوں کے بعد فوراً ہی مسجد سے چلے جانا چاہئیے اور کسی ضرورت شرعی (مثلاً ادائیگی سنن و نوافل سماع وعظ تسبیح و ذکر وغیرہ) کی وجہ سے بھی مسجد میں ٹھہرے رہنا جائز نہیں اور کہتے ہیں کہ آیت کریمہ **فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا** سے یہ حکم ثابت اور منصوص ہے کیا اس انتشار سے یہی مراد ہے مسائل مذکورہ میں شوافع اور احناف کے نزدیک اگر کوئی گنجائش اور توسع ہو تو ظاہر کر دی جائے یہ اختلاف وہاں ہے جہاں حنفی اور شافعی دونوں قسم کے حضرات ہیں۔

المستفتی نمبر ۴۴۷ عبدالحمید کوکنی ڈابھیل ضلع سورت۔
۶ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۲) (۱) خطبہ جمعہ و عیدین کا طریقہ مسنونہ متوارثہ یہی ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو قرون اولیٰ میں باوجود ضرورت شدیدہ کے کہ اس وقت تعلیم احکام اور تبلیغ اسلام کی بہت زیادہ ضرورت تھی خطبہ کی عربیت کو ترک نہیں کیا گیا (۱) (۲) خطبہ کی حیثیت وعظ و تذکیر اور ذکر اللہ سے مرکب ہے (۲) (۳) اگر خطیب اذان خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں پندرہ بیس منٹ پہلے کچھ ضروری باتیں بیان کر دے اس کے بعد اذان کہلوائے اور بقدر ادائیگی فرض مختصر طور پر عربی میں خطبہ پڑھ لے (اور خطبتین کے لئے پانچ سات منٹ کافی ہوں گے) تو یہ صورت بہتر ہو گی (۴) انتشار فی الارض کا حکم محض اباحت کے لئے ہے نہ وجوب کے لئے اور اگر کوئی مسجد میں نوافل و سنن پڑھے یا مسجد سے نہ نکلے شام تک بیٹھا رہے تو وہ کسی قسم کا گناہ گار نہیں ہو گا جیسے کہ مسجد سے نکلنے والے اگلے حکم **وابتغوا من فضل اللہ** کے ترک سے گناہ گار نہیں ہوں گے اس کے علاوہ **قضیت الصلوۃ** کا مفہوم فراغ من السنن والنوافل تک وسیع ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابةؓ فيكون مكروها تحريماً الخ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب الجمعة ۱ / ۲۰۰ ط سعيد)
(۲) الشرط الرابع الخطبة' و عليه الجمهور و ركنها مطلق ذكر الله تعالى بنيتها الخ و سنتها كونها خطبتين بجلسة بينهما تشمل كل منهما على الحمد و التشهد والصلاة على النبي ﷺ (حلبى كبير' فصل فى صلاة الجمعة' ص ۵۵۵ ط سهيل اكيڈمی' لاهور)

غیر عربی میں خطبہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے

(سوال) خطبہ جمعہ کا مع عربی کے ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ و لیکچر پڑھنا امام شافعیؒ و امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؟ اگر اردو یا کسی غیر عربی زبان کو خطبہ میں شامل کیا جائے تو جمعہ ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۹۷۰ مولوی محمد علی (جوہانس برگ افریقہ) ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۳) امام شافعیؒ کے نزدیک خطبہ کا عربی زبان میں ہونا شرط ہے بغیر عربی زبان کے خطبہ صحیح نہیں اور جب خطبہ صحیح نہیں ہوا تو جمعہ بھی صحیح نہیں ہوا مگر خطبہ کے عربی ہونے سے مراد یہ ہے کہ خطبہ میں جتنی چیزیں فرض ہیں وہ سب عربی زبان میں ہوں (دونوں خطبوں میں حمد و صلوۃ اور وصیت اور وصیت بالتقویٰ کا ہونا اور کسی ایک خطبہ میں قرآن مجید کی کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرنا اور دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کے لئے دعا کرنا فرض ہے) ان کے علاوہ باقی خطبہ غیر عربی میں ہو تو سقوط فرضیت خطبہ کے منافی نہیں۔ **ویشترط کونها کلها عربية . قوله کلها ای الخطبة ای کل ارکانها فی الخطبتین ولا یضر غیر العربية فی غیر الارکان** (۱) (شرح منهاج الطالبين مع حاشيه للعلامة القليوبى) اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عربیت شرط نہیں ہے یعنی غیر عربی زبان میں بھی خطبہ ادا ہو جائے گا لیکن غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ بالاتفاق ہے کیونکہ قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر میں اس کا تعامل نہ تھا (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اردو یا فارسی میں خطبہ پڑھنے کا حکم

(سوال) جمعہ کا خطبہ عجمی زبان میں مثلاً اردو یا فارسی وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں اور اگر عربی زبان میں ہو تو ترجمہ کرنا اردو وغیرہ میں کیسا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۰۸۴ گل بادشاہ پشاوری (پشاور)

۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۴) خطبہ جمعہ خاص عربی زبان میں پڑھنا چاہیئے اور منبر پر یعنی خطبہ پڑھنے کے وقت ترجمہ نہ کریں یہ طریقہ مرضیہ اسلاف رحمہم اللہ و سنت سنیہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم و اسوہ حسنہ حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کا ہے اور اس سے خلاف کرنا مذموم و مکروہ ہے۔ ملخصاً حررہ مولوی عبداللہ الطوروی عفی عنہ۔

ہو الموفق بے شک سنت قدیمہ متوارثہ یہی ہے کہ خطبہ خالص عربی نثر میں ہو اس کے خلاف کرنا

---

(۱) (باب الجمعة ۱/ ۲۷۸، ط دار إحياء الكتب العربية، مصر)
(۲) فإنه لا شك فى أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى ﷺ والصحابةؓ فيكون مكروهاً تحريما الخ (عمدة الرعاية، على هامش شرح الوقاية، باب الجمعة ۱/ ۲۰۰ ط سعيد)

مکروہ ہے اگرچہ خطبہ ادا ہو جائے گا مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے کراہت آئے گی(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

خطبہ سے پہلے وعظ کرنا جائز ہے

(سوال) جمعہ کے روز جس وقت پہلی اذان جمعہ مسجد میں ہو جائے اس وقت کسی واعظ کو وعظ کہنا یا کہ خطیب جامع مسجد کو وعظ کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے اور وہ مسجد میں داخل ہو کر نماز سنت ادا کرتے ہیں وہ وعظ ہونے کی حالت میں نماز سنت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۰۸۶ جناب قاضی عبدالعزیز صاحب (انبالہ چھاؤنی)
۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م یکم اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٢٥) اذان اول ہو جانے اور سنتیں ادا کرنے کے لئے وقت چھوڑ کر اذان خطبہ سے قبل اگر کچھ ضروری باتیں مسلمانوں کو مقامی زبان میں سنادی جائیں تو مضائقہ نہیں لوگوں کو خیال رکھنا چاہئیے سنتیں پڑھ کر فارغ ہو جایا کریں یا علیحدہ جگہ میں سنتیں ادا کر لیا کریں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

اذان ثانی خطیب کے سامنے دی جائے

(سوال) بروز جمعہ خطیب کے سامنے جو اذان کہی جاتی ہے وہ منبر کے سامنے قریب میں کھڑے ہو کر جیسا کہ عام دستور ہے دینی چاہئیے یا مسجد کے باہر صحن میں منبر سے دور تمام نمازیوں کے پیچھے کھڑے ہو کر دینی چاہئیے۔ المستفتی نمبر ۱۱۶۵ عبدالرحمٰن و محمد حسین صاحبان (ساورہ)
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٢٦) لازم نہیں کہ اذان خطبہ منبر کے پاس کہی جائے بلکہ منبر سے دور امام کے سامنے دو چار صفوں کے بعد یا تمام صفوں کے بعد بھی کہنی جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

---

(۱) ولا يشترط كونها بالعربية فلو خطب بالفارسية جاز' كذا قالوا' والمراد بالجواز هو الجواز في حق الصلاة بمعنى أنه يكفي لأداء الشرطية' و تصح بها الصلاة' لا الجواز بمعنى الإباحة المطلقة فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابة فيكون مكروها تحريماً' وكذا قرأة الأشعار الفارسية والهندية فيها (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب الجمعة ۱/ ۲۰۰ ط سعيد)
(۲) ان تميماً الداري استأ ذن عمر في القصص سنين فأبى أن يأذن له' فاستأذنه في يوم واحد فلما أكثر عليه قال له ما تقول قال اقرأ عليهم القرآن وامرهم بالخير وأنها عن الشر قال عمر ذلك الذبح ثم قال عظ قبل أن أخرج في الجمعة فكان يفعل ذلك يوماً واحداً في الجمعة' (موضوعات كبير' مقدمة ص ۲۰' نور محمد' اصح المطابع' كراچى)
اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داری کو وعظ کہنے کی اجازت دی تھی۔
(۳) صف اول کی قید تو کہیں نہیں ملتی البتہ کتب فقہ کے الفاظ ' إمام المنبر' عند المنبر اور بين يدى المنبر وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان منبر کے سامنے اور قریب ہونی چاہئیے و صرح به القهستاني حيث قال وإذا جلس الإمام على المنبر أذن أذانا ثانياً بين يديه (جامع الرموز' فصل في صلاة الجمعة ۱/ ۲۶۸ ط كريميه قزان)

غیر عربی میں خطبہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے

(سوال) (۱) جمعہ کا خطبہ کونسی زبان میں پڑھنا جائز ہے اگر اردو یا کسی اور زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھا جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟(۲) جمعہ کے خطبہ کو الحمد للہ اور درود شریف سے شروع کر کے اما بعد فیا ایہا الناس کے بعد سارا مضمون اگر خطیب اردو یا کسی اور زبان میں بیان کردے تو اس کے لئے فقہائے کرام کا کیا فتویٰ ہے۔ المستفتی نمبر ۷۴۴ امام عبدالصمد (جنوبی افریقہ)
۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۲۷) (۱) خطبہ جمعہ و عیدین عربی زبان میں مسنون و متوارث ہے عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ کل یا جزو پڑھنے سے خطبہ ادا تو ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا(۱) (۲) نمبر ۱ کا جواب اس کا بھی جواب ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘ دہلی

حضرت شاہ اسمٰعیل کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال) حضرت شاہ اسماعیل صاحب کا خطبہ جمعہ کیسا ہے اشعار خطبہ میں پڑھے جائیں یا نہیں ؟ عربی اردو اشعار میں کیا کچھ فرق ہے؟ المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۴۲۸) حضرت شاہ اسماعیل صاحب کا خطبہ جمعہ بہتر ہے اشعار خطبہ میں پڑھنا مکروہ ہے خواہ اردو ہوں یا فارسی یا عربی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘ دہلی

اذان ثانی کا جواب اور دعا زبان سے نہ پڑھی جائے

(سوال) جمعہ کی اذان ثانی کا جواب اور دعائے وسیلہ کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بصورت جواز ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنی چاہئیے یا بغیر ہاتھ اٹھائے نیز اس اذان کے جواب و دعائے وسیلہ میں امام و قوم کا ایک ہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے زید کہتا ہے کہ خطبہ کی دعا کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھاکر دعا مانگی ہے اور نہ مانگنے والا گمراہ ہے زید کا یہ قول کیسا ہے اور جو لوگ بعد اذان خطبہ دعا نہیں مانگتے ان کا عمل کیسا ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۸۳۶ محمد یاسین مدرس مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور۔ اعظم گڑھ

(جواب ۴۲۹) ہو الموفق امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خروج امام سے ختم خطبہ تک کوئی کلام نہیں کرنا چاہئیے ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ روایت ہے **عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ ﷺ من اغتسل یوم الجمعۃ و تطہر بما استطاع من طہر ثم ادہن او مس من طیب ثم راح فلم یفرق**

---

(۱) فإنہ لاشک فی أن الخطبۃ بغیر العربیۃ خلاف السنۃ المتوارثۃ من النبی ﷺ والصحابۃؓ فیکون مکروہا تحریما الخ (عمدۃ الرعایۃ علی ہامش شرح الوقایۃ‘ باب الجمعۃ ۱ / ۲۰۰ ط سعید)
(۲) (ایضاً)

بين اثنين فصلی ما كتب له ثم اذا خرج الامام انصت غفرله ما بينه و بين الجمعة الاخرىٰ (۱) (بخاری جلد اول ص ۱۲۴) کہ اس حدیث میں انصات کو خروج امام سے متعلق فرمایا ہے اور حدیث معاویہؓ کا جواب امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے یہ ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت امیر معاویہؓ چونکہ امام و خطیب تھے لہذا ان کی طرف سے اجابت اذان خارج نہیں کیونکہ انصات کا حکم غیر خطیب کے لئے ہے ہاں امام ابو یوسف و امام محمدؒ خطبہ شروع ہونے سے پہلے غیر خطیب کے لئے کلام دینی کو جائز فرماتے ہیں (۲) تو اجابت اذان اور دعائے وسیلہ ان کے نزدیک جائز ہے مگر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہمارے علم میں نہیں ہے زید جو اس بات کا مدعی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے اس کا ثبوت پیش کرنا اس کے ذمہ لازم ہے ورنہ من كذب علی متعمداً کی وعید کا مستحق ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

خطبہ جمعہ زیادہ طویل نہ ہو

(سوال) جمعہ میں خطبہ کا طویل ہونا اور نماز کا قصیر ہونا شرعاً کیسا ہے بعض مساجد میں امام صاحب خطبہ جمعہ تقریباً پندرہ منٹ میں ختم فرماتے ہیں اور نماز جمعہ تقریباً چار منٹ میں پس ارشاد فرماویں کہ ان امام صاحب کا یہ طرز عمل حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے یا نہیں۔

المستفتی نمبر ۱۸۴۲ حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب (رنگون) ۲۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٣٠) خطبہ جمعہ کا طویل نہ کرنا بہتر ہے اور نماز میں امام کو خفت کا لحاظ رکھنا مامور بہ ہے۔ عن عمار بن ياسر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان طول صلوٰة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه فاطيلوا الصلوة وقصروا الخطبة وان من البيان لسحر ارواه مسلم (۳) (مشكوة) (٤) وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا صلى احدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم والضعيف والكبير الخ متفق عليه (٥) (مشكوٰة) (٦)

پس نماز کی تطویل کی ترغیب جو مسلم کی روایت مذکورہ بالا میں ہے ابو ہریرہ کی روایت کی بنا پر اس حد کے اندر محدود ہے کہ جماعت پر مشقت نہ ہو اور حد مسنون سے آگے نہ بڑھے اور خطبہ کے اختصار سے غالباً یہ مقصد نہیں ہے کہ نماز کے وقت سے خطبہ کا وقت کم ہو' بلکہ مطلب یہ ہے کہ خطبہ ان خطبوں سے

---

(۱) (باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة' ۱/۱۲٤ ط قديمی كتب خانه كراچی)
(۲) قال: " لا بأس بالكلام قبل الخطبة وبعدها وإذا جلس عند الثانی" (الدر المختار' باب الجمعة ۲/۱۵۹ ط سعيد)
(۳) (فصل فی إيجاز الخطبة وطوال الخطبة ۱/۲۸٦' ط قديمی كتب خانه' كراچی)
(٤) (باب الخطبة والصلاة' الفصل الأول ص ۱۲۳ ط سعيد)
(٥) (بخاری باب إذا صلىٰ لنفسه فليطول ماشاء ۱/۹۷ ط قديمی كتب خانه' كراچی)
(٦) (باب الإمامة' ص ۱۰۱ ط سعيد)

کم ہو جو عرفاً طویل اور بڑے خطبے سمجھے جاتے ہیں خطبہ میں ضروری امور پر اکتفا کرنا چاہئیے[۱] ترمذی شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز بھی معتدل متوسط درجے کی ہوتی تھی خطبہ بھی معتدل اور متوسط درجہ کا ہوتا تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) خطبہ عبادت ہے یا نصیحت ؟
(۲) غیر عربی میں خطبہ پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) خطبہ جمعہ و عیدین عبادت ہے یا نصیحت ؟ (۲) خطبہ سامعین کی زبان میں پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۷۷ ۲۰ فرزند علی صاحب (برما) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٣١) (۱) عبادت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے[۲] (۲) عربی عبارت میں سنت متواترہ قدیمہ کے موافق پڑھنا بہتر ہے لیکن اگر مقامی زبان میں پڑھا جائے گا تو خطبہ ادا ہو جائے گا مگر سنت کے خلاف ہو گا[۳]
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) اردو زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے
(۲) ترکی ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا
(۳) ابتدا خطبہ میں تعوذ و تسمیہ آہستہ پڑھی جائے
(۴) خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا لینا جائز ہے
(۵) خطبہ میں منبر سے اترنا اور چڑھنا ثابت نہیں
(۶) خطبہ کے سننے کے وقت درود دل میں پڑھا جائے
(۷) خطبہ کے درمیان سنتیں پڑھنا جائز نہیں
(۸) مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی حرام ہے

(سوال) (۱) ہمارے ملک گجرات میں رواج ہے کہ زبان اردو میں خطیب خطبہ جمعہ پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) پیش امام نماز جمعہ ترکی ٹوپی پہن کر بغیر صافہ نماز جماعت پڑھاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) خطیب اعوذ باللہ اور بسم اللہ بہ آواز بلند پڑھتا ہے ؟

---

(۱) (باب ماجاء فی قصر الخطبة ۱/۱۱۳ ط سعید)

(۲) و یبدأ أی قبل الخطبة الاولی بالتعوذ سراً ثم بحمد الله تعالیٰ و الثناء علیه والشهاد تین . و العظة والتذکیر والقراء ة الخ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱٤۹ ط سعید)

(۳) فإنه لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابةؓ فیکون مکروها تحریماً الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة' باب الجمعة ۱/۲۰۰ ط سعید)

(۴) خطیب کابوقت خطبہ عصا پکڑنا یہ جائز ہے یا نہیں ؟
(۵) خطیب کا خطبہ ثانیہ میں ذکر سلاطین کے وقت سیڑھی سے اترنا جائز ہے یا نہیں ؟ پھر واپس چڑھنا
(۶) خطیب کا خطبہ ثانیہ میں آیت ان اللہ و ملائکتہ کا پڑھنا اور مصلیان کا خطبہ میں جہر سے درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۷) دو رکعت نماز خطبہ ہے یا نہیں ؟
(۸) مردوں کو سونے کے بٹن اور سونے کی خالص انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۱۲۵ سید محمد رشید ترمذی صاحب (مہی کانٹھا) ۱۴ شوال ۱۳۵۶ھ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۳۲) (۱) اردو میں خطبہ پڑھنا خلاف اولیٰ ہے 'خطبہ ادا ہو جاتا ہے (۱)
(۲) ٹوپی اور ترکی ٹوپی پہن کر نماز پڑھانے سے نماز ہو جاتی ہے۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ صافہ باندھ کر نماز جمعہ پڑھائے۔ (۲)
(۳) خطبہ کو الحمد للہ سے جہراً شروع کرنا چاہئیے۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ خطبہ سے پہلے جہراً نہیں پڑھنا چاہئیے (۳)
(۴) عصا ہاتھ میں لیکر خطبہ پڑھنا جائز تو ہے مگر لازم نہیں ہے (۴)
(۵) خطبہ میں ذکر سلاطین کے وقت سیڑھی سے اترنا اور پھر چڑھنا جائز نہیں (۵)
(۶) خطبہ میں جہراً درود شریف پڑھنا سامعین کو جائز نہیں جب خطیب آیت ان اللہ و ملائکتہ پڑھے تو سامعین دل میں درود شریف پڑھ لیں (۶)
(۷) خطبہ کے درمیان میں سنتوں کا پڑھنا بھی جائز نہیں ہے (۷)

---

(۱) ولا یشترط کونها بالعربیة فلو خطب بالفارسیة جاز ... فإنه لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروها تحریماً (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة' باب الجمعة ۱/۲۰۰ ط سعید)
(۲) وقد ذکروا ان المستحب أن یصلی الرجل فی قمیص وإزار و عمامة ولا یکره الاکتفاء بالقلنسوة الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها' ۱/۱۶۹ ط سعید)
(۳) ویبدأ بالتعوذ سرا (درمختار) ای قبل الخطبة الأولیٰ بالتعوذ سراً ثم بحمد الله تعالیٰ والثنا علیه (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۴۹' ط سعید)
(٤) وفی الخلاصة': "یکره أن یتکئ علی قوس أو عصا (درمختار) و فی الشامیة:" وفی روایة أبی داؤد أنه ﷺ قام أی فی الخطبة متوکئاً علی عصا أو قوس اه و نقل القهستانی عن عبدالمحیط:" ا ن أخذ العصا سنة کالقیام" (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۶۳ ط سعید)
(٥) أما اعتید من النزول فی الخطبة الثانیة إلی درجة سفلیٰ' ثم العود بدعة قبیحة شنیعة (رد المحتار' جمعة ۲/۱۶۱ ط سعید)
(٦) و کذلك إذا ذکر النبی ﷺ لا یجوز أن یصلی علیه بالجهر' بل بالقلب' و علیه الفتویٰ (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۵۸ ط سعید)
(٧) إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا کلام إلی تمامها الخ (تنویر الأبصار' باب الجمعة ۲/۱۵۸ ط سعید)

(۸) مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی حرام ہے(۱) اور خالص سونے کے بٹن بھی مکروہ ہیں(۲)

خطبہ جمعہ عربی نثر میں پڑھنا چاہئیے

(سوال) اشعار کا خطبہ جو جمعہ میں پڑھا جاتا ہے (الٰہی انت یا مولی الموالی۔ مصور نا بتقدیر الکمال) پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۲۶۴ محمد عبدالوہاب (رام پور)

۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۲۵ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۳۳) خطبہ جمعہ میں عربی کے اشعار پڑھنا خلاف اولیٰ ہے نثر عربی میں خطبہ ہو تو بہتر ہے(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عربی میں خطبہ مسنون ہے

(سوال) یہاں کی جامع مسجد میں یہاں کی دوسری مسجدوں کے مطابق یہ دستور چلا آتا ہے کہ بروز جمعہ اذان اول کے بعد اتنا وقفہ کیا جاتا ہے کہ چار سنتیں باطمینان پڑھ لی جائیں یعنی تقریباً نو دس منٹ کے بعد خطبہ بزبان عربی شروع ہوتا ہے جامع مسجد مذکور کے امام صاحب کی بابت مقتدیوں کو خطبہ کی طوالت کی شکایت پہلے سے تھی اور اس سے ان کو گرانی تھی مزید براں انہوں نے کئی جمعہ سے یہ نیا طریقہ اختیار کیا کہ چار سنتوں کے بعد وقت مقررہ پر خطبہ شروع کرنے کے بجائے پہلے اردو زبان میں مضمون خطبہ کے علاوہ دوسری تقریریں شامل کر کے بیان کرنا شروع کیا جس میں مقتدیوں نے یہ محسوس کیا کہ ان تقریروں میں مسلمانوں پر چوٹ اور طنزیہ جملے وغیرہ اور ذاتی جذبات نفسانیہ کا بھی شمول ہے ان تقریروں کے بعد اذان ثانی ہو کر ممدوح نے خطبہ عربی پڑھا متولیان مسجد وغیرہ کو پہلے ایک دفعہ کچھ خیال نہ ہوا لیکن بعد میں انہوں نے دیکھا کہ مقتدیوں میں اس کا چرچا ہو رہا ہے اور ان کو قوی اندیشہ ہوا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آئندہ رفتہ رفتہ خطبہ عربی کے بجائے خطبہ اردو جاری کر دیں اس کے علاوہ چونکہ نمازیوں کی بہت سی تعداد بہت پہلے سے آجاتی ہے اور بعد فراغت از جمعہ کھانا کھاتی ہے اس لئے بنابر تاخیر و طوالت ان کو اور بھی زیادہ گرانی ہونے لگی طوالت خطبہ کی بابت متولیوں نے امام صاحب موصوف کو پہلے ہی توجہ دلائی تھی کہ خطبہ جو لمبا پڑھتے ہیں

---

(۱) والتختم بالذهب على الرجال حرام' لمارويناه عن علىؓ الخ (هداية كتاب الكراهية ٢٨٨/٤ ط مكتبه شركة علميه' ملتان)

(۲) لیکن "درمختار" کی عبارت سے بلا کراہت جواز معلوم ہوتا ہے' وفي التتارخانية عن السير الكبير: " لا بأس بأزرار الديباج والذهب" (كتاب الحظر والإباحة' فصل في اللبس ٣٥٥/٦ ' ط سعيد وامداد الفتاوىٰ ١٢٩/٤ ط دار العلوم' كراچی)

(۳) فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابةؓ فيكون مكروها تحريما' وكذا قراء ة الأشعار الفارسية والهندية فيها" (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب الجمعة ٢٠٠/١ ط سعيد)

اس کو مسنون طریقہ کے مطابق مختصر فرمادیں اور خطبہ اور تقریروں میں اپنے جذبات سے کام لیتے ہوئے کسی مسلمان پر حملہ اور طنز نہ کریں اور اب یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اور مذکورہ وجوہ پر نظر رکھتے ہوئے ہدایت کی کہ آئندہ اذان اول کے بعد قدیمی دستور پر عمل کرتے ہوئے محض خطبہ عربی پر قناعت کریں کہ یہ نیا طریقہ مسجد مذکور کے نمازیوں میں تفرقہ اور جھگڑے کا باعث بن جائے گا اس لئے کہ گرانی مذکور کے علاوہ غیر زبان عربی میں خطبہ کے قائلین کی تعداد بھی یہاں بہت کم اور برائے نام ہے متولیوں کی طرف سے امام صاحب کو اس کی بھی اطلاع دی گئی کہ اگر نمازیوں کے سامنے کچھ بیان فرمانا چاہتے ہیں تو شب جمعہ کو بعد نماز عشاء کے جس میں بھی صدہا نمازیوں کی تعداد ہوتی ہے صحیح صحیح، خطبہ کا مطلب سادگی کے ساتھ بیان فرمادیا کریں اور متولیوں نے بھی یہ آپس میں قرار دے لیا تھا کہ اگر امام صاحب کی خواہش ہوگی تو ان کو بعد فراغ نماز جمعہ بیان کرنے کا موقع دے دیا جائے گا اس صورت میں بہت پہلے سے آنے والے اور بھوک سے گھبرا جانے والے جو چاہیں گے جا سکیں گے ان پر کوئی جبر نہیں پڑے گا بہر حال ان کی اختیار کردہ صورت کے کہ اس میں سب کو بخیال ادائے جمعہ خواہ مخواہ مجبوراً رکنا پڑتا ہے پس ارشاد ہو کہ صورت مسئولہ میں متولیان مسجد کا امام موصوف کو عمل مذکور سے روک دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۳ عبدالرزاق صاحب۔ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ٤٣٤) میں اس سے قبل متعدد سوالات کے جوابات میں لکھ چکا ہوں کہ خطبہ جمعہ و عیدین کا خالص عربی زبان اور نثر میں ہونا طریقہ مسنونہ متوارثہ ہے اس سنت قدیمہ متوارثہ کو محفوظ اور جاری رکھنا چاہئیے معہذا جو لوگ کہ مقامی زبان میں خطبہ کو ضروری اور مفید سمجھ کر اس کے اجرا کی حمایت کرتے ہیں ان کی یہ دلیل بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ نمازیوں کی بڑی تعداد عربی زبان سے ناواقف ہوتی ہے بلکہ خطیبوں کی اکثریت میں بھی عربیت سے ناواقف خطیب ہوتے ہیں اور خطبوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ایک مضمون کے چھپے ہوئے خطبے ہوتے ہیں اور خطیب ان کو ہمیشہ سنا دیتا ہے نہ خود سمجھتا ہے کہ اس نے کیا کہا نہ سامعین سمجھتے ہیں کہ ہمیں کیا سنایا گیا اس صورت میں خطبہ کی جہت تذکیر بالکل معطل ہو کر رہ گئی ہے(۱)

میں اس کے متعلق کئی مرتبہ یہ لکھ چکا ہوں کہ اگر خطیب مقامی زبان میں اذان خطبہ سے پہلے لوگوں کو وقتی ضرورات اسلامیہ سنادیا کرے پھر اذان خطبہ کہلوا کر عربی زبان میں خطبہ بقدر ادائیگی فرضیت خطبہ پڑھ دیا کرے تو مضائقہ نہیں تاکہ ضرورت تذکیر بھی پوری ہو جائے اور خطبہ کی ہیئت مسنونہ متوارثہ بھی پوری طرح محفوظ رہے بقدر ضرورت عربی خطبہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ منٹ (خطبتین کے لئے) کافی

---

(۱) فإنه لا شك فی أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابةؓ فيكون مكروها تحريما' (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب الجمعة ۱/ ۲۰۰ ط سعيد)

ہوں گے۔

مگر اذان خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تذکیر کے لئے دو باتیں لازم ہیں اول یہ کہ لوگ اس وقت اس مقام پر سنتیں نہ پڑھتے ہوں بلکہ کوئی علیحدہ جگہ سنتیں پڑھنے کے لئے ہو' دوسرے یہ کہ لوگ اس تقریر کو رغبت سے سنیں کیونکہ یہ محض ایک مطوعانہ فعل ہے' یہ فرض خطبہ نہیں ہے کہ کوئی راضی ہو یا نہ ہو وہ پڑھا جائے گا نیز اس تقریر میں صرف وہی باتیں بیان کی جائیں جن کا مذہبی لحاظ سے بیان کرنا ضروری ہو۔ تقریر میں طعن و تشنیع وغیرہ ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ اس سے آپس میں اختلاف اور بغض و عناد پیدا ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) خطبہ کا کچھ حصہ عربی میں اور کچھ اردو میں پڑھنا مکروہ ہے
(۲) خطبہ میں لاوڈ اسپیکر کا استعمال

(سوال) (۱) جمعہ و عیدین کے خطبے صرف اردو میں یا عربی خطبہ کا کامل ترجمہ یا بعض عربی میں اور بعض اردو میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو با کراہت یا بلا کراہت۔

(۲) نیز کیا شرعی مصالح پر نظر رکھتے ہوئے ان خطبوں میں الہ مکبر الصوت یعنی لاوڈ اسپیکر کا استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۵۶۱ جمیل الرحمن دہلی۔ ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ م ۱۷ جنوری ۱۹۴۰ء۔

(جواب ۴۳۵) خطبہ جمعہ و عیدین میں سنت قدیمہ متوارثہ یہی ہے کہ عربی زبان میں ہو صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں عجمی ممالک فتح ہو گئے تھے اور اسلام کے حدیث العہد ہونے کی بناء پر اس وقت بہت زیادہ ضرورت تھی کہ ان کی زبانوں میں احکام اسلام کی تبلیغ کی جائے باوجود اس کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین نے جمعہ اور عیدین کے خطبات کو خالص عربی زبان میں رکھا اور کسی عجمی زبان میں خطبہ نہیں پڑھا گیا لہذا خطبہ خالص عربی زبان میں پڑھنا سنت قدیمہ متوارثہ ہے اور اس کے خلاف اردو یا کسی دوسری مقامی زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی اور عجمی کو مخلوط کر دینا سنت قدیمہ متوارثہ کے خلاف ہے (۱)

(۲) لاوڈ اسپیکر کا خطبہ جمعہ و عیدین میں استعمال کرنا فی نفسہ مباح ہے کیونکہ یہ صرف ترفیع الصوت یعنی آواز کو بلند کرنے کا آلہ ہے (۲) لیکن اگر اس آلہ کے استعمال کو اس امر کا ذریعہ بنالیا جائے کہ خطبہ کی عربی زبان بدل کر کسی عجمی زبان میں خطبہ پڑھا جائے تو پھر اس آلہ کا استعمال بھی اس تسبیب کی وجہ سے خلاف سنت کی مد میں داخل ہو جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی ۔

---

(۱) فإنه لا شك فی أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابةؓ فيكون مكروها تحريما' (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية' باب الجمعة ۱ / ۲۰۰ ط سعيد)

(۲) ومن المستحب أن يرفع الخطيب صوته الخ (عالمگيرية' الباب العاشر فی صلاة الجمعة ۱ / ۱۴۷ ط ماجديه)

خطبہ سے پہلے یا بعد میں خطبہ کا ترجمہ کرنا

(سوال) جمعہ کے پہلے خطبہ کا ترجمہ منبر پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پڑھے اور بعدہ اصلی عبارت خطبہ پڑھے تو یہ کیسا ہے؟ نیز جمعہ کا خطبہ پہلا پڑھے اور بعدہ ترجمہ منبر پر کھڑے کھڑے پڑھے تو یہ کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۷ جناب محمد خاں صاحب (افریقہ)۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ م ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ٤٣٦) اگر خطیب اذان خطبہ سے پہلے ممبر پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مقامی زبان میں وعظ و تذکیر یا خطبہ کا ترجمہ سنا دے پھر خطبہ کی اذان کہی جائے اور خطیب دونوں خطبے عربی نثر میں پڑھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ معاملہ خطبہ عربی کے بعد نہ کیا جائے اذان خطبہ سے پہلے کر لیا جائے اور اذان خطبہ کے بعد عربی خالص کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا یا ترجمہ کرنا سنت قدیمہ متوارثہ کے خلاف ہے۔ خطبہ ادا ہو جاتا ہے مگر کراہت کے ساتھ۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

خطبہ غیر عربی میں سنت متوارثہ کے خلاف ہے

(سوال) ماقولکم فی ترجمة خطبة الجمعة والحال ان الحاضرین جاهلون بالعربیة.

المستفتی نمبر ۲۵۶۲ حاجی گل محمد منگلوری۔ ایس کے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ م ۲۸ جنوری ۱۹۴۰ء

(ترجمہ) جمعہ کے خطبہ کا ترجمہ کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ جب کہ حاضرین عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں۔

(جواب ٤٣٧) الخطبة فی العربیة هی المسنونة المتوارثة و ترجمتها فی لسان اخر مخالفة للسنة المتوارثة ومع هذا تنوب الترجمة بای لسان کان مناب الخطبة المفروضة وتصح الصلوة مع الکراهة (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(ترجمہ) عربی زبان میں ہی خطبہ دینا سنت متوارثہ ہے اور کسی دوسری زبان میں اس کا ترجمہ کرنا طریقہ متوارثہ کے خلاف ہے' اس کے باوجود ترجمہ سے خطبہ کی فرضیت ادا ہو جائے گی اور نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ

---

(۱) فإنه لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة الخ (عمدة الرعایة ۲ / ۲۰۰)

(۲) ولا یشترط کونها بالعربیة فلو خطب بالفارسیة أو بغیرها جاز' کذا قالوا والمراد بالجواز هوالجواز فی حق الصلاة بمعنی أنه یکفی لأداء الشرطیة وتصح بها الصلاة لا الجواز بمعنی الإباحة المطلقة' فإنه لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروها تحریماً (عمدة الرعایة علی هامش ' شرح وقایة' باب الجمعة ۱ / ۲۰۰ ط سعید)

خطبہ غیر عربی زبان میں مکروہ ہے

(سوال) ایک پیش امام صاحب جمعہ کے روز خطبہ نہ پڑھ کر منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کرتے ہیں اور مثنوی پڑھتے ہیں بعض مقتدیوں نے امام صاحب سے کئی دفعہ گزارش کی کہ خطبہ پڑھا کریں مگر وہ نہیں مانتے؟
المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیش)

(جواب ۴۳۸) شاید امام صاحب جمعہ کا خطبہ ہی اردو میں پڑھتے ہیں عربی میں نہیں پڑھتے تو یہ بات مکروہ ہے خطبہ عربی زبان میں پڑھنا سنت قدیمہ متوارثہ ہے ہاں خطبہ کی اذان سے پہلے اردو میں کچھ وعظ کر دیں یا مسائل واحکام بیان کر دیں تو اس میں مضائقہ نہیں ہے پھر خطبہ کی اذان ہو اور عربی زبان میں خطبہ پڑھا جائے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اذان ثانی خطیب کے سامنے کہی جائے

(سوال) دوسری اذان جو خطبہ جمعہ کے قبل کہتے ہیں وہ خطیب کے سامنے کہنا چاہئیے یا دوسری صف کے پیچھے بیچ کے در میں کہنا چاہئیے؟

(جواب ۴۳۹) خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہونی چاہئیے خواہ منبر کے قریب ہو یا دوسری تیسری صف کے درمیان ہو خواہ بالکل صفوں کے بعد۔ غرضیکہ مؤذن کا خطیب کے قریب ہونا ضروری نہیں ہے صرف سامنے ہونا چاہئیے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

(سوال) خطبہ ثانی کے وقت نماز سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں بعض ناجائز کونسی بات صحیح ہے؟

(جواب ۴۴۰) حنفی مذہب میں خطبہ کے وقت نماز پڑھنی مکروہ ہے' اس میں پہلے خطبہ اور دوسرے خطبہ کا حکم ایک ہے یعنی جس وقت سے خطبہ شروع ہو بلکہ امام خطبہ کے لئے منبر پر جانے کے لئے اٹھے اسوقت سے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے' ہاں جن لوگوں نے کہ امام کے اٹھنے سے پہلے سنت یا نفل یا کسی نماز کی نیت باندھ رکھی ہے وہ اپنی نماز پوری کر لیں اور کوئی شخص امام کے اٹھنے کے بعد سنت یا نفل کی نیت نہ باندھے یہ حنفی مذہب میں حکم ہے غیر مقلد خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اور پڑھتے ہیں(۳)

---

(۱) (ایضاً حوالہ صفحہ گزشتہ) (۲) إذا جلس الإمام علی المنبر أذن أذاناً ثانیاً بین یدیه الخ (جامع الرموز' فصل فی صلاۃ الجمعة ۲۶۸/۱ ط کریمیه قزان) (۳) إذا خرج الإمام فلا صلوۃ ولا کلام إلی تمامها ولو خرج' وهو فی السنة أو بعد قیامه لثالثة النفل یتم فی الأصح (تنویر مع شرحه) قال الشامی:" قوله:" فلا صلوۃ" شمل السنة وتحیة المسجد (باب الجمعة ۱۵۸/۲ ط سعید)

خطبہ خالص عربی نثر میں پڑھا جائے

(سوال) زید ایک مسجد میں امام ہے وہ خطبہ جمعہ پڑھتے وقت خطبہ اولیٰ میں چند جگہ عربی عبارت کا ترجمہ اردو زبان میں مشرح و مفصل بطور وعظ کر دیتا ہے آیا یہ درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۴۴۱) خطبہ کا مسنون و متوارث طریقہ تو یہی ہے کہ وہ خالص عربی نثر میں ہو اگر خطبہ عربی میں پڑھا جائے مگر درمیان میں اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے تو یہ خلاف اولیٰ ہو گا لیکن خطبہ ادا ہو جائے گا(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرسہ امینیہ دہلی'

خطبہ میں بادشاہ اسلام کے لئے دعا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) جمعہ کے خطبہ ثانی میں جب بادشاہ اسلام کا نام لیا جاتا ہے تو کیا ممبر کی ایک سیڑھی اترنا ضروری ہے ؟ حیدر آباد دکن کی اکثر بڑی بڑی مساجد' جامع مسجد' مکہ مسجد' چوک کی مسجد وغیرہ میں خطیب صاحب منبر سے ایک سیڑھی نیچے نہیں اترتے مگر بعض مساجد میں ایک سیڑھی نیچے اترنے کا عمل ہوتا ہے۔ ؟

(جواب ۴۴۲) خطبہ جمعہ میں بادشاہ اسلام کے لئے دعا کرنا جائز ہے(۲) اور اسکا نام لینے اور دعا کرنے کے وقت منبر کی سیڑھی سے اترنا ضروری نہیں ایک فضول بات ہے(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

خطبہ سے پہلے وعظ کہنا درست ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک مسجد کا خطیب بعد اذان اول جب کہ کچھ لوگ جمع ہو جاتے ہیں مسجد سے ملے ہوئے مکان سے مسجد میں آتا ہے سلام کر کے لکڑی کے منبر کے پاس کھڑا ہو کر خطبہ وعظ یعنی **الحمد للہ نحمدہ الخ اما بعد فاعوذ باللہ الخ** کے بعد کوئی ایک یا چند آیات تلاوت کر کے اردو میں وعظ کرتا ہے پون گھنٹہ یا کم و بیش وعظ کے بعد چار سنت ادا کرتا ہے اور دیگر مردم کچھ تو اذان اول کے بعد وعظ سے پہلے فارغ ہو لیتے ہیں کوئی درمیان وعظ میں ہی پڑھ لیتا ہے باقی وعظ کے بعد پڑھتے ہیں خطیب سنت ادا کرنے کے بعد منبر پر بیٹھتا

---

(۱) ولا یشترط کونها بالعربیة فلو خطب بالفارسیة أو بغیرها جاز' کذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز فی حق الصلاة بمعنى أنه یکفی لأداء الشرطیة وتصح بها الصلاة لا الجواز بمعنى الإباحة المطلقة' فإنه لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروها تحریماً (عمدة الرعایة علی هامش ' شرح وقایة باب الجمعة ۱/ ۲۰۰ ط سعید)

(۲) فإن سلطان هذا الزمان أحوج إلى الدعاء له ولأمراء بالصلاح والنصر على الأعداء ......فإن الدعاء للسلطان على المنابر قدصار الآن من شعائر السلطنة الخ (رد المحتار' باب الجمعة' ۲/ ۱۴۹ ط سعید)

(۳) قال ابن حجر فی التحفة :" وبحث بعضهم أن ما اعتبد الآن من النزول فی الخطبة الثانیة' إلى درجة سفلى' ثم العود بدعة قبیحة شنیعة (رد المحتار' باب الجمعة ۲/ ۱۶۱ ط سعید)

ہے اس کے سامنے اذان ثانی ہوتی ہے پھر خطبہ مسنونہ پڑھ کر نماز پڑھاتا ہے اس صورت مذکورہ کو ایک مولوی صاحبؒ خلاف سنت بتاتے ہیں اور تین خطبوں سے تعبیر کرتے ہیں؟

(جواب ۴۴۳) یہ صورت جائز ہے اور تین خطبے نہیں ہوئے بلکہ اذان ثانی کے بعد جو خطبے وہ پڑھتا ہے وہی مسنون خطبے جمعہ کے ہو جاتے ہیں اور پہلا وعظ وعظ ہی ہوگا خطبہ میں شامل نہیں ہوگا(۱)

محمد کفایت اللہ غفر لہ'

بوقت خطبہ درود دل میں پڑھا جائے

(سوال) دوران خطبہ میں کوئی شخص درود یا کوئی وظیفہ یا تسبیح اپنے دل میں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ السلام علیکم یا وعلیکم السلام کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ خطیب جب محمد ﷺ کہے تو خطبہ سننے والا ﷺ کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۴۴) دوران خطبہ میں وظیفہ' تسبیح' درود پڑھنا' سلام کرنا' سلام کا جواب دینا' سب منع ہے صحیح حدیث میں ہے من قال یوم الجمعة والخطیب یخطب انصت فقد لغا آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر دل میں ﷺ کہہ لے زبان سے نہ کہے نہ زور سے نہ آہستہ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) خطبہ میں " اللھم أید الإسلام" دعا پڑھنا
(۲) خطبہ میں بادشاہ کا نام لیکر دعا کرنا
(۳) جو صفات بادشاہ میں نہ ہوں بیان نہ کی جائیں
(۴) غیر متبع شریعت حاکم کے لئے دعا کرنا
(۵) بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے نعرے لگانا
(۶) خطبہ میں دعا کے لئے کیسے الفاظ ہونے چاہئیں؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) (۱) مندرجہ ذیل عبارت کو خطبہ جمعہ میں شامل کر کے پڑھنے کا حکم تمام مساجد بھوپال میں حکومت کی طرف سے جاری کر دیا گیا ہے اس سے نماز جمعہ میں کوئی نقص تو نہیں آئے گا؟

اللھم اید الاسلام والمسلمین بالا میرالعادل والرئیس الفاضل الامیرالحاج محمد حمید اللہ خان لا زالت رایات اقبالہ عالیة وایات جلالہ تالیة ظل اللہ علی العالمین والعالمین

---

(۱) ویسن خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتھما علی قدر سورة من طوال المفصل بجلسة بینھما (التنویر مع شرحہ' باب الجمعة ۲/۱۵۸ ط سعید)

(۲) إذا ذکر النبی ﷺ لا یجوز أن یصلی علیہ بالجھر' بل بالقلب علیہ الفتوی (رد المحتار' باب الجمعة ۲/۱۵۸ ط سعید)

خلد اللہ ملکه الی یوم الدین .

(۲) جس رئیس کا نام خطبہ میں لیا جائے اس کا عامل شرع ہونا لازم ہے یا نہیں ؟

(۳) خطبہ میں جو صفات بیان کئے جائیں وہ اس میں موجود نہ ہوں تو کیا حکم ہے ؟

(۴) اور اس حکومت میں قانون شرع بھی جاری نہ ہو بلکہ قانون انگریزی پر عمل در آمد ہوتا ہو اور صرف چند دفعات قانون موافق شرع ہوں تو کیا حکم ہے ؟

(۵) اور اگر رئیس کو خوش کرنے کی نیت سے کسی سرکاری آدمی نے یہ طریقہ اختیار کیا ہو ؟

(۶) جو الفاظ خطبہ میں شامل کئے جائیں وہ دعائیہ ہونے چاہئیں یا متکبرانہ ؟

(جواب ٤٤٥) خطبہ میں بادشاہ وقت کے لئے نصرت و فتح مندی اور ثبات علی الشریعت کی دعا کرنا جائز ہے(۱) جن فقہا نے منع کیا تھا ان کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ کی تعریف میں مبالغہ کرنا ناجائز ہے نفس دعا جب کہ عامہ مومنین کے لئے خطبہ میں ممنوع نہیں تو اولی الامر کے لئے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے پھر یہ کہ سلف سے متوارث بھی ہے' اس لئے جواز میں تردد نہیں ہے۔ ہاں بادشاہ کے ذکر میں ایسے الفاظ نہ کہنے چاہئیں جو اطرائے ممنوع یا کذب صریح میں داخل ہو جائیں سوال میں جو عبارت مذکور ہے وہ عدم جواز میں داخل ہو سکتی ہے البتہ اگر اس کو اس طرح بدل دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو جائے گی۔

اللهم انصر اميرنا امير الاسلام والمسلمين الامير محمد حميد الله خان نصرة منك تو ية ووفقه لا قامة العدل و رفع اعلام الدين المبين وايد بدوام دولة الاسلام والمسلمين و متعنا بظله الممدود على العلمين امين يا رب العلمين.

اس عبارت میں کسی فقہی روایت کی مخالفت نہیں ہے اور کوئی محذور شرعی نہیں ہے اور یہ مقصد کہ رئیس کا نام خطبہ میں آجائے اور اس کے لئے دعا ہو جائے بوجہ اتم حاصل ہو جاتا ہے۔

باقی یہ بات کہ دعا واجب ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کے لئے خطبہ میں دعا کرنا فی حد ذاتہ واجب تو کیا مستحب بھی نہیں ہاں اگر بادشاہ کسی مندوب یا مباح کا حکم کرے تو اطاعت واجب ہو جاتی ہے کیونکہ جائز امور میں اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اور چونکہ اولی الامر سے مراد مسلم بادشاہ ہیں اس لئے اس حکم کا اطلاق غیر مسلم امراء پر نہیں ہوگا۔

اس جواب کے بعد سوال کے باقی نمبروں کا جواب بھی سمجھ میں آجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ويندب ذكر الخلفاء الراشدين و العمين' لا الدعاء للسلطان وجوزه القهستاني ويكره تحريما بما ليس فيه الخ (درمختار) وفي الشامية : بل لا مانع من استحبابه فيها كما يدعى لعموم المسلمين' فإن في صلاحه صلاح العالم ...... فإن سلطان هذا الزمان أحوج إلى الدعاء له ولأمراء ه بالصلاح والنصر على الأعداء ...... فإن الدعاء للسلطان قدصار الآن من شعائر السلطنة (باب الجمعة ۲/ ۱٤۹ ط سعيد)

خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(سوال) جمعہ و عیدین کے دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۳ ۱۱۴ محمد عنایت حسین کھنور۔ ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ٤٤٦) خطبوں میں جلسہ کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

فصل چہارم ۔ تعطیل یوم جمعہ

جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو 'وہاں خرید و فروخت کی ممانعت نہیں

(سوال) جن جگہوں میں جمعہ جائز نہیں وہاں جمعہ کے روز بعد اذان ظہر خرید و فروخت بند کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤٤٧) جن جگہوں میں جمعہ جائز نہیں ایسی جگہوں میں بعد اذان ظہر خرید و فروخت میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ جمعہ کے روز اذان کے بعد خرید و فروخت کے مکروہ ہونے کی علت استماع خطبہ ہے اور یہ علت ظہر میں مفقود ہے(۲) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

اذان جمعہ سے پہلے کاروبار جائز ہے

(سوال) مسلمان جمعہ کے دن جمعہ کی فضیلت و غسل و نماز کے لئے فجر سے نماز جمعہ کے بعد تک اپنی دکانوں کو بند رکھتے ہیں آیا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں ؟ یہاں کے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بدعت بلکہ حرام ہے کیونکہ اس میں عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے وہ لوگ بھی اتوار کے دن اپنی دکانیں بند کرتے ہیں دوسرے یہ کہ قرآن شریف میں سورہ جمعہ میں آیت **اذا نودی للصلوٰۃ الخ** میں خدائے تبارک و تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ جب اذان ہو تو کاروبار بند کر دو کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے ؟

(جواب ۴۴۸) جمعہ کے روز اذان جمعہ سے پہلے تجارت اور تمام کاروبار کرنا جائز ہے اذان جمعہ سے پہلے کوئی کام ممنوع نہیں پس اگر کاروبار بند کرنے والے اس خیال سے دکانیں اور کاروبار بند کریں کہ نماز جمعہ سے پہلے ان چیزوں میں مشغولی رکھنا ناجائز اور گناہ سمجھتے ہوں تو بے شک یہ خیال ناجائز اور بدعت ہے کیونکہ ایک مباح شرعی کو مکروہ یا حرام سمجھنا خود مذموم اور بدعت ہے لیکن اگر وہ جمعہ کی اذان سے پہلے کاروبار کو ناجائز نہ سمجھتے ہوں بلکہ باوجود جائز اور حلال سمجھنے کے محض انتظام ضروریات نماز کے خیال سے دکانیں بند رکھیں کیونکہ

---

(۱) ولا يجوز للقوم رفع اليدين ولا تأمين باللسان جهراً الخ (رد المحتار، باب الجمعة ۲/۱۵۸ ط سعيد)
(۲) إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله الآية (سورة الجمعة ۹) ووجب السعى إليها و ترك البيع بالأذان الأول فى الأصح (الدر المختار، باب الجمعة ۲/۱۶۱ ط سعيد)

غسل وغیرہ کے لئے اور نماز جمعہ میں تبکیر یعنی جلدی سے حاضوی کے واسطے اس صورت میں آسانی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ موجب اجر ہے (۱) اور اس صورت میں یہ خیال کہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے اس لئے ناجائز ہونا چاہئیے صحیح نہیں کیونکہ کاروبار بند رکھنا عیسائیوں کا تمام دن میں ہوتا ہے اور مسلمانوں کا صرف نماز تک دوسرے وہ اس کو مذہبی سمجھتے ہیں اور مسلمان صرف آسانی کے لئے ایسا کرتے ہیں تیسرے نفس مشابہت کسی فعل میں ممنوع نہیں بلکہ جو مشابہت امر مذموم میں ہو یا بقصد مشابہت ہو اور امر مختص میں ہو وہ مذموم ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے اور آیۃ قرآنی سے اذان کے بعد کاروبار کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے وہ اس صورت میں بھی بحالہ باقی ہے اور اس سے پہلے کے لئے کاروبار کرنے کا آیت میں حکم نہیں ہے کہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی خلاف ورزی ہو۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت ممنوع ہے

(سوال) جمعہ کی نماز کے قبل خرید وفروخت کرنا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۶۴۶ عبدالاحد (ضلع دربھنگہ)

۱۴ رجب ۱۳۵۴ھ م ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۴۹) اذان جمعہ ہونے کے بعد خرید وفروخت کرنا منع ہے 'اس سے پہلے جائز ہے اور پھر نماز کے بعد جائز ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اذان جمعہ سے پہلے زبردستی بازار بند کرانا

(الجمعیۃ مورخہ یکم مئی ۱۹۳۵ء)

(سوال) ہم مسلمانان اہل سنت والجماعۃ شافعی اپنے وطن سے تقریباً ایک سو میل دور شہر منگلور میں بغرض تجارت مقیم ہیں ہم نے یہاں ایک انجمن قائم کی ہے جس کا نام "جماعت المسلمین اہل بھٹکل مقیمان منگلور" ہے اس جماعت کی مجلس عاملہ نے ایک قانون بنایا ہے کہ جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد دکانیں بند رکھنا ضروری ہے جو ممبر اس کی خلاف ورزی کرے اس کو جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔

(جواب ۴۵۰) جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے دکان کھولنا' تجارت کرنا' اذان اول سے پہلے تک جائز ہے اس لئے کوئی ایسا قاعدہ مقرر کرنا جس مین کسی کو زبردستی ایک مشروع کام سے روکا جائے درست نہیں ہے ہاں اگر سب لوگ بالاتفاق نماز سے پہلے دکانیں بند رکھنا منظور کرلیں تو جائز ہے ان کی اپنی مرضی پر منحصر

---

(۱) مانصہ أنہ یوم الذی یستحب أن یتفرغ فیہ للعبادۃ ولہ سائر الأیام مزیۃ بأنواع العبادات واجبۃ مستحبۃ فاللہ سبحانہ و تعالیٰ جعل لأ ھل کل ملۃ یوما یتفرغون فیہ للعبادۃ و یتخلون فیہ عن اشتغال الدنیا بیوم الجمعۃ یوم عبادۃ وھو فی الأیام کشھر رمضان (زاد المعاد)

(۲) یا یھا الذین امنو إذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوإلی ذکر اللہ وذروالبیع الآیۃ (سورۃ الجمعۃ : ۹)

ہے' جبر و اکراہ نہ ہونا چاہئیے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل پنجم ۔ مصافحہ بعد جمعہ و عیدین

بعد نماز جمعہ و عیدین مصافحہ سنت نہیں

(سوال) نماز جمعہ و عیدین کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو تحریمی یا تنزیہی ہے؟

المستفتی نمبر ۱۱۳ محمد عنایت حسین صاحب (کھنور) ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ٤٥١) نماز جمعہ و عیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور اس کو اس وقت خاص سنت سمجھنا مکروہ ہے' کراہت تنزیہی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تنزیہی کو ہلکا سمجھ کر مصافحہ کیا جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل ششم ۔ امامت جمعہ

ہندو ریاست میں جمعہ کا قیام

(سوال) ایک ہندو ریاست میں ایک شہر ہے جہاں کے حکام اور والی ہنود ہیں کسی عالم قاضی یا امام کا جو متفق علیہ ہو قوم کی طرف سے انتظام نہیں' حالانکہ روایات صحیحہ فقہیہ کتب معتبرہ اسی کو شرط بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ **الوالی شرط لا داء الجمعة و كذا المصر الجامع (سراجيه) حتى لا تجوز اقامتها بغير امرا لسلطان وامرنا ئبه كذافى المحيط السرخسى الصحيح فى زماننا ان صاحب الشرط وهو الذى يسمى شحنه والوالى والقاضى لا يقيمون الجمعة لا نهم لا يولون ذلك الا اذا جعل ذلك فى عهد هم و منشور هم كذافى الغياثية فان لم يكن ثمه واحد منهم واجتمع الناس على رجل فصلى بهم جاز . كذافى السراجيه. بلاد عليها ولاة كفار يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين ويجب ان يلتمسوا والياً مسلماً كذافى معراج الدراية.** ایسی صورت میں جب کہ ولایت کفار میں علمانے کسی ایسے شخص پر اتفاق یا قاضی بنانے کی ضرورت بیان کی ہے

---

(۱) ووجب السعی بالأذان الأول فی الأصح الخ (الدر المختار' باب الجمعة' ط سعيد)

(۲) و نقل فى تبيين المحارم عن الملتقط' أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال لأن الصحابةؓ ماصافحوا بعد أداء الصلاة ولأنها من سنن الروافض ثم نقل ابن حجر عن الشافعية: أنها بدعة مكروهة لا أصل له فى الشرع وإنه ينبه فاعلها أولاً و يعزر ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج بن المالكية فى المدخل أنها من البدع وموضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لافى أدبار الصلاة فحيث و ضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويز جر فاعله لها أتى به من خلاف السنة الخ (رد المحتار' كتاب الحظر والا باحة' باب الاستبراء وغيره' ٣٨١/٦ ط سعيد)

اور قوم کی طرف سے امور بالا کا التزام نہ ہو بلحہ تصریحات مذکورہ کے خلاف ہو کیا جمعہ بطور فرضیت کے واقع ہوگا اور اس کا نہ پڑھنے والا گناہ گار ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۶۲۰ شرف الدین (اجمیر) ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۵۲) ایسی جگہ جب مسلمان کسی شخص کو امامت جمعہ کے لئے مقرر کرلیں تو یہی تقرر اور انتخاب کافی ہے ورنہ تمام مسلمانوں کا کسی ایک شخص کو بحیثیت والی منتخب کرنا شرط ہو تو یہ بات شہروں اور انگریزی علاقوں میں بھی متحقق نہیں ہے فتاویٰ سراجیہ سے جو عبارت سوال میں نقل کی ہے واجتمع الناس علی رجل فصلی بھم جاز . یہ دلیل ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز جمعہ میں سجدہ سہو کا حکم

(سوال) نماز جمعہ میں امام کو سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کیا جائے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۷ ۲۴ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس)

۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۴۵۳) جمعہ کی نماز میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کرنا جائز نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

متعدد مساجد میں جمعہ کا حکم

(سوال) شومار کیٹ آگرہ کی تعمیر کے ساتھ ممبران شومار کیٹ نے اندرون مارکیٹ ایک شاندار سہ منزل مسجد بھی خاص اپنے مشترکہ سرمایہ سے تعمیر کرائی ہے جس میں پانچ سال سے پنج وقتہ نماز کے علاوہ نماز جمعہ بھی ادا کی جاتی ہے ممبران مارکیٹ نے ایسے انتظامات بھی کئے ہیں لیکن مسجد نمازیوں کی کمی کی وجہ سے خالی رہتی ہے مسجد متذکرہ بالا سے ایک صد چار قدم کے فاصلے پر بیرون شومار کیٹ ایک اور مسجد ہے جس میں کبھی نماز جمعہ ادا نہیں کی گئی مگر اس وقت کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیرون شومار کیٹ کی مسجد میں بھی نماز جمعہ ادا کیا جاوے ایسی حالت میں یہ خدشہ ہے کہ مسجد اول الذکر جو نمازیوں کی کمی کی وجہ سے خالی رہتی ہے اور بھی خالی ہو جائے گی اور ممبران مارکیٹ کا وہ انتظام جو مسجد سے ملحق ہے درہم برہم ہو جائے گا ایسی حالت میں دو جگہ نماز جمعہ کا ہونا صحیح ہے ؟ اور اگر صحیح ہے تو افضل کونسی مسجد میں ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۷۱۰ حافظ محمد مسلم صاحب (آگرہ) ۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء

---

(۱) فلو الولاۃ کفاراً یجوز للمسلمین إقامۃ الجمعۃ و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیھم أن یلتمسوا والیاً مسلماً (رد المحتار' باب الجمعۃ ۲/ ۱۴۴ ط سعید)

(۲) والسھو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء' والمختار عند المتأخرین عدمہ فی الأولین لدفع الفتنۃ (درمختار) قال الشامی:" وفی جمعۃ حاشیۃ أبی السعود عن الغرمیۃ أنہ لیس المراد عدم جوازہ' بل الأولی ترکہ' لئلا یقع الناس فی فتنۃ الخ (رد المحتار' باب سجود السھو ۲/ ۹۲ ط سعید)

(جواب ٤٥٤) جمعہ کی نماز متعدد مساجد میں ادا کرنے سے تو سب مسجد والوں کی ہو جاتی ہے(۱) لیکن بلا ضرورت جمعہ کی نماز جہاں تک ہو سکے تعدد اور کثرت سے بچائی جائے یہ افضل اور مستحسن ہے اور سوال میں جو صورت کہ مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مجوزہ نماز جمعہ بلا ضرورت قائم کی جارہی ہے اور اس سے پہلی مسجد کی جماعت میں کمی واقع ہو گی اس لئے یہ جدید اقامت جمعہ خلاف اولیٰ اور خلاف افضل ہو گی۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

متعدد جگہ جمعہ ہو تو مسجد محلّہ افضل ہے

(سوال) خطیب صاحب جامع کیمل پور نے فرمایا ہے کہ جمعہ صرف جامع مسجد میں ہونا چاہئیے اگر جامع مسجد کے سوا کسی دوسری مسجد میں جمعہ پڑھا جائے تو جمعہ نہیں ہوتا کیمل پور شہر میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً چار ہزار ہے اور تین مساجد ہیں اور تینوں کے درمیان کافی فاصلہ ہے اور جمعہ دو مساجد میں پڑھا جاتا ہے لیکن خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف ایک مسجد میں یعنی صرف جامع مسجد میں ہو سکتا ہے جہاں وہ خود (خطیب جامع) امام ہیں سوال اب صرف یہ ہے کہ دوسری مسجد میں سوائے جامع مسجد کے اگر جمعہ پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ خطیب صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جامع مسجد کے سوا دوسری مسجد میں جمعہ نہیں بلکہ جمیاں یا جمی پڑھی جاتی ہے اس پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

خطیب صاحب جامع کیمل پور نے فرمایا ہے کہ ہر ایک محلّہ کے لوگ محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کریں اگر کوئی شخص اپنے محلّہ والی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں عمداً نماز پڑھنے جائے گا تو اس کی نماز نہ ہو گی بلکہ الٹا گناہ ہو گا۔

المستفتی نمبر ۱۶۷۸ محمد شریف نگریر کیمل پور (ضلع اٹک) ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۱۷ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٥٥) ایک بستی میں ایک جگہ جمعہ پڑھنا افضل ہے لیکن اگر بستی بڑی ہو اور ایک جگہ سب لوگوں کا جمع ہونا دشوار ہو تو دو جگہ حسب ضرورت جمعہ پڑھنا جائز ہے(۲) اور بلا ضرورت بھی کئی جگہ جمعہ پڑھا جائے تو نماز ہو جاتی ہے البتہ خلاف افضل اور خلاف اولیٰ ہوتی ہے۔

اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے مگر کوئی شخص دوسرے محلّہ کی مسجد میں اس نیت سے جائے کہ دور جانے سے ثواب زیادہ ہو گا اور اس کے جانے کی وجہ سے اس کے محلّہ کی مسجد کی جماعت کو نقصان نہ پہنچے تو یہ بھی جائز ہے ہاں اگر اس کے جانے سے محلّہ کی مسجد کی جماعت ویران ہوتی ہو تو پھر نہ جانا

---

(۱) وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ الخ (التنویر و شرحه باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

(۲) وتؤدی فی مصر بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ' الخ (الدر المختار' باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید) ومسجد حیه أفضل من الجامع' والصحیح أما ألحق بمسجد المدینة ملحق به فی الفضیلة الخ (الدر المختار' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها' ۱/ ٦٥٩ ط سعید)

چاہیئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

شہر میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے

(سوال) مظفر پور ٹاؤن کے اندر ۲ جگہ نماز ہوتی ہے اور اس میں ایک بڑا محلّہ سعد پورہ جس میں دو ٹولہ میں دو مسجد ہے دونوں مسجد کے درمیان چار سو قدم یا ہزار فٹ کا فاصلہ ہے عرصہ سے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز قائم ہے مگر بوجہ چند مصلحت کچھ لوگوں نے دوسری مسجد میں بھی جماعت مسجد اول ترک کر کے نیا جمعہ قائم کیا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ کچھ بے نمازی جو نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے پڑھنے لگیں اور دوسری مصلحت یہ کہ مسجد کے انتظام کے لئے پریشانی سے چندہ مہیا ہوتا تھا تو اس مصلحت سے بھی کہ جمعہ کے روز چندہ وصول کر کے مسجد کا انتظام کیا جاوے اور بقیہ رقم مسجد میں وقف کی جائے اول مسجد کے جمعہ کی نماز میں چار کبھی پانچ صفیں ہوتی تھیں اور دوسری مسجد میں بھی چار پانچ صف جمعہ کی جماعت سے ہوتی ہے اور یہی امید ہے تو ایسی صورت میں دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۹۵ حافظ عبدالحق صاحب کیپ مرچنٹ (مظفر پور)

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۸ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۵۶) پہلی مسجد میں جمعہ موقوف کر کے دوسری مسجد میں جمعہ قائم کرلیں تو یہ بات مصالح مذکور کی وجہ سے جائز ہے اور پہلی میں جمعہ ہوتا رہے اور دوسری میں بھی جمعہ مقرر کرلیا جائے تو اس صورت میں صرف یہ بات ہوئی کہ شہر کے جمعوں کی تعداد بجائے بارہ کے تیرہ ہو گئی اس کا حکم یہ ہے کہ متعدد مساجد میں جو جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں یہ سب ہو جاتی ہیں(۱) مگر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز جہاں تک ممکن ہو ایک جگہ ہو ورنہ سخت حاجت اور ضرورت میں دو یا تین جگہ کی جائے بلا ضرورت زیادتی مکروہ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

نماز جمعہ مسجد محلّہ میں افضل ہے

(سوال) (۱) زید کا بیان ہے کہ ہمارے یہاں زمانہ قدیم سے تمام مسلمان متفقہ طور پر ایک ہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے لیکن اب مذہبی اختلافات و عقائد کی بناء پر بخوشی تین چار مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے اب جناب تحریر کریں کہ آیا جمعہ کے فضائل ان چاروں مسجدوں میں یکساں ہوتے ہیں یا کم و بیش ؟

(۲) زید کے محلّہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے لیکن زید اپنے محلّہ کی مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کرتا ہے ٗ آیا زید کا یہ فعل درست ہے یا نہیں ؟

---

(۱) وتؤ دی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علی المذهب ٗ و علیه الفتویٰ الخ (التنویر و شرحه باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۹۰۷ محمد علی پیش امام مسجد آسیاں (ضلع حصار) ۷ اشعبان ۱۳۵۶ھ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٥٧) (۱) افضل اور بہتر یہی ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مسجد میں پڑھی جائے بلا ضرورت متعدد مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کرنا بہتر نہیں ہے لیکن نماز چاروں مسجدوں میں ہو جاتی ہے(۱)

(۲) زید دوسرے محلہ کی مسجد میں اگر اس خیال سے جاتا ہے کہ وہاں جماعت بڑی ہوتی ہے یا امام اچھا ہے یا وہ قدیم سے جمعہ کے لئے مخصوص ہے تو اس کے اس عمل میں کوئی برائی نہیں ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قریب قریب مساجد میں جمعہ کا حکم

(سوال) گورستان کے درمیان ایک مسجد عرصہ سے موجود ہے بعد میں اس محلّہ کے اندر دو مسجدیں اور بھی تعمیر شدہ موجود ہیں کیا ابتدائی مسجد گورستان والی میں نماز جمعہ و عیدین وغیرہ باقاعدہ پڑھے جا سکتے ہیں اور زیادہ حقدار ان میں سے کون سی مسجد ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۲۰ مولوی محمد عبداللہ شاہ (میانوالی)

(جواب ٤٥٨) گورستان والی قدیم مسجد میں اگر نماز جمعہ و عید ہوتی تھی تو اب بھی پڑھی جا سکتی ہے البتہ اگر ان مساجد میں سے بڑی اور محل وقوع کے لحاظ سے مناسب مسجد کو سب لوگ منتخب کر کے صرف ایک مسجد میں جمعہ پڑھا کریں تو بہتر ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایک جگہ نماز جمعہ کا اجتماع افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۲۷ء)

(سوال) موضع بلند الحصیل نکودر ضلع جالندھر میں واقع ہے تمام گاؤں میں مسلمان ہی آباد ہیں یہاں دو مساجد ہیں جن کا درمیانی فاصلہ دس بارہ قدم ہے ان ہر دو مساجد میں جمعہ کی نماز علیحدہ علیحدہ ادا کی جاتی ہے اگر ایک ہی مسجد میں ادا کی جائے تو اتنی گنجائش ہے کہ سب لوگ ایک ہی مسجد میں آجائیں گے؟

(جواب ٤٥٩) مسلمان قوم کو لازم ہے کہ آپس میں اتفاق و محبت کے ساتھ ایک مسجد میں جو دونوں میں سے بڑی ہو جمعہ کی نماز پڑھیں کہ یہ اعلیٰ اور افضل ہے(٤) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ الخ (الدرالمختار باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

(۲) اذا کان لمنزل الرجل مسجد ان یذهب إلی مکان أقدم فإن کان سواء یذهب إلی مکان أقرب من منزله وإن استویا فهو مخیر فإن کان قوم احدهما اکثر یذهب حیث أحب (فتاویٰ قاضی خان علی هامش العالمگیریة' فصل فی المسجد [illegible] ماجدیه' کوئته)

(۳) وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ الخ (الدر المختار باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید) (٤) وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب' و علیه الفتویٰ الخ (الدرالمختار باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

دہلی میں متعدد جگہ جمعہ کا حکم

(سوال) دہلی میں نماز جمعہ علاوہ جامع مسجد و مسجد فتح پوری کے کتنی جگہ کتنے فاصلہ پر ادا کی جا سکتی ہے ؟

(جواب ٤٦٠) جمعہ کی نماز جہاں تک ممکن ہو سخت ضرورت کے مواقع میں قائم کرنی چاہئیے بلا ضرورت تعدد مکروہ ہے دہلی جیسے شہر میں ایک دو جگہ پر اکتفا کرنا تو ممکن الوقوع نہیں مگر زیادہ سے زیادہ تمام شہر میں پندرہ بیس جگہ جمعہ ہو سکتا ہے اس سے زیادہ غیر ضروری مواقع کے جمعے بند کرا دینا ہی بہتر ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ

فصل ہشتم ۔ جمعہ کے نوافل مسنونہ

سنت جمعہ کے لئے " الصلوۃ قبل الجمعۃ" پکارنا

(سوال) بروز جمعہ قبل از وقت چہار رکعت سنت قبل الجمعہ پڑھنے کے لئے مؤذن کا الصلوۃ قبل الجمعہ وغیرہ کہہ کر صلوۃ بولنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد گھوڑو خاں صاحب (ضلع دھارواڑ)

۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦١) نماز جمعہ سے پہلے الصلوۃ قبل الجمعہ پکارنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے مبارک زمانہ میں نہیں تھا اور نہ ائمہ مجتہدین نے اس کا حکم دیا اس لئے یہ رواج سنت کے خلاف ہے ' اسے ترک کرنا لازم ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

بروز جمعہ زوال کے وقت نوافل پڑھنے کا حکم

(سوال) جمعہ کے دن زوال ہوتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۳۲۵ حافظ محمد صدیق صاحب (سہارنپور) ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۹ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ٤٦٢) زوال جمعہ کے روز بھی ہوتا ہے مگر اس دن بعض فقہاء نے زوال کے وقت نوافل و سنن پڑھنے کی اجازت دی ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) (ایضاً)حوالہ ۲ صفحہ گذشتہ وفی الشامیة :" ای سواء کان المصر کبیراً أولا وسواء فصل بین جانبیه نهر کبیر أولا...... و سواء کان التعدد فی مسجدین أو أکثر الخ (باب الجمعة ۲/ ۱٤٤ ط سعید)

(۲) من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (بخاری' کتاب الصلح' باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود' ۱/ ۳۷۱ ط قدیمی)

(۳) ویکره تحریماً مطلقاً و لو قضاءً أو واجبةً أو نفلاً علی جنازة و سجدة تلاوة و سهو مع شروق واستواء إلا یوم الجمعة علی قول الثانی الصحیح المعتمد الخ (الدر المختار' کتاب الصلوة ۱/ ۳۷۰ ط سعید) وروی عن ابی یوسفؒ انه جوز التطوع وقت الزوال یوم الجمعة (حلبی کبیر :فروع ص: ۲۳۷ سهیل اکیڈیمی)

فصل نہم۔ مسافر کا جمعہ

سفر میں جمعہ و عیدین واجب نہیں۔

(سوال) سفر میں جمعہ و عیدین کی نمازیں واجب تو نہیں یا واجب ہیں ؟

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ٤٦٣) سفر میں جمعہ کی نماز فرض نہیں اور عید کی نماز واجب نہیں پڑھ لے تو بہتر ہے نہ پڑھ سکے تو اجازت ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل دہم۔ عورتوں کے لئے جمعہ و عیدین

عورتوں کا جمعہ میں شریک ہونے کا حکم

(سوال) کیا آج کل عورتوں کو تلقین کرنا کہ وہ جمعہ کو آکر جماعت میں شریک ہوں اور ان کے لئے ایک مسجد کے حصہ میں عمارت تعمیر کرانا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۲۳ ملک محمد امین صاحب (جالندھر) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦٤) عورتوں کو جمعہ کی نماز میں شرکت کی ترغیب و تلقین اس حدیث کے خلاف ہے۔ عن ابی عمرو الشیبانی انه رای عبدالله یخرج النساء من المسجد یوم الجمعة ویقول اخرجن الیٰ بیوتکن خیر لکن (رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون کذا فی مجمع الزوائد) (۲) یعنی ابو عمرو شیبانی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ جمعہ کے روز عورتوں کو مسجد سے نکالتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

یعنی عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں جانے اور جمعہ پڑھنے سے بہتر ہے' صحابہ کرامؓ کے زمانہ کا طرز عمل یہ تھا پھر آج فتنہ و فساد کے زمانہ میں اس کے خلاف مسجد میں آنے کی ترغیب دینا ظاہر ہے کہ غلط ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سوال مثل بالا

(سوال) عورتوں کو جمعہ کی نمازیں مسجد میں جا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) فی التنویر وشرحه:" وشرط لا فترا ضها إقامة بمصر" وفی الشامیة :" خرج به المسافر" الخ (باب الجمعة ۲/۱۵۳ ط سعید) قال فی الدر المختار :" تجب صلاتهما علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها الخ (باب العیدین' ۱/۱٦٦ ط سعید) (۲) (باب خروج النساء إلی المساجد ۲/۳۵ ط بیروت' لبنان)

(جواب ٤٦٥) جائز ہے مگر بہتر نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

چھٹا باب
نماز عیدین

شافعی امام کے پیچھے حنفی کے لئے تکبیرات زوائد کا حکم

(سوال) عید کی نماز بارہ تکبیروں سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بلا ضرورت حنفی امام بارہ تکبیروں سے پڑھا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤٦٦) بارہ تکبیروں سے حنفی امام کو عید کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہاں اگر امام بارہ تکبیر کے مذہب کا قائل ہو تو حنفی مقتدی کو اس کی متابعت کر لینی چاہئے۔ **قال محمد فی الجامع اذا دخل الرجل مع الامام فی صلوۃ العید وھذا الرجل یری تکبیر ابن مسعود فکبر الامام غیر ذلک اتبع الامام الخ** (عالمگیری ص ١٦٠ ج ١)(۲)

نماز عید میدان میں ادا کرنا سنت ہے

(سوال) ہمارے ہاں شہر بھروچ میں نماز عید کے لئے قاضی شہر ایک جلسہ کے ساتھ بیرون شہر جا کر نماز عید کو عید گاہ پر جماعت کثیر کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور بہت سے لوگ اپنے اپنے محلّہ کی مسجدوں میں چھوٹی چھوٹی جماعت کے ساتھ نماز عید ادا کر کے اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں یا عید گاہ سیر و تماشا کے لئے چلے جاتے ہیں حالانکہ عید گاہ نہایت وسعت کے ساتھ بنائی گئی ہے جس وقت خطیب خطبہ پڑھ رہا ہے یہ لوگ سیر کرتے پھرتے ہیں پس جو لوگ محلّہ کی مسجد میں نماز گزارتے ہیں اور جو لوگ ہمراہ قاضی بیرون شہر عید گاہ میں نماز پڑھتے ہیں تو ان دونوں میں کیا فرق ہے ؟ دوسرے یہ کہ جب قاضی شہر نماز عید کے واسطے عید گاہ روانہ ہو اس وقت بغیر عذر دوسروں کو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں ؟

(جواب ٤٦٧) عید کی نماز شہر سے باہر جا کر عید گاہ میں پڑھنا مسنون ہے۔ **والخروج الیھا (ای الجبانة) لصلوۃ العید سنة وان وسعھم المسجد الجامع وھو الصحیح (درمختار ص ٦١٢ ج ١)**(۳) اور شہر میں بلا عذر عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے' اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر ثواب کم ہو گا اور اگر عذر ہو

---

(۱) ویکرہ حضور ھن الجماعة ولو لجمعة و عید ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً علی المذھب المفتی به الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵٦٦ ط سعید)

(۲) (الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین' ۱/۱۵۱ ط مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

(۳) (باب العیدین' ۲/۱٦۹' ط سعید)

تو بلا کراہت جائز ہے۔ فی الخانیة السنة ان یخرج الامام الی الجبانة و یستخلف غیرہ لیصلی فی المصر بالضعفاء والمرضی والا ضراء و یصلی ھو فی الجبانة بالا قریاء والا صحاء وان لم یستخلف احداً کان له ذلك (۱) وفی عمدة الرعایة حاشیة شرح الوقایة والا صل فیه ان النبی ﷺ کان یخرج الی المصلی ولم یصل صلوة العید فی مسجدہ مع شرفه الامرة بعذ رالمطر کمابسطه ابن القیم فی زاد المعاد والقسطلانی فی مواهب اللدنیة وغیر هما (۲)

عورتوں پر عید واجب نہیں

(سوال) ایک شخص عیدین کی نماز باجماعت پڑھتا ہے پھر جاکر عورتوں کو عیدین کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتا ہے آیا اس طرح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ٤٦٨) عورتوں پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے اگر پڑھیں گی تو نفل ہوگی اور نفل میں جماعت مکروہ ہے۔لا یصلی التطوع بالجماعة ما خلا قیام رمضان و کسوف الشمس الخ (۳) (بدائع ص ۲۷۰ ج ۱) التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ (٤) (ھندیة ص ۸۷ ج ۱) والتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر (٥) (درمختار) قال شمس الائمة الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثة لا یکرہ بالاتفاق و فی الاربع اختلف المشائخ والاصح انه یکرہ ھکذا فی الخلاصة (عالمگیریة) (٦)

نماز عید سے پہلے نوافل کا حکم

(سوال) عید کے روز عید گاہ میں یا مکان پر نماز عید سے قبل یا بعد دو رکعت یا چار رکعت نفل پڑھ کر میت کو ثواب بخشنے کے متعلق کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ اور کیا حضرت رسول مقبول ﷺ نے اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا ہے؟

(جواب ٤٦٩) قبل از نماز عید گھر میں اور مسجد و عید گاہ میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بعد ادائے نماز عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر عوام الناس میں سے کوئی شخص قبل از نماز یا بعد از نماز عید گاہ میں ہی پڑھنے لگے تو منع کرنا بھی مناسب نہیں۔ولا یتنفل قبلھا مطلقاً و کذا لا یتنفل بعدھا فی مصلاھا فانه

---

(۱) (خانیة علی ھامش العالمگیریة: "باب صلوۃ العیدین" ۱/۱۸۳ ط ماجدیه)
(۲) (باب العیدین ۱/۲۰۲ ط سعید)
(۳) (فصل فی صلاۃ الکسوف ۱/۲۸۰ ط سعید)
(٤) (الباب الخامس فی الإمامة ، الفصل الأول فی الجماعة ۱/۸۳ ط ماجدیه)
(٥) (باب الوتر والنوافل ۲/٤۸ ط سعید)
(٦) (الباب الخامس فی الإمامة الفصل الأول فی الجماعة ۱/۸۳ ط ماجدیه)

مکروہ عند العامۃ وان تنفل بعدھا فی البیت جازبل یندب تنفل باربع وھذا للخواص. اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلاً لقلۃ رغبتھم فی الخیرات. بحر (*درمختار مختصرا*)(۱) لیکن بالخصوص ایصال ثواب کے لئے کوئی نفل عید کے دن خاص طور پر پڑھنااور اسے مستحب یا سنت سمجھنا مکروہ و بدعت ہے ۔

عید گاہ میں بلند آواز سے ذکر کرنا

(سوال) مساجد میں بانتظار نماز عیدین مسلمان جمع ہوتے ہیں اور بجائے فضول اور لغوباتوں کے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص تکبیر باآواز بلند کہتا ہے دوسرے سننے والے باجماع آوازہ تکبیر بلند کرتے ہیں اور جب تک سب مصلی یکجا نہ ہولیں اسی طرح ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور بعد نماز کے لوگ مع امام کے دعا مانگتے ہیں سوال یہ ہے کہ اس طریقے کا حدیث شریف وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں ؟

(جواب ۴۷۰) تسبیح و تکبیر بالسر تو ایک مستحسن فعل اور موجب اجر ہے لیکن صورت مسئولہ فی السوال میں جہر بالتکبیر ہئیت مذکورہ اور اجتماعی حالت کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ جس بات میں شارع کی طرف سے کوئی تعیین نہ ہو اپنی طرف سے اس میں تعینات و تخصیصات کرلینا اس کو بدعت بنادیتا ہے دلیل کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ اثر ملاحظہ ہو ۔ **اخبر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بالجماعۃ الذین کانو یجلسون بعد المغرب و فیھم رجل یقول کبر واللہ کذا و کذا سبحوااللہ کذا و کذا اواحمدو اللہ کذا و کذا فیفعلون فحضر ھم فلما سمع ما یقولون قام فقال انا عبداللہ بن مسعود فو الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلماء اولقد فقتم علی اصحاب محمد علیہ السلام علماً (مجالس الابرار)**(۲) یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت ہے جو بعد مغرب بیٹھتی ہے اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ اکبر اتنی مرتبہ کہو، سبحان اللہ اتنی مرتبہ کہو، الحمد للہ اتنی مرتبہ کہو تو سب ایسا ہی کرتے ہیں پس حضرت عبداللہ بن مسعود انکے پاس گئے اور ان کی تسبیح و تحمید کو سنا اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم ایک سخت تاریک بدعت کے مرتکب ہو یا اصحاب رسول اللہ ﷺ پر علم میں فوقیت حاصل کرلی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسا طریقہ جس میں شارع کی طرف سے کوئی خصوصیت ثابت نہیں اس کا ارتکاب بدعت ہے اور کتب فقہ حنفیہ میں یہ حکم

---

(۱) (باب العیدین ۲/۱۶۹ ط سعید)
(۲) مجالس الابرار عربی نہیں ملی ، اردو ترجمہ ملا ہے ، اس کا حوالہ درج ہے (مجالس الابرار ، مجلس نمبر ۸ بدعت اور اس کے اقسام واحکام ص ۱۲۵ ط دارالاشاعت کراچی)
قال فی التنویر : " ولا یکبر فی طریقھا ولا یتنفل قبلھا مطلقاً الخ (۲/۱۶۹ باب العیدین سعید) و فی التنویر و شرحہ : " ویکبر جھراً فی الطریق قیل وفی المصلی الخ (۲/۱۷۶ ، باب العیدین ط سعید)

موجود ہے کہ تکبیر بالجہر عید الفطر میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں ہے اور عید الاضحی میں تکبیر بالجہر راستہ میں ہے مصلی میں تکبیر بالجہر اور وہ بھی اس اجتماع واہتمام کے ساتھ فقہ حنفی کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز عید کھلے میدان میں پڑھنا سنت ہے

(سوال) کسولی ایک پہاڑی مقام ہے فوجی چھاؤنی ہے مجموعی آبادی قریباً تین ہزار ہے مسلمانوں کی آبادی قریباً ایک ہزار ہے یہاں ایک ہی مسجد ہے عیدین کی نمازیں اسی مسجد میں پڑھی جاتی ہیں اس مرتبہ بعض مسلمانوں نے سنت نبوی کا تتبع کرتے ہوئے نماز عید باہر میدان میں ادا کی اس پر بعض مسلمانوں نے یہ کہا کہ جن لوگوں نے نماز عید میدان میں ادا کی ہے ان کا جنازہ مسجد میں نہ آنے پائے ؟

(جواب ٤٧١) عیدین کی نماز آبادی سے باہر میدان میں یا اسی غرض سے بنائی ہوئی عید گاہ میں پڑھنی سنت ہے اگرچہ شہر کی مسجد میں پڑھ لینی بھی جائز ہے مگر اعلیٰ وافضل ومسنون باہر پڑھنا ہے(۱) جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے بلا عذر مسجد میں نہ پڑھی جائے باہر پڑھی جائے عیدین کی نماز باہر پڑھنے کو سنت نہ سمجھنا جہالت ہے اور اس کے متعلق اس قسم کے کلمات اہانت کہنا مذموم ہے۔

(۱) مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) شہر سے باہر میدان میں نماز عید پڑھی جائے
(۳) بلا عذر مسجد میں عید پڑھنا کیسا ہے ؟
(۴) متعدد جگہ نماز عید جائز ہے یا نہیں
(۵) حدود شہر سے کیا مراد ہے ؟
(۶) شہر کے اندر عید گاہ میں نماز کا حکم
(۷) فتاویٰ عبدالحئی کی عبارت کی تحقیق

(سوال) (۱) عیدین کی نماز جامع مسجد میں خلاف سنت ہے یا نہیں ؟(۲) میدان میں نماز پڑھنے سے کیا مراد ہے آیا مسجد سے باہر کسی میدان میں نماز پڑھنا مسنون ہے یا حدود شہر سے باہر کسی میدان میں ؟(۳) مساجد میں بلا عذر کے عیدین کی نماز پڑھنا کراہت کے بغیر جائز ہے یا نہیں ؟(۴) متعدد جگہوں میں عیدین ادا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟(۵) شہر کا حکم حدود میونسپلٹی سے معلوم ہوگا یا اور کسی طریقہ سے ؟(۶) جو کھلے میدان اور عید گاہ ہیں حدود میونسپلٹی کے اندر موجود ہیں ان میں نماز عید بلا کراہت ہو جاتی ہے یا نہیں ؟(۷) فتاویٰ

---

(۱) والخروج إلى المصلى' وهي الجبانة سنة (حلبي كبير' باب صلاة العيد ص ٥٧١ ط سهيل اكيڈمی ' لاهور) والخروج إليها أى الجبانة لصلاة العيد سنة (الدر المختار' باب العيدين ٢/١٦١ ط سعيد)

عبدالحیؒ جو خلاصۃ الفتاویٰ کے حاشیے پر چڑھا ہوا ہے اس کے صفحہ ۱۵۸ پر مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ "مکہ معظمہ میں عیدین کی نماز ہمیشہ سے مسجد حرام میں پڑھی جاتی ہے اہل مکہ کبھی میدان میں نہیں گئے اور بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ آنحضرت ﷺ اس لئے مسجد نبوی میں عیدین کی نماز ادا نہیں فرماتے تھے کہ مسجد اہل مدینہ کے لئے کافی نہیں تھی اور جب سے مسجد نبوی وسیع ہو گئی ہے اس وقت سے اہل مدینہ عیدین کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے ہیں باہر میدان میں نہیں جاتے" کیا مولانا کی یہ تحقیق صحیح ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۰۵ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانہ۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۵ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۷۲) عیدین کی نماز ادا کرنے کا طریقہ مسنونہ و متوارثہ سلفاً و خلفاً یہی ہے کہ شہر کے باہر میدان میں ادا کی جائے (۱) اور تمام شہر کے لوگ جن کو کوئی عذر نہ ہو باہر جا کر ہی نماز ادا کریں آنحضرت ﷺ نے بجز ایک مرتبہ کے ہمیشہ شہر کے باہر جبانہ میں ہی نماز عید ادا فرمائی ہے اور حضور اکرم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے فعل سے بھی یہی ثابت ہے اور ایک مرتبہ جو شہر میں حضور اکرم ﷺ نے نماز عید پڑھی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش کی وجہ سے باہر جانا دشوار تھا ہمیشہ شہر سے باہر عید کے لئے تشریف لے جانا ظاہر ہے کہ کوئی عادی فعل نہیں تھا بلکہ نماز کی باہر افضلیت کی بنا پر تھا اس بنا پر محققین احناف بلا عذر شہر میں نماز عید ادا کرنے کو خلاف سنت اور مکروہ کہتے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ شہر کے تمام لوگ باہر جانے کے لائق نہیں ہوتے کیونکہ آبادی میں بوڑھے اور کمزور اور مریض وغیرہ بھی ہوتے ہیں اس لئے یہ بھی سنت ہے کہ امام شہر کی جامع مسجد میں اپنے نائب کو نماز عید پڑھانے کے لئے چھوڑ جائے تاکہ معذورین کی نماز بھی آسانی سے ہو جائے اور اگر شہر بڑا ہو اور تمام معذورین کا ایک مسجد میں جمع ہونا بھی بعد اطراف شہر کی وجہ سے مشکل ہو تو دو تین مسجدوں میں نماز عید ہو سکتی ہے۔

میدان میں نماز پڑھنے سے یہی مراد ہے کہ شہر کی آبادی سے باہر جا کر میدان میں پڑھی جائے بعض عبارات میں لفظ صحرا واقع ہے جو آبادی سے باہر کے میدان پر ہی صادق آتا ہے ضرورت سے زیادہ تعدد اور مساجد میں نماز عید قائم کرنے کی کثرت اور غیر معذورین کا شہر میں نماز پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے کیونکہ عیدین کی نماز شہر سے باہر قائم کرنے کی حکمت یہی تھی کہ پوری جمعیت اسلامیہ کے اجتماع سے مسلمانوں کی شوکت ظاہر ہو اور ظاہر ہے کہ شہر میں بکثرت مقامات میں عید پڑھنے سے یہ غرض مفقود اور مضمحل ہو جائے گی۔

یہ قول کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی میں قلت گنجائش کی وجہ سے عید نہیں پڑھی بعض علماء کی رائے ہے اور محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا مولانا عبدالحیؒ کی خود یہ رائے نہیں ہے انہوں نے

---

(۱) ثم خروجه ماشياً إلى الجبانة' وهى المصلى العام الخ والخروج اليها أى الجبانة لصلاة العيد سنة وإوسهم المسجد الجامع' هو الصحيح (درمختار) أى فى الصحراء نقلا عن الخلاصة والخانية السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة ويستخلف غيره ليصل فى المصر بالضعفاء بناءً على أن صلاة العيدين فى موضعين جائزة بالا تفاق وإن لم يستخلف فله ذلك (رد المحتار' باب العيدين ۲/۱۶۹ ط سعيد)

مجموعہ فتاویٰ جلد دوم میں دو جگہ اور جلد سوم میں بھی اپنی رائے یہی لکھی ہے کہ عید کی نماز کے لئے باہر جانا سنت مؤکدہ ہے۔

اگر شہر میں معذورین کی ضرورت کا لحاظ کر کے ایک دو یا تین جگہ عید کی نماز ہو اور اس میں بعض غیر معذورین بھی شریک ہو جائیں تو اس میں مضائقہ نہیں اور امام اگرچہ خود غیر معذور ہے مگر معذورین کو نماز پڑھانا بھی اس کے لئے عذر ہے اس کی نماز میں اور اسی طرح دوسرے منتظمین کی نماز میں جو بغرض انتظام شہر میں نماز پڑھیں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عورتوں کا عید گاہ میں نماز کے لئے جانا کیسا ہے؟

(سوال) عورتوں کو عید گاہ میں نماز عید کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۵۱۲ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۷۳) نہیں کہ ان کے جانے میں فتنہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوران خطبہ چندہ کا حکم

(سوال) عیدین کے خطبہ ثانیہ میں کسی عالم یا مسافر یا امام ومؤذن کے لئے بطور خوشی چندہ کیا جائے مجبوراً اگر بعد میں کرتے ہیں تو مقصود بر نہیں آتا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۵۳۲ عبد الرحمن (ضلع ناسک) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۷۴) خطبہ کے اثناء میں چندہ کرنا جائز نہیں خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کر سکتے ہیں یعنی امام سفارش کر دے اور لوگ دے دیں تو یہ عمل خطبہ کے بعد ہو سکتا ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

خطبہ کے وقت تکبیر کے بارے میں عالمگیری کی عبارت کا مطلب

(سوال) ہم لوگوں کے یہاں دیار آسام میں اور بنگال کی بعض جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں تکبیر کہنا رائج ہے اور خطیب کے خطبہ میں تکبیر کہتے وقت قوم بھی اس کے ساتھ باآواز بلند تکبیر کہتے ہیں اور یہ دستور تقریباً سو برس پہلے سے ہے امام کو خطبہ میں خواہ عید الفطر کا ہو خواہ عید الاضحیٰ کا تکبیر کہنا مستحب ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع فتاویٰ قاضی خاں مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۰۔۱۵۱ میں مذکور ہے نیز فتاویٰ عالمگیری میں یہ بھی ہے کہ **اذا کبر الامام فی الخطبة تکبر القوم معه واذا صلی علی النبی یصلی**

---

(۱) ویکرہ حضور ھن الجماعة ولو لجمعة ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً علی المذهب المفتی به لفساد الزمان (الدر المختار' باب الامامة ۱/۵۶۶ ط سعید)

(۲) حدیث میں ہے " من مس الحصی فقد لغا" (مسلم' کتاب الجمعة ۱/۲۸۳ ط قدیمی) قال فی الدر المختار: " وکل ما حرم فی الصلاة حرم فیها أی فی الخطبة (باب الجمعة ۳/۱۵۹ ط سعید)

الناس فی انفسھم امتثالا للامر والسنة الانصات. کذافی التتارخانیة ناقلا عن الحجة (۱) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر امام کے ساتھ قوم کو بھی پکار کر کہنا چاہئیے اور صرف امام کے صلوۃ پڑھتے وقت قوم دل میں آہستہ آہستہ پڑھے تکبیر کو صلوۃ پر قیاس کر کے آہستہ آہستہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا ہوں مگر ایک مولوی صاحب لوگوں کو بلند آواز سے کہنے سے منع کرتے ہیں اور پہلے تکبیر خطبہ میں پڑھنا ہی بدعت اور ضلالت فرماتے تھے مگر اب امام کے خطبہ میں تکبیر کہنے کو مستحب مانتے ہیں مگر مقتدیوں کو بلند آواز سے تکبیر کہنے کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور دلیل ان کی یہ ہے کہ درالمختار مع حاشیہ طحطاوی صفحہ ۳۴۷ میں لکھا ہے۔ کل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیھا ای فی الخطبة خلاصة وغیر ھا. فیحرم اکل وشرب و کلام ولو تسبیح او رد سلام اوامر لمعروف بل یجب علیه ان یستمع ویسکت...... و کذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح و ختم و عید علی المعتمد. اور بحر الرائق (۲) ص ۱۷۵ میں ہے یجب السکوت والا ستماع فی خطبة العیدین (۳)

المستفتی نمبر ۶۹۰ مولوی سید عبدالقدوس (شیب ساگر آسام) ۲۷ رمضان ۱۳۵۴ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۷۵) قوم کو امام کے ساتھ تکبیر کہنا جائز ہے مگر مثل صلوۃ کے اپنے دلوں میں تکبیر کہیں فتاویٰ عالمگیری میں جو عبارت ہے اس میں کلمہ فی انفسھم کا تعلق تکبیر اور صلوۃ دونوں کے ساتھ ہے اور یہی ہونا چاہئیے تاکہ وجوب انصات کے ساتھ تعارض اور تزاحم نہ ہو اور اسی عالمگیری کے مصری نسخے میں اس عبارت کے حاشیے میں یہ لکھ دیا ہے۔ قوله فی انفسھم قال الظاھر انه متعلق بالتکبیر والصلوة لانه یجب الانصات لجمیعھا اه (۴) یہی راجح اور اوفق بالاصول ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز عید کے بعد دعا

(سوال) عیدین کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو الدعاء مخ العبادات کا کیا مطلب ہوا؟

المستفتی نمبر ۶۹۱ محمد نور صاحب (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۷۶) عیدین کے بعد دعا مانگنے کافی الجملہ تو ثبوت ہے مگر تعین موقع کے ساتھ ثبوت نہیں کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دونوں موقعوں میں سے کسی ایک موقع پر دعا مانگنے میں مضائقہ نہیں ہے (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) (الباب السابع فی صلاة العیدین ۱/ ۱۵۱ ط ماجدیه)
(۲) (باب الجمعة ۲/ ۱۵۹ ط سعید)
(۳) (باب صلاة العیدین ۲/ ۱۷۵ دار المعرفة بیروت لبنان)
(٤) (الباب السابع فی صلاة العیدین ۱/ ۱۵۱ ط ماجدیه)
(۵) عن أم عطیة قالت: أمرنا أن تخرج الحیض یوم العید وذوات الخدور فشھدن جماعة المسلمین و دعوتھم (بخاری باب خروج النساء والحیض إلی المصلی ۱/ ۱۳۳ ط قدیمی کتب خانه کراچی)

(۱) دعا نماز عید کے بعد ہو یا خطبہ کے بعد؟
(۲) جمعہ و عید کے دن نقارہ بجانا
(۳) ہندوؤں سے مٹھائی خرید کر کھانا کیسا ہے؟

(سوال) (۱) عید کی نماز کے بعد دعا مانگے یا خطبہ کے بعد؟ (۲) جمعہ اور عیدین کے دن نقارہ بجانے میں کوئی حرج تو نہیں؟ (۳) اہل ہنود سے مٹھائی وغیرہ خرید کر کھا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ وہ ہمیں کتوں جیسا خیال کرتے ہیں بلکہ کتے تو ان کے برتنوں کو چاٹ سکتے ہیں لیکن مسلمان ہاتھ نہیں لگا سکتا؟

المستفتی نمبر ۸۳۱ مولوی محمد انور (ضلع جالندھر) ۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ م ۶ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۷۷) (۱) عیدین کے خطبہ کے بعد دعا مانگنا اچھا ہے(۱) (۲) نقارہ بجانے میں عیدین کے روز مضائقہ نہیں (۲) جمعہ کے دن نہیں چاہئے (۳) ہنود سے مٹھائی وغیرہ خریدنا جائز ہے لیکن اگر مسلمان غیرت برتیں اور نہ خریدیں تو بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جمعہ و عیدین میں سہو کا حکم

(سوال) نماز جمعہ و نماز عیدین میں اگر سجدہ سہو ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی ۱۰۰۷ عبدالستار (گیا) ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۷۸) جماعت زیادہ بڑی نہ ہو اور کسی گڑبڑ کا خوف نہ ہو تو جمعہ و عیدین میں بھی سجدہ سہو کر لیا جائے البتہ کثرت جماعت کی وجہ سے گڑبڑ کا خوف ہو تو سجدہ سہو ترک کر دینا مباح ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) عورتوں کا عیدین میں حاضر ہونے کا حکم
(۲) عہد نبوی ﷺ اور صحابہؓ کے زمانے میں عورتیں عید گاہ جاتی تھیں یا نہیں؟
(۳) موجودہ دور میں عورتوں کا جمعہ و عیدین میں جانا کیسا ہے؟

(سوال) مشکوۃ شریف باب نماز عیدین میں صحیحین کی یہ حدیث درج ہے۔ **عن ام عطیة رضی الله عنها قالت امرنا ان تخرج الحیض یوم العیدین و ذوات الخدور فیشهدن جماعة المسلمین و دعوتهم**

---

(۱) اکثر حضرات اکابر نے نماز کے بعد دعا کا لکھا ہے اس لئے یہ حضرت کی رائے پر محمول ہو سکتا ہے (امداد الفتاوی ۱/ ۴۰۵ خیر الفتاوی ۳/ ۱۲۷ و دار العلوم دیوبند ۵/ ۲۳۱)

(۲) ومن ذلك ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبیه فلا بأس به الخ (الدر المختار' کتاب الحظر والإباحة ۶/ ۳۵۰ ط سعید)

(۳) والسهو فی صلاة العید والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه فی الأولین لدفع الفتنة كمافی جمعة البحر (التنویر و شرحه' باب سجود السهو' ۲/ ۱۲ ط سعید)

و تعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یا رسول اللہ احد لنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا (۱) (متفق علیہ) (۱) کیا کوئی دوسرا ایسا حکم شرعی موجود ہے کہ جس کے باعث یہ حدیث اور اس کا حکم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گئے ہوں۔ (۲) کیا عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں اس پر عمل ہوتا رہا (۳) اگر کوئی عذر شرعی (مثلاً فتنہ وغیرہ) نہیں ہے تو کیا اب شرائط و احکام شریعت کے مطابق اس حکم کی تعمیل لازم نہیں ؟

المستفتی جناب غلام دستگیر رشید ایم اے (عثمانیہ) حیدر آباد دکن

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ ۳۰ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۷۹) (۱) اس حدیث کی ناسخ کوئی دوسری حدیث میری نظر میں نہیں (۲) عہد نبوی ﷺ میں اس پر عمل ہوتا رہا اور عہد صحابہؓ میں بھی عمل ہوا مگر صحابہ کرام میں سے بعض جلیل القدر صحابہ نے عورتوں کے خروج من البیوت کو منع کرنا شروع کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ ممانعت آنحضرت ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کے طور پر نہ تھی بلکہ علت ممانعت (خوف فتنہ) کے وجود کی بناء پر تھی یہ حدیث عید کے متعلق ہے اور عید کی تقریب میں عورتوں کی کثرت ابتدائے اسلام میں تکثیر سواد مسلمین اور اظہار شوکت اجتماعیہ کے لئے مؤکد تھی اور پنجگانہ نمازوں میں شرکت کی اجازت تھی۔ وضم معہ مقصد آخر من مقاصد الشریعۃ وھو ان کل ملۃ لا بد لھا من عرضۃ یجتمع فیھا اھلھا لتظھر شوکتھم و تعلم کثرتھم ولذلک استحب خروج الجمیع حتی الصبیان والنساء و ذوات الخدور الحیض ویعتزلن المصلی ویشھدن دعوۃ المسلمین (۲) (حجۃ اللہ البالغہ) عن ابن مسعودؓ انہ کان یحلف فیبالغ فی الیمین مامن مصلی للمرأۃ خیر من بیتھا الا فی حج او عمرۃ الحدیث (طبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون کذافی مجمع الزوائد) (۳) و عنہ انہ قال ما صلت امرأۃ من صلوۃ احب الی اللہ من اشد مکان فی بیتھا ظلمۃ (طبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون کذا فی مجمع الزوائد) (۴) و عن ابی عمرو الشیبانی انہ رای عبداللہ یخرج النساء من المسجد یوم الجمعۃ و یقول اخرجن الی بیوتکن خیر لکن (رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون کذافی مجمع الزوائد) (۵) عن ام حمید امرأۃ ابی حمید الساعدی انھا جاء ت النبی ﷺ فقالت یا رسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معک قال قد علمت انک تحبین الصلوۃ معی وصلاتک فی بیتک خیر

---

(۱) (بخاری، باب خروج النساء والحیض إلی المصلی ۱/۱۳۳ ط قدیمی کتب خانہ، کراچی) (مسلم، فصل فی إخراج العواتق وذوات الخدور الخ ۱/۲۹۲ ط قدیمی کتب خانہ، کراچی (مشکوۃ، باب العیدین ص ۱۲۵ ط سعید)

(۲) (باب العیدین ۲/۴۸۰ ط بغداد)

(۳) (باب خروج النساء إلی المساجد ۲/۳۵ ط دار الفکر، بیروت، لبنان)

(۴) (ایضاً)

(۵) (ایضاً)

صلاتك فی حجر تك و صلاتك فی حجر تك خیر من صلوٰ تك فی دارك وصلوتك فی دارك خیر من صلوتك فی مسجد قومك و صلوتك فی مسجد قومك خیر من صلوتك فی مسجدی قالت فامرت فبنی لها مسجد فی اقصیٰ بیت فی بیتها واظلمه فکانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزو جل (رواه احمد و رجاله رجال الصحیح غیر عبدالله بن سوید الانصاری ثقه ابن حبان کذافی مجمع الزوائد.(۱)

ان احادیث پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ حدیث امر بالخروج للعیدین میں امر وجوبی نہیں ہے اور مصلحت خروج اظہار شوکت و کثرت مسلمین تھی کیونکہ حائضہ عورتوں کو بھی نکلنے کے حکم کی اور کوئی مصلحت نہیں۔

(۳) فتنہ کا وجود غالب ہے اور غالب ہی پر احکام شرعیہ مبنی ہوتے ہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عید کے دن گلے ملنا رسم ہے

(سوال) کیا عید ملنا بے اصل چیز ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۳۳۳ محمد عزت علی خاں (ضلع ہردوئی)
۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ ۶ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۸۰) عیدین میں معانقہ کرنا یا عید کی تخصیص سمجھ کر مصافحہ کرنا شرعی نہیں بلکہ محض ایک رسم ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عید الاضحیٰ جلد پڑھنا بہتر ہے

(سوال) عید الاضحیٰ کی نماز عید گاہ میں دس بجے سے گیارہ بجے تک ہوتی ہے حالانکہ نماز عید الاضحیٰ جلد ہونا چاہئے مگر اکثر اشخاص کہتے ہیں کہ دیہات کے لوگ چونکہ دیر سے پہنچتے ہیں اس وجہ سے نماز میں تاخیر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے نماز پڑھنے والے چند اشخاص جو کہ قربانی کی جلدی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں کہ ہم اسی میں سے کچھ پکوا کر کھائیں تو ان کو اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ کھانا بعد دوپہر ملتا ہے تو ایسی حالت میں ان اشخاص کو کیا یہ اجازت ہے کہ وہ اول وقت کسی مسجد میں نماز ادا کر لیں اور بعدہ قربانی کریں ان دونوں

---

(۱) (باب خروج النساء إلى المساجد ۲/۳۳. ۳۴ ط دار الفكر' بيروت' لبنان)

(۲) ويكره حضور هن الجماعة ولو لجمعة و عيد ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً ليلاًعلى المذهب المفتى به لفساد الزمان (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵٦٦ ط سعيد)

(۳) و نقل فى تبيين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لأن الصحابة ما صافحوا بعداداء الصلاة ولأ نها من الروافض ثم نقل ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع وإنه ينبه فاعلها أولاً و يعزر ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج عن المالكية فى المدخل أنها من البدع و موضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا فى أدبار الصلوة فحيث و ضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك و يزجر فاعله لما اتى به عن خلاف السنة (رد المحتار' كتاب الحظر والإباحة' باب الاستبراء ٦/۳۸۱ ط سعيد)

صورتوں میں کون افضل ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۱۵ ظفریار خان صاحب (ہردوئی) ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٨١) کوشش کی جائے کہ نماز عید زیادہ سے زیادہ دس بجے ادا کرلی جائے لیکن اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو علیحدہ نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے قربانی میں تاخیر اور اس کی وجہ سے کھانے میں تاخیر برداشت کرلینا بہتر ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

عید گاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ نماز عید پڑھنا

(سوال) عیدگاہ مقررہ کو چھوڑ کر دیگر جگہ سفید میں پڑھنا کیسا ہے 'بہتر جگہ کونسی ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۱۱۴ شیخ محمد شفیع صاحب (فیروزپور) ۱۱ شوال ۱۳۵۶ھ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٨٢) عیدگاہ آبادی سے اگر باہر ہو تو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے اور آبادی کے اندر ہو اور آبادی سے باہر نماز کے لئے زمین مناسب موجود ہو اور مالک زمین کی اجازت ہو تو باہر عید کی نماز پڑھنی اولیٰ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

عید گاہ میں نماز عید پڑھنا افضل ہے

(سوال) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے یا جامع مسجد میں ؟

المستفتی نمبر ۲۲۰۳ فرزند علی صاحب (برما) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ٤٨٣) عیدگاہ کی نمازباہر میدان میں یا عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

صحیح لفظ "عیدالاضحیٰ" ہے

(سوال) کیا عیداضحی کی نماز میں عیداضحیٰ کی نیت کرنی ضروری ہے اور کیا اگر عیداضحیٰ کی نیت نہ کی گئی بلکہ عیدالضحی کی نیت کی گئی تو کیا ہرج ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۲۴۷ حفاظت علی خاں صاحب کوٹ (ضلع فتح پور)

۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۳۰ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ٤٨٤) عیدالاضحیٰ صحیح ہے اور عیدالضحیٰ صحیح نہیں ہے مگر نیت نماز میں اگر کسی نے عیدالضحی کا نام

---

(۱) ویندب تعجیل الأضحی لتعجیل الأضاحی و تاخیر الفطر' لیؤ دی الفطرة کمافی البحر' (رد المحتار' باب العیدین ۱۷۱/۲ ط سعید)

(۲) والخروج إلی الجبانة لصلاة العید سنة وإن وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح (التنویر مع شرحه باب العیدین ۱۶۹/۲ ط سعید)

(۳) (ایضاً)

لے لیا جب بھی نماز ہو جائے گی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) نماز عید آبادی سے باہر میدان میں پڑھنا افضل ہے
(۲) نماز عید کھلے میدان میں پڑھنا سنت متوارثہ ہے

(سوال) (۱) کیا حضور اکرم ﷺ نے بلا عذر نماز عید مسجد نبوی میں پڑھی ہے یا نہیں اور بصورت اجتماع عید گاہ میں تفریق بلا عذر شرعی جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) کیا خروج جبانہ نماز عید کے لئے سنت ہے یا نہیں اور بشرط وجود عید گاہ تارک اس کا قابل ملامت ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۷۱۷ فیروز خاں (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ م ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء
(جواب ٤٨٥) (۱) عید کی نماز آبادی سے باہر میدان میں یا عید گاہ میں پڑھنا مسنون ہے بلا عذر آبادی کے اندر مسجد میں عید کی نماز ادا کرنا مکروہ ہے بارش ہو یا ایسی ہی کوئی عذر ہو کہ آبادی سے باہر جانا مشکل ہو یا بوڑھوں 'بیماروں' کمزوروں کے لئے شہر کے اندر مسجد میں ادا کرلی جائے تو خیر ورنہ باہر جاکر ادا کرنا ہی مسنون ہے (۲)
(۲) ہاں عید کی نماز کے لئے خروج الی جبانہ سنت قدیمہ متوارثہ ہے عذر صحیح نہ ہو تو اس سنت کا ترک قابل ملامت ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سنت زندہ کرنے کا ثواب

(سوال) کیا اگر کوئی شخص احیاء سنت کا مانع ہو مثلاً صورت اجتماع وخروج عید گاہ باوجود موجود ہونے عید گاہ یا بصورت اجتماع جمعہ وغیرہ کیا بانی امور مذکورہ قابل ملامت ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۷۱۷ فیروز خان صاحب (جہلم)
(جواب ٤٨٦) جو شخص احیاء سنت سے مانع ہو وہ یقیناً قابل ملامت ہے اور جو شخص کہ کسی سنت متروکہ کو جاری کرے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

شہر میں متعدد جگہ عید کا اجتماع

(سوال) ایک شہر میں دو جگہ یا اس سے زائد عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) وأحكامها أحكام الأضحى الخ (تنوير الابصار' باب العيدين ۲/۱۷٦ ط سعيد)
(۲) والخروج إلى المصلى' وهي الجبانة سنة الخ فإن ضعف القوم عن الخروج أمر الإمام من يصلى بهم فى المسجد (حلبى كبير' باب العيدين' ص ٥٧١ ط سهيل اكيڈمى' لاهور)
(۳) (ايضا) (٤) من تمسك بسنتى عند فساد أمتى فله أجر مأة شهيد (مشكوة' باب الاعتصام بالكتاب والسنة' الفصل الثانى ص ۳۰ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۲۱۸۷ راجہ فیروز خاں صاحب (جہلم)
(جواب ٤٨٧) عید کی نماز آبادی سے باہر جا کر میدان میں یا عید گاہ میں ادا کرنا سنت ماثورہ قدیمہ ہے شہر کے اندر بوڑھوں، بیماروں، کمزوروں کی خاطر یا بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے پڑھی جائے تو خیر مضائقہ نہیں ورنہ بلا عذر شہر میں عید پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر تعدد بھی مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

نماز عید میں سہو کا حکم

(سوال) عیدین کی نماز چھ تکبیروں کے ساتھ دو رکعت واجب ہے اگر پیش امام ایک تکبیر بھول جائے تو سجدہ سہو کیا جائے یا نماز دہرائی جائے ؟
المستفتی نمبر ۲۳۷۴ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع خاندیس) ۸ صفر ۱۳۵۸ھ م ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء
(جواب ٤٨٨) سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تکبیر تشریق بلند آواز سے پڑھی جائے

(سوال) زید کہتا ہے کہ تکبیر ایام تشریق امام اور مقتدی کو بآواز بلند کہنا واجب ہے اور بکر کہتا ہے کہ امام آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ کہیں دونوں میں سے کون ٹھیک کہتا ہے ؟
(جواب ٤٨٩) ایام تشریق کی تکبیریں امام اور مقتدی دونوں کو بآواز بلند کہنی چاہئیں کیونکہ بعض کے نزدیک جہر کرنا واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے۔ والجهر به واجب و قيل سنة كذا في القهستاني (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

نماز عید کے بعد تکبیرات تشریق کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۲۸ء)
(سوال) عید الاضحی کی نماز کے بعد تکبیر پڑھنا مثل نماز جمعہ کے واجب ہے یا مستحب یا ممنوع ؟
(جواب ٤٩٠) نماز عید کے بعد تکبیر پڑھنا جائز ہے واجب نہیں اور ناجائز بھی نہیں۔ ولا بأس به عقب العيد لان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم و عليه البلخيون (٤) در مختار۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

---

(۱) والخروج إليها أى الجبانة لصلاة العيد سنة (التنوير و شرحه، باب العيدين، ۲/۱۶۹ ط سعيد (و فى الشامية : إن السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة ويستخلف غيره ، ليصلى فى المصر بالضعفاء بناءً على أن صلاة العيدين فى موضعين جائزة بالا تفاق وإن لم يستخلف فله ذلك (باب العيدين ۲/۱۶۹ ط سعيد)
(۲) والسهو فى صلاة العيد و الجمعة والمكتوبة والتطوع سواء، والمختار عند المتأخرين عدمه فى الأولين لدفع الفتنة (التنوير و شرحه، باب سجود السهو ۲/۹۲ ط سعيد)
(۳) (رد المحتار، باب العيدين ۲/۱۷۸ ط سعيد)
(٤) (باب العيدين ۲/۱۸۰ ط سعيد)

شافعی امام کا دو مرتبہ نماز عید پڑھانا

(الجمعیۃ مورخہ یکم اگست ۱۹۲۸ء)

(سوال)الامام الشافعي يصلى صلاة العيد للاحناف اولاً. و يصلى هو ايضاً للشافعيين ثانيا مع وسيع المسجد. بينوا توجروا

(ترجمہ) ایک شافعی امام نے عید کی نماز حنفیوں کو پڑھائی اس کے بعد اسی امام نے دوبارہ شافعیوں کو نماز پڑھائی باوجودیکہ مسجد وسیع تھی (اور ایک جماعت بھی ہو سکتی تھی)

(جواب ۴۹۱) اذا امد الشافعی للحنفية فی صلوة العيد جازت صلوتهم. ثم اذا ام الشوافع فی هذه الصلاة جازت صلاتهم على مذهبهم. نعم تكرار الصلاة فى مسجد واحد مكروه عندنا وعند الشافعي رحمه الله (۱) محمد كفايت الله كان الله له'

(ترجمہ) جب کہ شافعی امام نے نماز عید میں حنفیوں کی امامت کی تو حنفیوں کی نماز ہو گئی اور پھر جب اسی شافعی امام نے دوبارہ شافعیوں کو وہی نماز عید پڑھائی تو شوافع کے مذہب کی رو سے ان کی بھی نماز ہو گئی البتہ ایک ہی مسجد میں ایک نماز کی دوبارہ جماعت ہمارے اور امام شافعی دونوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

نماز عید کے لئے اذان مسنون نہیں

(الجمعیۃ مورخہ یکم اگست ۱۹۲۸ء)

(سوال) بقر عید اور عید الفطر میں جو اذان پکاری جاتی ہے اس کا حکم حدیث و قرآن میں ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۹۲) عید بقر عید میں کوئی اذان مسنون نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

---

(۱) وكذا تكره خلف أمر د (إلى أن قال) وزاد ابن ملك و مخالف كشافعي' لكن في وتر البحر ان تيقن المراعات لم يكره (الدر المختار' باب الإمامة ۵۶۲/۱ ط سعيد) وفي الشامية: " وأما الا قتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز مالم يعلم منه ما يفسد الصلاة على اعتقاد المقتدى عليه الإجماع (باب الإمامة ۵۶۳/۲ ط سعيد) شافعیوں کی اس لئے ہو گی کیونکہ ان کے ہاں متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء درست ہے وهو جواب بما استدل به الشافعي على جواز الفرائض بالنفل' وهو ما في الصحيحين أن معاذاً كان يصلى مع رسول الله ﷺ عشاء الآخرة ثم يرجع إلى قومه فيصلي بهم تلك الصلاة" (رد المحتا' باب الإمامة ۵۷۹/۱ ط سعيد) و يكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۵۵۲/۱ ط سعيد)

(۲) عن ابن جريج قال أخبرني عطاء عن ابن عباس و جابر بن عبدالله قال لم يكن يؤذن يوم الفطر ولا يوم الاضحى ثم سألته بعد حين عن ذلك فأخبرني قال أخبرني جابر بن عبدالله الأنصاري أن لا أذان للصلاة يوم الفطر حين يخرج الإمام ولا بعد ما يخرج ولا إقامة ولا نداء ولا شئ لانداء يومئذ ولا إقامة (مسلم' كتاب الصلاة العيدين ۲۹۰/۱ ط قديمي كتب خانه' كراچی)

(سوال) نماز عید کے بعد عید گاہ میں سب اٹھ کر مصافحہ کرنے لگتے ہیں یہ کیسا ہے ؟
(جواب ٤٩٣) نماز عید کے بعد عید کی تخصیص کی وجہ سے مصافحہ کرنے کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عورتوں کا نماز عید کے لئے جانا جائز نہیں

الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(سوال) عورتوں کو عید گاہ میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ٤٩٤) نہیں۔ کہ ان کے جانے میں فتنہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

نماز عید شہر سے باہر پڑھنا سنت ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۵ جون ۱۹۳۷ء)

(سوال) شہر سے بارہ پتھر باہر یعنی آخر کنارہ شہر دیہات میں نماز جمعہ و عیدین شہر میں عید گاہ ہوتے ہوئے پڑھنا کیسا ہے ؟
(جواب ٤٩٥) عید کی نماز تو شہر سے باہر پڑھنی افضل ہے اور جمعہ آبادی کے اندر بہتر ہے مگر شہر کے باہر فنائے شہر میں جمعہ پڑھا جائے تو جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

عید الفطر کے دن سویاں پکانا محض رسم ہے

(سوال) اس طرف عید الفطر کے روز عام طور پر یہ رواج جاری ہے کہ بعد نماز سویاں تقاضے کے ساتھ کھاتے کھلاتے ہیں' یہ کیسا ہے ؟
(جواب ٤٩٦) سویاں کھانا کھلانا کوئی شرعی بات نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

عید اور نکاح پڑھانے کی اجرت لینے والے کی امامت

(سوال) قاضی صاحبان عیدین کی نماز پڑھاتے ہیں تو چندہ جمع کر کے اجرت لیتے ہیں اور نکاح پڑھائی دو

---

(۱) نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط' أنه تكره المصافحة بعد اداء الصلاة بكل حال' لأن الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلاة ولأنها من سنن الروافض الخ (رد المحتار' كتاب الحظر والإباحة' باب الا ستبراء وغيره ٦/ ٣٨١ ط سعيد)
(۲) ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عيدو وعظ مطلقاً ولو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتى به' لفساد الزمان (التنوير مع شرحه باب الإمامة ١/ ٥٦٦ ط سعيد)
(۳) والخروج إليها أى الجبانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع (التنوير و شرحه باب العيدين ٢/ ١٦٩ ط سعيد)

روپے چار روپے طلب کرتے ہیں، اور جو شخص انکار کرتا ہے نکاح نہیں پڑھاتے اور خود تارک الصلوة ہیں۔
المستفتی محمود خان (ہمیر پور)
(جواب ٤٩٧) عید کی امامت کی اجرت لینا ناجائز ہے نکاح کی اجرت بقدر وسعت لینی جائز ہے(۱) مگر بے نمازی کو امام بنانا مکروہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز عید کے بعد تکبیر تشریق پڑھنا جائز ہے

(سوال) عید الاضحیٰ کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد تکبیر تشریق پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد
(جواب ٤٩٨) ہاں پڑھی جائے تو جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ساتواں باب
سنن و نوافل
فصل اول۔ سنت فجر

جماعت کے وقت سنت فجر کا حکم

(سوال) نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم۔ سنت فجر بعد اقامت فرض اسی مقام پر ادا کرنا کیسا ہے صف کے برابر پڑھنا یا صف کے پیچھے مگر بغیر کسی حاجز و حائل کے پڑھنا یکساں ہے یا متفاوت الحکم اور در صورت حاجز نہ ہونے کے اس مقام پر پڑھ لینا بہتر ہے یا چھوڑ دینا؟ بینوا توجروا

(جواب ٤٩٩) عن النبی علیه الصلوة والسلام اذا اقمیت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة (٤)
(ترجمہ) حضرت رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے پھر کوئی نماز سوائے فرض کے نہیں (پڑھنی چاہئیے) اس عموم سے سنت فجر کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے مگر چونکہ اس حدیث کو ابن عیینہ و حماد بن زید و حماد بن سلمہ نے ابو ہریرہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور سنت فجر آکد السنن ہے اور صحابہ سے سنت فجر کا بعد اقامت فرض پڑھ لینا بھی ثابت ہے۔ روی الطحاوی عن ابن مسعودؓ انه دخل

---

(۱) (امداد الفتاویٰ ۲/۲٦۳ ط مکتبہ دار العلوم' کراچی و خیر الفتاویٰ ٤/٥٨٦.٥٨٧ ط مکتبة الخیر جامعه خیر المدارس ' ملتان)
(۲) قال فی التنویر :و یکره امامة عبدو أعرابی و فاسق الخ (باب الامامة ١/٥٥٩ ط سعید)
(۳) ولا بأس به عقب العید' لأن المسلمین توار ثوه فوجب إتبا عهم' و علیه البلخیون ولا یمنع العامة من التکبیر الخ (رد المحتار' باب العیدین ۲/۱۸۰ ط سعید)
(٤) (بخاری' باب إذا أقیمت الصلوة إلا المکتوبة ١/٩١ ط قدیمی کتب خانه ' کراچی)

المسجد وقد اقيمت الصلوة فصلى ركعتى الفجر فى المسجد الى اسطوانة وذلك بمحضر حذيفة وابى موسىٰ . وروى مثله عن عمر بن الخطابؓ وابى الدرداء و ابن عباس ذكره ابن بطال فى شرح البخارى عن الطحاوى و عن محمد بن كعب قال خرج عبدالله بن عمر من بيته فاقيمت صلوٰة الصبح فركع ركعتين قبل ان يدخل المسجد ثم دخل فصلى مع الناس وذلك مع علمه باقامة الصلوة و مثله عن الحسن و مسروق والشعبى . انتهىٰ كذافى غنية المستملى(۱).
پس ان وجوہ ثلاثہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت فجر عموم حدیث سے مستثنیٰ ہے اس لئے فقہائے حنفیہ اس کے پڑھ لینے کی اجازت بعد اقامت فرض دیتے ہیں لیکن اسی مقام پر بغیر کسی حائل کے پڑھنا مکروہ ہے اور مخالط صف ادا کرنا سخت مکروہ ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں مخالفت جماعت لازم آتی ہے اور صحابہ کرام جن سے سنتوں کا پڑھنا ثابت ہے وہ ایسی صورت سے ثابت ہے کہ یا تو خارج مسجد یا اسطوانہ یا ساریہ کے پیچھے پس انہیں صورتوں سے جائز ہوگا۔ فى غنية المستملى(۲) ثم السنة المؤكدة التى يكره خلافها فى سنة الفجر وكذا فى سائر السنن هو ان لا ياتى بها مخالطا للصف بعد شروع القوم فى الفريضة ولا خلف الصف فى غيرحائل وان ياتى بها اما فى بيته وهوالا فضل او عند باب المسجد ان امكنه ذلك بان كان ثمه موضع يليق للصلوة وان لم يمكنه ذلك ففى المسجد الخارج ان كانوا يصلون فى الداخل او فى الداخل ان كانوا فى الخارج ان كان هناك مسجد ان صيفى و شتوى وان كان المسجد واحداً فخلف اسطوانة ونحو ذلك كالعمودو الشجرة وما اشبهها فى كونها حائلاً والا تيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه و مخالطا للصف كما يفعله كثير من الجهال اشد كراهة لما فيه من المخالفة للجماعة. خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جب نماز فرض شروع ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ سنت فجر کو مکان میں پڑھے اور افضل یہی ہے یا دروازہ مسجد پر پڑھے (یعنی مسجد سے باہر۔ کما صرح به القهستانی وسیاتی ذکرہ) اگر وہاں پر کوئی جگہ نماز کے لائق ہو اور اگر دروازہ مسجد پر ممکن نہ ہو تو باہر والے درجہ میں پڑھے اگر جماعت فرض اندر ہو یا اندر پڑھے اگر جماعت باہر ہو اور اگر مسجد کا ایک ہی درجہ ہو تو ستون کے پیچھے یا اور کسی آڑ والی چیز کے پیچھے پڑھے اور صف کے پیچھے بغیر حائل کے پڑھنا مکروہ ہے اور صف کے برابر مخالط صف ہو کر پڑھنا جیسا کہ اکثر جاہل کرتے ہیں سخت مکروہ ہے اس عبارت سے خوب معلوم ہو گیا کہ افضل مکان میں پڑھنا ہے، پھر مسجد کے باہر مسجد کے دروازہ پر اگر جگہ ہو پھر باہر والے درجہ میں اگر جماعت اندر ہو یا اندر والے درجہ میں اگر جماعت باہر ہو پھر کسی ستون یا آڑ کے پیچھے پڑھنا چاہئیے رہا یہ کہ اگر درجہ بھی ایک ہو اور کوئی آڑ بھی نہ ہو تو کیا کرے اس کا حکم یہ ہے کہ سنت کو چھوڑ دے فرض میں شریک ہو جائے۔ فى الدر المختار(۳) بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكانا والا

---

(۱) (فروع فى شرح الطحاوى، ص ۲۴۲ ط سهيل اكيڈمى، لاهور)
(۲) (فروع ص ۳۹۶ ط سهيل اكيڈمى، لاهور) (۳) (باب أدراك الفريضة، ۲/۵۶ ط سعيد)

ترکھا لان ترك المکروہ مقدمہ علی فعل السنة . وفی ردالمحتار . قولہ عند باب المسجد ای خارج المسجد کما صرح بہ القھستانی وقال فی العنایة لانہ لو صلا ھا فی المسجد کان متنفلاً فیہ عند اشتغال الامام بالفریضة و ھو مکروہ فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوۃ یصلیھا فی المسجد خلف ساریة من سواری المسجد واشد ھا کراھیة ان یصلیھا مخالطا للصف مخالفا للجماعة والذی یلی ذلك خلف الصف من غیر حائلٍ و مثلہ فی النھایة والمعراج. قولہ والا ترکھا . قال فی الفتح و علی ھذا ای علی کراھة صلاتھا فی المسجد ینبغی ان لا یصلی فیہ اذا لم یکن عند بابہ مکان لان ترك المکروہ مقدم علی فعل السنة غیر ان الکراھة تتفاوت فان کان الامام فی الصیفی فصلاتہ ایاھا فی الشتوی اخف من صلاتھا فی الصیفی و عکسہ واشد ما یکون کراھة ان یصلیھا مخالطا للصف کما یفعلہ کثیر من الجھلة انتھی. پس ان عبارتوں سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اگر مسجد کے دروازہ پر جگہ نہ ہو اور مسجد میں کوئی موقع آڑ کا نہ ہو تو ایسی صورتوں میں سنتوں کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آڑ نہ ہونے کی صورت میں یا تو مخالط صف ہو کر پڑھے گا اور یہ سخت مکروہ ہے یا صف کے پیچھے بغیر حائل کے پڑھے گا اور یہ بھی مکروہ ہے اور کراہت کے ساتھ ادا کرنے سے چھوڑ دینا اچھا ہے۔ لان ترك المکروہ مقدم علی فعل السنة . واللہ اعلم بالصواب. کتبہ العبد الضعیف الراجی رحمة مولاہ محمد کفایت اللہ اوصلہ اللہ غایة ما یتمناہ حرر الاربع خلون. من شوال المکرم ۱۳۱۹ھ

جواب صحیح بہت درست ہے۔ سنت فجر مؤکدہ ہے۔ حتی الامکان مطابق سنت ادا کرے۔ فی النھایة' اما انہ یصلی فی المسجد وان قامت الجماعة فلان سنة الفجر اکدھا قال النبی ﷺ صلوھما وان طرد تکم الخیل واما عند باب المسجد فلان الاشتغال بالنفل عند اشتغال الامام مکروہ . واللہ اعلم و حکمہ احکم. کتبہ و صدقہ محمد اعظم غفرلہ اللہ ما اجرم.
۴ شوال المعظم ۱۳۱۹ھ فی بلدۃ شاہجہانپور۔ الجواب صواب عبید الحق عفی عنہ۔
الجواب صحیح محمد ریاست علی خاں

جماعت ہو رہی ہو تو سنتیں کہاں پڑھی جائیں

(سوال) فجر کی سنت اگر جماعت ہو رہی ہو تو الگ ہو کر پڑھنی چاہئیں یا جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے اگر رہ جائیں تو جماعت کے بعد ہی پڑھ لی جائیں یا سورج نکلنے پر پڑھی جائیں یا بالکل نہ پڑھی جائیں ؟
المستفتی نمبر ۲۴۹ شہباز خاں سب انسپکٹر پولیس۔
۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۵۰۰) فجر کی سنتیں جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد علیحدہ مقام میں جا کر پڑھی جائیں اور علیحدہ

کوئی جگہ نہ ہو تو جماعت میں شریک ہو جانا چاہئیے(۱) اور جماعت کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے نہیں پڑھنا چاہئیے آفتاب نکلنے کے بعد پڑھ لی جائیں تو بہتر ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جماعت شروع ہونے کے بعد آنے والے کے لئے سنت فجر کا حکم

(سوال) ایک شخص بوقت فجر مسجد میں آتا ہے اور آگے جماعت ہو رہی ہے اب وہ پہلے سنتیں ادا کرے یا جماعت میں شریک ہو جائے ؟ المستفتی ۴۱۱ سید محبوب حسن (نرائن گڈھ ضلع انبالہ)
۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۵۳ھ ۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۵۰۱) فجر کی جماعت شروع ہو جانے کے بعد کسی علیحدہ جگہ میں سنتیں ادا کرنے کا اتنا موقع مل جائے کہ سنت ادا کر کے فرض ایک رکعت مل سکے گی تو سنتیں ادا کر کے جماعت میں شریک ہو اور اگر کوئی علیحدہ جگہ میسر نہ ہو یا ایک رکعت فرض ملنے کی امید نہ ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اور جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں نہ پڑھے سورج نکلنے کے بعد چاہے تو پڑھ لے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

سنت فجر رہ جائیں تو کب پڑھی جائیں

(سوال) زید کہتا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں قضاء ہو جائیں تو بعد ادائے فرض سنتیں پڑھ لے کوئی حرج نہیں بکر کہتا ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل ہر گز سنتیں ادا نہیں کر سکتا اگر پڑھے گا تو گناہ گار ہو گا کس کا قول صحیح ہے ؟
المستفتی نمبر ۵۴۴ فقیر احمد (سنگرر) ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۰۲) فرض فجر ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں پڑھنا ممنوع ہے طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جائیں (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بوقت جماعت آنے والوں کے لئے سنتوں کا حکم

(سوال) صبح کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جس نے صبح کی سنتیں نہیں

---

(۱) بل يصليها عند باب المسجد أن وجد مكاناً والإتركها' لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة الخ و فی الشامية : " عند باب المسجد ای خارج المسجد كما صرح به القهستانی وقال فی العناية' ولأنه لو صلاها فی المسجد الخ (باب إدراك الفريضة ۲ / ۵٦٠ ط سعيد)
(۲) أما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع (رد المحتار' باب إدراك الفريضة ۲ /۵۷ ط سعيد)
(۳) بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها الخ (الد المختار باب إدراك الفريضة ۲ /٥٦ ط سعيد) و كره نفل ...... ولو سنة الفجر بعد صلاة فجر الخ (الدر المختار' كتاب الصلاة ۱ /۳۷۵ ط سعيد)
(٤) أما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالا جماع (رد المحتار' باب إدراك الفريضة ۲ /۵۷ ط سعيد)

پڑھی تھیں اب یہ شخص جماعت میں بغیر سنت پڑھے شریک ہو جائے یا سنت پڑھ کر ؟
المستفتی نمبر ۹۶۱ رحمت علی (دہلی) ۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۵۰۳) فجر کی سنتیں فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد ان شرائط کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں :
(۱) سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو کر ایک رکعت ملنے کی قوی امید ہو۔
(۲) مسجد میں جماعت کے مقام پر سنتیں نہ پڑھی جائیں (۳) مسجد سے خارج کسی دالان میں یا حجرہ میں یا دروازے کے باہر کسی جگہ میں ادا کی جائیں (۴) مسجد میں ادا کی جائیں تو جماعت سے آڑ کی جگہ ہو۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو سنتیں چھوڑ کر فرضوں میں شریک ہو جانا چاہئے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھی جائیں ؟

(سوال) عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ منهم عمر بن الخطاب و کان من احبهم الی ان رسول الله ﷺ نهی عن الصلوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس و عن الصلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس. ترمذی(۲) ص ۲۵ مجتبائی، دہلی .

صبح کی سنتیں اگر رہ جائیں تو کیا فرض سے فارغ ہو کر سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں بعض لوگ روزانہ اس میں جھگڑتے ہیں حالانکہ یہ بالکل واضح حدیث موجود ہے یہ بھی جناب ہی واضح فرمادیں۔
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۵۰۴) صبح کی سنتیں اگر فرض سے پہلے نہ پڑھی جائیں تو پھر آفتاب نکلنے کے بعد پڑھی جائیں فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا حنفیہ کے نزدیک اسی حدیث کی وجہ سے جو آپ نے نقل کی ہے منع ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل دوم۔ احکام سنن ونوافل

بوقت جماعت آنے والوں کے لئے سنتوں کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جون ۱۹۳۶ء)

---

(۱) وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لا شتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل والإبان رجا أدراك ركعة في ظاهر المذهب لا يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً والإ تركها لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة (درمختار) قال الشامي :" قوله عند باب المسجد أي خارج المسجد كما صرح به القهستاني ...... فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف سارية من سوارى المسجد وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفا للجماعة (باب إدراك الفريضة ۲/۵٦، ط سعيد)
(۲) (باب ماجاء في كراهية الصلاة بعد العصر و بعد الفجر ۱/۴۵ ط سعيد)

(سوال) نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جس نے سنتیں نہیں پڑھی تھیں اب وہ بغیر سنتیں پڑھے جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۰۵) فجر کی سنتیں فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد ان شرائط کے ساتھ ادا کی جا سکتی ہیں :-
(۱) سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو کر ایک رکعت ملنے کی قوی امید ہو (۲) مسجد میں جماعت کے مقام پر سنتیں نہ پڑھی جائیں۔ (۳) مسجد سے خارج کسی دالان یا حجرے میں یا دروازے کے باہر کسی جگہ ادا کی جائیں۔ (۴) مسجد میں ادا کی جائیں تو جماعت سے آڑ کی جگہ ہو اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایسی شرط بھی پوری نہ ہو تو پھر سنتیں چھوڑ کر فرضوں میں شریک ہو جانا چاہئے(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

سلام کے بعد امام کے لئے محراب سے ہٹ کر سنتیں پڑھنا مستحب ہے

(سوال) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ منقول از الجواب المتین مصنفہ مولانا سید اصغر حسین صاحب مطبوعہ احمدی پریس ص ۱۹ حدیث اول ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جب فرض کے بعد سنت و نفل پڑھو تو ذرا آگے پیچھے یا دائیں بائیں کو ہٹ جاؤ (ابو داؤد وابن ماجہ) حدیث دوم حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مسنون ہے یہ کہ امام نفل و سنت نہ پڑھے جب تک کہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائے (ابن ابی شیبہ وابو داؤد از مغیرہ منقطعاً) سوال یہ ہے کہ کیا احادیث مذکورہ سے بعد فرضوں کے جگہ بدل کر سنت و نفل پڑھنا مسنون ہے اور یہ مسجد کے لئے ہے یا گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لئے بھی ہے ؟

(جواب ۵۰٦) فرض کی جگہ سے علیحدہ ہو کر سنن و نوافل پڑھنے کا استحباب اس بناء پر ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لئے دو مقام گواہ بن جائیں یا فرائض و نوافل میں امتیاز ہو جائے اور اس بناء پر یہ استحباب مسجد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مکان و مسجد دونوں میں پایا جائے گا(۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

سنن و نوافل گھر میں پڑھنا مسنون ہے

(سوال) ماقولکم رحمکم اللہ کہ یہاں دو فرقہ ہو گیا ہے۔ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر اللھم انت السلام ومنک السلام الخ یا اس کے برابر کوئی دعا سے زائد مکروہ ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حدیث سے جو دعائیں اور اذکار ثابت ہیں ان کا بعد فرضوں کے پڑھنا سنت ہے چاہے طویل ہو اور

---

(۱) وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لا شتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل والإبان رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب لا يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً والإ تركها لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة (التنوير مع شرحه باب إدراك الفريضة ۲/۵٦ ط سعيد)

(۲) ويكره للإمام التنفل في مكانه لا للمؤ تم (درمختار) و في الشامية :" أما المقتدى و المنفرد فإنهما إن لبثا أو قاما إلى التطوع في مكانهما الذى صليا فيه المكتوبة جاز والأحسن أن يتطوع في مكان آخر الخ (فصل في تاليف الصلاة ۱/۵۳۱ ط سعيد)

بعد دعا کے سنت اور نفل گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے اگرچہ گھر دور ہو غرضکہ اس مقدار سے زائد تاخیر کو کوئی مکروہ کہتا ہے اور کوئی سنت سوال یہ ہے کہ شامی کی عبارت (**اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة کان ترك السنة راجحاً علی فعل البدعة**) (۱) کے مطابق یہ مقدار سے زائد تاخیر بدعت ہو گیا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(**جواب ۵۰۷**) **اذا تردد الحکم** الخ سے مراد یہ ہے کہ کسی فعل کے سنت یا بدعت ہونے میں ایسا تردد ہو کہ کسی جہت کو ترجیح نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں احتیاطاً ترک سنت راجح ہو گا فعل بدعت سے۔ لیکن اگر دلیل سے کسی جانب کی ترجیح ثابت ہو جائے تو اس راجح امر کو اختیار کرنا متعین ہے اور صورت مذکورہ فی السوال میں روایات صحیحہ کثیرہ سے صراحۃً ثابت ہے کہ فرائض کے بعد **اللھم انت السلام** الخ سے زائد مقدار کی دعائیں آنحضرت ﷺ نے پڑھی ہیں اسی طرح نوافل کو گھر میں پڑھنے کا استحباب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس خصوص میں کوئی حدیث اس کے معارض بھی نہیں ہے تو یقیناً راجح یہی ہے کہ بعد فرائض اذکار و ادعیہ ماثورہ پڑھ کر گھر جا کر سنن و نوافل پڑھنا مسنون ہے (۲)

نماز مغرب سے پہلے نوافل کیوں مکروہ ہیں

(**سوال**) بعد غروب آفتاب قبل نماز مغرب حدیث صحیح سے دو رکعت نفل نماز پڑھنا ثابت ہے مگر حنفیہ کے نزدیک مکروہ لکھا ہے لہذا اس کے مکروہ ہونے کی کیا دلیل ہے ؟

المستفتی ممتاز علی کلانور ضلع رہتک

(**جواب ۵۰۸**) بے شک صحیح حدیث سے بعض صحابہ کا اذان مغرب کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا ثابت ہے مگر خود حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے کبھی نہیں پڑھی ہیں۔ **عن منصور عن ابیه قال ما صلی ابو بکر ولا عمر ولا عثمان الرکعتین قبل المغرب (عب و مسدد) کذافی کنز العمال** (۳) یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھی ہیں اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے تسلیم کیا ہے کہ حضور ﷺ نے بھی نہیں پڑھی ہیں **اما کونه ﷺ لم یصلھما فلا ینفی الاستحباب الخ** (۴) (**فتح الباری**) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے **وروی عن ابن عمر قال ما رأیت احداً یصلیھما علی عھد النبی ﷺ و عن الخلفاء الاربعة و جماعة من الصحابة انھم کانوا لا یصلونھما** (۵) یعنی حضرت ابن عمرؓ سے

---

(۱) (باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیھا ۱ / ۶۴۲ ط سعید)

(۲) عن جابر قال : " قال رسول اللہ ﷺ : " إذا قضی أحدکم الصلاة فی مسجدہ فلیجعل لبیتہ نصیباً من صلاتہ فإن اللہ جاعل فی بیتہ من صلاتہ خیراً (مسلم باب استحباب النافلة فی بیتہ ۱ / ۲۶۵ قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(۳) (باب المغرب وما یتعلق بہ ۸ / ۵۰ ط بیروت لبنان)

(۴) (باب کم بین الأذان والإقامة ۲ / ۹۰ ط مصر)

(۵) (ایضاً)

مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور خلفائے اربعہ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ یہ سب دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں **كان رسول الله ﷺ يخرج علينا بعد غروب الشمس و قبل صلوة المغرب فيرانا نصلى فلا يامرنا ولا ينهانا** (۱) **(كنز العمال عن ابن النجار)** یعنی آنحضرت ﷺ (حجرہ سے) باہر تشریف لاتے تھے تو ہم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے نہ تو ہم کو منع فرماتے تھے اور نہ نماز پڑھنے کے لئے حکم دیتے تھے۔

حنفیہ اس خیال سے کہ اس وقت نوافل کی اجازت سے فرض مغرب میں تاخیر ہوگی خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) وتر کے بعد دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے
(۲) مغرب اور عشاء کی سنتیں اور نوافل ثابت ہیں یا نہیں

(سوال) (۱) وتر کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھی جاتی ہیں اس کو بیٹھ کر پڑھنا چاہئیے یا کھڑے ہو کر؟ بہشتی زیور میں جناب مولانا اشرف علی صاحب نے کھڑے ہو کر پڑھنے کو لکھا ہے اور مفتاح الجنۃ میں لکھا ہوا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا چاہئیے (۲) ظہر کی نماز فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ جو پڑھی جاتی ہے اس کے بعد دو رکعت اور بیٹھ کر جو لوگ پڑھتے ہیں اس کی سند ہے یا نہیں؟ نیز مغرب کی دو رکعت سنت مؤکدہ اور عشاء کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے بعد بھی لوگ دو رکعت اور بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۴۲۴ حبیب اللہ ضلع غازی پور۔ یکم شعبان ۱۳۵۲ھ م ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۵۰۹) وتر کے بعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنی بہتر ہیں تاکہ پورا ثواب ملے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملے گا (۲) (۲) ہاں ان دو رکعت کی بھی سند ہے اور مغرب اور عشاء کے بعد دو سنت مؤکدہ ان کے بعد دو رکعت نفل کی بھی سند ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سنتوں اور نوافل کی نیت کس طرح کریں؟

(سوال) سنتوں اور نفلوں میں وقت کی پابندی ہے یا نہیں ہے مثلاً دو رکعت سنت سنت رسول اللہ ﷺ کی

---

(۱) (باب المغرب وما يتعلق به ۸/۵۳ ط بيروت)
(۲) وكذا بناء بعد الشروع بلا كراهة في الأصح " بحر " و فيه أجر غير النبي ﷺ على النصف إلا بعذر (الدر المختار' باب الوتر والنوافل ۲/۳۶ ط سعيد)
(۳) عن عائشةؓ قالت :" قال رسول الله ﷺ :" من ثابر على ثنتى عشر ركعة من السنة بنى الله له بيتاً في الجنة: أربع ركعات قبل الظهر و ركعتين بعد ها و ركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء و ركعتين قبل الفجر (ترمذی' باب ماجاء فيمن صلى في يوم وليلة ثنتى عشره ركعة من السنة ۱/۹۴ ط سعيد) وسن مؤكداً أربعاً قبل الظهر و ركعتا ن قبل الصبح و بعد الظهر و بعد المغرب والعشاء (التنوير و شرحه' باب الوتر والنوافل ۲/۱۳ ط سعيد)

وقت ظہر کہنا چاہئیے یا نہیں ؟ یا صرف دو رکعت سنت سنت رسول اللہ ﷺ کی منہ طرف کعبہ شریف کے کہنا چاہئیے ؟

المستفتی ۲۲۴ شہباز خاں سب انسپکٹر پولیس ضلع کرنال۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ ۳ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۵۱۰) سنتوں اور نفلوں میں وقت کا نام لینے کی ضرورت نہیں اور سنت رسول اللہ کی یہ لفظ کہنے کی بھی ضرورت نہیں صرف یہ کہنا چاہئیے نیت کی میں نے دو رکعت نماز سنت واسطے خدا کے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے یا کھڑے ہو کر

(سوال) نوافل بعد وتر میں خصوصاً اور دوسرے نوافل میں عموماً کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پڑھنے میں افضلیت کا کوئی درجہ ہے یا نہیں ؟ قیام کو فضیلت ہے یا قعود کو ؟

المستفتی نمبر ۵۰۹ حاجی قاسم احمد سورتی۔ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۱۱) نوافل کھڑے ہو کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے اسمیں تمام نوافل برابر ہیں وتر کے بعد کی نفلوں کا اس حکم سے تخصیص کا ثبوت نہیں ہے آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا تھا اگر حضور اکرم ﷺ نے وتر کی نفلیں بیٹھ کر پڑھی ہیں تو ہم اپنے کو حضور ﷺ پر قیاس نہیں کر سکتے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

سنتوں کے لئے اذان کا انتظار ضروری نہیں

(سوال) سنت پڑھنے کے واسطے اذان کا انتظار ضروری ہے یا نہیں ؟ جیسا کہ جمعہ و عشاء و ظہر کے وقت چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہیں بغیر اذان ہوئے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۲۴ شیخ شفیق احمد (ضلع مونگھیر)۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۹ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۱۲) سنت پڑھنے کے واسطے اذان کا انتظار ضروری نہیں جمعہ اور ظہر اور فجر کی سنتیں اذان سے پہلے پڑھی جا سکتی ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سنتیں گھر میں پڑھ کر آنے والے کے لئے تحیۃ المسجد کا حکم

(سوال) زید نفل و سنت پڑھ کر گھر سے مسجد آیا تو کیا یہ تحیۃ المسجد بھی پڑھ سکتا ہے ؟ یعنی سنتوں اور فرض

---

(۱) وکفی مطلقاً نیة الصلاة وإن لم یقل لله لنفل و سنة راتبة الخ (الدر المختار، بحث النیة ۱/ ۴۱۷)
(۲) و یتنفل مع قدرته علی القیام قاعداً ...... أجر غیر النبی ﷺ علی النصف إلا بعذر (التنویر و شرحه، باب الوتر والنوافل ۲/ ۳۶ ط سعید)
(۳) بشرطیکہ وقت ہو چکا ہو۔

کے درمیان؟

المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی ۔ ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۱۳) نماز کی مؤکدہ سنتیں گھر سے پڑھ کر آنا اور فرض نماز میں دیر ہے تو مسجد میں آکر تحیۃ المسجد پڑھ لینا سنت ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فرضوں سے پہلے اور بعد سنتوں کی کیا حکمت ہے؟

(سوال) فرضوں سے پہلے یا بعد جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں یہ کس لئے قرار دی گئیں؟

المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم مولوی سید عبداللہ شاہ۔ ۹ شوال ۱۳۵۴ھ م ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۱۴) ان سنن مؤکدہ کا حکم ہمارے لئے تو اتنا کافی ہے کہ حضور ﷺ نے پڑھی ہیں اور پڑھنے کی ہم کو بھی تعلیم اور تاکید فرمائی ہے اس کے علاوہ ایک حکمت بھی حدیث سے ہمیں معلوم ہو گئی ہے کہ فرائض میں اگر کچھ نقصان رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ ہماری سنن و نوافل سے پورا کر دیا جائے گا اور یہ بہت بڑا فائدہ اور بڑی اہم مصلحت ہے(۲) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) جمعہ کی پہلی سنتیں رہ جائیں تو کب پڑھے؟
(۲) ظہر کی چار سنتیں رہ جائیں تو کب پڑھیں؟
(۳) فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کب پڑھ سکتے ہیں؟

(سوال) (۱) جمعہ کی چار رکعت سنت اگر کسی کو نہیں ملی تو فرض کے بعد اس کو ادا کرے یا اس سنت کو پہلے ادا کرے جو فرض کے بعد پڑھی جاتی ہے؟ (۲) ظہر کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟ (۳) فجر کی سنت اگر کسی نے نہیں پڑھی اور فرض پڑھ چکا ہے تو سنت کس وقت ادا کرے اور نیت کس طرح کرے؟ سنت کی قضاء پڑھے یا نہ پڑھے؟ المستفتی نمبر ۹۷۷ محمد رفیع سوداگر چرم ۔ ضلع میدنی پور

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲۵ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۱۵) جمعہ سے پہلے کی چار رکعتیں نماز کے بعد پڑھ لے اور چاہے انہیں پہلے پڑھ لے یا بعد والی پہلے پڑھے دونوں جائز ہیں(۳) (۲) یہ بھی دونوں طرح جائز ہے(۴) (۳) بعد طلوع آفتاب پڑھ

---

(۱) ویسن تحیة رب المسجد' وهی رکعتان الخ (تنویرمع شرحه) و فی الشامیة : والحاصل أن المطلوب من داخل المسجد أن یصلی فیه الخ (باب الوتر والنوافل' مطلب تحیة المسجد ۲/۱۸ ط سعید)

(۲) عن عبدالله بن شقیق قال : " سئلت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ عن تطوعه فقالت :" كان یصلی فی بیتی قبل الظهر أربعا ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین و کان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین و یصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین الخ (مسلم' باب جواز النافلة قائما و قاعداً و فعل بعض الرکعة قاعداً و بعضها قائماً ۱/۲۵۲ ' ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

(۳) بخلاف سنة الظهر' وكذا الجمعة' إنه یترکها و یقتدی' ثم یأتی بها فی وقته الخ (الدر المختار' باب إدراك الفریضة ۲/۵۸ ط سعید)

(٤) (ایضاً)

سکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

وتر سے پہلے دو رکعت نفل کا ثبوت

(سوال) وتر کے قبل جو دو رکعت نفل لوگ پڑھتے ہیں ان کا کہیں ثبوت ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبدالقدوس صاحب امام مسجد (ترکمان دروازہ دہلی)
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۱۶) عشاء کے بعد دو رکعتیں تو سنت مؤکدہ ہیں اور دو نفل ہیں آنحضرت ﷺ سے ان کا ثبوت ہے۔ بخاری (۲) میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ صلی رسول اللہ ﷺ العشاء ثم جاء فصلی اربع رکعات ثم نام ثم قام الخ یعنی آنحضرت ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر میں آئے اور چار رکعتیں پڑھیں پھر سو گئے پھر (تہجد کے لئے) اٹھے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

وتر کے بعد دو رکعت نفل ثابت ہیں یا نہیں ؟

(سوال) وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۳۲۱ عبدالحمید صاحب (مارواڑ) ۸ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م یکم فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱۷) وتر کے بعد دو رکعت نفل حضور اکرم ﷺ سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے ابو داؤد شریف میں یہ روایت کہ حضور اکرم ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے موجود ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وتر کے بعد دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے

(سوال) وتر کے بعد جو دو رکعت نفل نماز پڑھی جاتی ہے اس کو بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے یا کھڑے ہو کر ؟

المستفتی نمبر ۱۴۱۷ شمس الدین صاحب (مانڈلے برما) ۱۵ صفر ۱۳۵۶ھ م ۲۷ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱۸) وتر کے بعد دو رکعتیں نفل کی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) إذا فاتت (سنة الفجر) وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع ...... وقال محمد " احب إلى أن يقضيها إلى الزوال' كما في الدرر' قيل هذا قريب من الاتفاق لأن قوله : " أحب إلي " دليل على أنه لولم يفعل لا لوم عليه وقالا : " لا يقضى وإن قضى فلا بأس به (رد المحتار' باب إدراك الفريضة ۲/۵۷ ط سعيد)

(۲) (باب الوتر ۱/۱۳۵ ط قديمي كتب خانه' كراچی)

(۳) عن عائشة . أن رسول الله ﷺ كان يوتر بتسع ركعات ثم أو تر بسبع ركعات و ركع ركعتين' وهو جالس بعد الوتر يقرأ فيهما فإذا أراد أن يركع قام فركع' ثم سجد (باب في صلاة الليل' ۱/۱۹۸ ط مكتبه امداديه ملتان)

(٤) و يتنفل مع قدرته على القيام قاعداً' لا مضطجعا إلا بعذر ...... أجر غير النبي ﷺ على النصف إلا بعذر الخ (التنوير مع شرحه ' باب الوتر والنوافل ۲/۳۶ ط سعيد)

سنت مؤکدہ کے تارک کا حکم

(سوال) امام مسجد لوگوں کو بتلاتا ہے کہ سنت مؤکدہ کا ادا کرنا یا بجالانا کوئی ضروری نہیں ہے پڑھنا نہ پڑھنا مساوی ہے اس کا حکم شرعی فرما کر مسئلہ کو روشن فرمادیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۱ سراج الدین صاحب ملتانی۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱۹) سنن مؤکدہ کا تارک علے الدوام گناہ گار اور تارک علی الاستخفاف کافر ہے اور اگر ترک احیاناً یا ضرورۃً یا کسی عذر سے ہو جائے تو جائز ہے۔ الذی یظهر من کلام اهل المذهب ان الاثم منوط بترك الواجب اوالسنة المؤكدة على الصحيح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوة الخمس قيل لا يأثم والصحيح انه يأثم ذكره فى فتح القدير (كذافى رد المحتار) (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے

(سوال) نوافل کا کھڑے ہو کر پڑھنا تو یقیناً بیٹھ کر پڑھنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے لیکن کسی وقت کی نفل کو بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے جیسا ثواب ملتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۵۱ حبیب حسین (بہار) ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۹ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۲۰) تمام نوافل کا یہی حکم ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے مگر آدھا ثواب ملتا ہے' اس سے کوئی نفل مستثنیٰ نہیں ہے (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نفل کا ثواب فرض کے برابر نہیں

(سوال) اگر کوئی شخص پنجگانہ نماز کا پابند نہ ہو اور وہ عید میلاد النبی ﷺ کے روز یا شب میں نوافل ادا کرے تو کیا ان نوافل دوگانہ سے کوئی فائدہ یا ثواب حاصل نہ ہوگا ؟

المستفتی نمبر ۲۰۸۵ شیخ عبداللہ مولا بخش صاحب بمبئی نمبر ۸۔

۲۶ رمضان ۱۳۵۶ھ یکم نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۲۱) نوافل جو ادا کئے جائیں گے اس کا ثواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا یہ دوسری بات ہے کہ ترک فرائض کے عقاب کے مقابلے میں وہ کچھ فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں یا نہیں ؟ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چند احادیث کا مطلب

(سوال) حسب ذیل احادیث کا کیا مطلب ہے ؟

---

(۱) (کتاب الطهارة' مطلب فى السنة و تعريفها ۱ / ۱۰٤ ط سعيد)

(۲) و يتنفل مع قدرته على القيام قاعداً' لا مضطجعاً إلا بعذر ...... أجر غير النبى ﷺ على النصف إلا بعذر الخ (التنوير مع شرحه' باب الوتر والنوافل ۲ / ۳٦ ط سعيد)

(الف) (۱) اذا اقیمت الصلوة فلا صلوٰة الا المکتوبة(۱) (۲) عن ابن عمر انه ابصر رجلا یصلی الرکعتین والمؤذن یقیم فحصبه وقال اتصلی الصبح اربعا (۳) وروینا عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه انه کان اذا رای رجلا یصلی وهو سمع الاجابة ضربه (٤) ووقع نحو هذه القصة ایضا لا بن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال کنت اصلی واخذ المؤذن فی الاقامة فجبذنی النبی ﷺ وقال اتصلی الصبح اربعا. اخرجه ابن خزیمة وابن حبان والبزاز والحاکم وغیرهم.

(ب) اور مسجد کے دالان میں جس میں جماعت ہو رہی ہو یا صف کے پیچھے ستون کی آڑ کافی ہو گی یا جماعت میں شریک ہو جائیں اور جماعت ہونے کی حالت میں اسی دالان میں سنت پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۵۵۳ عبدالحق صاحب دہلی۔ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ م ۳۱ دسمبر ۱۹۳۹ء

(جواب ۵۲۲) حدیث نمبر ۱ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب (فرض) نماز کی تکبیر ہو جائے تو سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں حدیث نمبر ۲ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے دیکھا کہ مؤذن تکبیر کہہ رہا ہے اور ایک آدمی سنتیں پڑھتا ہے (یعنی پڑھنا چاہتا ہے) تو انہوں نے اس آدمی پر کنکری پھینکی اور فرمایا کہ کیا فجر کی چار رکعتیں پڑھے گا۔ حدیث نمبر ۳ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جب دیکھتے کہ کوئی آدمی تکبیر سن رہا ہے اور پھر (اپنی علیحدہ) نماز پڑھتا ہے تو اسے مارتے۔ حدیث نمبر ۴ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا واقعہ حضرت ابن عباسؓ کو بھی پیش آیا کہ وہ نماز پڑھنے لگے اور مؤذن نے تکبیر شروع کی تو آنحضرت نے انہیں کھینچ لیا اور فرمایا کہ کیا تم صبح کی چار رکعتیں پڑھو گے ان روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کی تکبیر ہونے کے بعد اس جگہ سنتیں پڑھنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس جگہ سنتیں پڑھنے سے صورۃ جماعت کی مخالفت لازم آتی ہے نیز صبح کی چار رکعتیں اکٹھی ہو جانے کی شکل پیدا ہو جاتی ہے لیکن اگر مسجد سے خارج یا آڑ کی جگہ میں سنتیں ادا کی جائیں تو بشر طیکہ ایک رکعت فرض مل جانے کا ظن غالب ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے یہ عمل مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ عمل کہ اقامت ہو جانے پر سنتیں پڑھنے والے کے کنکری ماری اور فرمایا کہ کیا فجر کی چار رکعتیں پڑھے گا حدیث نمبر ۲ میں مذکور ہے اور انہیں سے یہ عمل بھی ثابت ہے کہ اقامت ہو جانے کے بعد انہوں نے حضرت حفصہؓ کے گھر میں جاکر سنتیں پڑھیں اور پھر آکر جماعت میں شامل ہوئے۔ وصح عنه (ای ابن عمر) انه قصد المسجد فسمع الاقامة فصلی رکعتی الفجر فی بیت حفصة ثم دخل المسجد فصلی مع الامام (۲) (فتح الباری ص ۳۶۹ ج ۳ طبع ہند) اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت ابو الدرداء اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرض کی اقامت ہو جانے کے بعد مسجد سے باہر یا مسجد میں جماعت کی جگہ سے آڑ میں ہو کر سنتیں پڑھ لیں پھر جماعت میں شامل ہوئے ان

---

(۱) (بخاری ' باب إذا أقیمت الصلوة فلا صلوة إلا المکتوبة ۹۱/۱ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۲) (باب إذا أقیمت الصلاة فلا صلوة الا المکتوبة ۲۷/۲ ط مصر)

روایات سے ثابت ہوا کہ یہ الوالعزم فقہاء صحابہؓ ممانعت کو اسی صورت پر محمول سمجھتے تھے کہ سنتیں جماعت فرض کی جگہ پڑھی جائیں اور مسجد سے خارج یا آڑ کی جگہ میں اقامت ہو جانے کے بعد بھی پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے اور پڑھ لیتے تھے۔(۱)

(۲) جس جگہ جماعت ہو رہی ہو اسی جگہ سنتیں پڑھنا ناجائز ہے یا تو خارج مسجد پڑھی جائیں یا جماعت کی جگہ سے علیحدہ کسی آڑ کی جگہ میں پڑھے اور ایک رکعت فرض کی مل جانے کا پورا بھروسہ ہو ورنہ جماعت میں شامل ہو جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جماعت کے وقت سنتیں پڑھیں یا نہیں؟

(سوال) جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟

(جواب ۵۲۳) جب فرض نماز کی جماعت شروع ہو جائے اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھی جائے صرف فجر کی سنتیں جماعت کی جگہ سے علیحدہ کسی جگہ پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے ایک رکعت ملنے کا یقین ہو تو ایسا کرے ورنہ فرض نماز میں شریک ہو جائے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ظہر کی سنتیں پڑھتے وقت جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟

(سوال) متعلق سنن ظہر

(جواب ۵۲۴) ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا اگر درمیان فرض شروع ہو جائیں تو سنتیں پوری کر کے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہو جائے لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہو جائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کر لے تو یہ بھی جائز ہے پہلی صورت بہتر ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سنت پڑھے بغیر امامت کرا سکتا ہے

(سوال) ایک امام صاحب بوقت ظہر ٹھیک جماعت کے مقررہ ٹائم پر تشریف لائے مقتدی دوسرے

---

(۱) لماروی الطحاوی وغیرہ عن ابن مسعود أنه دخل المسجد و أقیمت الصلاة فصلی رکعتی الفجر فی المسجد إلی الأسطوانة وذلك بمحضر حذیفة وأبی موسی و مثله عن أبی الدرداء و ابن عباس و ابن عمر کما سنده الحافظ الطحاوی فی شرح الآثار و مثله عن الحسن و مسروق والشعبی" شرح المنیة" (رد المحتار' کتاب الصلاة ۳۷۸/۱ ط سعید)

(۲) وکذا یکره التطوع عند إقامة الصلاة المکتوبة' لحدیث إذا أقیمت الصلاة فلا صلوة إلا المکتوبة ألا سنة فجر إن لم یخف فوت جماعتها الخ (التنویر و شرحه' کتاب الصلاة ۳۷۸/۱ ط سعید)

(۳) قال فی التنویر و شرحه : " والشارع فی النفل لا یقطع مطلقاً ویتمه رکعتین وکذا سنة الظهر و سنة الجمعة إذا أقیمت أو خطب الإمام یتمها لربعاً علی القول الراجح' لأنها صلاة واحدة (باب إدراك الفریضة ۵۸/۲ ط سعید)

صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کرنے لگے اتنے میں امام صاحب آگئے اور بغیر سنت مؤکدہ پڑھے امام نے فرض پڑھا دیئے عمرو کہتا ہے کہ اس طرح بغیر سنت پڑھے فرض نماز پڑھانا جائز نہیں اور نماز نہیں ہوتی عمرو کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۲۵) بغیر سنت پڑھے فرض پڑھا دینے سے نماز ہو جاتی ہے یہ کہنا کہ نماز جائز نہیں ہوئی غلط ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

سنتیں کس وقت تک مؤخر کر سکتا ہے؟

(سوال) بعد فرض کے سنتوں کی تاخیر کس مقدار تک اچھا ہے اور کس مقدار سے زائد تاخیر مکروہ ہے ؟

(جواب ۵۲۶) زیادہ تاخیر کو حنفیہ نے مکروہ فرمایا ہے اور زیادہ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ اذکار ماثورہ کی مقدار سے زائد ہو(۲) والتفصیل فی رسالتنا النفائس المرغوبة والله اعلم.

محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ ' دہلی

سنتوں اور نفلوں کے بعد دعا

(سوال) سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی دعا کرنا ہر شخص کے لئے خواہ امام ہو یا مقتدی سنت ہے یا مستحب ہے یا کیا ؟

(جواب ۵۲۷) انفراداً دعا مانگنا امام و مقتدی ہر ایک کے لئے سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی جائز ہے اور اجتماعاً بھی۔ بشرطیکہ التزام و اعتقاد سنیت نہ ہو اور اجتماعی دعا کا افضل طریقہ یہ ہے کہ بعد فرائض اور قبل سنن و نوافل ہو(۳) وقد حققنا ذلك فی رسالتنا النفائس المرغوبه. والله اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ ' دہلی

سنن و نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہے

(سوال) بعد فرضوں کے سنتیں اپنے گھروں میں جا کر پڑھنی چاہئیں یا مسجد میں ؟

---

(۱) لحديث عائشةؓ أن النبی ﷺ كان اذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعده" (رد المحتار' باب ادراك الفريضة ۵۸/۲ ط سعيد)

(۲) ويكره تاخير السنة إلا بقدر اللهم انت السلام الخ قال الحلوانی :" لا بأس بالفصل بالأوراد واختار الكمال الخ (الدر المختار' فصل فی تأليف الصلاة ۱/ ۵۲۰ ط سعيد) (۳) إن الدعاء المعمول فی زماننا بعد الفريضة رافعين أيديهم على الهيئة الكذائية لم تكن المواظبة عليه فی عهده عليه السلام' نعم الأدعية بعد الفريضة ثابتة كثيراً بلا رفع اليدين و بدون الاجتماع وثبوتها متواتر و ثبت الدعاء متواتراً مع رفع اليدين بعدالنا فلة فی واقعتين...... وقال بعض الأحناف من اهل العصر :" ان رفع اليدين لما ثبت فی مواضع الآخر يعدى إلى الدعاء بعد المكتوبة أيضاً واستدل بالعموم ايضا (العرف الشذی على الترمذی باب ماجاء فی كراهية أيخص الإمام نفسه بالدعاء ۱/ ۸۶ ط سعيد)

(جواب ۵۲۸) سنن ونوافل کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے یہی اصل حکم ہے احادیث صحیحہ سے اور فقہ حنفی سے ثابت ہے۔ الافضل فی السنن والنوافل المنزل . لقوله علیه السلام صلوة الرجل فی المنزل افضل الا المکتوبة الخ (فتاویٰ عالمگیری) (۱) عموم حدیث میں فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں داخل ہیں ہاں تراویح بوجہ سنیت جماعت مستثنیٰ ہے۔ ذکر الحلوانی الافضل ان یؤدی کله فی البیت الا التراویح (فتاویٰ عالمگیری) (۲) واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ، سنہری مسجد دہلی

ظہر کی سنتیں رہ جائیں تو پہلے دو پڑھے یا چار

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے اور پہلی چار سنتیں رہ گئی ہوں تو پہلے دو سنت پڑھے یا چار؟

(جواب ۵۲۹) ظہر کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر جماعت میں شریک ہو جانے کی وجہ سے رہ جائیں تو فرضوں کے بعد اختیار ہے چاہے پہلے چار سنتیں پڑھے اور پھر دو یا پہلے دو پڑھے پھر چار۔ دونوں طرح جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جہاں سنتیں پڑھیں وہاں فرض پڑھنا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) جس جگہ سنت پڑھی جاتی ہے اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ فرض نماز پڑھنا کیا شرعی حکم ہے یا نہیں؟

(جواب ۵۳۰) جس جگہ سنت نماز پڑھی جائے فرض کے لئے اس جگہ سے ہٹنا ضروری نہیں ہے (۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) (الباب التاسع فی النوافل ۱/۱۱۳، ماجدیه)
(۲) (ایضاً)
(۳) بخلاف سنة الظهر و کذا الجمعة فإنه إن خاف فوت رکعة یترکها و یقتدی، ثم یأتی بها علی أنها سنة فی وقته ای الظهر قبل شفعه عند محمد، و به یفتی (درمختار) أقول " وعلیه المتون لکن رجح فی الفتح تقدیم الرکعتین" قال فی الإمداد :" وفی فتاویٰ العتابی أنه المختار و فی مبسوط شیخ الإسلام إنه الأصح، لحدیث عائشة إنه علیه الصلاة والسلام کان إذا فاتته الأربع قبل الظهر یصلیهن بعد الرکعتین وهو قول أبی حنیفة وکذا فی جامع قاضی خان (رد المحتار، باب إدراك الفریضة ۲/۵۸ ط سعید)
(٤) أما المقتدی والمنفرد فإنهما إن لبثا أو قام إلی التطوع فی مکانهما الذی صلیا فیه المکتوبة جاز الخ (رد المحتار، فصل فی تالیف الصلاة ۱/۵۳۱ ط سعید) جہاں فرض پڑھے ہیں وہاں سنت پڑھ سکتا ہے، تو سنت والی جگہ پر بطریق اولیٰ فرض پڑھنا جائز ہے۔

فصل سوم۔ تحیۃ الوضوٗ اور تحیۃ المسجد

نماز فجر اور مغرب سے پہلے تحیۃ الوضوٗ و تحیۃ المسجد کا حکم

(سوال) تحیۃ الوضواور تحیۃ المسجد فجر اور مغرب کی نماز سے قبل پڑھنا کیسا ہے ؟
المستفتی نمبر ۵۴۴ محمد مقصود احمد خاں (تانبوے) ۲۹ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۵۳۱) تحیۃ الوضوٗ اور تحیۃ المسجد فجر یعنی صبح صادق ہو جانے کے بعد اور غروب شمس کے بعد فرض سے پہلے پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل چہارم۔ نماز استسقاء

استسقا نماز ہے یا صرف دعا و استغفار

(سوال) استسقاء کے لئے نماز ہے یا صرف دعا و استغفار اگر نماز ہے تو باجماعت و باخطبہ ہے یا فرداً فرداً؟
المستفتی نمبر ۱۶۴۴ مظفر احمد صاحب (ضلع رنگ پور) ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء
(جواب ۵۳۲) استسقاء کے لئے نماز شرط ہے اور صرف دعاء و استغفار بھی کافی ہے نماز بالجماعۃ و بالخطبہ کا بھی ثبوت ہے اور فرداً فرداً پڑھ لی جائے تو جب بھی مضائقہ نہیں۔ **له صلوة بلا جماعة مسنونة بل هي جائزة و بلا خطبة وهذا قول الامامؒ و قال محمدؒ يصلى الامام او نائبه ركعتين كما فى الجمعة ثم يخطب اى يسن له ذلك** (خلاصة ما فى الدر المختار و رد المحتار) **وان صلوا فرادى جاز فهى مشروعة للمنفرد** (درمختار) **قوله هو دعاء وذلك ان يدعوالامام قائماً مستقبل القبلة رافعاً يديه والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمنون على دعاء الخ** (رد المحتار) (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز استسقاء کا طریقہ

(سوال) موجودہ امساک بارش سے دہلی اور اس کے اطراف میں سخت بے چینی ہو رہی ہے اس کے واسطے سوائے باری عزوجل کی بارگاہ میں حاضری اور انکساری کے کوئی چارہ نہیں اس لئے عرض ہے کہ نماز استسقاء کے روز اور کس وقت اور کس صورت میں ادا کی جائے آیا اس میں عورتیں اور بچے' جانور اور ان کے بچوں کی

---

(۱) وكذا الحكم من كراهة نفل و واجب لغيره لا فرض و واجب لعينه بعد طلوع فجر سوى سنته لشغل الوقت به تقديراً حتى لونوى تطوعاً كان سنة الفجر بلا تعيين و قبل صلاة المغرب كراهة تاخيره إلا يسيراً (التنوير وشرحه' كتاب الصلاة ۱/ ۳۷۵۔ ۳۷۶ ط سعيد)
(۲) (رد المحتار' باب الاستسقاء ۲/ ۱۸٤ ط سعيد)

حاضری بھی افضل ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۳ حاجی عبدالغنی صاحب بلیماران (دہلی) ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۱ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۳۳) امساک باراں بھی منجملہ ان مصائب کے ہے جو اعمال شنیعہ اور معاصی کے ارتکاب پر بطور انتقام کے حضرت حق جل شانہ کی طرف سے مخلوق پر نازل ہوتی ہیں ان مصائب کا اصل علاج تو ان گناہوں سے باز آجانا' استغفار تضرع بجالانا صدقہ وخیرات کرنا پھر حضرت حق کی بارگاہ رحمت سے حاجت طلب کرنا ہے بارش طلب کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے فسق و فجور اور طرح طرح کی معصیتوں سے جن میں مبتلا ہیں' توبہ کریں لوگوں کے مظالم اور حقوق ادا کریں اور معاف کرائیں نیکو کاری اور صلاحیت اختیار کریں اور یہ سب کام جلد سے جلد کر کے بارش کی دعا مانگنے کے لئے میدان میں نکلیں اور وہاں بھی توبہ و استغفار تضرع وزاری کے ساتھ کریں اور دو رکعت نماز بھی ادا کریں زینت اور تفاخر کا لباس پہن کر نہ جائیں بلکہ پرانا پھٹا پیوند لگا ہوا لباس پہنیں تو بہتر ہے بوڑھوں اور بچوں کو ساتھ لے جانا بھی بہتر ہے تین روز تک باہر نکلنا اور استغفار و تضرع کرنا نماز ادا کرنا چاہئے دو رکعتیں پڑھی جائیں پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الاعلیٰ** دوسری میں **هل اتك حديث الغاشية** پڑھی جائے پھر امام مختصر سا خطبہ پڑھے' جس میں لوگوں کو گناہوں سے توبہ کرنے اور بچنے اور حقوق العباد ادا کرنے کی نصیحت کرے اسی درمیان میں چادر پلٹ لے پھر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے لوگ بیٹھے رہیں اور سب مل کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں ہاتھوں کو سر سے اونچا نہ کریں سامنے کو زیادہ پھیلائیں ہتھیلیاں طلب بارش کے موقع پر آسمان کی طرف اور رفع مصیبت کی دعا کے موقع پر زمین کی طرف کریں دعا نہایت خشوع و خضوع اور تضرع کے ساتھ کی جائے (۱) اور آنحضرت ﷺ سے جو دعائیں ماثور ہیں وہ افضل ہیں ان میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اللهم اسقنا غيثاً مغيثاً نافعاً غير ضارٍ عا جلاً غير آجلٍ اللهم اسق عبادك و بها ئمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميت اللهم انت الله لا اله الا انت الغنى و نحن الفقراء انزل علينا الغيث وجعل ما انزلت لنا قوة و بلا غاً الى حين غیر مسلم کو ساتھ نہ لے جائیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

نماز استسقاء پرانے کپڑوں کے ساتھ میدان میں پڑھی جائے

(سوال) (۱) قحط سالی کے موقع پر نماز استسقاء کے لئے جنگل میں جا کر دعا مانگنی افضل ہے یا نہیں ؟(۲)

---

(۱) يخرج الإمام و يصلي بهم ركعتين يجهر فيهما بقراء ة ' كذافى المضمرات الأفضل أن يقرأ سبح اسم ربك الاعلىٰ فى الاولى وهل اتاك حديث الغاشية فى الثانية كذافى العينى شرح الهداية ويخطب خطبتين بعد الصلاة ...... ويدعوالله يسبحه ويستغفر للمؤمنين والمؤمنات ...... فإذا مضى صدر من خطبته قلب رداء ه..... ثم يشتغل بدعاء الاستسقاء قائماً والناس قعود مستقبلون...... ويخرجون مشاة فى ثياب خلقة أو غسيلة أو رفعة متذللين خاشعين متواضعين لله تعالىٰ ناكسى رؤسهم ...... ولا يخرج أهل الذمة فى ذلك مع أهل الاسلام (عالمگيرية' الباب التاسع عشر فى الا ستسقاء ۱/۱۵۳. ۱۵۴ ط ماجديه ' كوئٹه)

نماز استسقاء کے لئے ننگے سر یا برہنہ جانا افضل ہے یا نہیں اگر نہیں تو حاجی عبد الغنی متولی عید گاہ نے کیوں یہ فتویٰ جاری کیا کہ ننگے سر یا برہنہ جانا افضل ہے (۳) ایک شخص اپنے آپ کو اللہ کی درگاہ میں عاجزانہ ننگے سر یا برہنہ پیش کرتا ہے دوسرا شخص اپنے آپ کو لباس سے آراستہ و پیراستہ پیش کرتا ہے لہذا ان دونوں میں سے اللہ کے نزدیک کس کا عمل پسندیدہ ہے۔ فقط

المستفتی نمبر ۱۷۲۶ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۳۴) (۱) برہنہ یا سر برہنہ نماز استسقاء کے لئے جانے کا حکم میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ حاجی عبد الغنی صاحب سے دریافت کیا جائے کہ انہوں نے کس بنا پر یہ لکھا تھا اور اگر کسی فتوے کی بنا پر انہوں نے لکھا ہے تو اس فتویٰ لکھنے والے سے دریافت کیا جائے (۲) پرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن کر جانا سر جھکائے ہوئے جانا' پیدل جانا' عاجزی اور خشوع و مسکنت ظاہر کرتے ہوئے جانا تو بے شک مستحب ہے جنگل میں جانا اور استغفار کرنا' نماز پڑھنا' دعا مانگنا یہ سب ثابت ہے (۳) فقر و حاجت و تواضع و خشوع ظاہر کرنے کے موقع پر پھٹے پرانے کپڑے پہن کر جانا مناسب ہے اور کتب فقہ میں اس کی ترغیب بھی موجود ہے اگر ننگے سر ننگے پاؤں جانے کی ترغیب بھی کسی جگہ موجود ہو تو مضائقہ نہیں مگر میں نے نہیں دیکھی(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) نماز استسقاء سے پہلے تین روزے رکھنا مستحب ہے
(۲) نماز استسقاء کے لئے کوئی وقت مقرر ہے یا نہیں ؟
(۳) نماز استسقاء میں تکبیرات زوائد ہیں یا نہیں ؟

(سوال) (۱) زید کہتا ہے کہ جب بارش کی قلت ہو تو سب مسلمان پہلے تین روزے رکھیں اور چوتھے دن جنگل کی طرف نماز کے لئے نکلیں اور اپنے دعوے کی دلیل میں شافعی المذہب ہونے کی وجہ سے " منہاج الطالبین و عمدۃ المفتین " تالیف الامام المحقق ناصر السنۃ ابی زکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ کی عبارت ذیل کا حوالہ پیش کرتا ہے۔ ویامر الامام بصیام ثلاثۃ ایام اولاً ۔ الخ

عمرو کہتا ہے کہ استسقاء کے روزوں کے متعلق صحاح ستہ میں کوئی حدیث نہیں لہذا روزے رکھنا بدعت ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جواز صیام کے متعلق کوئی حدیث نہیں ہے اور امام شافعیؒ نے اجماع یا قیاس سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا ہے ؟ اگر کوئی حدیث ہو تو تحریر فرمائیں.

(ب) زید کہتا ہے کہ صلوٰۃ استسقاء کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں استدلال کتاب مذکور کی عبارت "ولا تختص بوقت العید فی الاصح" سے پیش کرتا ہے عمرو کہتا ہے کہ صبح (وقت عید) کے سوا صلوٰۃ

---

(۱) ویخرجون مشاۃ فی ثیاب خلقۃ اوغسیلۃ او رقعۃ متذللین خاشعین متواضعین للہ تعالیٰ ناکسی رؤوسھم الخ (عالمگیریہ، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء ۱/ ۱۵۴ ماجدیہ)

استسقاء کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں' بلکہ صبح کے سوا کسی غیر وقت میں پڑھنا خلاف سنت و ناجائز ہے دونوں میں سے کس قول پر عمل کیا جائے ؟
(ج) زید کہتا ہے کہ صلوٰۃ استسقاء عید کی طرح ہے یعنی عید کی طرح صلوٰۃ استسقاء میں بھی پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیرات زائد ہیں ثبوت وھی رکعتان کعید. کتاب مذکور کی عبارت سے پیش کرتا ہے عمرو اس کے خلاف کہتا ہے آیا زید صواب پر ہے یا عمرو.
(نوٹ) چونکہ یہاں شافعی المذہب کثرت سے ہیں نیز کچھ احناف بھی ہیں دونوں کا خیال مد نظر رہے۔
المستفتی نمبر ۲۶۸۴ عبدالحمید صاحب خطیب (بمبئی) ۲۵ رجب ۱۳۶۰ھ ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء
(جواب ۵۳۵) (الف) نماز استسقاء کے لئے باہر جانے سے پہلے تین دن روزے رکھنے کا حکم دینا امام کے لئے مستحب ہے۔ یہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں مثلاً در مختار' طحطاوی علی مراقی الفلاح میں موجود ہے **یستحب للامام ان یامر الناس اولاً بصیام ثلثة ایام و ما اطاقو امن الصلوة والخروج عن المظالم والتوبة من المعاصی ثم یخرج بهم فی الیوم الرابع** (۱) **درمختار. وطحطاوی**(۲) **علی مراقی الفلاح ولفظ الاخیر.** اور فقہ شافعی میں بھی یہ حکم مذکور ہے۔ **ویامرهم الا مام لصیام ثلثة ایام اولا والتوبة والتقرب الی الله تعالیٰ والخروج من المظالم فی الدم والعرض والمال لان لکل مما ذکر اثرافی اجابة الدعاء ویخرجون الی الصحراء فی الرابع صیاما فی ثیاب بذلة و تخشع (منهاج الطالبین)** (۳) روزہ رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ لوگ پہلے سے ذرا تیار ہو جائیں اور گناہوں سے بچنے اور استغفار اور تضرع کرنے کی صلاحیت ہو جائے۔
(ب) نماز استسقاء کے لئے عید کی نماز کا وقت ضروری ہے یا نہیں تو اس میں حنفیہ شافعیہ دونوں عید کے وقت کو لازم نہیں سمجھتے مگر اس کو بہتر اور افضل جانتے ہیں (۴)
(ج) نماز استسقاء میں حنفیہ کے نزدیک تکبیرات زوائد نہیں (۵) اور شافعیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیرات زوائد ہیں جیسے عید میں (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) (باب الاستسقاء ۲/۱۸۵ ط سعید)
(۲) (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۳۱' ط مصر)
(۳) (باب الاستسقاء' ص ۲۲' ط المکتبة التجاریة الکبری' مصر)
(٤) قالت عائشة "مخرج رسول الله ﷺ حین بدأ حاجب الشمس الخ (ابوداؤد' باب رفع الیدین فی الاستسقاء ۱/۱۷۲ ط مکتبه امدادیه'ملتان)
(۵) وروی ابن کاهن عن محمد أنه یکبر فیها زوائد کما فی العید والمشهور عدم التکبیر (حلبی کبیر' باب الاستسقاء ص ٤۲۷ سهیل اکیدمی' لاهور) وهل یکبر للزوائد فیه خلاف (در مختار) وفی الشامیة :" ففی روایة ابن کاهن عن محمد یکبر الزوائد کما فی العید' والمشهور من الروایة عنهما أنه لا یکبر کما فی الحلیة (باب الاستسقاء ۲/۱۸٤ ط سعید)
(٦) وصلاته رکعتان کصلاة العید . وصلی رکعتین کبر فی الأولی سبع تکبیرات و قرأ سبح اسم ربك الأعلیٰ وفی الثانیة هل أتاك حدیث الغاشیة و کبر خمس تکبیرات (المجموع شرح المهذب للنووی باب صلاة استسقاء ۵/۷۳)

فصل پنجم ۔ صلوٰۃ الحاجۃ

صلوٰۃ الحاجہ کا طریقہ

(سوال) قول جمیل میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک جگہ صلوٰۃ الحاجۃ کی چار رکعت اس ترکیب سے ارقام فرماتے ہیں کہ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد آیہ کریمہ سوبار پڑھے دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سوبار تیسری رکعت میں بعد فاتحہ افوض امری الی اللہ چوتھی میں بعد فاتحہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل سوبار پڑھے سوال یہ ہے کہ اس نماز میں دوسری رکعت کے اندر فاتحہ کے بعد بغیر سورۃ ملائے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین کا پڑھنا قائم مقام سورۃ کے ہو جائے گا یا نہیں؟ جب کہ قرآن شریف کے اندر ربہ انی مسنی الضر آیا ہے یہ دعا ہو گئی یا آیت قرآنی ہی رہی اسی طرح وافوض امری کے بجائے افوض امری پڑھنا اس میں کچھ ہرج تو نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۸۶ محمد حبیب الرحمٰن سیوہارہ۔ ۴ دسمبر ۱۹۴۴ء

(جواب ۵۳۶) اس نماز میں بہتر صورت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ پڑھے پھر پہلی رکعت میں آیہ کریمہ سوبار دوسری میں رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سوبار تیسری میں افوض امری الی اللہ سوبار چوتھی میں حسبنا اللہ و نعم الوکیل سوبار۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھ لے اس صورت میں رب کا اضافہ اور وافوض میں سے واو کی کمی سے کوئی شبہ نہیں رہے گا(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل ششم ۔ تحیۃ الوتر

وتر کے بعد دو رکعت نفل ثابت ہے

(الجمعیۃ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) بعد وتر دو رکعت نفل جس کو تحیۃ الوتر کہتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

(جواب ۵۳۷) وتر کے بعد دو رکعت نفل کا ثبوت ہے ترمذی شریف میں روایت موجود ہے(۲)

محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ'

---

(۱) وأربع صلاة الحاجة (درمختار) وفی الشامیة :" وذکر أنها أربع رکعات بعد العشاء وأن فی الحدیث المرفوع یقرأفی الأولی الفاتحة مرة وآیة الکرسی ثلاثاً وفی کل من الثلاثة الباقیة یقرأ الفاتحة والإخلاص والمعوذ تین مرة مرة (رد المحتار' باب الوتر والنوافل' مطلب فی صلاة الحاجة ۲/ ۲۸ ط سعید)

(۲) عن أم سلمة ؓ أن النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین وقدروی نحو هذا عن أبی امامة و عائشة وغیر واحد من النبی ﷺ (ابواب صلاة الوتر' باب ماجاء لا وتر ان فی لیلة ۱/ ۱۰۸ ط سعید)

آٹھواں باب
دعا بعد نماز

سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں

(سوال) ہماری مسجد میں ایک پیش امام صاحب سنت ونفل کے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگنے کو بدعت کہتے ہیں اور ہماری طرف کے اکثر علماء کا بھی یہی خیال ہے کہ ثانی دعا نہیں مانگنی چاہئیے ؟
المستفتی نمبر ۳۲۸ حاجی عبدالصمد (ضلع ستارا) ۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۹ جون ۱۹۳۴ء
(جواب ۵۳۸) سنت اور نفل کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا طریقہ نہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھا نہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس لئے اسے سنت و مستحب سمجھنا صحیح نہیں اس کے لئے رسالہ نفائس مرغوبہ میں میں نے پوری تفصیل لکھ دی ہے اسے ملاحظہ کیا جائے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سوال مثل بالا

(سوال) ----------
(جواب ۵۳۹) (۵۴۱) مروجہ دعائے ثانی کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ

سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف پھرنے کی کیا وجہ ہے ؟

(سوال) حدیث سنن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے سلام پھیرتے تو آپ داہنی یا بائیں طرف ہو جاتے اور قبلہ سے رخ پھیر لیتے تھے حالانکہ آداب دعا سے ہے کہ بوقت دعا قبلہ رخ ہو کر دعا کی جائے ؟
المستفتی نمبر ۶۵۰ ابو محمد عبدالجبار (رنگون) ۲۳ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء
(جواب ۵۴۰) جماعت کے مسلمانوں کا احترام کہ ان کی طرف پیٹھ کئے ہوئے نہ بیٹھے رہیں قبلہ کے احترام سے زیادہ ہے نماز میں تو مجبوری تھی کہ استقبال قبلہ فرض ہے دعا میں استقبال قبلہ مستحب تھا مگر اس میں مسلمانوں کا احترام اس کے منافی تھا اس لئے احترام مومن کو احترام قبلہ پر ترجیح دی تنہا دعا کرنے والا رو بقبلہ ہو کر دعا مانگے اس کے لئے یہ بہتر ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) اس کی مفصل بحث جواب نمبر ۵۵۸ میں آرہی ہے
(۲) (ایضاً)
(۳) عن سمرة بن جندبؓ قال: "كان رسول الله ﷺ إذا صلى صلاة اقبل علينا بوجهه" (بخاری، يستقبل الإمام الناس إذا سلم ۱/۱۱۷ ط قدیمی کتب خانہ کراچی) قال الأبصری: "والصحيح أن معناه أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا فرغ من الصلوة استقبل المأمومين (مرقاة للقاری، باب الدعاء فی التشهد ۳/۳۰ ط مکتبہ حبیبہ کانسی روڈ، کوئٹہ)

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

(سوال) فرض نماز کے بعد امام بلند آواز سے دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں ؟ یہ تو ٹھیک نہ ہے کہ سنن و نوافل کے بعد انتظار کرنا اور اجتماعی دعا مانگنا سنت کے خلاف ہے مگر فرضوں کے بعد دعا مانگنا تو ثابت ہے۔

المستفتی نمبر ۹۱۷ محمد نور (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۴۱) اس طریقہ کو ضروری اور لازمی نہ سمجھا جائے تو مباح ہے مگر سنن و نوافل کے بعد سب کا موجود رہنا اور پھر اس طریقہ سے دعا مانگنا یہ واجب الترک ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز فجر و جمعہ کے بعد فاتحہ پڑھنے اور مصافحہ کرنے کا حکم

(سوال) یہاں اکثر مقامات پر بعد نماز فجر اور بعد نماز جمعہ بوقت دعا بآواز بلند فاتحہ پڑھا جاتا ہے اور بعد نماز ایک دوسرے سے مصافحہ کیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۵۶ قاضی حکیم محمد نور الحق (چام راج نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۴۲) نماز فجر اور نماز جمعہ کے بعد با آواز بلند فاتحہ پڑھنے اور بعد نماز ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز کے بعد تین مرتبہ دعا کرنا بدعت ہے

(سوال) نماز کے بعد تین دفعہ دعا مانگنے سے روکنا کیا صحیح ہے ؟ ایسا ہی جمعہ کی رات سورۃ الملک پڑھنے سے روکنا اور اس کو بدعت کہنا بہیئت اجتماعی کے ساتھ ٹھیک ہے ؟

المستفتی نمبر ۷۹۵ مولوی عبد الحلیم (ضلع پشاور)

۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۴۳) نماز کے بعد تین تین بار دعا مانگنے کا التزام بدعت ہے سورہ ملک کو بہیئت اجتماعی پڑھنے کو رسم بنالینا بھی بدعت ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وليعلم أن الدعاء المعمول في زماننا من الدعاء بعد الفريضة رافعين أيديهم على الهيئة الكذائية . لم تكن المواظبة عليه في عهده عليه الصلاة والسلام الخ (العرف الشذى على الترمذى' باب ما جاء فى كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعاء ۱/۸۶ ط سعيد)

(۲) قراءة الفاتحة بعد الصلاة جهراً للمهمات بدعة الخ (الدر المختار' كتاب الحظر والإباحة فصل فى البيع ۶/۴۲۳ ط سعيد)

(۳) وقد صرح علمائنا وغير هم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة' وما ذلك إلا لكونها لم تؤ ثر فى خصوص هذا الموضع' فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بأنها سنة فيه ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاة الرغائب التى احد ثها بعض المتعبدين الخ (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۵ ط سعيد)

ہر نماز کے بعد فاتحہ واخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرنا

(سوال) ملک دکن میں اکثر مقامات پر جو پیش امام ہوتے ہیں وہ بعد ختم ہو جانے نمازوں کے اس الفاظ کے ساتھ (الفاتحہ) کہتا ہے آخر کے حاضرین مقتدی امام مسجد کے برابر فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھا کر سورۃ الفاتحہ وسورۃ الاخلاص و درود پڑھ کر حضرت سرور کائنات ﷺ کی روح پاک پر ثواب پہنچا کر جمیع مومنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات کی روحوں کو بطفیل سرور کائنات بخشتے ہیں اس فعل پر ایک شخص مسمی زید انکار کرتا ہے کہ یہ فعل مدائمت کرنے کی وجہ سے بالکل ناجائز اور لفظ الفاتحہ کا لفظ ہر وقت استعمال کرنا فعل شیطانی ہے ؟المستفتی نمبر ۱۲۱۰ ایم اے رشید۔ ۱۴رجب ۱۳۵۵ھ یکم اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٥٤٤) ہاں نماز کے بعد الفاتحہ کہہ کر مذکورہ سوال عمل کا التزام طریقہ سلف صالحین نہ تھا اور نہ کسی حدیث یا قول صحابی یا قول مجتہد سے ثابت ہے اس لئے اس کو ترک کر دینا ہی لازم ہے ہر شخص کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ جس نفلی عبادت یا نیک کام کا ثواب حضور اکرم ﷺ کو پہنچانا چاہے وہ عمل کرے اور ثواب پہنچائے لیکن اس کو ایک طریقہ لازمہ بنا لینا اور پھر نہ کرنے والے کو طعن و تشنیع کرنا اس کو بدعت اور ناجائز بنا دیتا ہے(۱) واللہ الموفق۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سوال مثل بالا

(سوال) یہاں اس ضلع میں دستور ہے کہ اکثر مساجد میں پیش امام صاحب بعد ختم نماز پنجگانہ کے بالعموم اور نماز صبح اور مغرب کے بالخصوص سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص جسکو عام طور سے فاتحہ کہتے ہیں پڑھ کر اس کا ثواب مسلمانوں کی ارواح کو پہنچاتے ہیں تو اس طرح تخصیص کے ساتھ نماز کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد گھوڑو خاں صاحب (ضلع دھارواڑ)

۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ٥٤٥) فرائض پنجگانہ یا ان میں سے کسی خاص نماز (مثلاً نماز فجر یا عصر) کے بعد یہ مروجہ فاتحہ جس کا سوال میں ذکر ہے اس اہتمام کے ساتھ بے اصل ہے اس کے لئے آپ رسالہ نفائس مرغوبہ ملاحظہ فرمائیں اس رسالہ میں اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہے(۲)

دعا بعد نماز عید ہے یا خطبہ کے بعد ؟

(سوال) ہمارے اطراف میں یہ عادت جاری ہے کہ بعض جگہ بعد نماز عیدین امام مع جماعت دعا کرتے ہیں اور بعض مقامات میں بعد خطبہ عیدین کے دعا کرتے ہیں زید کہتا ہے کہ یہ دعا نہ کرنا چاہئیے اور

---

(۱) دیکھئے رسالہ " النفائس المرغوبة فی حکم الدعاء بعد المکتوبة" ط میر محمد کتب خانہ' کراچی
(۲) (ایضاً)

دلیل کے لئے کتاب علم الفقہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے بعد نماز عیدین کے یابعد خطبہ کے دعا مانگنا نبی ﷺ اور ان کے اصحاب اور تابعینؒ سے منقول نہیں اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی لہذا بغرض اتباع دعانہ مانگنا و عامانگنے سے بہتر ہے (علم الفقہ جلد دوم ص ۱۷۴ مصنفہ مولوی عبدالشکور صاحب لکھنؤ) نیز کتاب مذکور کے اسی صفحہ پر حاشیہ پر یہ عبارت بھی مندرج ہے مولانا شیخ عبدالحیؒ اور مولانا محمد نعیم صاحب مرحوم نے بھی اپنے فتوے میں ایسا ہی لکھا ہے اب سوال یہ ہے کہ ہم حسب عادت عمل کریں یا زید کے قول پر۔

المستفتی نمبر ۱۳۱۵ حافظ صاحب (میل وشارم) ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۲۷ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۴۶) یہ صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے یہ بات منقول نہیں ہوئی کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دعا مانگتے تھے اس لئے ان دونوں موقعوں میں سے کسی کو دعا کے لئے اس خیال سے متعین کرنا کہ اس موقع پر دعا مسنون ہے درست نہیں لیکن بخاری شریف اور دیگر صحاح ستہ کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ کوئی عام اور اجتماعی دعا ہوتی تھی جس میں تمام عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں حالانکہ حائضہ عورتیں نماز سے علیحدہ رہتی تھیں(۱) اس لئے دعا کو بالکل ترک کر دینا اس حدیث صحیح کے خلاف ہوگا پس راجح یہ ہے کہ امام اور جماعت ایک اجتماعی دعا مانگیں خواہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اور جس موقع پر بھی مانگیں اس کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھیں اور نماز کے بعد دعا مانگنے والے خطبہ کے بعد دعا مانگنے والوں کو ملامت نہ کریں اور اسی طرح خطبہ کے بعد دعا مانگنے والے نماز کے بعد دعا مانگنے والوں پر طعن نہ کریں۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دعا نماز کے بعد ہو یا خطبہ کے

(سوال) بعد نماز عید خطبہ دعا مانگنا چاہئیے یا نہیں، حضور اکرم ﷺ، صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا کیا معمول تھا؟ المستفتی نمبر ۱۳۳۳ محمد عزت خاں صاحب (ضلع ہردوئی)

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ، ۶ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۴۷) عیدین کے اجتماع میں ایک بار اجتماعی دعا مانگنا تو ثابت ہے مگر یہ ثابت نہیں کہ یہ اجتماعی دعا نماز کے بعد یا خطبہ سے پہلے ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد اس لئے ایک دعا مانگنا جائز ہے خواہ نماز کے بعد مانگی جائے یا خطبہ کے بعد، ان میں سے جس موقع پر مانگی جائے خاص اسی موقع کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھنا چاہئیے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) عن ام عطیة قالت :" أمرنا أن نخرج فتخرج الحیض والعوائق وذوات الخدور ...... فأما الحیض فیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم ویعتزلن مصلاهم (بخاری، باب خروج النساء والحیض إلى المصلى ۱/۱۳۳ ط قدیمی کتب خانه، کراچی)

(۲) عن ام عطیة قالت :" أمرنا أن نخرج فتخرج الحیض والعوائق وذوات الخدور ...... فأما الحیض فیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم (بخاری، باب خروج النساء والحیض إلى المصلى ۱/۱۳۴ ط قدیمی کتب خانه، کراچی)

فرض نماز کے بعد امام کس طرف منہ کر کے بیٹھے

(سوال) امام کے لئے بعد فراغ فرائض انحراف عن القبلہ ایمن وایسر پہلو پر ہو کر دعا مانگی ہر ایک پنجگانہ فرض کے بعد مستحب ہے یا بعض کے بعد۔ زید کہتا ہے کہ ہر ایک پنجگانہ فرض کے بعد انحراف عن القبلہ کرنا مستحب ہے خالد کہتا ہے کہ صرف عصر و فجر کی نماز کے بعد مستحب ہے۔ دلیل میں فتاویٰ در مختار مطبع احمدی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے۔ وفی الخانیة یستحب للامام التحول یمین القبلة یعنی یسار المصلی للتنفل . نیز نورالایضاح نزل الثوی تقریر وحاشیہ ترمذی شریف بحوالہ فتح القدیر شرح منیہ کبیری وغیرہ پیش کرتا ہے عبارت مذکورہ بالا کا واضح مطلب واحناف فقہاء کرام کا محقق و مفتی بہ قول مع حوالہ کتاب نقل عبارت کے ساتھ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی نمبر ۱۵۵۱ محمد حبیب حسین و محفوظ الکریم (صوبہ بہار)

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۹ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۴۸) فرائض کے بعد دعا کے لئے دائیں یا بائیں مڑ کر بیٹھنا دونوں طرح جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو عصر و فجر کی تخصیص نہیں ہے عبارت منقولہ سوال تو جگہ بدلنے کے متعلق ہے اس میں للتنفل کا لفظ اس کی دلیل ہے کہ وہ سنن و نوافل کے لئے تحول کو مستحب بتانے کے متعلق ہے اور یہ قول ۔ملاحظہ ویکرہ للامام التنفل فی مکانه لا للمؤتم کے بیان کیا گیا ہے اور منیہ سے ردالمحتار میں یہ عبارت منقول ہے۔ ان کان فی صلوٰة لا تطوع بعدها فان شاء انحرف عن یمینه او یساره او ذهب الی حوائجه او استقبل الناس بوجهه وان کان بعدها تطوع وقام یصلیه یتقدم او یتا خراو ینحرف یمینا او شمالا او یذهب الی بیته فیتطوع ثمه. اھ (۱) یعنی اگر ایسی نماز ہو جس کے بعد نفل نہیں مثلاً عصر و فجر تو چاہے دائیں جانب مڑے چاہے بائیں جانب یا چاہے تو اٹھ کر اپنے کام کو چلا جائے یا لوگوں کی طرف منہ کرلے اور اگر ایسی نماز میں ہو جس کے بعد سنن و نوافل ہیں اور کھڑے ہو کر سنت یا نفل شروع کر دے تو آگے بڑھ جائے یا پیچھے ہٹ جائے یا دائیں جانب یا بائیں جانب پھر جائے یا گھر میں جا کر سنن و نوافل پڑھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مغرب کی نماز کے بعد دعا مختصراً دعا مانگی جائے

(سوال) زید کہتا ہے کہ ہر نماز کے بعد خلوص دل سے اور حضور قلب کے ساتھ گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہئے اور بکر کا کہنا ہے کہ مغرب کی نماز میں زیادہ دعا مانگنا مکروہ ہے بلکہ سلام پھیر کر منہ پر ہاتھ پھیر لینے چاہئیں دونوں میں سے کون سی صورت بہتر ہے' دعا مانگنی چاہئے یا صرف سلام پھیر کر منہ پر ہاتھ پھیر لینے چاہئیں۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی۔

---

(۱) (باب صفة الصلاة ۱/ ۵۳۱' ط سعید)

(جواب ٥٤٩) مغرب کے بعد ہی مختصر دعامانگ لے بغیر دعا کے صرف ہاتھ منہ پر پھیر لینا فضول ہے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز کے بعد باآواز بلند کلمہ کاورد

(سوال) ایک شخص جو پنج وقتہ کا پابند نہیں ہے اور جب کبھی وہ نماز پڑھتا ہے تو باآواز بلند کلمہ توحید پڑھتا ہے وہی شخص فرض یاجماعت کے فوراً بعد کلمہ توحید پڑھے تو مستحب ہے یابدعت ؟
المستفتی نمبر ۲۰۵۱ ظفر یار خاں صاحب (ہردوئی) ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ٥٥٠) باآواز بلند کلمہ شریف پڑھنا مباح ہے مگر اس کو لازم کرلینا درست نہیں(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بعد نماز عید دعا ثابت ہے یا نہیں ؟

(سوال) بعد نماز عیدین نبی کریم ﷺ سے دعا ثابت ہے یا نہیں بر تقدیر عدم ثبوت دعا جائز یا مستحسن ہے یا نہیں اگر جائز ہو تو کیوں اور ناجائز ہے تو کس بناء پر۔ نیز اگر بعد خطبہ کے بھی دعا کی جائے تو کیا حرج ہوگا ؟
المستفتی نمبر ۲۰۶۶ مولوی بشیر احمد صاحب (سورت) ۱۹ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۴ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ٥٥١) عیدین کی نماز یا خطبہ کے بعد خصوصی طور پر دعا مانگنے کا کوئی صریح ثبوت نہیں ہے لیکن بخاری اور دیگر صحاح ستہ کی اس حدیث میں جو عورتوں کو عیدین میں جانے اور لے جانے کے متعلق ہے یہ الفاظ وارد ہیں۔ فليشهدن الخير و دعوة المؤمنين وليعتزلن المصلى (۳) یعنی حائضہ عورتیں بھی جائیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں ہاں نماز سے علیحدہ رہیں اس سے اتنا نکلتا ہے کہ ایک اجتماعی دعا غالباً ہوتی تھی لیکن نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اس کا پتہ کسی روایت سے نہیں ملا پس ایک اجتماعی دعا نماز یا خطبہ کے بعد کرلینا تو ٹھیک ہے لیکن جہاں پر کی جائے اس جگہ کی خصوصیت کو مسنون نہ قرار دیا جائے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دعا میں "حينا ربنا بالسلام" کا اضافہ

(سوال) نماز کے بعد جو دعائے مسنون اللهم انت السلام میں جو جملہ حينا ربنا بالسلام عوام پڑھا

---

(۱) ويكره تأخير السنة إلا بقدر اللهم انت السلام الخ (الدر المختار' باب صفة الصلاة ۱/ ۵۳۰ ط سعید)
(۲) وإذا كبر وابعد الصلاة على إثر الصلاة فإنه يكره وإنه بدعة (عالمگیرية ' الباب الرابع فی الصلاة والذكر والتسبيح ۵/ ۳۱۹ ط ماجدیه)
(۳) (بخاری ' باب خروج النساء والحيض إلى المصلى ۱/ ۱۳۳ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

کرتے ہیں آنجناب کو معلوم ہے کہ حدیثوں میں اس دعا میں یہ جملہ نہیں ہے حینا بمعنی احینا (ہمیں زندہ رکھ) لیتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت جناب کی تحقیق میں کتب سنت سے ملتا ہے ثانیاً کیا فی نفسہ اس قسم کا جملہ یعنی حینا کے ساتھ بالسلام کا ہونا عربیت میں صحیح اور ثابت ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۱۵۶ مولوی غلام قادر صاحب مظفر گڑھ۔

۲۶ شوال ۱۳۵۶ھ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۵۲) حینا ربنا بالسلام روایۃً تو ثابت نہیں مگر معنی اور عربیت کے لحاظ سے غلط نہیں ہے۔ قال الفراء حیاك الله ابقاك الله و حیاك الله ای ملكك الله و حیاك الله ای سلمه علیك (لسان العرب)(۱) و فی موضع آخر یقال احیاء الله و حیاه بمعنیً واحدٍ اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حینا ربنا بالسلام کے معنی احینا وابقنا کے صحیح ہیں۔ وفی المرثیة تحیینی بالسلام اخر عمر الخ .

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

امام سلام کے بعد کس طرف منہ کر کے بیٹھے ؟

(سوال) امام کو بعد نماز صبح و عصر پس از سلام دواماً جانب شمال ہی مڑ کر بیٹھنا چاہیئے یا گاہے شمال رو اور گاہے سمت جنوب اور کبھی پشت بقبلہ بیٹھنا لازم ہے ایک ہی رخ کے اختیار کر لینے کی نسبت کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۴۲۹ مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ گوڑ گاؤں چھاؤنی۔

۲۲ شوال ۱۳۵۷ھ م ۱۵ دسمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۵۳) امام کو تینوں صورتوں پر گاہے گاہے عمل کرنا چاہیئے کبھی دائیں طرف مڑے، کبھی بائیں طرف اور کبھی مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے کسی ایک ہیئت کو اعتقاداً یا عملاً لازم کر لینا مکروہ ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز کے بعد دعا کتنی دیر تک مانگی جائے ؟

(سوال) نماز کے بعد امام کو دعا کتنی دیر مانگنی چاہیئے ؟

(جواب ۵۵٤) دعا اتنی مانگی جائے کہ مقتدیوں پر شاق نہ ہو اور ان کو تطویل ناگوار نہ ہو(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) (۲۱٦/٤ . ۲۱۷ ط دار صادر' بیروت' لبنان)

(۲) إن كان فی صلاة لا تطوع بعدها' فإن شاء انحرف عن يمينه أو يساره أو ذهب إلى حوائجه او استقبل الناس بوجهه' وان كان بعد ها تطوع و قام یصلیه يتقدم أو يتاخر او ينحرف يميناً و شمالاً الخ (رد المحتار' باب صفة الصلاة ۵۳۱/۱ ط سعید)

(۳) ویکره تاخیر إلا بقدر اللهم انت السلام الخ (الدر المختار' باب صفة الصلاة ۱/ ۵۳۰ ط سعید)

بعد نماز دعا میں ”ربناو تعالیت“ کی زیادتی

(سوال) بعد نماز کے جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں تبارکت کے بعد ربنا و تعالیت بھی شامل ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۵۵) نماز کے بعد یہ الفاظ ثابت ہیں۔ **اللهم انت السلام و منك السلام تباركت يا ذو الجلال والاكرام** (كذافی المشکوۃ ص ۸۸) (۱) اگر لفظ وتعالیت بھی ملا لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشر طیکہ اسے مسنون اور ماثور اعتقاد نہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ ٗ مدرس مدرسہ امینیہ ' دہلی

فرض نماز کے بعد کتنی دیر تک دعا مانگی جائے ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ہر ایک فرض نماز کے بعد دعا کتنا پڑھے اور نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے یا نہ پڑھے اور فرض نماز کے بعد دعا سے پہلے آیت الکرسی پڑھنا ہے یا کہ نہیں ؟

(جواب ۵۵۶) جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ ہے ان کے بعد مختصر دعا کرنی چاہئیے اور جن کے بعد سنت نہیں ان کے بعد جتنی دعا کرے اختیار ہے آیۃ الکرسی دعا سے پہلے پڑھ لینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے (۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ

”اللّٰھم یا واجب الوجود“ کہہ کر دعا کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء)

(سوال) **اللھم یا واجب الوجود** سے خدا کو مخاطب کر کے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۵۷) **اللھم یا واجب الوجود** دعا میں کہنا جائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ

سنن و نوافل کے بعد دعا کے بارے میں مفصل بحث

(سوال) (ماخوذ از مجموعہ النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ۔ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ مطبوعہ ۱۳۳۴ھ)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض شہروں میں یہ طریقہ ہے کہ نماز کے سلام کے

---

(۱) (مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفته ۱/۲۱۸ ط قدیمی کتب خانہ، کراچی) (مشکوٰۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الأول، ص ۸۸ ط سعید)

(۲) القيام إلى اداء السنة التى تلى الفرض متصلاً بالفرض مسنون غير أنه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام إذا سلم يمكث قدر ما يقول : " اللهم انت السلام و منك السلام...... ثم يقوم إلى السنة ...... ويستحب أن يستقبل بعده أى بعد التطوع و عقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس ويستغفرون الله العظيم ثلاثاويقرؤن آية الكرسى ويقرؤن المعوذات الخ (مراقى الفلاح، فصل فى صفة الأذكارانواردة بعد صلاة الفرض و فضلها وغيره، ص ۱۸۶ تا ۱۸۸ ط مصر)

بعد امام صرف اللهم انت السلام الخ پڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے پھر سنتیں پڑھ کر لوگ مع امام کے دعا مانگتے ہیں امام اگر سنن ونوافل سے فارغ بھی ہو جائے اور لوگ پڑھ رہے ہوں تو اسے انتظار کرنا پڑتا ہے پھر الفاتحہ کہہ کر امام زور زور سے دعا مانگتا ہے اور لوگ آمین کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس طریقہ دعا کا حدیث شریف وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں ؟ اور اکثر دیار وامصار میں اس طرح ہوتا ہے کہ فرض کے بعد امام اللهم انت السلام الخ کے علاوہ بعض اور بھی مختصر دعائیں پڑھتا ہے ادعیہ طویلہ نہیں پڑھتا اس پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فرض اور سنتوں کے درمیان میں سوائے اللهم انت السلام الخ کے اور دعاؤں کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا یہ اعتراض صحیح ہے یا غلط ؟ اور فرائض کے بعد مجموعی طور پر دعا مانگنا افضل ہے یا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد ؟ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ بینوا توجروا

المستفتی خاکسار حاجی داؤد ہاشم یوسف نمبر ۴۸ مرچنٹ اسٹریٹ۔ رنگون

(جواب ۵۵۸) اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارقنا اجتنابه. سوال مذکور میں کئی باتیں جواب طلب ہیں (۱) اول یہ کہ سنتوں نفلوں کے بعد لوگوں کا اجتماعی طور پر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں (۲) دوسرے یہ کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا احادیث وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں (۳) تیسرے یہ کہ فرضوں کے بعد کس قدر دعا جائز اور ثابت ہے۔

ان باتوں کی توضیح وتفصیل تین فصلوں میں کی جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق

فصل اول

سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں ؟

جاننا چاہئے کہ احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں، نفلیں پڑھ کر ساری جماعت دعا مانگتی ہو اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر الفاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعا شروع کرے تو اس طریقہ کا طریقہ جدیدہ ومحدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے ۔

پھر اس پر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں مشاہد ہے کہ اس طریقہ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں اور بائیں دونوں جانبوں کو مڑ کر بیٹھتے تھے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا (ترمذی شریف میں یہ روایت موجود

ہے) دیکھو سیدھی طرف مڑنا خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے لیکن باوجود اس کے اسے ضروری سمجھنے کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شیطان کا حصہ فرماتے ہیں۔

طیبی نے حاشیہ مشکوۃ میں اسی حدیث پر لکھا ہے۔

فیہ ان من اصر علی امر مندوب و جعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الا ضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھیٰ . (کذافی السعایۃ) (۱)

یعنی اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جو شخص امر مندوب پر اصرار کرے اور اسے لازم سمجھ لے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اس کے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا پھر اس کا توذکر ہی کیا ہے جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔انتھی

یعنی جب کہ ان امور میں جو اباحۃً یا استحباباً ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا ان امور کو ناجائز اور بدعت بنادیتا ہے تو جن کا ثبوت بھی نہ ہو ان کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہو گی اور اس طریقہ دعا کا حدیث وفقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ **ومن ادعی فعلیہ البیان** بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے ۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **افضل الصلوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ** (رواہ الترمذی (۲) والبخاری (۳) و مسلم (۴) وغیرہم (۵)) یعنی آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے سوائے فرض نماز کے ' یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

و عن عبداللہ بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ ﷺ ایما افضل الصلوٰۃ فی البیت اوالصلوۃ فی المسجد قال لان اصلے فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوۃ مکتوبۃ (رواہ ابن ماجہ (۶) والترمذی (۷) فی شمائلہ)

(ترجمہ) عبداللہ بن سعد انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ نماز مسجد میں افضل ہے یا گھر میں ' فرمایا کہ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے۔ مگر یہ کہ نماز فرض ہو (ابن ماجہ نے سنن میں اور ترمذی نے شمائل میں روایت کیا)

و عن عبداللہ بن شفیق قال سألت عائشۃؓ عن صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس الظھر ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس العصر و یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس

---

(۱) (باب صفۃ الصلاۃ ۲/۲۶۳ ط سھیل اکیڈمی' لاھور)
(۲) (باماجاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت ۱/۱۰۱ ط سعید)
(۳) (باب ما یکرہ من کثرۃ السوال و تکلف مالا یعنیہ ۲/۱۰۸۳ ط قدیمی' کتب خانہ' کراچی)
(٤) (باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ و جوازہ فی المسجد ۱/۲۶۵ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۵) (ابو داؤد' باب صلاۃ الرجل التطوع فی بیتہ ۱/۱۵۶ مکتبہ امدادیہ' ملتان)
(٦) (باب ماجاء فی التطوع فی البیت ص ۹۸ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۷) (باب صلاۃ التطوع فی البیت ص ۲۰' ط سعید)

العشاء و یدخل فی بیتی فیصلی رکعتین. الحدیث (رواہ مسلم (۱) وابوداؤد (۲) والامام احمد (۳))

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن شفیقؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھرباہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھراندر تشریف لاتے اوردو رکعتیں پڑھتے پھر (عصر کے وقت) باہر جاتے اور عصر کی نماز پڑھاتے اور (مغرب کے وقت) مغرب کی نماز پڑھاتے پھراندر آکر دورکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دورکعتیں پڑھتے۔

پہلی دونوں حدیثیں اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے اور تیسری حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرض نمازوں کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لے جاکر پڑھتے تھے اور جب کہ رسول اللہ ﷺ کا خود اس پر عمل تھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی آپ نے یہ فرمادیا اور تعلیم کردی تھی کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جاکر پڑھتے ہوں گے اور شاذ ونادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ گھر میں سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں دوبارہ آکر جمع ہوتے ہوں اور ظاہر نظر بھی اس دوبارہ جمع ہونے کو حرج عظیم اور مشکل سمجھتی ہے بہر حال جب کہ روایتوں سے صراحۃ اور اشارۃً یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ سنتیں مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعویٰ کرے اس کا ثبوت اسکے ذمہ ہے نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے اگرچہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہی ہے لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے مکروہ بہر حال مکروہ ہے اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے۔

بھذہ الاخبار اجمع العلماء علی استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ لکنھم اختلفوا فی موضعین. الاول فی انہ ھل یجھر بھا ام یسر فا ختار ابن حزم الجھر اخذاً بحدیث ابن عباس الصریح فی الجھر واختار غیرہ السروحملواحدیث ابن عباس علی الجھراحیاناً بیاناً للجوازو بعضھم حملوہ علی انہ کان فی سفر الغزوۃ لا رھاب العدو کذافی عمدۃ القاری و غیرہ انتھیٰ (سعایۃ) (٤)

---

(۱) (باب جواز النافلۃ قائما و قاعداً ۱ / ۲۵۲ ط قدیمی)
(۲) ابواب التطوع و رکعات السنۃ ۱/ ۱۹۵ ط امدادیہ ' ملتان)
(۳) (مسند الامام أحمد ٦ / ۳۰ ط دار صادر للطباعۃ والنشر ' بیروت' لبنان)
(٤) (باب صفۃ الصلاۃ' ھل یجھر بالذکر أم لا؟' ۲ / ۲٦۰ ط سھیل اکیڈیمی ' لاھور)

یعنی ان حدیثوں کی وجہ سے (جو ذکر اور دعا بعد الصلوۃ کے بارے میں منقول ہیں) علما نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نماز کے بعد ذکر و دعا مستحب ہے پھر دو باتوں میں اختلاف ہوا ایک یہ کہ آیا اذکار اور دعاؤں کو جہراً یعنی زور سے پڑھا جائے یا آہستہ تو ابن حزم نے ابن عباسؓ کی حدیث کی وجہ سے جہر کو اختیار کیا اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے سراً یعنی آہستہ پڑھنے کو اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی بغرض تعلیم جہر فرمادیا کرتے تھے یا یہ کہ جہاد کے سفر میں دشمنوں کو خوف دلانے کے لئے جہر فرماتے تھے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ عینی نے اس طرح ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ اور علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اذا دعا بالدعاء الماثور جهراً و جهر معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعاء لابأس به واذا تعلموا ح يكون الجهر بدعة . انتهى (بزازية كذافى السعاية)(۱)

یعنی فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر امام دعائے ماثور زور زور سے پڑھے اور لوگ بھی زور زور سے پڑھیں اس لئے کہ دعا کو سیکھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور جب کہ لوگ سیکھ جائیں پھر زور زور سے پڑھنا بدعت ہے۔

پس واضح ہو گیا کہ سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے طریقہ مذکورہ سوال کا حدیث وفقہ میں کوئی ثبوت نہیں۔

رہا اس کا حکم تو وہ یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کے لئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ لیکن نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سب کو دعا مانگنا بہتر اور افضل ہے۔

فصل دوم
(فرضوں کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت)

اس بارے میں احادیث وفقہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ فرائض کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

(احادیث دعا بعد فرائض)

حدیث(۱) اى الدعاء اسمع فقال رسول الله ﷺ جوف الليل الاخرو دبر الصلوة المكتوبات (رواه الترمذى .

یعنی کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دعا

---

(۱) (باب صفة الصلاة' هل يجهر بالذكر أم لا؟' ۲ / ۲٦۱ ط سهيل اكيڈمي' لاهور)

اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔(ترمذی)(۱)

حدیث(۲)عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان رسول اللہ ﷺ کان اذا فرغ من الصلوۃ و سلم قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر . اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام انہ ﷺ کان یقول ھذہ الکلمات دبر کل صلوٰۃ و لفظ البخاری فی کتاب الصلوٰۃ فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ. (رواہ البخاری (۲) ومسلم (۳) و ابوداؤد (۴) و النسائی (۵))

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد۔ بخاری میں کتاب الاعتصام میں اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ کلمات ہر نماز کے بعد کہتے تھے اور بخاری کی کتاب الصلوٰۃ میں یہ روایت ان لفظوں سے ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ الفاظ کہتے تھے۔

اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح لفظ اذا سلم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے۔

حدیث(۳) وعن ابی امامۃؓ انہ قال ما دنوت من رسول اللہ ﷺ فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللھم اغفرلی ذنوبی و خطایای کلھا اللھم انعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الا عمال والا خلاق انہ لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت. (اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ کذافی التحفۃ المرغوبۃ (۶))

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ میں جب کبھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد آپ کے قریب ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا. اللھم اغفرلی ذنوبی . (باقی حدیث میں پڑھ لو)

(تحفہ مرغوبہ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ذکر کیا ہے)

حدیث(۴)وعن عبداللہ بن الزبیر ان النبی ﷺ کان یقول فی دبر الصلوات لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر لاحول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن الجمیل لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین

---

(۱) (باب أحادیث شتی من ابواب الدعوات فی دعاء المریض' ۲/۱۸۷ ط سعید)
(۲) (باب الذکر بعد الصلاۃ ۱/۱۱۷ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۳) (باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ ۱/۲۱۸ ط قدیمی)
(٤) (باب ما یقول الرجل إذا سلم ۱/۲۱۸ ط امدادیہ' ملتان)
(٥) (نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاۃ ۱/۱۵۰' ط سعید)
(٦) (ص ۹'ط لجنۃ التصنیف والتالیف لدار العلوم النعیمیۃ' کراتشی نمبر ۳۸)

ولو کرہ الکافرون . (رواہ مسلم) (۱)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا الہ الا اللہ الخ (باقی دعا حدیث میں دیکھو)

حدیث(۵)وعن انس ان النبی ﷺ کان اذا صلی و فرغ مسح بیمینہ علی راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الہ لا ھو الرحمٰن الرحیم . اللھم اذھب عنی الھم والحزن.

(رواہ الطبرانی والبزاز. کذافی السعایۃ) (۲)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے اور فارغ ہوتے تو سیدھا ہاتھ اپنے سر مبارک پر ملتے اور یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الخ .

حدیث(۶)و عن انسؓ قال ما صلی رسول اللہ ﷺ بنا الا قال حین اقبل علینا بوجھہ اللھم انی اعوذبك من کل عمل یخزینی واعوذبك من کل صاحب یردینی واعوذبك من کل عمل یلھینی واعوذبك من کل فقر ینسینی واعوذبك من کل غنی یطغینی.

(رواہ البزاز وابو یعلی . کذافی السعایۃ) (۳)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب کبھی ہمیں نماز پڑھائی تو ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھی۔ اللّٰھم انی اعوذبك من کل عمل الخ

حدیث(۷) و عن علی قال کان النبی ﷺ اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم والمؤخر لا الہ الا انت . (رواہ ابو داؤد) (۴)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے۔اللھم اغفرلی الخ

حدیث(۸) و عن ثوبان ان النبی ﷺ کان اذا اراد ان ینصرف من صلوتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام الخ (رواہ ابوداؤد) (۵)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے لوٹنا چاہتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے۔ پھر فرماتے۔ اللھم انت السلام الخ

حدیث(۹)وعن زید بن ارقم قال کان رسول اللہ ﷺ یقول فی دبر کل صلوٰۃ اللھم ربنا و رب

---

(۱) (باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ ۱/ ۲۱۸ ط قدیمی)
(۲) (باب صفۃ الصلاۃ ' ۲/ ۲۵۹ ' ط سھیل اکیڈمی' لاھور)
(۳) (باب صفۃ الصلاۃ ۲/ ۲۶۰ ط سھیل اکیڈمی' لاھور)
(۴) (باب ما یقول الرجل اذا سلم ' ۱/ ۲۱۸ ط امدادیہ' ملتان)
(۵) (باب ما یقول الرجل اذا سلم ۱/ ۲۱۸' ط امدادیہ' ملتان)

کل شئی انا شھید انک الرب لا شریك لك اللھم ربنا و رب کل شئی انا شھید ان محمداً عبدك و رسولك اللھم ربنا و رب کل شئی انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ اللھم ربنا و رب کل شئی اجعلنی مخلصاً لك و اھلی فی کل ساعۃ من الدنیا والاخرۃ یا ذاالجلال والاکرام اسمع واستجب اللہ الاکبراللہ الاکبر اللہ نور السموٰت والارض اللہ اکبر الاکبرحسبی اللہ و نعم الوکیل اللہ اکبر الاکبر۔ (رواہ ابو داؤد(۱)والنسائی(۲)واحمد(۳))

زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم ربنا و رب کل شئی الخ .

(۱۰) و عن عقبۃ بن عامر قال امر نی رسول اللہ ﷺ ان اقرأبا لمعوذات دبر کل صلوٰۃ (رواہ ابوداؤد))(۴)

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔ (معوذات سے مراد تین صورتیں ہیں۔ قل اعوذ برب الناس. قل اعوذ برب الفلق. قل ھو اللہ احد)

(۱۱) اخرج الطبرانی من روایۃ جعفر بن محمد الصادق قال الدعآء بعد المکتوبۃ افضل من الدعاء بعد النافلۃ کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ انتھیٰ . (کذافی السعایۃ(۵) نقلاً عن المواھب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن حجر)

طبرانی نے حضرت امام جعفر بن محمد صادقؒ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنا نوافل کے بعد دعا مانگنے سے اس قدر افضل ہے جس قدر فرائض نوافل سے افضل ہیں۔

اور نماز کے بعد اذکار اور دعا کے بارے میں بے شمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں ہم نے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لئے اس قدر بھی کافی ہیں ان احادیث سے یہ باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ذکر کرتے اور دعا مانگتے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲'۳'۶

(۲) نماز فرض کے بعد دعا کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے کیونکہ یہ وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ۱ و ۱۱ ۔

---

(۱) (ایضاً حوالہ صفحہ گزشتہ حاشیہ ۵)
(۲) (ایضاً)
(۳) (مسند الإمام احمد ۴ / ۳۶۹' دار صادر للطباعۃ والنشر' بیروت' لبنان)
(۴) (باب فی الاستغفار' ۱ / ۲۲۰ ط امدادیہ' ملتان)
(۵) (باب صفۃ الصلاۃ ۲ / ۲۵۸' ط سھیل)

(۳) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ان فرضوں سے مخصوص نہیں ہے جن کے بعد سنتیں نہ ہوں بلکہ تمام فرضوں کے بعد دعا ثابت ہے' خواہ ان کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ دیکھو حدیث نمبر ا و۲و۳و۶و۸و۹ کہ ان حدیثوں میں **کل صلوٰۃ** کا لفظ موجود ہے جو ہر نماز کو شامل ہے۔

(۴) آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ یہی نہ تھی کہ **اللھم انت السلام و منك السلام الخ** پڑھتے ہوں بلکہ اور دعائیں بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں دیکھو حدیث نمبر ۲ سے ۱۰ تک۔

(۵) دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے فرائض کے بعد ثابت ہیں وہ مقدار میں بھی **اللھم انت السلام الخ** سے بڑھی ہوئی ہیں بعض کم بعض زیادہ۔ دیکھو حدیث نمبر ۲۔۳۔۴۔۶۔۹۔۱۰۔

(۶) فرضوں کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے آنحضرت ﷺ سوائے **اللھم انت السلام الخ** کے اور دعائیں بھی جو اس سے بڑی ہیں پڑھتے تھے دیکھو حدیث نمبر ۲۔۷۔۸

الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کی سنت ہے اور اس کی مقبولیت کی امید بھی زیادہ ہے اور یہ کہ **اللھم انت السلام الخ** سے کسی قدر زیادہ مقدار کی دعا مانگنا بھی جائز ہے اور خود سرور کونین شفیع المذنبین ﷺ سے ثابت ہے۔

روایات فقہیہ بثبوت دعا بعد فرائض

(۱) **قال فی شرعة الاسلام . و یغتنم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبة**

(انتھی کذافی التحفة المرغوبه) (۱)

شرعۃ الاسلام میں ہے۔ اور غنیمت سمجھے نماز پڑھنے والا دعا کو بعد نماز فرض کے

(۲) **فی مفاتیح الجنان . قوله بعد المتکوبة ای قبل السنة . انتھی**

(کذافی التحفة المرغوبة (۲) والسعایة (۳))

مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے بعد فرض کے یعنی سنتوں سے پہلے (دعا مانگے)

(۳) **فی نور الایضاح و شرحه المسمی بامداد الفتاح ثم بعد الفراغ عن الصلوٰة یدعو الامام لنفسه وللمسلمین رافعی ایدیهم حذ والصدور وبطونها مما یلی الوجه بخشوع و سکون ثم یمسحون بها وجوههم فی اخره ای عند الفراغ من الدعاء انتھی.**

(کذافی التحفة المرغوبة (٤) والسعایة (٥))

نور الایضاح اور اس کی شرح امداد الفتاح میں ہے۔ پھر نماز سے (یعنی فرض سے) فارغ ہو کر امام

---

(۱) (ص ۱۷ ' ط لجنة التصنیف والتالیف لدار العلوم النعیمیة' کراچی نمبر ۳۸)
(۲) (ایضاً)
(۳) "سعایہ" میں یہ عبارت نہیں ملی۔
(٤) (ص ۱۷ ط لجنة التصنیف) (۵) (باب صفة الصلاة ۲ ' ۲۵۷ ' ط سهیل اکیدمی ' لاهور)

اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھائیں اور ہتھیلیاں منہ کی طرف رکھیں خشوع اور سکون سے دعا مانگیں۔ پھر یعنی دعا سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔

(٤) قد اجمع العلماء علی استحباب الذکر والدعاء بعد الصلوٰۃ وجاء ت فیه احادیث کثیرۃ انتھیٰ (تھذیب الاذکار للرملی کذا فی التحفة المرغوبة) (۱)

یعنی علما کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز کے بعد ذکر اور دعا مستحب ہے اور اس میں احادیث کثیرہ وارد ہیں (ناظرین احادیث کو ملاحظہ فرما چکے ہیں) (مولف)

(۵) عن البستی انه قال فی تفسیر قوله تعالی فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا الله قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبکم الایة ای اذکروا الله تعالی وادعوا بعد الفراغ من الصلوۃ انتھیٰ

(فتاوی صوفیه کذافی التحفة) (۲)

یعنی بستی نے خدا تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہا ہے۔ (فاذا قضیتم الصلوٰۃ الایة) یعنی نماز سے فارغ ہو کر خدا کا ذکر اور دعا کرو۔

(٦) من فوائد ھذا الحدیث استحباب الذکر عقیب الصلوٰۃ لانھا اوقات فاضلة یرتجی فیھا اجابة الدعآء . انتھی (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری) (۳)

یعنی علامہ عینی نے بیان کیا اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نماز کے بعد ذکر مستحب ہے کیونکہ وہ ایک عمدہ وقت ہے جس میں مقبولیت دعا کی امید ہے۔

(۷) ان الدعآء بعد الصلوٰۃ المکتوبة مسنون وکذا رفع الیدین و مسح الوجه بعد الفراغ انتھی . منھج العمال والعقائد السنیة کذافی التحفة) (٤)

یعنی منہج العمال اور عقائد سنیہ میں مذکور ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مسنون ہے اور اسی طرح ہاتھ اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا بھی مسنون ہے۔

(۸) فاذا فرغت من الصلوٰۃ فارغب للدعآء الی الله تعالیٰ فانه اقرب الی الا جابة انتھیٰ (کذافی التحفة المرغوبة (۵) نقلاً عن المبسوط)

یعنی مبسوط میں ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو تو خدا سے دعا مانگو کیونکہ یہ مقبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

الحاصل یہ روایات فقہیہ ہیں جن سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور

---

(۱) (ص ۱۷ ط لجنة التصنیف)
(۲) (ایضا)
(۳) (باب الذکر بعد الصلاۃ ۲ ۱۳۲ ط بیروت' لبنان)
(٤) (ص ۱۹ ط لجنة التصنیف)
(۵) (ص ۱۸ ط لجنة التصنیف)

مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ پر پھیریں۔

شرعۃ الاسلام اور مفاتیح الجنان کی عبارتوں (نمبر ا و نمبر ۲) سے یہ بات صراحۃً ثابت ہو گئی کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا چاہئیے اور یہی بہتر اور افضل ہے۔

اور نور الایضاح اور اس کی شرح امداد الفتاح کی عبارت (نمبر ۳) سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا بھی جائز ہے اور منہج العمال اور عقائد سنیہ کی عبارت (نمبر ۷) سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہاتھ اٹھانا اور منہ پر پھیرنا مسنون ہے۔

اور علامہ عینی کی شرح بخاری اور مبسوط کی عبارتوں (نمبر ۶ و نمبر ۸) سے یہ ثابت ہو گیا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنے میں مقبولیت کی زیادہ امید قوی ہے اور یہ کہ یہ وقت دعا کے لئے نہایت عمدہ اور افضل وقت ہے۔

فصل سوم
(فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)

ناظرین! فصل دوم میں وہ حدیثیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، جن میں فرائض کے بعد کی دعائیں منقول ہیں ان سے فی الجملہ ان دعاؤں کی مقدار معلوم ہوتی ہے جو فرضوں کے بعد آنحضرت ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

پس ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لینا یا ان کی برابر اور دعا مانگنا جائز ہے جو دعائیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں ان کے پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت اور ممانعت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

پہلا شبہ: بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ **اللهم انت السلام الخ** سے زیادہ دعا پڑھنا حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے۔

عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام و منك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام (رواه ابن ماجة كذافى السعاية (۱) و رواه مسلم (۲) كذافى غنية (۳) المستملى)

یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنا کہ **اللهم انت السلام و منك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام** کی مقدار دعا پڑھیں۔ انتہی۔

جواب ۔ اس شبہ کا جواب دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ یہ روایت ان روایات صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے جو بکثرت آنحضرت ﷺ سے اس کے خلاف میں منقول ہیں جیسے کہ فصل دوم میں ناظرین ملاحظہ

---

(۱) (باب صفة الصلاة ۲ / ۲۶۱ ط سهيل)
(۲) (باب استحباب الذكر بعد الصلاة ۱ / ۲۱۸ ط قديمى)
(۳) (صفة الصلاة، ص ۳۴۲ ط سهيل)

فرما چکے ہیں اور وہ روایات باوجود اپنی کثرت کے صحیح بھی اس روایت سے زیادہ ہیں بلکہ اس کی تو صحت میں بھی کلام ہے کیونکہ ابو معاویہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں انہیں ابو داؤد نے مرجیہ کہا ہے اور یحیٰی بن معین نے کہا ہے کہ ابو معاویہ عبداللہ بن عمر سے منکر راویتیں کرتے ہیں پس اس روایت سے ان روایات صحیحہ کثیرہ کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور حجت پکڑنا صحیح نہیں۔ (**کذافی التحفة المرغوبة**)

دوم۔ یہ کہ قطع نظر اس کی صحت و تعارض کے خود اس کے یہ معنی ہیں کہ نہیں بیٹھتے مگر بقدر **اللھم انت السلام الخ** کے یعنی اس روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ **اللھم انت السلام الخ** ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا پڑھا کرتے تھے خواہ وہ دعا یہی ہو یا اس کے علاوہ اور کوئی اور پھر مقدار سے مراد بھی حقیقی مقدار نہیں ہے بلکہ تقریبی ہے تو اس سے اگر کچھ زیادتی بھی ہو تاہم وہ تقریبی مساوات میں داخل ہوگی اور اس طرح یہ روایت ان روایتوں کے ساتھ جمع ہو سکے گی جو فصل دوم میں ہم نے ذکر کی ہیں۔

(**دوسرا شبہ**) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ان گزشتہ روایتوں کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ فرض کے بعد صرف **اللھم انت السلام الخ** پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہوں اور پھر سنتوں سے فارغ ہو کر یہ دعائیں پڑھتے ہوں جو حدیثوں میں آئی ہیں۔

جواب ۔اس شبہ کے کئی جواب ہیں۔ اول یہ کہ روایت نمبر ۲ میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ پڑھتے **لا الہ الا اللہ الخ** (دیکھو فصل دوم کی روایت نمبر ۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے فرض کا سلام پھیرتے ہی آپ **اللھم انت السلام الخ** کے علاوہ اور بڑی دعائیں بھی پڑھتے تھے اور اسی روایت نمبر ۲ میں **دبر کل صلوۃ مکتوبة** اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہر فرض کے بعد خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں یہ لمبی دعا پڑھتے تھے اور اسی طرح روایت نمبر ۷ میں بھی تصریح موجود ہے کہ سلام پھیرتے ہی **اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت الخ** پڑھتے تھے اور حدیث نمبر ۸ میں اس امر کی تصریح ہے کہ تین مرتبہ استغفار پڑھ کر **اللھم انت السلام الخ** پڑھتے تھے پس حدیث عائشہؓ لامحالہ ان روایات کے معارض اور مخالف ہے اور اس لئے کہنا پڑے گا کہ یہ روایات بوجہ اپنی کثرت اور قوت صحت کے حدیث عائشہؓ سے راجح ہیں اور قابل عمل ہیں۔

دوم یہ کہ فصل اول میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نوافل مکان میں پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی گھر میں پڑھنے کا ہی ارشاد فرماتے تھے اور اسی کو افضل فرماتے تھے پس دعاؤں کی یہ روایات جن میں راوی آپ کی عادت شریفہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نماز فرض سے فارغ ہوتے تو یہ دعائیں پڑھتے یا یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ کو یہ دعائیں پڑھتے ہوئے سنتے تھے (دیکھو روایت نمبر ۳) یا یوں کہتے ہیں کہ جب آپ ہمیں نماز پڑھاتے تو یہ دعا پڑھتے (دیکھو روایت نمبر ۶) یہ دلائل واضحہ ہیں اس

امر پر کہ آپ سنتوں سے پہلے یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے پھر مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں پڑھتے۔

سوم یہ کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کا یہ مطلب لیناکہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے صرف **اللھم انت السلام الخ** پڑھ کر کھڑے ہو جاتے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ یہ نہیں فرماتی ہیں کہ یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ وہ یہ فرماتی ہیں کہ اتنی مقدار کی دعا پڑھتے تھے۔

(تیسرا شبہ) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سنتوں سے پہلے آنحضرت ﷺ سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئیے اور دلیل میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ **ذکر الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی فی شرحہ علی الصراط المستقیم** اما ایں دعا کہ ائمہ مساجد بعد از سلام نماز میکنند و مقتدیان آمین آمین میگویند چنانکہ الآن در دیار عرب و عجم متعارف است از عادت پیغمبر ﷺ نبود و دریں باب ہیچ حدیثے ثابت نشدہ و بدعتے است مستحسن انتہی (کذافی التحفۃ المرغوبۃ) یعنی شیخ محدث دہلوی نے شرح صراط مستقیم میں ذکر کیا ہے کہ یہ دعا جو مسجدوں کے امام نماز کے سلام کے بعد کرتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں جیسا کہ آج کل دیار عرب و عجم میں متعارف ہے آنحضرت ﷺ کی عادت ایسی نہ تھی اور اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور یہ بدعت مستحسنہ ہے انتھی۔

جواب ۔ اس شبہ کے بھی کئی جواب ہیں اول یہ کہ حضرت شیخ محدث دہلوی کی اگر مراد یہ ہے کہ نفس دعا آنحضرت ﷺ سے سلام نماز کے بعد ثابت نہیں تو اس کے جواب کے لئے حدیث نمبر ۲ و نمبر ۷ و نمبر ۸ ملاحظہ ہوں کہ ان سے سلام کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے اسی وجہ سے علامہ فتح محمد شطاری نے فتوح الاوراد میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق نے اس دعا کو بدعت اس لئے کہہ دیا ہے کہ ان کو ان احادیث کی اطلاع نہ ہوئی جو اس باب میں مروی ہیں۔

دوم یہ کہ شیخ کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا اس دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں۔ **فان عدم الثبوت لا یستلزم ثبوت العدم وھذا ظاھر جداً** جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور جب کہ اس کا لحاظ کیا جائے کہ ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب میں سے ہے تو ہاتھ اٹھانے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

عن السائب بن یزید عن ابیہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا دعا رفع یدیہ و مسح وجھہ (رواہ ابو داؤد) (۱)

سائب بن یزیدؓ اپنے والد یزیدؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا مانگتے تو ہاتھ اٹھاتے تھے اور منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

---

(۱) (کتاب الصلاۃ، باب الدعاء ۱/ ۲۱۶ ط امدادیہ، ملتان)

و عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك او نحو هما (رواه ابو داؤد) (۱)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال (یعنی دعا) یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ مونڈھوں تک یا ان کے قریب تک اٹھائے۔

ان من اداب الدعآء رفع يدين (حصن حصين) (۲)

علامہ ابن جزری حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے۔

غرض کہ یہ روایات اس بات پر دلیل واضح ہیں بالخصوص پہلی روایت کہ آنحضرت ﷺ دعا مانگنے کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے فرضوں کے بعد کی دعا کو بھی شامل ہے اور یہی راجح ہے مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی سعایہ میں بعد اس بیان کے کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا صراحۃً ثابت نہیں تحریر فرماتے ہیں۔

الا انه لما ندب اليه في مطلق الدعاء استحبه العلماء في خصوص هذا الدعآء ايضاً (۳)

یعنی چونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانے کو فرمایا گیا ہے تو علما نے خاص اس دعا (یعنی فرضوں کے بعد کی دعا) میں بھی ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے۔

سوم یہ کہ شیخ کا یہ کہنا کہ یہ بدعت مستحسنہ ہے اس کے جواز کی دلیل ہے اگرچہ بدعت کا اطلاق باعتبار معنی لغوی کے شیخ نے اس پر کیا ہے لیکن مستحسنہ کہہ کر بتادیا کہ یہ بدعت شرعیہ نہیں ہے اور اس کی اصل شریعت میں ثابت ہے اور وہ اصل یہی احادیث ہیں جن سے مطلق دعا میں رفع یدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے پھر شیخ کے اس قول سے عدم جواز پر استدلال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چہارم یہ کہ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا عدم جواز بھی اسی قول سے اور اسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کا احادیث سے ثابت نہ ہونا اس سے زیادہ اظہر ہے پس معترض کا سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کو جائز کہنا اور فرضوں کے بعد کی دعا کو ناجائز کہنا تعسف و تحکم ہے۔

پنجم یہ کہ روایات فقہیہ مذکورہ فصل دوم سے خاص اس دعا میں بھی رفع یدین ثابت ہے دیکھو روایات فقیہ نمبر ۳ و نمبر ۷۔ اور اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہاء کے نزدیک بھی عدم ثبوت رفع سے عدم رفع لازم نہیں اور یہ کہ انہوں نے رفع یدین کو راجح سمجھا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد اللهم انت السلام الخ سے زیادہ دعا پڑھنے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے اور دلیل میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

ان كان بعد الفريضة تطوع يقوم الى التطوع بلا فصل الامقدارما يقول اللهم انت السلام الخ و يكره تاخير السنة عن حال اداء الفريضة باكثر من نحو ذلك القدر انتهى (كذافى

---

(۱) (کتاب الصلاۃ، باب الدعاء ۱/۲۱۶، ط امدادیه ملتان)
(۲) (آداب الدعاء، ص ۳۹ ط تاج کمپنی)
(۳) (باب صفة الصلاة ۲/۲۵۸، سهيل)

شرح المنیة للحلبی) (۱)

ترجمہ : یعنی اگر فرض کے بعد سنتیں ہوں تو سنتیں پڑھنے کے لئے بغیر تاخیر کھڑا ہو جائے ہاں بقدر اللھم انت السلام الخ کے تاخیر جائز ہے اور اس سے زیادہ تاخیر کرنا فرض و سنت کے درمیان میں مکروہ ہے اور اسی کے قریب قریب بعض اور کتابوں میں بھی مذکور ہے۔

جواب ۔ اس شبہ کے بھی کئی جواب ہیں اول یہ کہ یہ عبارتیں معارض ہیں فقہ کی دوسری عبارتوں سے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فرائض کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھنا جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے۔

ویستحب له ای للامام بعد السلام ان یستغفر اللہ ثلاثا ویقرأ ایة الکرسی و المعوذات و یقول اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام و یقول ما ورد بعد کل صلوۃ مکتوبة وھو لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر . اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد الیٰ قوله ثم یدعو ای الامام لنفسه وللمسلمین من الادعیة الجامعة الماثورة رافعا یدیه حذاء صدرہ جاعلا باطن الکف مما یلی وجھه بخشوع و سکوت و یمسح بھما وجھه فی اخرہ ای فی اخر الدعآء (مواھب الرحمان و شرحه البرھان' کذافی التحفة) (۲)

ترجمہ : یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور پھر کہے اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام . پھر یہ الفاظ پڑھے جو ہر فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں یعنی لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد (الیٰ قوله) پھر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعا مانگے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھا کر اور ہتھیلیاں منہ کی طرف کر کے خشوع و سکوت کے ساتھ پھر فارغ ہو کر منہ پر ہاتھ پھیرے۔

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہو گیا کہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی سی دعا پڑھنا اور اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس عبارت میں سلام کے بعد ہی اذکار وادعیہ کا پڑھنا بصراحت مذکور ہے۔

و فی شرح منظومة ابن وھبان للعلامة الشر نبلالی انه ذکر شمس الائمة یعنی الحلوائی جواز تاخیر السنة بعد الفرض للاشتغال بالدعآء والورد انتھیٰ (کذافی التحفة) (۳)

---

(۱) (صفة الصلاة ص ۳۴۱ ط سھیل)
(۲) (ص ۲۸ ط لجنة التصنیف' کراچی نمبر ۳۸)
(۳) (ص ۳۰ ....)

وفی الذخیرۃ والمحیط البرھانی ویکرہ له تاخیر التطوع عن حال اداء الفریضة الیٰ قوله . قال الامام شمس الائمة الحلوائی ھذا اذا لم یکن من قصدة الاشتغال بالدعآء الخ انتھیٰ مختصراً (کذافی التحفة باختصار) (۱)

ترجمہ : یعنی علامہ شرنبلالی نے شرح منظومہ ابن وہبان میں ذکر کیا ہے کہ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا اور ذکر میں مشغولی کی وجہ سے سنت کی تاخیر جائز ہے۔

یعنی ذخیرہ اور محیط میں ہے کہ فرض سے سنتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے (الی قولہ) امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ تاخیر جب مکروہ ہے کہ جب اس کا ارادہ دعا مانگنے کا نہ ہو یعنی دعا مانگنے سے جو تاخیر ہو وہ مکروہ نہیں ہے۔

دوم یہ کہ اگر اس تعارض سے قطع نظر کی جائے تاہم ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللھم انت السلام کے علاوہ اور دعا مکروہ ہے کیونکہ ان عبارتوں میں بھی اتنی مقدار کی تصریح ہے نہ بالخصوص ان الفاظ کی۔ اور یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ اس دعا یعنی اللھم انت السلام کی حقیقی مقدار کے مساوی ہونا شرط ہے بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد ہے یعنی امام خواہ اللھم انت السلام پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی ہو یا اللھم انت السلام کے ساتھ کوئی چھوٹی اور دعائیں پڑھ لے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں یہ سب جائز بلا کراہت ہے۔

حقیقی مساوات مراد نہ ہونے اور تقریبی مقدار مراد ہونے کے لئے یہ دلائل ہیں۔

ان ما فی صحیح مسلم (۲)

عن عائشةؓ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا صلی لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام و منك السلام الخ یفید ان لیس المراد انه کان یقول ذلك بعینه بل کان یقعد زمانا یسع ذلك المقدار و نحوہ من القول تقریباً فلاینافی ذلك ما فی الصحیحین عن المغیرۃ انه ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ لا اله الا الله وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر اللھم لا مانع لم اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد وکذا لاینا فی ماروی مسلم وغیرہ عن عبدالله ابن الزبیر کان رسول الله ﷺ اذا سلم من الصلوٰۃ قال بصوته الاعلیٰ لا اله الا الله وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر ولا حول ولا قوۃ الا بالله ولا نعبد الا ایاہ له النعمة وله الفضل وله الثنآء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کرہ الکٰفرون لان المقدار المذکور فی حدیث عائشة یعتبر من حیث التقریب والتخمین دون التحدید الحقیقی انتھیٰ . (کبیر شرح منیة للحلبی) (۳)

---

(۱) (ص ۳۰ . ۳۱ ط لجنة التصنیف' کراچی)
(۲) (باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ ۱/۲۱۸ ط قدیمی) (۳) (صفة الصلاۃ' ص ۳۴۲ ط سھیل)

ترجمہ : علامہ حلبی شرمنیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے جو روایت مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ اللهم انت السلام الخ پڑھیں اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے جس میں یہ دعا یا اتنا ہی کوئی اور ذکر پڑھا جا سکے اور اس سے بھی تقریبی مقدار مراد ہے اور اس صورت میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہ ہوگی جو بخاری اور مسلم میں مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ لا اله الا الله وحده الخ اور اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت اس روایت کے خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو بآواز بلند یہ دعا پڑھتے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله لا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون. (اور حضرت عائشہؓ کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا) اس لئے ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں مقدار سے مراد تقریبی اور تخمینی مقدار ہے نہ حقیقی۔ انتہے۔

اور فتح القدیر میں ہے ومقتضے العبارة ح ان السنة ان يفصل بذكر قدر ذلك وذلك يكون تقريبا فقديزيد قليلاً وقد ينقص قليلاً الخ كذافى السعاية (۱)

یعنی علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مقتضے یہ ہے کہ فرض و سنت میں فاصلہ کیا جائے کسی ذکر و دعا کے ساتھ جو بمقدار اللهم انت السلام الخ کے ہو یہ مساوات تقریبی ہے پس کبھی کم ہو جائے کبھی اس سے زیادہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

و فى فتاوىٰ الحجة الامام اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع فى السنة و لا يشتغل بادعيةٍ طويلةٍ انتهىٰ (كذافى السعاية) (۲)

یعنی فتاویٰ حجۃ میں ہے کہ امام جب ظہر اور مغرب اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو تو لمبی لمبی دعائیں نہ کرے اور سنت میں مشغول ہو جائے۔

و فى خزانة الفقه عن البقالى الا فضل ان يشتغل بالدعآء ثم بالسنة الخ (كذافى السعاية) (۳)

خزانۃ الفقہ میں ہے کہ بقالی نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ (فرض کے بعد) دعا میں مشغول ہو پھر سنتیں پڑھے۔

---

(۱) (باب صفة الصلاة ۲ / ۲۶۲ ط سهيل)
(۲) (............/ ۲۶۱............)
(۳) (ایضاً)

اور اشعۃ اللمعات(۱) میں شیخ عبدالحق صاحبؒ محدث دہلوی فرماتے ہیں
باید دانست کہ تعجیل سنت منافی نیست مر خواندن آیت الکرسی وامثال آں راچنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر . خواند (کذافی التحفة)(۲)

ترجمہ : یعنی جاننا چاہئے کہ سنتوں میں جلدی کرنے کا حکم اس کے مخالف نہیں ہے کہ آیۃ الکرسی اور اس جیسی دعائیں (سنت سے پہلے) پڑھ لی جائیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له الخ پڑھے۔

ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت عائشہؓ کی روایت اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللهم انت السلام الخ ہی پڑھنا چاہئے بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینی مقدار ہے جس میں تھوڑی سی کمی وبیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح منیہ کی عبارت اور شیخ عبدالحق صاحبؒ محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله لا الله مخلصین له الدین ولو کرہ الکفرون یادوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت میں ہے یا آیۃ الکرسی یا لا الہ الا اللہ له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر دس بار۔ یہ سب اس تقریبی مقدار میں داخل ہیں اور اتنی بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

(۴) اور فتاوے حجتہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ لمبی لمبی دعائیں مکروہ ہیں پس کبیری اور شرح مشکوۃ کی عبارتوں کے ساتھ ملانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لمبی دعاؤں سے وہ دعائیں مراد ہیں جو مغیرہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت کی ہوئی دعاؤں اور آیت الکرسی لا الہ الا اللہ له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر دس بار سے زیادہ لمبی ہوں۔

(۵) ذرا غور کرنے سے انہیں عبارتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہ بڑی بڑی دعائیں جو تقریبی مقدار میں داخل کی گئی ہیں ان کے داخل کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ دعائیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں پس احادیث میں تطبیق دینے کے خیال سے حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مقدار سے تقریبی

---

(۱) (باب الذکر بعد الصلاة ۱/ ۴۱۸ ط مکتبه رضویه، سکھر پاکستان)
(۲) (ص ۴۰ . ۴۱ ط لجنة التصنیف، کراچی نمبر ۳۸)

اور تخمینی مقدار مراد لی اور ان دعاؤں کو جو صحیح طور پر آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوئیں اس تقریبی مقدار میں داخل رکھا پس فقہ کی وہ روایتیں جن میں بڑی دعاؤں کی کراہت مذکور ہے وہ بھی اس معنی پر لامحالہ محمول کی جائیں گی کہ ادعیہ منقولہ اور اذکار ماثورہ سے زیادہ لمبی دعائیں مکروہ ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ حکم فقہی احادیث صحیحہ کے خلاف ہو۔

تکملہ مفیدہ

یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ یہ کلام انہیں فرائض کے بعد دعا مانگنے کے متعلق ہے جن کے بعد سنتیں ہیں اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد دعا مانگنا اور ذکر طویل اتفاقاً جائز ہے۔

نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ فقہاء نے ادعیہ طویلہ کو جو مکروہ کہا ہے اس کراہت سے مراد بھی کراہت تنزیہی ہے جس کا مرجع خلاف اولیٰ ہے فتح القدیر میں ہے۔

قولهم يكره التاخير الطويل للسنة عن الفرض مراد هم بها الكراهية التنزيهية التى مرجعها الىٰ خلاف الاولىٰ انتهى (كذافى التحفة) (۱)

اور ادعیہ طویلہ سے وہ لمبی دعائیں مراد ہیں جو روایات صحیحہ سے ثابت شدہ دعاؤں سے بڑی ہوں۔

الحاصل

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا اور ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعائیں پڑھنا اور ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے بلکہ اس وقت دعا مانگنا افضل ہے اور اس دعا میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

(والله اعلم و علمه اتم واحكم)

كتبه الراجى رحمة مولاه محمد كفايت الله اوصله الله الىٰ ما يتمناه مدرس اول و مفتى مدرسة العاليه عربيه امينيه' دهلى

جمادی الاخری ۱۳۳۴ھ

---

(۱) (ص ۳۳ ' ط لجنة التصنيف' كراچى)

الصحائف المرفوعہ
فی جواب
اللطائف المطبوعہ

ماخوذ از مجموعہ نفائس مرغوبہ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ مطبوعہ ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمد اللہ العلی العظیم

و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد۔ نفائس مرغوبہ کے طبع ثانی کے وقت بعض احباب رنگون نے میرے پاس ایک رسالہ بھیجا۔ جس کا نام اللطائف المطبوعہ فی جواب النفائس المرغوبہ ہے۔

یہ رسالہ جناب مولانا مولوی مفتی عبدالباری صاحب مرحوم و مغفور کی جانب سے منسوب ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ مولوی محمد یعقوب صاحب نے حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے مسودات میں سے کچھ تحریرات نکالیں اور خود انہیں ترتیب دیکر لطائف مطبوعہ کے نام سے رسالہ بنا کر شائع کر دیا میرا خیال ہے کہ اگر مولانا عبدالباری صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو وہ اس کو اس صورت میں شائع کرنا ہرگز پسند نہ فرماتے۔ کیونکہ اس کی موجودہ ترتیب اور صورت ان کے مرتبہ علم اور فقاہت کے خلاف ہے۔

بہر حال اب کہ رسالہ ان کے بعد ان کے نام سے شائع کر دیا گیا اور ناواقف حضرات کے لئے ایک اشتباہ کا موقع پیدا ہو گیا کہ یہ مولانا مرحوم کے خیالات ہیں اس لئے رفع اشتباہ کے لئے ضروری معلوم ہوا کہ رسالہ کے مضامین کا مختصر جواب بھی شائع کر دیا جائے تاکہ طالبین حق کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے اور جو اشتباہ کہ پیدا ہو گیا ہے وہ رفع ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب .

خاکسار محمد کفایت اللہ غفر لہ

شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ

واضح ہو کہ اصل مسئلہ جو زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ بعض اطراف ہندوستان میں معمول یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں انکے سلام کے بعد امام اور مقتدی اللھم انت السلام کے علاوہ بھی ایک دو مختصر ماثور دعائیں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں اور دعا سے فارغ ہو کر سنتیں نفلیں پڑھتے ہیں پھر ہر شخص اپنی اپنی دعائیں مانگتا ہے اور اٹھ کر چلا جاتا ہے کوئی پہلے کوئی پیچھے۔ یعنی سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد سب اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے لئے انتظار نہیں کرتے۔

اس کے خلاف بعض مقامات (مثلاً برہما گجرات وغیرہ) میں یہ رواج ہے کہ فرض نماز کے بعد سلام کے بعد امام اور مقتدی صرف اللھم انت السلام الخ پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سنتیں

نفلیں پڑھ کر امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگتے ہیں اور اس رواج کی بھی مختلف مقامات میں مختلف صورتیں ہیں۔

کسی جگہ تو اللّٰھم انت السلام الخ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کہیں نہیں اٹھاتے اور کسی جگہ سنن و نوافل کے بعد امام زور سے الفاتحہ کہہ کر صرف ایک بار مقتدیوں کے ساتھ دعا مانگتا ہے اور کسی جگہ ایک بار دعا ختم کر کے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر دوسری بار الفاتحہ کہہ کر دعا مانگی جاتی ہے اور کسی جگہ دوسری دعا ختم کر کے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر تیسری مرتبہ امام الفاتحہ کہہ کر دعا مانگتا ہے پھر سنن و نوافل کے بعد اس مروج دعا کو اس قدر ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی امام سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے لئے نہ بیٹھے اور پہلے ہی اٹھ کر چلا جائے یا جائے تو نہیں مگر دعا نہ مانگے تو امام کو برا بھلا کہنا' امامت سے معزول کر دینا اور ایک جھگڑا فساد برپا کر دینا' مسلمانوں میں نا اتفاقی اور پھوٹ ڈال دینا' سب و شتم کرنا یہ معمولی باتیں جو پیدا ہو جاتی ہیں اور بیسیوں مثالیں اس کی موجود ہیں نفائس المرغوبہ میں یہ لکھا گیا تھا۔

دوسرے طریقہ کا احادیث و فقہ سے ثبوت نہیں ہے یعنی کسی حدیث یا آثار صحابہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ مجتہدینؒ کے زمانہ میں لوگ سنن و نوافل کے اجتماعی دعا کے لئے بیٹھے انتظار کیا کرتے تھے اور جب خود حضور انور اور تمام مقتدی سنن و نوافل سے فارغ ہو جاتے تھے تو سب مل کر دعا مانگتے تھے پھر دعا کا طریقہ بھی یہی ہوتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ زور سے الفاتحہ فرماتے اور تمام مقتدی حضور کے ساتھ دعا میں شریک ہو جاتے پھر صرف ایک مرتبہ دعا فرماتے یا دو دو تین تین مرتبہ دعا کرتے ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے قاعدہ کے موافق ہمیں اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے اور جو لوگ کہ اس طریقہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم تھا کہ وہ ان باتوں کا ثبوت پیش کرتے اور وہ روایات بیان کرتے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سنن و نوافل کے بعد تمام صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر دعا مانگتے تھے حضور الفاتحہ فرما کر دعا شروع کرتے تھے اور ایک بار دعا مانگتے تھے یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ مگر ہم نے اس خیال سے کہ عوام علم مناظرہ کے اس قاعدے سے تو واقف نہیں ہوتے کہ ثبوت پیش کرنا کس کے ذمہ ہوتا ہے وہ تو ہر فریق سے خواہ مدعی ہو یا منکر دلیل پیش کرنے کے منتظر رہتے ہیں تطوعاً اپنی طرف سے دلائل بھی پیش کر دیئے تھے جن میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نوافل کو گھروں میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور گھر میں پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے زیادہ فرمایا ہے اور خود بھی عام طور پر حضور اکرم ﷺ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس کے لئے نفائس مرغوبہ کے صفحہ ۳ میں حضرت عبداللہ بن سعدؓ کی حدیث اور صفحہ ۴ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث پیش کی یہ حدیثیں نہایت صاف اور صریح اور صحیح ہیں۔

ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ عام طور پر سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور چونکہ صحابہ کرام کو بھی گھروں میں سنن و نوافل پڑھنے کی ترغیب دی تھی اور صحابہ کرامؓ حضورؐ کی ترغیب پر دل و جان

سے عمل کیا کرتے تھے اور افضل اور بہتر صورت کو ہی اختیار کرتے تھے تو ضرور ہے کہ وہ بھی عام طور پر سنن ونوافل گھروں میں ہی جا کر پڑھتے ہوں گے۔

پس اس سے سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور انور ﷺ کے اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں رواج نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

لطائف مطبوعہ صفحہ ۱۰ میں اس روشن اور واضح ثبوت کا جواب دیا گیا ہے کہ جو حدیثیں نفائس مرغوبہ میں پیش کی گئی ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ سنتیں مکان میں پڑھی ہیں کبھی باہر مسجد میں نہیں پڑھیں نہ سفر میں نہ حضر میں پس ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی فرض کے بعد اسی جگہ سنتیں پڑھی ہوں اور سنتوں کے بعد دعا مانگی ہو۔

اس مضمون کا جواب

مجھے حیرت ہے کہ مولانا عبدالباری مرحوم جیسا فاضل ایسا کمزور اور بودا جواب کیسے لکھ سکتا تھا میں نے تو وہ حدیثیں پیش کی ہیں جن سے حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی ہے کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھا کرتے تھے اور اسی کو افضل فرماتے تھے اور اسی بناء پر صحابہ کرامؓ کا گھروں میں جا کر سنتیں پڑھنا غالب اور راجح بتایا تھا۔ تو ان کا فرض یہ تھا کہ وہ کوئی ایسی حدیث بیان کرتے جس سے حضور ﷺ کی عادت شریفہ ثابت ہوتی کہ سنن ونوافل مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی سنن ونوافل مسجد میں ادا کیا کرتے تھے انہوں نے کوئی ایسی روایت تو پیش نہیں کی صرف یہ کہہ دیا کہ ممکن ہے کبھی آپ نے سفر میں یا حضر میں مسجد میں بھی سنتیں پڑھی ہوں۔

میں نے یہ کب کہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ساری عمر میں کبھی مسجد میں سنن ونوافل نہیں پڑھے میں نے تو یہ ثابت کیا تھا کہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ گھر میں پڑھنے کی تھی اس عادت کے خلاف کوئی روایت پیش نہیں کی نہ کر سکتے تھے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اگر حضور اکرم ﷺ نے کبھی سفر میں یا حضر میں سنتیں باہر پڑھ لی ہوں اور ان کے بعد دعا بھی مانگ لی ہو تو آپ کو کیا فائدہ ہو گا کیا اس سے حضور ﷺ کے زمانے میں اس رواجی دعا کے رواج کا ثبوت ہو جائے گا ہرگز نہیں' اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ عادت شریفہ آنحضرت ﷺ کی یہی تھی کہ سنن ونوافل گھر میں جا کر پڑھتے تھے اس لئے رواجی دعائے ثانیہ یعنی سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ ہونا روز روشن کی طرح ثابت رہے گا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

اسی صفحہ ۱۰ میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے حضور ﷺ گھر میں سنن ونوافل کے بعد دعا مانگ لیا کرتے ہوں۔

جواب: یہ قول پہلے قول سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے میں کہتا ہوں کہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ غالب ہے کہ آپ گھر میں سنتوں اور نوافل سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہوں گے مگر اس سے اجتماعی دعا جو سنتوں اور نفلوں کے بعد مساجد میں خاص اہتمام کے ساتھ رواج پذیر ہے وہ تو ثابت نہیں ہوئی۔

کاش مولانا عبدالباری مرحوم اور ان کے ہم خیال علماء یہی تعلیم دیتے کہ امام اور مقتدی گھر میں جاکر سنتیں نفلیں پڑھا کریں اور سنن و نوافل کے بعد دعا مانگا کریں تو یہ ایک طریقہ مسنونہ کی تعلیم بھی ہو جاتی اور سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا مسلمان بھی اتفاق واتحاد سے رہتے اور کوئی ناگوار قصہ ہی پیش نہ آتا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

تیسرا جواب لطائف مطبوعہ صفحہ ۱۰ میں یہ دیا گیا ہے کہ جب کہ احادیث قولیہ سے دعا بعد سنت کا ثبوت ہو گیا جیسا کہ اوپر گزرا تو اس پر عمل کرنا چاہئے گو وہ آپ کے فعل سے اس کا ثبوت نہ سہی۔

اس مضمون کا جواب

لطائف مطبوعہ میں چار قولی حدیثیں بیان کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) حدیث انسؓ۔ **ما من عبد بسط كفيه فى دبر كل صلوٰة الخ**
کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلائے الخ

(۲) حدیث فضل بن عباسؓ۔ **الصلوٰة تخشع و تضرع و تمسكن ثم تقنع يديك الخ**
کمال نماز خشوع اور خضوع اور عاجزی ہے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

(۳) حدیث ابی امامہؓ۔ **اے الدعاء اسمع قال جوف الليل و دبر الصلوات المكتوبة**
کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے فرمایا آخر شب کی اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

(۴) حدیث معاذؓ۔ **يا معاذ! لا تدعن ان تقول فى دبر كل صلوٰة**
اے معاذ! ہر گز مت چھوڑ **اللّٰهم اعنى الخ** کا کہنا ہر نماز کے

میں نے بقدر ضرورت ان حدیثوں کے الفاظ نقل کر دیئے ہیں جو لطائف مطبوعہ کے صفحہ ۵ صفحہ ۶ میں مرقوم ہیں ناظرین لطائف مطبوعہ میں ان حدیثوں کو پوری عبارت کے ساتھ مکرر سہ کر پڑھیں اور دیکھیں کہ ان احادیث میں اس کی تصریح کہاں ہے کہ لوگ سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں اور پھر سب مل کر دعا مانگیں جو پہلے فارغ ہو جائیں وہ دوسروں کے فارغ ہونے تک بیٹھے انتظار کیا کریں۔

بلکہ ان حدیثوں پر عمل کرنے کی بہتر اور افضل صورت یہی ہے کہ فرضوں سے فارغ ہو کر مختصر دعا مانگی جائے اور حدیث عبداللہ بن سعد و حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بموجب سنن و نوافل گھروں میں جاکر پڑھیں اور وہاں بھی فراغت کے بعد دعا مانگی جائے۔

پس ان قولی حدیثوں میں اور حضور اکرم ﷺ کے اس فعل میں کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور مسجد میں اجتماعی دعا حضور ﷺ کے فعل سے ثابت نہیں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں ہے۔

دونوں باتیں یعنی قول و فعل باہم مطابق و موافق ہیں۔

تنبیہ (۱)

یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اگرچہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی عادت شریفہ اور اکثری طرز عمل تو یہی تھا کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے لیکن حضور اکرم ﷺ سے احیاناً یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد میں بھی آپ نے سنن و نوافل پڑھی ہیں اس لئے اگر لوگ فرضوں کے بعد سنتیں نفلیں مسجد میں پڑھ لیں تو یہ ناجائز یا مکروہ نہیں ہے مگر سنن و نوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا مروجہ طریقہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لئے اس کاالتزام یقیناً لائق ترک ہے۔

تنبیہ (۲)

یہ بھی واضح رہے کہ فقہاء حنفیہ میں سے ایک جماعت نے ان فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں دعا کو مکروہ کہا ہے اسی جماعت نے ان احادیث کی تاویل کی ہے جن میں لفظ **دبر الصلوات المکتوبات** اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں کہ ان سے مراد سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنا ہے۔

مگر خود فقہاء محققین حنفیہ نے یہ دیکھ کر کہ اول تو کراہت ایک حکم شرعی ہے اس کے لئے کوئی دلیل درکار ہے اور احادیث و آثار میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان میں دعا مکروہ ہے۔ دوم کہ لفظ **دبر الصلوۃ** یا **دبر الصلوات المکتوبات** کے ظاہری اور متبادر معنی یہی ہیں کہ فرض کا سلام پھیرتے ہی وہ اذکار پڑھے جائیں جن کی تعلیم دی گئی ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان ظاہری اور متبادر معنی کو چھوڑ کر سنن و نوافل کے بعد کا وقت مراد لیا جائے یہ تصریح کی کہ فرض نماز کے سلام کے بعد ہی دعا مانگنا بہتر اور افضل ہے اور یہی راجح اور صحیح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث اپنے ظاہری اور متبادر معنی پر محمول ہو سکتی ہیں اور حدیث ابی امامہؓ جو نفائس مرغوبہ کی فصل دوم میں نمبر ۳ پر مرقوم ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی امامةؓ انه قال ما دنوت من رسول الله ﷺ فی دبر کل صلوٰة مکتوبة ولا تطوع الا سمعته یقول اللهم اغفرلی ذنوبی و خطایای کلها اللهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والا خلاق انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها الا انت .(اخرجه ابن السنی فی عمل الیوم والیلة کذافی التحفة المرغوبه)(۱)

(ترجمہ) ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ سے قریب ہوا تو ہر نماز فرض اور نفل کے بعد حضور اکرم ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔ **اللهم اغفرلی ذنوبی الخ**

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد بھی اور نفل نماز کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے اور اس میں لفظ **دبر کل صلوۃ مکتوبة** سے اس کے ظاہری اور متبادر معنی ہی مراد ہیں کہ

---

(۱) (عمل الیوم واللیلة لابن السنی : باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح ص ۱۰۴، ۱۰۵، ط مکتبه الشیخ کراچی)

فرض کے بعد متصل دعا پڑھتے تھے کیونکہ اگر دبر کل صلوۃ مکتوبۃ میں یہ معنی مراد نہ ہوتے اور وہی تاویلی معنی مراد ہوتے کہ نوافل کے بعد دعا پڑھتے تھے تو پھر آگے ولاتطوع فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی اور فرضوں اور نفلوں دونوں کی تصریح نہ کی جاتی۔

علامہ حلبی کی وہ عبارت جو نفائس المرغوبہ کے صفحہ ۱۹ میں مرقوم ہے اور جس میں انہوں نے حضرت عائشہؓ کی حدیث لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ کے معنی بتائے ہیں پڑھیئے اور دیکھیے کہ علامہ نے صحیحین کی اس دعا کو لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منك الجد.

اور صحیح مسلم کی اس دعا کو

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون.

یہ فرما کر کہ یہ دعائیں بھی اللھم انت السلام کے ساتھ تخمینی اور تقریبی مقدار میں برابر ہیں اس لئے ان دعاؤں کی حدیثوں اور حدیث عائشہ میں کوئی منافاۃ نہیں ہے یعنی فرضوں کے بعد متصلاً یہ دعائیں اسی طرح پڑھی جاسکتی ہیں جس طرح اللھم انت السلام الخ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ علامہ حلبی بھی فرض و سنن کے درمیان اللھم انت السلام کے سوا دوسرے اذکار و ادعیہ کی کراہیت کے قائل نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ جب صحیح و صریح روایات حدیث موجود ہیں تو محققین حنفیہ کراہت کے قائل کیسے ہو سکتے تھے اسی وجہ سے امام شمس الائمہ حلوائی نے کراہت کی روایت کو قابل عمل نہیں سمجھا اور اسی وجہ سے علامہ ابن ہمامؒ نے بھی تقریبی مقدار میں ان دعاؤں کو داخل کرنے سے اختلاف نہیں کیا اور اسی بناء پر مفاتیح الجنان میں قبل السنۃ کی تصریح کردی یعنی اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھے جائیں۔

اور اسی لحاظ سے حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے یہ فرمایا والاولیٰ ان یأتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب الخ (حجۃ اللہ البالغۃ)(۱) یعنی بہتر اور افضل یہ ہے کہ ان اذکار ماثورہ کو سنن راتبہ سے پہلے پڑھے۔

پس حاصل یہ ہے کہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان دعا مانگنے کو مکروہ کہنا قوی اور راجح نہیں ہے بلکہ فقہاء محققین کی تصریح کے موافق راجح یہی ہے کہ سنتوں سے پہلے اذکار و ادعیہ ماثورہ پڑھی جائیں اور یہی قول ظاہر حدیث کے موافق ہے ہاں بہت زیادہ تطویل کرنا یا غیر ماثور اذکار و ادعیہ پڑھنے کو مکروہ کہا جائے

---

(۱) (فصل في الاذكار الواردة بعد الفرض' اذكار الصلاة وهيأتها المندوب إليها ۲/ ۱۲ ط دمشق)

تو گنجائش ہے۔

تنبیہ (۳)

جن فقہاء نے فرضوں اور سنتوں کے درمیان دعا کو مکروہ فرمایا ہے ان کا مطلب بھی یہ ہے کہ اگر فرض پڑھنے کی جگہ پر ہی سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو تو پھر سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر مکروہ ہے لیکن فرضوں کے مقام میں سنتیں ادا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ امام اپنے حجرے یا مکان میں جاکر سنتیں پڑھے اور اسی طرح لوگ بھی اپنے مکانوں میں جاکر سنتیں پڑھیں اگر مقتدی سب ایسا نہ کر سکیں تو جو کر سکتے ہوں وہ کرلیں اور تمام کے تمام نہ کر سکیں تو وہ امام کو اس اولیٰ اور افضل عمل سے نہ روکیں اگر امام فرض پڑھا کر مختصر ماثور ذکر و دعا پڑھ کر حجرے میں چلا جائے تاکہ سنن و نوافل کو اپنے حجرے میں افضل اور مسنون طریق پر ادا کرے تو جانے دو اس کو ایک غیر ثابت اور غیر مسنون رواجی دعا کے لئے ایک مسنون عمل سے کیوں روکا جاتا ہے۔ ان الكلام فيما اذا صلى السنة فى محل الفرض لا تفاق كلمة المشائخ علىٰ ان الافضل فى السنن حتى سنة المغرب المنزل اى فلا يكره الفصل بمسافة الطريق (۱) (ردالمحتار نقلاً عن الحلیہ)

یعنی تاخیر سنت کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں جو کلام ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ جب کوئی سنتوں کو وہیں پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں کیونکہ تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام سنتوں کو یہاں تک کہ مغرب کی سنتوں کو بھی گھر میں جاکر پڑھنا افضل ہے تو گھر تک جانے میں جو فاصلہ اور تاخیر ادائے سنت میں ہو یہ اتفاقاً مکروہ نہیں ہے۔

لطائف مطبوعہ میں باب اول صرف اس غرض کے لئے منعقد کیا گیا تھا کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کو ثابت کیا جائے مؤلف نے اس مقصد کے لئے سب سے پہلے نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح کی عبارت پیش کی ہے مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یا تو مؤلف نے...... نور الایضاح اور مراقی الفلاح کا مطلب ہی نہیں سمجھا یا قصداً ان کتابوں کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے اس لئے میں ذرا تفصیل سے اس کو بیان کئے دیتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ نور الایضاح میں یہ بحث جس فصل میں ذکر کی گئی ہے اس کے عنوان کے الفاظ یہ ہیں۔

فصل فى الاذكار الواردة بعد الفرض

یعنی یہ فصل ان اذکار کے بیان میں ہے جو نماز فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں مصنف پہلے نماز کے افعال کی ترکیب بیان کر چکا ہے اس فصل کو سلام تک پہنچا کر ختم کر دیا تھا اس کے بعد باب الامامۃ اور اس کے

---

(۱) (باب صفة الصلاة ۱ / ۵۳۰ ط سعيد)

متعلق فصول ذکر کیں پھر یہ فصل منعقد کی اس میں یہ بتانا تھا کہ نماز فرض کے سلام کے بعد کیا کیا ذکر اور دعائیں وارد اور منقول ہیں اسی لئے عنوان میں بھی بعد الفرض کا لفظ صراحۃً ذکر کر دیا۔

پہلا مسئلہ یہ بیان کیا کہ نماز فرض کے بعد سنتوں کو فوراً شروع کر دینا چاہئے یا کچھ توقف بھی جائز ہے اس میں مصنف نے پہلی روایت یہ ذکر کی۔

القیام الی اداء السنة التی تلی الفرض متصلا بالفرض مسنون غیر انه یستحب الفصل بینهما کما کان علیه السلام اذا سلم یمکث قدر ما یقول اللهم انت السلام و منك السلام والیك یعود السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام ثم یقوم الی السنة (مراقی الفلاح) (۱)

ترجمہ : یعنی فرضوں کے سلام کے بعد ان سنتوں کو ادا کرنے کے لئے جو فرضوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں بلا توقف کھڑا ہو جانا چاہئے مگر یہ کہ فرضوں اور سنتوں میں علیحدگی کر دینی مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ جب فرض کا سلام پھیرتے تو اتنی مقدار ٹھہرتے کہ **اللهم انت السلام و منك السلام والیك یعود السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام** پڑھ لیتے۔ پھر کھڑے ہوتے ادائے سنت کے لئے۔

اس کے بعد مصنف نے علامہ ابن ہمام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ذکر **اللهم انت السلام** وہ ذکر ہے جو حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے منجملہ ان اذکار کے جن سے اداء سنت مؤخر کیا جاتا ہے اور جن کے ذریعہ سے فرضوں اور سنتوں میں فصل اور علیحدگی کی جاتی ہے چونکہ علامہ ابن ہمام کا مطلب یہ تھا کہ جو اذکار نماز فرض کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھے جانے منقول ہیں ان میں سے **اللهم انت السلام** کا ثبوت پختہ ہے اس لئے صرف اسی کو پڑھنا چاہئے۔

مگر چونکہ اس ذکر کے علاوہ بعض ذکر دوسرے اور دعائیں بھی ثابت تھیں اور ان کا ثبوت بھی پختہ تھا اس لئے صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا۔

قلت و لعل المراد غیر ما ثبت ایضا بعد المغرب وهو ثان رجله لا اله الا الله الخ عشر او بعد الجمعة من قرأة الفاتحة والمعوذات سبعاً سبعاً اه (مراقی الفلاح) (۲)

ترجمہ : میں کہتا ہوں غالباً علامہ کی مراد یہ ہے کہ **اللهم انت السلام** کی طرح اور جو ذکر ثابت ہیں وہ بھی سنتوں سے پہلے پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں نماز مغرب کے بعد اسی طرح بیٹھے ہوئے **لا اله الا الله الخ** دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور دوسری حدیث میں نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سورۃ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے۔ انتہی۔

پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد **اللهم انت السلام** کے علاوہ اور اذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے اور ان کی وجہ سے جو تاخیر اداء

---

(۱) (فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، ص ۱۸۶، ط مصر)
(۲) (ایضاً)

سنت میں ہو گی وہ تاخیر مکروہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے۔

ترجمہ : اس پر مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاویؒ نے یہ تحریر فرمایاہے۔

وفی روایة عائشةؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ لا یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ

یعنی حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار جس میں اللھم انت السلام پڑھ سکیں۔

وھی تفید کالذی ذکرہ المؤلف انه لیس المراد انه کان یقول ذلك بعینه بل کان یقعد زمانا یسع ذلك المقدار ونحوہ من القول تقریباً

(حاشیہ طحطاوی بر مراقی الفلاح)(۱)

یہ روایت یہی بتلاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ حضور ﷺ **اللھم انت السلام** ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ اس میں **اللّٰھم انت السلام** یا اسی کی تقریبی مقدار کا اور کوئی ذکر پڑھا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ضرور **اللھم انت السلام** پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر و دعا۔

اور یہی مطلب علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے پھر ان دونوں بزرگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم رحمھما اللہ کی کتابوں میں فرض کے بعد جو دعائیں منقول ہیں وہ بھی **اللھم انت السلام** کے ساتھ تقریبی مقدار میں شامل ہیں اس لئے حضرت عائشہؓ کی روایت میں اور ان اذکار کی روایتوں میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے یعنی ان بزرگوں کے نزدیک فرض اور سنتوں کے درمیان ان دعاؤں کا پڑھنا اسی طرح جائز اور ثابت اور مستحب ہے جس طرح **اللھم انت السلام** کا پڑھنا ہے بخاری اور مسلم کی وہ روایتیں یہ ہیں جو طحطاوی اور کبیری دونوں میں منقول ہیں۔

عن المغیرةؓ انه ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد وکذا لا ینافی ماروے مسلم وغیرہ عن عبداللہ بن الزبیر کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من الصلوٰۃ قال بصوته الاعلیٰ لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ له النعمة وله الفضل

---

(۱)(فصل فی صفة الأذکار الواردة بعد صلاة الفرض ص ۱۸۶ ' ط مصر)

وله الثناء الحسن لا اله الا اللّٰہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون (۱)

ترجمہ : یعنی مغیرہؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد (بخاری ومسلم) اور اسی طرح حدیث عائشہؓ مسلمؒ کی اس روایت کے بھی منافی نہیں ہے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز (فرض) کا سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے فرماتے تھے۔ لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیر ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا اللّٰہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون .

میں نہیں سمجھتا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ حلبی کی اس تصریح کے بعد کہ۔

(۱) حدیث عائشہؓ کی حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ ضرور فرض نماز کے سلام کے بعد اللهم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اور یہ کہ اللهم انت السلام والی روایت دوسرے ماثور ذکروں کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اور یہ کہ مذکورہ بالا دونوں ذکر اللهم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں برابر ہیں۔

(۴) اور یہ کہ ان حدیثوں میں ان ذکروں کا سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔

(۵) اور یہ کہ مسلم کی روایت میں اذا سلم سے نماز فرض کا سلام ہی مراد ہے۔

(۶) اور صحیحین کی روایت میں دبر کل صلوٰۃ سے نماز فرض کے بعد اس کے متصل سنتوں سے پہلے کا وقت ہی مراد ہے۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ نفائس المرغوبہ میں تقریبی مقدار کی جو توضیح کی گئی تھی وہ فقہاء حنفیہ کی تصریح کے موافق نہ تھی اور کس کو یہ جرات ہو سکتی ہے کہ وہ فرض نماز کے سلام کے بعد اللهم انت السلام کے علاوہ دوسرے اذکار وادعیہ ماثورہ کو ناجائز یا مکروہ کہہ سکے۔

تنبیہ

اوپر مراقی الفلاح کی عبارت میں اللهم انت السلام کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں والیك یعود السلام بھی شامل ہے بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔

اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔

قال فی شرح المشکوٰۃ عن الجزری واماما زاد بعد قوله و منك السلام من نحو والیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام فلا اصل له بل مختلق بعض

---

(۱) (حلبی کبیر' صفة الصلاة' ص :۳۴۲' ط سهیل اکیدمی' لاهور)

القصاص انتھی (۱) (حاشیۃ طحطاوی بر مراقی الفلاح)

ترجمہ: یعنی شرح مشکوۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملہ **ومنك السلام** کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھائے ہیں۔ **والیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام** تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے **اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام**.

اس فصل کے اس پہلے مسئلہ میں کہ فرض کے بعد سنتوں میں کتنی تاخیر ہو سکتی ہے امام مقتدی منفرد سب شریک تھے اس لئے اس کو تو صاحب نور الایضاح و مراقی الفلاح نے عام الفاظ سے بیان کیا اس کے بعد اس فصل میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ آیا فرض کے بعد سنتیں اسی جگہ پڑھی جائیں جس جگہ فرض پڑھے ہیں یا اس سے دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہٹ کر تو نور الایضاح میں امام کے لئے اس صورت کا یہ حکم ذکر کیا گیا ہے عبارت متن کی یہ ہے۔

و یستحب للامام بعد سلامه ان یتحول الی جهة یساره لتطوع بعد الفرض (۲)

(نور الایضاح)

ترجمہ: یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام فرض کے بعد اپنی بائیں جانب ہٹ جائے فرض کے بعد کی سنتوں یا نفلوں کے ادا کرنے کے لئے۔

اس عبارت میں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ سنتیں فرض کی جگہ پڑھی جائیں یا ہٹ کر، یہ مطلب ہر گز نہیں کہ سلام پھیرتے ہی بغیر کچھ ثناء یا دعا پڑھے فوراً ہٹ جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ **اللھم انت السلام ومنك السلام الخ** یا اس کے مثل دوسرے اذکار وادعیہ ماثورہ پڑھ کر جب سنتوں کے لئے کھڑا ہو تو مستحب یہ ہے کہ بائیں جانب ذرا ہٹ کر کھڑا ہو۔

سنتوں کے لئے جگہ بدل کر کھڑا ہونا اس لئے مستحب ہے کہ (۱) اول تو باہر سے آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ امام فرض پڑھا رہا ہے اور وہ دھوکا کھا کر اقتدا کی نیت نہ کرلے (۲) دوسرا فائدہ یہ کہ جگہ بدلنے سے وہ دوسری جگہ بھی اس کے لئے نماز کی گواہ بن جائے گی۔

اپنی بائیں جانب ہٹنے کی وجہ یہ بیان کی کہ امام کی بائیں جانب قبلہ کی داہنی جانب ہوتی ہے اور قبلہ کی داہنی جانب کو اس کی بائیں جانب پر شرف حاصل ہے۔ (مراقی الفلاح)(۳)

مگر علامہ سید احمد طحطاوی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قال رسول الله ﷺ ایعجز احد کم ان یتقدم او یتاخر او عن یمینه او عن شماله فی الصلوٰۃ یعنی

---

(۱) (فصل فی صفة الأذکار الواردة بعد صلاة الفرض ص ۱۸٦ ط مصر)
(۲) (صفة الأذکار الواردة بعد الفرض : ۸۰ ط سعید کمپنی، کراچی)
(۳) (فصل فی صفة الأذکار الواردة بعد صلاة الفرض ص ۱۸۷ ط مصر)

فی السبحۃ (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ کذافی طحطاوی) (۱)

ترجمہ : یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سنتوں، نفلوں کے لئے آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ جاؤ یا دائیں طرف یا بائیں جانب کو ہو جاؤ۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے جگہ بدلنے کے لئے چاروں صورتوں کا ذکر فرمادیا ہے مگر یہ حکم اسی وقت ہے جب وہیں سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ ان چاروں صورتوں سے افضل یہ ہے کہ مسجد سے جاکر اپنے مکان یا حجرے میں سنتیں پڑھے۔

وقد منا عن الحلیۃ ان الاحسن من ذلک کلہ تطوعہ فی منزلہ (رد المحتار) (۲)

ترجمہ : یعنی ہم پہلے حلیہ سے نقل کر چکے ہیں اور ان سب صورتوں سے بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر جاکر سنن و نوافل پڑھے۔

تیسرا مسئلہ۔ پھر ماتن نے تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ اگر امام اپنی جگہ بیٹھ کر اذکار ماثورہ پڑھنا چاہے تو اس کی ہیئت کیا ہو اس کے لئے یہ عبارت ذکر کی۔

وان یستقبل بعدہ الناس۔ (نور الایضاح) اور مستحب ہے کہ امام فرضوں یا سنتوں کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے یعنی اگر وہ بیٹھنا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے یعنی قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھا رہنا نہیں چاہئے۔

وکذا یکرہ مکثہ قاعدا فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی صلوٰۃ لا تطوع بعدھا (انتھیٰ . رد المحتار) (۳)

ترجمہ : یعنی امام کا اپنی جگہ پر قبلہ رخ بیٹھا رہنا ان نمازوں کے بعد جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد تو امام اپنی جگہ نہ چھوڑے اور سوائے اس ذکر کے جس میں یہ مذکور ہے کہ بغیر پاؤں موڑے ہوئے پڑھا جائے باقی اذکار وادعیہ اگر پڑھنا چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور اذکار وادعیہ پڑھ لے متن میں تو یہی صورت ذکر کی تھی مگر شرح میں اس پر یہ اضافہ کیا۔

یستقبل الناس ان شاء ان لم یکن فی مقابلہ مصل (الی قولہ) وان شاء الامام انحرف عن یسارہ و جعل القبلۃ عن یمینہ وان شاء انحرف عن یمینہ و جعل القبلۃ عن یسارہ (الی قولہ) وان شاء ذھب لحوائجہ (مراقی الفلاح) (٤)

---

(۱) (ایضاً حوالہ صفحہ گزشتہ حاشیہ۳)
(۲) باب صفۃ الصلاۃ ۱/۵۳۱ ط سعید)
(۳) باب صفۃ الصلاۃ' مطلب فیما لو زاد علی العدد الوارد فی التسبیح عقب الصلاۃ ۱/۵۳۱ ط سعید)
(٤) (فصل فی صفۃ الأذکار ...... ص ۱۸۷.۱۸۸ ط مصر)

ترجمہ: یعنی اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے بشرطیکہ اس کے سامنے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو اور اگر امام چاہے تو بائیں طرف مڑ جائے کہ اس کی داہنی طرف قبلہ ہو اور اگر چاہے تو داہنی طرف مڑے کہ قبلہ اس کی بائیں جانب ہو اور اگر چاہے تو اٹھ کر اپنے کام کاج کے لئے چلا جائے۔

چونکہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کے لئے یہ شرط ہے کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو اور ماتن نے صرف ایک ہی صورت ذکر کی تھی کہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں لوگ سنتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی امام کے مقابل بھی نماز پڑھتا ہوتا ہے اس لئے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کے مسئلے کو شرح میں اس طرح مقید کر دیا۔

ان یستقبل بعدہ ای بعد التطوع و عقب الفرض ان لم یکن بعدہ نافلۃ

(مراقی الفلاح) (۱)

ترجمہ: یعنی امام کو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا اس وقت بہتر ہے جب سنتوں نفلوں سے فارغ ہو جائے۔

تاکہ کسی نمازی کا سامنا ہونے کی صورت نہ ہو اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں فرض کے بعد بھی لوگوں کی طرف منہ کر سکتا ہے بشرطیکہ سامنے کوئی نمازی (مسبوق وغیرہ) نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ سنتوں سے پہلے داہنی طرف یا بائیں طرف مڑ کر بیٹھ جائے یا داہنی طرف یا بائیں طرف یا آگے پیچھے ہٹ جائے یا اٹھ کر اپنے مکان یا حجرے میں چلا جائے تو یہ سب جائز ہے اور اٹھ کر چلا جانا اور اپنے گھر یا حجرے میں جا کر سنتیں نفلیں پڑھنا سب سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

چوتھا مسئلہ۔ پھر ماتن نے اس فصل میں چوتھا مسئلہ وہ بیان کیا جس کے لئے فصل منعقد کی ہے یعنی یہ کہ نماز فرض کے بعد کیا کیا اذکار وادعیہ ماثور اور مروی ہیں اس مسئلہ کے بیان کے لئے اس نے یہ عبارت لکھی ہے۔

ویستغفرون اللّٰہ ثلاثا ویقرؤن ایۃ الکرسی ویقرؤن المعوذات الخ

(نور الایضاح) (۲)

ترجمہ: یعنی لوگ نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھیں اور آیۃ الکرسی پڑھیں اور معوذات پڑھیں۔ اس مسئلہ کی دلیل کے لئے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

یقول ثوبان کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا انصرف من صلوتہ استغفر اللّٰہ تعالیٰ ثلاثا وقال اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام(رواہ مسلم.)(۳)

---

(۱) (فصل فی صفۃ الأذکار ...... ص ۱۸۷. ۱۸۸ ط مصر) (۲) (فصل فی الأذکار الواردۃ بعد الفرض؛ ص ۸۰ ط میر محمد کتب خانہ' کراچی) (۳) (باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ ۲۱۸/۱ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(مراقی الفلاح) (۱)

ترجمہ : یعنی ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور فرماتے اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام

اسی ثوبانؓ کی حدیث کے دوسرے طریق میں یہ لفظ ہیں۔

کان النبی ﷺ اذا سلم الخ (جمع الفوائد)

ترجمہ : یعنی آنحضرت ﷺ جب سلام پھیرتے تو تین بار استغفار کرتے اور اللّٰھم انت السلام الخ پڑھتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نور الایضاح نے فرض کے سلام کے بعد ہی سے اذکار ماثورہ کا بیان شروع کیا ہے کیونکہ حدیث ثوبان کا مطلب یہی ہے کہ فرضوں کے سلام کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھ کر اللھم انت السلام پڑھا کرتے تھے وجہ یہ کہ اللھم انت السلام الخ کا فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا متفق علیہ ہے۔

اور چونکہ فرائض کے بعد جو اذکار مصنف نے ذکر کئے ہیں ان میں امام مقتدی منفرد مسبوق وغیرہ کا کوئی فرق نہ تھا اس لئے جمع کے صیغے سے اس کو ذکر کیا مطلب یہ کہ تمام نمازی فرائض کے بعد یہ اذکار پڑھا کریں اور جب اذکار سے فارغ ہوں تو :

ثم یدعون لا نفسھم وللمسلمین رافعی ایدیھم ثم یمسحون بھا وجوھھم فی اخرہ (۲)

ترجمہ : نمازی اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں پھر اخیر میں اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیا کریں۔

یہ مصنف نے ذکر اور دعا کا مسنون اور مستحب طریقہ ذکر کیا ہے اس میں کہیں پر کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ یہ تمام کام سب مل کر اجتماعی طور پر کریں اور یہ تو ہو بھی نہیں سکتا اس لئے کہ یہ ذکر اور دعائیں اس شخص کے لئے بھی اسی طرح مستحب ہیں جو تنہا نماز پڑھے اور مسبوق کے لئے بھی اور ظاہر ہے کہ ان سب کی فراغت آگے پیچھے ہو گی۔

لطائف مطبوعہ میں اس عبارت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اس میں اصل عبارت کے خلاف' یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے گئے ہیں (اور سب مل کر) حالانکہ اس معنے کا کوئی لفظ مراقی الفلاح میں نہیں ہے۔ پھر لطائف میں لکھا ہے :-

"عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ثابت ہے کہ امام اور مقتدین سب کامل کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا بعد از سنت تالیہ واذکار ماثورہ مستحب ہے"

---

(۱) (فصل فی صفة الأذکار ص ۱۸۸ ط مصر)
(۲) (فصل فی الأذکار الواردة بعد الفرض ص ۸۰ ط میر محمد کتب خانہ' کراچی)

یہ نتیجہ بھی اسی غلطی پر مترتب ہے کہ مراقی الفلاح کی عبارت میں (سب مل کر اجتماعی طور پر) کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے گئے ہیں۔

اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ تمام اذکار اور دعائیں وہ ہیں جو سنتوں کے بعد پڑھی جائیں حالانکہ مراقی الفلاح میں اس کی بھی تصریح نہیں ہے اور اس کے جملہ **بعدہ ای بعد التطوع** کا تعلق صرف استقبال ناس کے مسئلے سے ہے نہ قرأت اذکار وادعیہ سے۔

لطائف مطبوعہ میں یہی ایک عبارت تھی جس سے لوگوں کو کچھ اشتباہ ہو سکتا تھا مگر اب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس عبارت میں بھی مروجہ اجتماعی دعا کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جو الفاظ کہ اجتماع پر دلالت کرتے ہیں وہ اپنی طرف سے بڑھائے ہوئے ہیں۔

اور یہ کہ یہ سب کچھ اسی غیر افضل صورت میں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں بھی مسجد میں پڑھی جائیں ورنہ افضل یہی ہے کہ گھر میں یا حجرے میں جاکر پڑھے اور اگر لوگ اس افضل پر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکیں اور امام اس پر عمل کرنا چاہے اور سنتوں کے لئے اپنے حجرے میں جائے تو اسے کیوں روکا اور مجبور کیا جائے کہ وہ ایک غیر افضل صورت کو زبردستی اختیار کرے۔

اس کے علاوہ لطائف مطبوعہ میں اور کوئی چیز لائق جواب نہیں ہے بعض عبارتیں جو سنتوں کی تاخیر کرنے کے بارے میں مروی ہیں وہ اسی اختلاف پر مبنی ہیں کہ آیا **اللھم انت السلام** کے علاوہ اور اذکار ماثورہ اور ادعیہ مرویہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں طحطاوی اور علامہ حلبی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارتیں اس بارے میں صاف وصریح ہیں کہ جائز ہے اور کراہت یا عدم اولویۃ کی روایت مرجوح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں **دبر الصلوات المکتوبات** کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں **اذا سلم یا اذا انصرف** کا لفظ ہے ان سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن ہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور اسی وجہ سے علامہ طحطاوی اور علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا اور اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو **اللھم انت السلام** والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دیکر ان کے پڑھنے کی اجازت دی۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، شعبان ۱۳۴۸ھ

فائدہ نفیسہ

ہم نے مسئلے کی جو تحقیق گزشتہ سطور میں تحریر کی ہے اس کی تائید حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب اول وہ اذکار وادعیہ جو خاکسار نقل کر چکا ہے اور جن میں **اللھم انت السلام** کے اور بھی قدرے طویل دعائیں شامل ہیں تحریر فرما کر لکھتے ہیں۔

والاولی ان یاتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب فانه جاء فی بعض الاذکار ما یدل علی ذلك نصا کقوله " من قال قبل ان یتصرف و یثنی رجلیه من صلوٰۃ المغرب والصبح لا اله الا الله وحدہ لا شریك له الخ " وکقول الراوی کان اذا سلم من صلوٰۃ یقول بصوته الاعلیٰ لا اله الا الله الیٰ اخرہ و فی بعضها ما یدل ظاهر اکقوله دبر کل صلوۃ . اما قول عائشةؓ کان اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام فیحتمل وجوهاً منها انه کان لا یقعد بهیئة الصلوٰۃ الا هذا القدر ولکنه کان یتیا من اویتیا سراویقبل علی القوم بوجهه فیأتی بالاذکار لئلا یظن الظان ان الاذکار من الصلوٰۃ.

ومنها انه کان حیناً بعد حین یترك الاذکار غیر هذہ الکلمات یعلمهم انها لیست فریضة. والاصل فی الرواتب ان یاتی بها فی بیته . والسرفی ذلك کله ان یقع الفصل بین الفرض والنوافل بما لیس من جنسها وان یکون فصلا معتد ابه یدرك ببادی الرأی. وهو قول عمرؓ لمن اراد ان یشفع بعد المکتوبة اجلس فانه لم یهلك اهل الکتاب الا انه لم یکن بین صلوٰتهم فصل فقال النبیﷺ اصاب الله بك یا ابن الخطاب وقوله صلعم اجعلوها فی بیوتکم والله اعلم. (حجة الله البالغة)(۱)

(ترجمہ) اور اولیٰ یہ ہے کہ ان اذکار کو سنن مؤکدہ سے پہلے ادا کرے کیونکہ بعض اذکار میں تو اس کی تصریح ہے جیسے آنحضرتﷺ کا یہ ارشاد کہ "جو شخص نماز مغرب اور نماز صبح کے بعد لوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا اله الا الله الخ اور جیسے راوی کا یہ قول کہ آنحضرتﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنی بلند آواز سے فرماتے لا اله الا الله الخ۔ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر دلالت ہے جیسے یہ قول کہ نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے۔ رہا حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ جب آنحضرتﷺ سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے کہ اللهم انت السلام الخ پڑھیں تو اس قول کے کئی احتمال ہیں از اں جملہ یہ ہے کہ آپ نماز کی ہیئت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف منہ کر لیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں اور از اں جملہ یہ ہے کہ آپ سوائے اللهم انت السلام کے اور اذکار احیاناً چھوڑ دیتے تھے چھوڑنے سے یہ تعلیم مقصود تھی کہ اذکار و ادعیہ فرض نہیں ہیں اور سنتوں میں اصل حکم یہ ہے کہ گھروں میں ادا کی جائے اور اس سب کا راز یہ ہے کہ فرضوں اور نفلوں میں ظاہر طور پر فصل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ سے معلوم ہو سکے اور یہی مطلب ہے حضرت عمرؓ کے اس فرمانے کا اس شخص سے جو فرضوں کے بعد متصل سنتیں پڑھنا چاہتا تھا کہ بیٹھ جا۔ کیونکہ پہلی امتوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض اور نوافل میں ان کے فرق نہ تھا تو رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اے ابن خطابؓ خدا نے تمہیں درست طریقہ ہدایت فرمایا اور یہی مطلب ہے آنحضرتﷺ کے اس ارشاد کا کہ سنتیں گھروں میں پڑھا کرو۔ انتہی

کتبہ العبد الضعیف محمد کفایت اللہ غفر لہٗ سنہری مسجد دہلی ' شعبان ۱۳۳۴ھ

---

(۱) (فصل فی الأذکار الواردة بعد الفرض' اذکار الصلاة وهیاتها المندوب الیها ۲/ ۱۲ ط دمشق)

تتمہ (مخطوطہ)

ایها الکرام ! کیف تعرفون مسئلة دعاء الا جتماعية برفع اليدين دبر الصلوت المکتوبات و تامین المامومین علی دعائه ؟ هل الدعاء بهذه الکیفیة جائز شرعا ام لا ؟ ان جازما الاستدلال علی ذلك ؟و الا ما الحجة ما علی عدم الجواز ؟ ففی صورة عدم الجواز اخبر ونی ما الجواب عن کثرة علماء اهل السنة فی زماننا هذا يدعون الله تعالیٰ دعاء اجتماعية دبر الصلوات المکتوبات برفع اليدين کفتوی مولانا اشرف علی تهانوی فی کتابه بهشتی زیور وان لم يسند بالقران ولا بالحديث ولا بالفقة و کفتوی مولانا مفتی کفایت الله الدهلوی کان الله تعالیٰ له حیث حث علیه حثا عظیما فی کتابه النفائس المرغوبة فی حکم الدعاء بعد المکتوبة و عن حديث اسود العامری عن ابيه اخرجها ابن ابی شيبة قال صليت خلف رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع يديه ودعا (الحديث) وان جازما الجواب عن حديث رسول الله ﷺ اخرجها البهيقی فی سنن الکبریٰ ص۱۸۲ ج ۲عن انسؓ قال صليت خلف النبی ﷺ کان اذا سلم يقوم (الحديث) و عنه صليت خلف ابی بکرؓ کان اذا سلم و ثب کانه علی رضف . سنن الکبریٰ ص ۱۸۲ ج ۲ و عن حديث عائشةؓ کما فی مسلم کان النبی ﷺ اذا سلم من الصلوة لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام الخ و عن عدم تعامل الصحابة فی وقت ما . فحينئذٍ ما الحکم علی حديث اسود العامری المار ؟ هل هذه من اخبار الا حاد العدول التی کان الامام ابو حنيفةؒ يروها فيما تعم به البلوی ام کيف . وايضا ما للکلام عليها من جهة الاسناد ؟

ضیاء الحسن انصاری۔ایل۔ایس۔ایم ایف پنجاب میڈیکل افسر بدر الطبیعتہ الحکومتہ (مظفر گڑھ)

(جواب) حدیث حضرت انسؓ کان اذا سلم يقوم الخ اور دوسری حدیث صليت خلف ابی بکر کان اذا سلم و ثب کانه علی رضف الخ یہ دونوں روایتیں تو حدیث عائشہؓ کے بھی خلاف ہیں جس میں اذا سلم من الصلوة لم يقعد الا مقدار ما يقو ل الخ موجود ہے حضرت عائشہؓ سلام کے بعد تھوڑا سا قعود بیان فرماتی ہیں اور حضرت انسؓ کی دونوں روایتیں قعود کی مطلقاً نفی کرتی ہیں اور مسئلہ کی تفصیل رسالہ نفائس مرغوبہ میں کردی گئی ہے اسود عامری کی روایت مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ سے نقل کی گئی ہے مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کا نسخہ موجود نہیں ہے ورنہ اس کے صفحہ کا حوالہ دے دیا جاتا۔اور یہ روایت اثبات استحباب کے لئے کافی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نواں باب
مسافر کی نماز (قصر)

وطن اصلی کب باطل ہوتا ہے؟

(سوال) ایک شخص کا وطن اصلی لاہور تھا اور پھر اُس نے لاہور کو چھوڑ کر دہلی کو اپنا وطن بنالیا اور وہیں اس کے بال بچے اور اہلیہ ہے غرضکہ مدت سے وہ شخص دہلی میں مع اہل و عیال قیام گزیں ہے اور لاہور میں اس کے بھائی حقیقی اور ماں بہنیں مکان اور کچھ زمین بھی ہے اور رہتا وہ مدت سے دہلی میں ہے اس شخص کو لاہور میں جانے کے لئے سوانیت ۱۵ یوم کے ٹھہرنے کے لئے نماز قصر پڑھنی پڑے گی یا کہ پوری ؟ رسالہ رکن دین اردو مؤلفہ مولوی رکن الدین الوری میں تحریر ہے کہ اگر پہلے وطن میں زمین یا مکان وغیرہ ہوں تو کم نیت اقامت ۱۵ یوم کے بھی نماز پوری پڑھنی پڑے گی بحوالہ عالمگیری۔ اور حالانکہ شرح وقایہ (۱) میں عبارت یوں ہے۔ فاذا کان للانسان وطن اصلی ثم اتخذ موضعاً اخروطناً اصلیا سواء کان بینهما مدة السفر اولم یکن یبطل الوطن الاصلی الاول حتی لو دخله لا یصیر مقیماً الا بنیة الاقامة اور لفظ یبطل پر حاشیہ عمدۃ الرعایۃ میں حدیث منقول ہے یدل علیه ان النبی ﷺ واصحابه لما دخلوا مكة وغزوة الفتح و حجة الوداع قصر وافیها مع انها کانت مولدهم ومسکنهم وما ذلك الا لبطلان وطنيته باتخاذ المدينة وطنا بالهجرة. عبارت مذکورہ سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اول وطن میں اگر مکان یا زمین وغیرہ ہو تو نماز قصر نہیں ہوگی۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۵۵۹) وطن اصلی اگر اس طرح چھوڑا جائے کہ اس سے تمام تعلقات منقطع کر دیئے جائیں نہ کچھ زمین و مکانات ہوں اور نہ کوئی اہل و عیال میں سے وہاں ہو تو وہ وطن باقی نہیں رہتا اور پھر وہاں نماز پندرہ دن سے کم مدت میں قصر کرنا چاہیئے ورنہ وہ وطن باقی رہتا ہے۔ فی العالمگیرية. و یبطل الوطن الا صلی بالوطن الا صلی اذا انتقل عن الاول باهله و اما اذا لم ینتقل باهله ولكنه استحدث اهلا ببلدة اخرى فلا يبطل وطنه الاول و یتم فیهما (ص ۱۵۱) ولو انتقل باهله و متاعه الى بلدٍ و بقى له دور وعقار فى الاول قيل بقى الاول و طناله و اليه اشار محمدؒ فى الكتاب كذافى الزاهدى (عالمگیری ص ۱۵۱) (۲) اور محض کسی شہر کا مولد و مسکن ہونا وطن اصلی کے ثبوت کے لئے کافی نہیں اور آنحضرت ﷺ کا مکہ میں قصر کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہاں آپ کا کوئی گھر وغیرہ باقی نہ تھا۔ یدل علیه قوله علیه السلام هل ترك لنا عقیل منزلاً (رواہ البخاری) (۳)

---

(۱) (بیان الوطن الأصلی والإقامة ۱/۲۳۸ ط مکتبه حقانیه، ملتان)
(۲) (الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ۱/۱۴۲ ط ماجدیه، کوئٹه)
(۳) (باب توریث دور مکة و بیعها و شرائها کتاب المناسك ۱/۲۱۶ ط قدیمی)

(۱) جہاز کے ملازم کے لئے نماز کا حکم
(۲) کار ڈرائیور کے لئے نماز کا حکم

(سوال) (۱) ایک شخص جہاز میں نوکر ہے آج یہاں کل وہاں ایسا شخص قصر پڑھے یا پوری نماز۔ ایک شہر میں جاتا ہے دو دن جہاز وہاں ٹھہرتا ہے پھر وہاں سے لوٹتا ہے غرض جہاز کی ہی نوکری ہے اور یہی کام ہے۔
(۲) موٹر میں سیر کرنے کے لئے سو پچاس میل تک جاتے ہیں اور چار پانچ گھنٹے میں جاتے ہیں اور اسی مقدار میں لوٹتے ہیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو قصر پڑھیں یا پوری' خواہ سیر کی غرض سے جائیں یا کسی کام سے۔

(جواب ۵۶۰) ان دونوں صورتوں میں قصر نماز پڑھنی چاہئے کیونکہ مسافت قصر کا ارادہ کر کے نکلنا قصر کے ثبوت کے لئے کافی ہے(۱) خواہ وہ نکلنا دوامی طور پر ہو یا گاہے گاہے اور خواہ ملازمت کے صیغے میں ہو یا تجارت و سیاحت کے اور خواہ وہ مسافت کئی گھنٹے میں طے ہو جائے جیسے کہ ریل اور موٹر وغیرہ کے ذریعہ سے دنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے ہوتی ہے۔ وھذا کلہ ظاھر واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

قریب قریب آبادیوں میں نماز کا حکم

(سوال) موضع سنبھلیڑہ تحصیل جانسٹھ ضلع مظفر گڑھ میں واقع ہے اور موضع وہانسری و کمہڑہ و تیوڑہ وغیرہ موضع مذکور سے دو دو تین تین میل کے فاصلے پر آباد ہیں اور مواضعات مذکورہ شہر دہلی کے مابین پچاس کوس یا اس سے زائد کا فاصلہ ہے مولوی فاروق صاحب کی پیدائش موضع سنبھلیڑہ مذکور کی ہے اور اسی موضع میں پرورش ہوئی ایک بھائی ملا محمد یعقوب صاحب وہیں رہتے ہیں اب مولوی فاروق صاحب دہلی سے مواضعات مذکورہ کو سفر کرتے ہیں اور کسی موضع میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت بھی نہیں کرتے مگر مانند مقیم نماز پڑھتے ہیں قصر نہیں کرتے اگر کہا جاتا ہے تو کسی کو یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سب گاؤں میرے وطن کے ہیں اور کہیں یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں قصر نماز نہیں آئی اور کسی سے کہتے ہیں کہ مجھ پر نماز قصر واجب نہیں کیونکہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں' تو صورت مسئولہ میں مولوی فاروق صاحب کا وطن دہلی ہے یا سنبھلیڑہ اور ان پر قصر واجب ہے یا نہیں ؟ اگر واجب ہے تو جن مقیم مقتدیوں نے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوئی تو جتنی نمازیں مولوی صاحب کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا لوٹانا واجب ہے یا نہیں اور مولوی فاروق کا یہ کہنا کہ یہ سب گاؤں میرے وطن کے ہیں اور حدیث میں نماز قصر نہیں آئی جس پر موضع تیوڑہ میں احقر کے سامنے روایت ابن عباس سے بحوالہ مشکوۃ استدلال کرنا چاہا اور

---

(۱) ولا بد للمسافر من قصد مسافتہ مقدرۃ بثلثۃ ایام حتی یترخص برخصۃ المسافرین (عالمگیریۃ' الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر' ۱/۱۳۹ ط ماجدیہ)

مشکوٰۃ منگانے پر جان چرا کر موضع کشن پور کو چمپت ہوئے اور یہ کہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں اس واسطے مجھ پر قصر واجب نہیں صحیح ہے یا غلط ؟ اور کذب صریح ؟ اور یہ شخص امام ابو حنیفہ کا مقلد ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۸۲ مولوی محمد حنیف صاحب ضلع مظفر نگر۔
۸ شوال ۱۳۵۲ھ ۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۵۶۱) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے سنبھلیڑہ سے ترک وطنیت اور دہلی کو وطن بنانے کی نیت نہیں کی تھی اس لئے وہ جب دہلی سے سنبھلیڑہ جاتے ہوں گے تو وہاں جاتے ہی وہ مقیم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ان کا وطن اصلی ہے وہاں پندرہ دن کی نیت کریں یا نہ کریں پھر سنبھلیڑہ سے اس کے آس پاس کے مواضع میں پھرتے ہوں گے اور چونکہ وہ مقدار سفر کی مسافت کے اندر اندر ہوتے ہوں گے اس لئے وہ مسافر نہیں ہوتے اور پوری نماز پڑھتے ہوں گے یہ ایک مسلمان اور عالم کے فعل کی توجیہ ہو سکتی ہے باقی حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے ان کا یہ کہنا کہ سب گاؤں میرے وطن کے ہیں صحیح ہے جب کہ وہ وطن سے چلیں اور آس پاس کے دیہات میں دورہ کریں جو مدت سفر کے اندر اندر ہوں تو ان کا خیال کہ ان پر قصر نہیں ہے درست ہے اور یہ قول کہ حدیث میں نماز قصر نہیں آئی اس کا مطلب بھی یہی ہو گا کہ اس قدر کم مسافت کے اندر سفر کرنے میں حدیث سے نماز قصر ثابت نہیں اور یہ کہنا کہ مجھ پر نماز قصر اس لئے واجب نہیں کہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں اس میں غالباً کچھ غلط فہمی ہوئی ہے اس کے متعلق ان کا تحریری بیان لے کر میرے پاس بھیجو تو میں اس پر غور کروں ہمیشہ سفر میں رہنے سے تو ہمیشہ قصر پڑھنی پڑے گی نہ یہ کہ قصر واجب نہ ہو بہر حال سوال میں جو لہجہ اختیار کیا گیا ہے یہ علماء کے لئے مناسب نہیں ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مقیم مقتدی مسافر کے پیچھے بقیہ نماز کس طرح پڑھے ؟

(سوال) امام اگر قصر پڑھ رہا ہے تو مقتدی دو رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے ؟

المستفتی نمبر ۹۷۷ محمد رفیع صاحب سوداگر (ضلع میدنی پور)
یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲۵ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۶۲) مقتدی اپنی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے بقدر فاتحہ کے قیام کر کے رکوع کرلے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين (عالمگیریة' الباب الخامس في صلاة المسافر ۱ /۱۳۹ ط ماجدیہ)

(۲) وصح اقتداء المسافر بالمقيم في الوقت و بعده فاذا قام المقيم إلى الأتمام لا يقرأ الخ (الدر المختار' باب صلاة المسافر ۲ /۱۲۹ ط سعيد)

ریلوے ڈرائیور کے لئے نماز کا حکم

(سوال) ہم لوگ انجن ڈرائیور کا کام کرتے ہیں بر ہما ریلوے کے اندر اور ہم لوگوں کا کام ہمیشہ سفر کا ہے اور پانچ چھ روز کا سفر ہوتا ہے اور نوکری ہم لوگوں کی بارہ گھنٹے کی ہے بارہ گھنٹے کام کرتے ہیں اور بارہ گھنٹے آرام سے سوتے ہیں لمبے سفر کا یہ حال ہے چھوٹا سفر بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے وہاں پر ہم لوگوں کو ایک مکان ملا ہے سونے کے واسطے اور ایک باورچی خانہ ملا ہے کھانا بنانے کے واسطے ہم لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے اب ہم لوگ اس بات کے خواستگار ہیں کہ ایسی حالت میں ہم لوگ نماز قصر پڑھیں یا پوری نماز پڑھیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۵۹ محمد رؤف صاحب (رنگون)

(جواب ۵٦۳) اگر آپ لوگ ایک دم تین دن کے سفر یعنی ۴۸ میل جانے کی نیت سے سفر کرتے ہیں تو آپ مسافر ہیں(۱) اور اگر نیت کرنا آپ کے اختیار میں نہیں تو آپ مسافر نہیں ہوں گے اور اس صورت میں پوری نماز پڑھیں گے (۲) اور روزہ میں کوئی مشکل نہیں کیونکہ روزہ تو ہر حالت میں (خواہ مقیم ہو یا مسافر) رکھنا جائز ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

انگریزی میل کے حساب سے مسافت سفر

(سوال) سفر کی وہ مسافت جس کے ارادہ سے قصر ہوتی ہے انگریزی میل کے اعتبار سے مفتی بہ کتنے میل ہیں المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۵ء

(جواب ۵٦٤) انگریزی میل سے چھتیس میل کی مسافت قصر نماز کے لئے کافی ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) نماز کن صورتوں میں قصر کریں ؟
(۲) جس راستے پر چلے اس کا اعتبار ہو گا .
(۳) وطن اقامت سے دورے کرنے والے کا حکم

(سوال) (۱) قصر نماز کن کن صورتوں میں واجب ہے (۲) ایک مقام ایسا ہے جہاں سے ریل پر سفر کرنے سے فاصلہ زیادہ ہوتا ہے اور قصر واجب ہوتا ہے اور اگر خشکی سے جایا جائے تو فاصلہ کم پڑتا ہے کونسی صورت

---

(۱) ومن خرج من موضع اقامته قاصدا مسيرة ثلثة أيام ولياليها من أقصر أيام السنة ...... صلى الفرض الرباعي ركعتين الخ (التنوير مع شرحه' باب صلاة المسافر ۲/ ۱۲۱ . ۱۲۳ سعيد كراچی)

(۲) والمعتبر نية المتبوع' لأنه أصل ' لا التابع كا مرأة و عبد ...... وأجير الخ (التنوير و شرحه' باب صلاة المسافر' ۲/ ۱۳۳ . ۱۳٤ ط سعيد)

(۳) چھتیس میل انگریزی درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ کم از کم مقدار ۴۵ میل شرعی برابر ہے ۵۱ میل انگریزی کے اور احسن الفتاویٰ میں مفتی بہ قول ۵۴ میل شرعی '٦۱ میل انگریزی (احسن الفتاوی باب صلاۃ المسافر ٤/ ۹٥ ط سعيد و خير الفتاوى ۲/ ٦٦٦ ط ملتان)

اختیار کرنا چاہئیے آسانی ریل و موٹر سے سفر کرنے میں ہے یہ مقام خشکی سے ۲۷ میل اور ریل سے ۵۳ میل پر ہے (۳) ایک شخص ملازم پیشہ ہے اور مکان سے اس کی ملازمت فاصلہ پر ہے اور ہیڈ کوارٹر میں جہاں قیام ہے رہنا پڑتا ہے اور وہیں سے دورہ کرنا ہوتا ہے اس صورت میں قصر کہاں سے شمار ہوگا اور دورہ کے سفر میں کہیں مسافت بعیدہ ہو جاتی ہے اور کہیں کم ایسی صورت میں سفر کے متعلق کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۴۳۳ حاجی محمد ذکریا صاحب (جونپور) ۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۷ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۶۵) جس راستے سے سفر کرے اس کی مسافت کا اعتبار ہے جب ۳۶ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر شروع کرے تو اپنی بستی سے نکلتے ہی قصر پڑنا چاہئیے ہیڈ کوارٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا وہاں سے ۳۶ میل کا ارادہ کر کے چلنے پر مسافر ہو جائے گا(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سفر کے ارادے سے اسٹیشن پر پہنچنے والا پوری نماز پڑھے

(سوال) زید سفر کے لئے اپنے گھر سے چلا کئی گھنٹے دہلی اسٹیشن پر ریل میں بیٹھا رہا کہ نماز کا وقت آگیا تو نماز قصر پڑھے یا پوری پڑھنی چاہئیے دہلی کا اسٹیشن بستی میں شمار ہو گیا نہیں ؟

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۵۶۶) دہلی کا اسٹیشن شہر کے اندر ہے یہاں نماز پوری پڑھنی چاہئیے(۲)

ہمیشہ سفر میں رہنے والے کے لئے نماز کا حکم

(سوال) ہم بیس پچیس آدمی بجنور سے مراد نگر ضلع میرٹھ کپڑا فروخت کرنے آتے ہیں یہ مقام ایک سو میل ضلع بجنور سے ہے جب ہم گھر سے چلے تو یہ نیت تھی کہ دو مہینے مراد نگر اس طرح قیام کریں گے کہ اکثر رات کو مراد نگر میں رہیں گے اور دن کو وہاں سے دو چار کوس پر کپڑا فروخت کرنے چلے جائیں گے کبھی جائے قیام پر آجائیں گے اور کبھی وہیں گاؤں میں رہ جائیں گے مراد نگر ۱۵ یوم مستقل ٹھہرنے کی شروع ہی سے نیت نہ تھی آس پاس آتے جاتے رہنے کا پہلے سے قصد ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے اس صورت میں قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔

---

(۱) فإذا قصد بلدة' وإلى مقصده طريقان أحد هما مسيرة ثلاثة أيام وليا ليها والآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافراً عند نا' وإن سلك الأقصر يتم الخ (عالمگيرية الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر ۱۳۸/۱' ط ماجديه) ومن خرج من موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام وليا ليها من اقصر أيام السنة ...... صلى الفرض الرباعى ركعتين الخ (التنوير وشرحه' باب صلاة المسافر ۱۲۱/۲ تا ۱۲۳ ط سعيد)

(۲) کیونکہ قصر کے لئے اپنی بستی یا شہر سے تجاوز کرنا شرط ہے ومن خرج من عمارة موضع اقامة من جانب خروجه وإن لم يجاوز من الجانب الآخر الخ (التنوير وشرحه' باب صلاة المسافر ۱۲۱/۲ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۱۵۹۷ اصغر حسین (ضلع بجنور)

۴ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۳ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۶۷) یہ لوگ گھر سے سو میل کی مسافت کا قصد کر کے چلنے سے مسافر ہو گئے اب جب تک کسی ایک مقام میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کریں مسافر ہی رہیں گے لہذا یہ اس حالت میں نماز قصر پڑھتے رہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) مقیم کے پیچھے مسبوق مسافر بقیہ نماز کس طرح پڑھے ؟
(۲) مغرب کی نماز میں قصر نہیں

(سوال) (۱) مسافر مقتدی کو ظہر 'عصر یا مغرب کی جماعت میں دو رکعتیں ملیں امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ رکعتیں کیونکر پوری کرے ان میں سورہ فاتحہ پڑھے یا نہیں ؟
(۲) مغرب کی نماز سفر میں قصر پڑھی اور رات کو پونے گیارہ بجے اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کو نماز قصر پڑھنی پڑے گی' یا وہ عشاء کی پوری نماز پڑھے ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۵۶۸) (۱) ہاں دو رکعتیں بھری یعنی سورہ فاتحہ اور سورت پڑھ کر نماز پوری کرے (۲)
(۲) مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہے اس کی تین رکعتیں مقیم اور مسافر دونوں کے لئے ہیں (۳) اور جب عشاء کے وقت سفر ختم ہو گیا تو عشاء کی پوری نماز پڑھے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مقیم مقتدی مسافر امام کے سلام کے بعد بقیہ نماز کس طرح پڑھے ؟
(۲) سفر میں فوت شدہ نمازیں کس طرح ادا کرے ؟
(۳) سفر میں سنتوں کا حکم

(سوال) (۱) امام مسافر ہے اس نے قصر نماز پڑھی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدیوں کو بقیہ دو رکعت کس طرح پوری کرنی چاہئے سورہ فاتحہ پڑھے یا خاموش رہے ؟
(۲) سفر میں نماز قضا ہو گئی گھر پہنچ کر قصر کرنی چاہئے یا پوری نماز پڑھنی چاہئے ؟
(۳) سفر میں سنتیں پڑھنی لازم ہیں یا نہیں اور سنت قصر پڑھے یا پوری ؟
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

---

(۱) ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوم أو أکثر' کذا فی الهدایة (عالمگیریة' باب صلاة المسافر ۱/۱۳۹ ط ماجدیه)
(۲) وأما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت و یتم الخ (الدر المختار' باب صلاة المسافر ۲/۱۳۰ ط سعید) والمسبوق من سبقه الإمام بها او ببعضها وهو منفرد حتی یثنی و یتعوذ و یقرأ و یقضی أول صلاته فی حق القراء ة وآخر ها فی حق التشهد الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۱/۵۹۶ ط سعید)
(۳) واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعی عن الفجر والمغرب (رد المحتار' باب صلاة المسافر ۲/۱۲۳' ط سعید)

(جواب ۵۶۹) (۱) مسافر امام کے مقتدی مقیم ہوں تو امام کے دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد وہ کھڑے ہو جائیں اور اپنی دو رکعتیں پوری کریں ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھیں خاموش رہیں(۱)
(۲) سفر کی قضا نماز قصر ادا کرنی چاہئے(۲)
(۳) سفر میں سنتیں پڑھنی لازمی نہیں اگر موقع ہو تو پڑھ لے سنتوں میں قصر نہیں چار رکعتوں کی نماز چار رکعتیں ہی پڑھے(۳)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ریلوے ڈرائیور سفر میں قصر پڑھے

(سوال) ملازمین ریلوے یعنی انجن ڈرائیور وغیرہ جن کا کہ سفر تقریباً ساٹھ میل سے بغایۃ ڈیڑھ سو میل تک ہوتا ہے اور وہ لوگ دوسرے یا تیسرے یا چوتھی روز تک اپنے مکان پر واپس آجاتے ہیں ایسی حالت میں قصر واجب ہے یا نہیں ؟　　المستفتی نمبر ۲۳۶۰ نبی احمد خاں (آگرہ)
۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۷۰) ہاں حالت سفر میں وہ قصر کریں گے(۴)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے
(۲) مقیم نے مسافر امام کے ساتھ سلام پھیر کر باتیں کیں
(۳) مقیم نے مسافر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے ؟
(۴) سفر میں فوت شدہ نمازیں کس طرح ادا کریں ؟

(سوال) (۱) ایک شخص لکھنؤ کا رہنے والا جو کافی عرصے سے یعنی دس پندرہ سال سے دہلی میں رہتا ہے اب وہ دہلی سے کلکتہ جاتا ہے وہاں جا کر وہ قصر نماز پڑھتا ہے چار پانچ روز کے بعد صرف ایک روز کے لئے دہلی آتا ہے تو کیا اس کو دہلی میں نماز قصر پڑھنی چاہئے ؟
(۲) جس پر قصر نماز واجب ہے وہ شخص امام کی موجودگی میں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں جب کہ اس نے اعلان نہ کیا ہو کہ میں مسافر ہوں اور دو رکعت پڑھ کر اس نے دونوں جانب سلام پھیر اور مقتدیوں نے بھی سلام

---

(۱) وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت و بعده فإذا قام المقیم إلی الإتمام لا یقرأ (التنویر و شرحه 'باب صلاة المسافر ۱۲۹/۲ ط سعید)
(۲) والقضاء یحکی ای یشابه الأداء سفراً و حضراً الاانه بعد ما تقرر لا یتغیر الخ و فی الشامیة :" ای لو فاتته صلاة السفر و قضا فی الحضر (باب صلاة المسافر ۱۳۵/۲ ط سعید)
(۳) ویأتی المسافر بالسنن إن کان فی حال أمن و قرار' وإلا بأنکان فی خوف و فرار لا یأتی بها الخ (التنویر و شرحه' باب صلاة المسافر ۱۳۱/۲ ط سعید)
(٤) ولا یزال فی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة الخ (عالمگیریة' الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ۱۳۹/۱ ط ماجدیه)

پھیر کر اور آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ دو رکعت ہوئی ہیں امام نے کہا کہ تم اپنی دو رکعت پوری کر لو میں مسافر ہوں اس نیت سے مقتدیوں کی نماز بغیر سجدہ سہو کے ہو گئی یا نہیں ؟

(۳) امام جو مقیم تھا اس سے نمازیوں نے پوچھا کہ ہم نے سجدہ سہو نہیں کیا نماز ادا ہو گئی یا نہیں تو مسافر امام نے کہا کہ نماز ہو گئی سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ؟

(۴) زید جو کہ دہلی کا رہنے والا ہے وہ کسی کام کی وجہ سے سہارنپور جاتا ہے اور وہاں اس نے بالکل نماز نہیں پڑھی واپس دہلی آکر وہ اتنے ایام کی نماز جو سفر میں گزرے قصر پڑھے گا یا پوری ادا کرے گا ؟

المستفتی نمبر ۲۷۹۵ غیاث الدین دہلی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(جواب ۵۷۱) (۱) دہلی میں اگر اس نے وطن اختیار نہیں کیا جب ایک روز کے لئے دہلی آئے گا تو قصر پڑھے گا(۱)

(۲) جن مقتدیوں نے سلام کے بعد باتیں نہیں کیں اور اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر لیا ان کی نماز ہو گئی اور جنہوں نے باتیں کر لیں ان کی نماز نہیں ہوئی(۲)

(۳) اگر مقتدیوں نے امام کے سلام کے تلفظ کے بعد سلام پھیرا تو ان کو سجدہ سہو کرنا واجب تھا(۳)

(۴) سفر کی نماز حضر میں دو رکعت قضا کی جائیں(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

بحری جہاز کے ملازمین کے لئے نماز کا حکم

(سوال) جو آدمی سمندر میں ہمیشہ جہاز پر نوکری کرتے ہیں اور ان کے واسطے کوئی گھر مقرر نہیں ہے اور جہاز بارہ میل کے اندر اندر روزانہ دورہ کرتا ہے اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب ان کو اس جگہ سے بدل کر دوسری جگہ لے جاوے تو وہ نماز قصر پڑھیں گے یا نہیں ؟

(جواب ۵۷۲) اگر بارہ میل کے اندر ہی دورہ رہتا ہے تو وہ ہمیشہ مقیم ہیں کبھی مسافر نہ ہوں گے مسافر ہونے کے لئے ایک دم چھتیس میل کے سفر کا ارادہ کرنا ضروری ہے(۵) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(جواب) (از مولانا سید عمیم الاحسان صاحب مجددی سنی دار الافتا ' جامع مسجد ناخدا کلکتہ) ہو الموفق۔

---

(۱) کیونکہ وطن اقامت سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے و وطن الإقامة يبطل لوطن الإقامة و بإنشاء السفر ' هكذا في التبيين (عالمگيرية صلاة المسافر ۱/۱٤۲ ط ماجدیہ)

(۲) و يفسدها التكلم ' وهو النطق بحر فين او حرف مفهم الخ (التنوير ' و شرحه ' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/٦۱۳ ط سعيد)

(۳) فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء ' فإن سلم فإن كان عامداً فسدت ' والإ لا ولا سجود عليه إن سلم سهواً قبل الإمام أو معه وإن سلم بعده لزمه لكونه منفرداً الخ (رد المحتار ' باب سجود السهو ' ۲/۸۲ ط سعيد)

(٤) والقضاء يحكى أى يشا به الأداء سفرا و حضرا إلا أنه بعد ما تقور لا يتغير الخ (التنوير و شرحه ' باب صلاة المسافر ۲/۱۳۵ ط سعيد) (۵) من خرج من موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها من أقصر أيام السنة الخ (التنوير و شرحه ' باب صلاة المسافر ۲/۱۲۱، ۱۲۲ ط سعيد)

مجیب صاحب کو جواب میں غلط فہمی ہو گئی کہ انہوں نے دریا کو محل اقامت سمجھا حالانکہ دریا محل اقامت نہیں در مختار(۱) ص ۷۳۷ ج ا میں ہے۔ **فیقصر ان نوی الا قامة فی اقل من نصف شهر اونوی فیه نکن فی غیر صالح کبحر** انتہیٰ. لہذا صحیح یہ ہے کہ جہاز پر نوکری کرنے والے ملاح وغیرہ جن کی رہائش بھی جہاز پر ہی ہوتی ہے ہمیشہ قصر پڑھیں گے خواہ بارہ میل کے اندر جہاز ہے یا ایک ہی جگہ کچھ زیادہ مدت تک رہنے کا اتفاق ہو جہاز کی روانگی کی تاریخ معلوم ہو یا نہ ہو چنانچہ رد المحتار(۲) ص ۷۳۷ ج ا **قال فی المجتبی والملاح مسافر الا عند الحسن و سفینة لیست بوطن آه بحر .وظاهره ولو کان ماله واهله معه فیها ثم رایته صریحا فی المعراج انتهی والله اعلم.**

کتبہ السید محمد عمیم الاحسان المجددی عفا اللہ عنہ۔ ۲۹ رمضان ۱۳۵۵ھ

(جواب الجواب ۵۷۳) (از حضرت مفتی اعظمؒ) میرے جواب کا مدار تو اس امر پر تھا کہ جب تک مسافر قرار پاکر قصر کی شرط پوری نہ کرے کوئی شخص نماز قصر نہیں پڑھ سکتا' اور مسافر قرار پانے اور قصر کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ تین دن کی مسافت قطع کرنے کی یکدم نیت کرے اگر یکدم تین دن کی مسافت قطع کرنے کی نیت نہ ہو تو چاہے ساری عمر چلتا رہے اور ساری دنیا کا سفر کرلے مگر نہ وہ مسافر قرار پائے گا نہ اس کے لئے قصر جائز ہوگا اس کی دلیل یہ ہے۔ **واما الثانی (ای شرط القصر) فهو ان یقصد مسیرة ثلاثة ایام فلو طاف الدنیا من غیر قصد الی قطع مسیرة ثلثة ایام لا یترخص انتهیٰ (بحر الرائق)** (۳) سوال میں بھی اس امر کی تصریح تھی کہ جن لوگوں کے متعلق سوال ہے وہ سمندر میں روزانہ بارہ میل کے اندر سفر کرتے ہیں اور میں نے جواب میں بھی اس صورت کو صراحۃً ذکر کردیا تھا کہ اگر بارہ میل کے اندر ہی دورہ رہتا ہے تو وہ ہمیشہ مقیم ہیں۔

جہازوں کے ملازم جو گودیوں میں کام کرتے ہیں اور جہازوں پر دس بارہ بارہ میل تک روزانہ آتے جاتے ہیں وہ ملازمت کے وقت بھی مسافر ہوتے ہوں تو محل تعجب نہیں لیکن ایسے ملازمین کی بڑی تعداد ایسی بھی ہوتی ہے جو ملازمت ملنے کے وقت مسافر نہیں ہوتے مثلاً کلکتہ کے باشندے یا کلکتہ کے گردو نواح (مسافت سفر کے اندر) کے باشندے کلکتہ کی گودی میں آکر ملازم ہوں اور ان کو ان جہازوں میں جو کنارے پر کھڑے ہوتے اور ہمیشہ کھڑے رہتے ہیں اور ملازمین کی رہائش کے لئے ہی استعمال کئے جاتے ہیں جگہ دیدی گئی اور وہ اس میں رہنے لگے اور جہازوں پر کام کرنے لگے اور روزانہ دس بارہ میل کے اندر جانے آنے لگے تو ایسے لوگ کسی وقت مسافر نہیں ہوئے اور ان کو ہمیشہ نماز پوری پڑھنی چاہیئے اور تاوقتیکہ وہ کسی وقت یکدم تین دن کی مسافت کا قصد کر کے نہ چلیں نہ مسافر ہوں گے اور نہ ان کو قصر پڑھنا جائز ہوگا

---

(۱) (باب صلاۃ المسافر ۲/۱۲۵ ط سعید)
(۲) (باب صلاۃ المسافر ۲/۱۲۶ ط سعید)
(۳) (باب المسافر ۲/۱۳۹ ' ط بیروت' لبنان)

میرے جواب کا یہی مطلب تھا اور میں اسی کو صحیح سمجھتا ہوں لیکن اگر مولانا عمیم الاحسان ان لوگوں کو بھی محض اس وجہ سے کہ وہ سمندر میں جہاز میں رہتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ مدت سفر کی نیت کر کے چلیں مسافر قرار دیتے ہیں تو یہ بات میرے خیال میں صحیح نہیں ہے۔

دریا کے کنارے کشتی میں رہنا حکم سفر لگانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ **واشار المصنف الی ان النیة لا بدان تکون قبل الصلوٰۃ ولذا قال فی التجنیس اذا افتتح الصلوۃ فی السفینۃ حال اقامۃ فی طرف البحر فنقلھا الریح وھو فی السفینۃ ونوی السفر یتم صلوۃ المقیم عند ابی یوسف خلافا لمحمد انتھیٰ** (۱) اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ محض کشتی میں چلا جانا کسی کو مسافر بنانے کے لئے کافی نہیں ورنہ اس شخص پر جو کشتی میں نماز شروع کرے قصر لازم ہوتا خواہ مزید سفر کی نیت کرے یا نہ کرے حالانکہ اس جزئیہ میں اس کی نیت سفر جو اثنائے نماز میں کی گئی غیر معتبر قرار دیکر پوری نماز اس پر لازم کردی گئی۔

اور تمام فقہا نے مسافر بننے کے لئے تین دن کی مسافت کا قصد کرنے کے بیان میں بھی مسافت فی البر وفی البحر دونوں کا ذکر کیا ہے۔ **من جاوز بیوت مصرہ مرید اسیر اوسطا ثلاثۃ ایام فی برا و بحرا و جبل انتھیٰ** . یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ کشتی میں جانا اور رہنا ہی مسافر بنانے کے لئے کافی نہیں ورنہ سمندر میں تین دن کی مسافت کی شرط جواز قصر کے لئے نہ ہوتی۔ (ناتمام)

دسواں باب
قضا نمازیں

قضائے عمری صحیح ہے یا نہیں، اس کا طریقہ کیا ہے؟

(سوال) قضائے عمری نماز کب اور کس طرح پڑھی جائے؟

(جواب ۵۷۴) قضائے عمری کے نام سے جو نماز مشہور ہے کہ رمضان المبارک کے آخر میں ایک نماز باجماعت یا علیحدہ علیحدہ قضائے عمری کے نام سے پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ نماز عمر بھر کی قضاء نمازوں کے لئے قائم مقام ہو جاتی ہے یہ تو بدعت اور بے اصل ہے شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں (۲) ہاں اگر کسی کی کچھ نمازیں رہ جاتی رہی ہوں تو ان کو پڑھ سکتا ہے اگر ان کا شمار معلوم ہو تو اس کے موافق اور صحیح

---

(۱) (باب المسافر ۲/۱۳۹ ط بیروت، لبنان)
(۲) وما نقل أن الإمام قضی صلاۃ عمرہ ...... أنہ لم یصح ذلك عن الإمام ......فلوجہ کراھۃ القضاء، لتوھم الفساد (رد المحتار، باب الوتر والنوافل ۲/۳۷ ط سعید) قال فی الدر المختار، : " کثرت الفوائت نوی أول ظھر علیہ أو آخرہ" الخ (باب قضاء الفوائت ۲/۷٦ ط سعید)

تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ سے ان کا شمار متعین کرلے اور پھر ان کو ایک دفعہ یا آہستہ آہستہ ادا کرتا رہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ زمانہ بلوغ کے اندر چھوٹی ہوئی نمازوں کا پورا کرنا فرض ہے ہر نماز کو قضاء کرتے وقت مثلاً اگر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو اس طرح نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی نماز پڑھتا ہوں اسی طرح روز فجر کی قضا کرتے وقت یہی نیت کرے یہاں تک کہ سب نمازیں پوری ہو جائیں۔

فوت شدہ نمازوں کی قضاء ضروری ہے، توبہ کافی نہیں

(سوال) زید نے بڑی عمر میں نماز روزہ شروع کیا تو کیا نماز روزہ قضاء کرے یا خالی توبہ سے معافی ہو جاتی ہے ؟ المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی ۔ ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۷۵) جتنی نمازیں روزے قضا ہوئے ہیں تخمینہ کر کے ان کی قضاء کرے صرف توبہ کافی نہیں ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فوت شدہ نمازوں کو کس طرح ادا کریں ؟

(سوال) فائتہ نماز کو ہر نماز کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں اگر ہر نماز کے ساتھ ادا نہ کرے اور بے ترتیب ادا کرے تو جائز ہو گا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۹۴۴ محمد مقصود احمد خاں (تانبوے) ۲۹ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۷۶) فائتہ نمازوں کو ہر نماز کے ساتھ ساتھ ادا کرنا لازم نہیں مگر جس قدر جلدی ادا کر سکے کرلے ایک وقت میں متعدد نمازیں قضا پڑھ سکتا ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

قضائے عمری کی کوئی اصل نہیں .

(سوال) رمضان شریف میں آخری جمعہ کو قضائے عمری بارہ رکعت باجماعت پڑھتے ہیں یہ نماز کس کے لئے ہے پنج وقت نمازی کے واسطے ہے یا کہ ہر ایک کے لئے اور یہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) فی حکم الواجب بالأمر، وهو نوعان: أداء، وهو تسليم عين الواجب بسببه إلى مستحقه وقضاء وهو إسقاط الواجب بمثل من عنده (حسامي، فصل فی حکم الواجب، ص ۳۷ ط ، التأخير بلا عذر كبيرة لا تزال بالقضاء بل التوبة (درمختار) قال الشامي :" أی بعد القضاء، أما بدونه فالتأخير باق فلم تصح التوبة منه لأن من شروطها الإقلاع عن المعصية (باب قضاء الفوائت ۶۲/۲ ط سعيد)

(۲) لأنه عليه السلام أخر ها يوم الخندق ثم الأداء ......ذلك أن المشركين شغلوا رسول الله ﷺ عن أربع صلوة يوم الخندق حتى ذهب من الليل ما شاء الله فأمر بلالاً فأذن ثم اقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر، ثم أقام فصلى المغرب ثم أقام فصلى العشاء الخ (رد المحتار، باب قضاء الفوائت ۶۲/۲، ط سعيد)

المستفتی نمبر ۱۳۸۷ شیخ اعظم شیخ معظم ملاجی صاحب۔ ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء
(جواب ۵۷۷) یہ قضائے عمری کی نماز بے اصل ہے اور جماعت سے پڑھنا جائز ہے (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

عمر بھر کی نمازیں کس طرح ادا کریں؟

(سوال) زید اپنی عمر بھر کی نمازیں جو قضا ہو چکی ہیں ادا کرنا چاہتا ہے وہ کونسا طریق اختیار کرے وہ بیچ میں کچھ نمازیں پڑھتا بھی رہا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۲۳ ملک محمد امین صاحب (جالندھر)
۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء
(جواب ۵۷۸) جس قدر نمازیں یکدم یا تدریجاً پڑھ سکتا ہو پڑھتا رہے ہر نماز کے ساتھ اول یا آخر وہی نماز قضا پڑھ لیا کرے یہ بھی جائز ہے مگر یہ صورت جب ہے کہ قضا یقینی ہو ورنہ عصر و فجر کے بعد اور فجر طلوع ہونے کے بعد نہیں پڑھ سکے گا۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

عصر کے بعد فوت شدہ نمازوں کو پڑھنا جائز ہے

(سوال) ایک شخص کی چھ نمازوں سے زیادہ نمازیں قضا ہوئی ہیں تو اس کو بعد نماز عصر وہ نمازیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)
(جواب ۵۷۹) فرض نماز کی قضا عصر و فجر کے بعد بھی جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

قضائے عمری کا حکم اور فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ

(سوال) متعلقہ قضائے عمری
(جواب ۵۸۰) قضائے عمری جو عام طور پر پڑھی جاتی ہے یہ بیکار ہے (۴) قضا شدہ نمازوں کا تخمینہ کر لیا جائے اور اس کے موافق ادا کی جائیں ہر قضا نماز کی نیت اس طرح کرے کہ میرے ذمہ جتنی فجر یا ظہر کی

---

(۱) ولا تعاد عند توهم الفساد للنهي وما نقل أن الإمام قضى صلاة عمره الخ (الدرالمختار' باب الوتروالنوافل ۳۷/۲ ط سعيد)
(۲) قضاء یقینی نہ ہونے کی صورت میں یہ نفل ہوگی اور نفل ان اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے ویکره أن يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب الخ (هداية' باب مواقيت الصلاة ۸۵/۱' مكتبه شركة علميه' ملتان) كثرت الفوائت نوى أول ظهر عليه أو آخره الخ (الدر المختار' باب قضاء الفوائت ۷۶/۲' ط سعيد)
(۳) وكره نفل ...... بعد صلاة فجر و صلاة عصر ...... ولا يكره قضاء فائتة' ولو وتراً (التنوير و شرحه' كتاب الصلاة ۳۷۵/۱' ط سعيد)
(٤) ولا تعاد عند توهم الفساد (الدر المختار' باب الوتر والنوافل ۳۷/۲ ط سعيد) كثرت الفوائت نوى أول ظهر عليه او آخره الخ (الدر المختار' باب قضاء الفوائت ۷٦/۲ ط سعيد)

نمازیں ہیں ان میں سے پہلی یا پچھلی نماز ادا کرتا ہوں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پانچ سال کی نمازیں کس طرح ادا کریں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص کے ذمہ پانچ چھ سالہ نمازیں قضاء ہیں اب وہ اس نیت سے فائتہ نمازیں ادا کر چکا ہے کہ اول فجر و ظہر و عصر و مغرب و عشاء کے فرائض وواجبات سے جو میرے ذمہ ہیں وہ نمبر وار ادا کر تا ہوں 'کیا یہ صورت ٹھیک ہے ؟

(جواب ۵۸۱) وہ گزشتہ قضا شدہ نمازیں اس طرح ادا کر سکتا ہے کہ جو نماز ادا کرے اس کی نیت اس طرح کرے کہ یہ نماز جو میں پڑھ رہا ہوں مثلاً فجر تو فجر کی تمام نمازوں میں سے جو میرے ذمہ ہیں' سب سے پہلی یا سب سے پچھلی نماز فجر پڑھتا ہوں' اسی طرح ہر نماز کی نیت کرے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قضائے عمری کی حقیقت

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۸ء)

(سوال) بلاد خراسان میں ایک نماز مروج ہے جس کو قضائے عمری کہتے ہیں طریقہ ادا مختلف ہے بعض پانچ نمازیں باذان و جماعت پڑھتے ہیں اور بعض چار رکعت نماز نفل با جماعت ادا کرتے ہیں اور نفل کی نیت یہ کرتے ہیں۔ نویت ان اصلی اربع رکعات تقصیر او تکفیر المافات منی من جمیع عمری صلوۃ نفل الخ اور جواز کے ثبوت کے واسطے جو عبارت نقل کرتے ہیں ان کتابوں کا نام فتاوی واجدین نسفے ہے جس میں لکھا ہے کہ "ہر کہ لا کند ازیں نماز ضال و مضل است واز دائرہ اسلام خارج است" اور حدیث شریف نقل کرتے ہیں کہ "یہ سات سو نمازوں کا کفارہ بلکہ آباؤ اجداد کی نمازوں کا کفارہ ہوتا ہے"

اور ایک حدیث شریف ابو داؤد ص ۱۲۵ مطبوعہ قادری واقعہ دہلی کی نقل کرتے ہیں۔"کل صلوۃ لا یتمھا صاحبھا تتم من تطوعہ" اور نفل با جماعت جائز ہونے کے لئے حوالہ تفسیر روح البیان سے نقل کرتے ہیں اور یہ بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ نفل با جماعت چونکہ مکروہ تنزیہی ہے اور ہمارے ملک یعنی عجم میں چونکہ آیۃ الکرسی انا اعطیناك الکوثر کا پڑھنا نہیں جانتے اس لئے عجم کے واسطے اس میں جماعت اولیٰ ہے اور دوسرا یہ ہے کہ نفل با جماعت احیاناً مکروہ ہے یہ تو سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے اس لئے جائز ہے۔

(جواب ۵۸۲) یہ نماز جس کو قضائے عمری کے نام سے ادا کیا جاتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں رائج ہیں کہیں پانچ نمازیں اذان و اقامت کے ساتھ اور کہیں چار رکعت نفل با جماعت ادا کی جاتی ہے محض بے اصل اور اختراعی ہے شریعت مقدسہ میں اس کی اصل نہیں نہ کسی حدیث میں آئی نہ صحابہؓ کے قول یا فعل سے

---

(۱) کثرت الفوائت نوی أول ظهر علیه أو آخره الخ (الدر المختار' باب قضاء الفوائت' ۲/ ۷۶ ط سعید)

ثابت ہے نہ مجتہدین امت سے منقول فتاوی واجدین نسفی کوئی غیر مشہور اور غیر معتبر کتاب ہے اس میں اگر واقعی یہ لکھا ہے کہ "ہر کہ ادا کند ازیں نماز ضال و مضل است واز دائرہ اسلام خارج است" تو وہ کتاب یقیناً غلط اور خود اس حکم کی مستحق ہے کیونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا حکم قطعیات کے انکار پر دیا جاسکتا ہے اس نماز کا ابھی ثبوت ہی نہیں ہوا چہ جائیکہ اس کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔

کوئی ایسی حدیث کہ یہ نماز سات سو نمازوں کا کفارہ ہوتا ہے ہماری نظر میں نہیں ہے جو صاحب ایسی حدیث بیان کرتے ہیں وہ اس کی سند اور حوالہ بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ اس حدیث میں اس قضائے عمری کی مختلف صورتوں میں سے کس صورت کا ذکر ہے ؟ اور دوسری صورت جو گھڑی گئی ہے وہ کہاں سے لی گئی ہے' ابو داؤد والی روایت سے اس نماز کا کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں وہ تو تمام عبادات میں فرائض کے نقصان کو حضرت حق تعالیٰ اپنی رحمت سے نوافل سے پورا فرمادے گا نماز ہو یا روزہ' حج ہو یا زکوۃ' اور وہ نوافل سال بھر کے نوافل کو شامل ہیں کسی خاص تاریخ کے نفلوں میں یہ خاصیت کہ وہ عمر بھر کی نمازوں کا کفارہ ہو جائے گا یہ اس حدیث سے کہاں ثابت ہے ؟

نفل باجماعت حنفیہ کے نزدیک سوائے ان چند نمازوں کے جن کی تصریح کر دی گئی ہے (مثلاً تراویح و نماز کسوف) مکروہ ہیں کسی فقہ حنفی کی کتاب میں قضائے عمری کا نہ ذکر کیا گیا ہے نہ اس کی جماعت کو کراہت کے حکم سے مستثنیٰ کیا گیا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ مکروہ خواہ تحریمی ہو یا تنزیہی ہو بہر حال وہ ممنوع شرعی ہے اور جو چیز شرعاً ممنوع ہے اس میں ثواب کی امید رکھنی احکام شریعت کو نہ سمجھنے پر مبنی ہے جس چیز کو شریعت منع کرتی اور مکروہ بتاتی ہے اس میں ثواب کیسا ؟ اگر ثواب ہوتا تو وہ ممنوع اور مکروہ کیوں ہوتی ؟ کیا شریعت ثواب کے کام کو بھی منع کر سکتی ہے ؟ نیکی کا کام وہی ہے جو اصول شرعیہ کے موافق ہو ورنہ تو تمام بدعات بظاہر نیکی کے کام ہی ہوتے ہیں لیکن چونکہ شرعاً بے اصل ہوتے ہیں اس لئے وہ ناجائز اور ممنوع قرار دیئے جاتے ہیں۔

پس اس مصنوعی قضائے عمری کو ترک کرنا ہی شریعت کے موافق ہے کہ یہ بدعت ہے اور بے اصل اور ناقابل اعتماد اور فساد عقیدہ کو مستلزم ہے انکار کرنے والے ہی حق پر ہیں اور کوئی نفل نماز فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتی نہ چار رکعت نفل سے چار رکعتیں ظہر یا عصر کی معاف ہو سکتی ہیں چہ جائیکہ سیکڑوں یا ہزاروں نمازوں کی قضاء کے قائم مقام ہو جائے نیز معاملہ تو توقیفی ہے جس کے لئے صاف و صریح آیت یا حدیث ہونی چاہیئے محض قیاسی طور پر یہ ثابت نہیں ہو سکتا اور حق تو یہ ہے کہ کوئی قیاسی دلیل بھی اس نماز کے لئے نہیں ہے۔(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ولا تعاد عند توهم الفساد للنهي الخ (الدر المختار' باب الوتر والنوافل ۲/۳۷ ط سعید)

قضائے عمری کا مروجہ طریقہ بے اصل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) اخیر جمعہ رمضان میں قضائے عمری کے طور پر اوقات خمسہ کی نماز کے بعد نماز جمعہ پڑھنا اور یہ خیال کرنا کہ یہ نماز تمام قضاء نمازوں کا کفارہ ہے کہاں تک صحیح ہے؟

(جواب ۵۸۳) یہ نماز جسکو قضائے عمری کے نام سے ادا کرکے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ ایک نماز تمام عمر کی قضا شدہ نمازوں کے قائم مقام ہو گئی شرعاً بے اصل ہے اور اصول شرعیہ کے خلاف ہے لہذا واجب الترک ہے(۱)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کنویں سے مرا ہوا جانور نکلا تو پچھلی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

(سوال) کنویں میں سے کوئی جانور پھولا پھٹا نکلے تو سارا پانی نکالا جائے اور تین دن تین رات کی نمازوں کا اعادہ کیا جائے تو ان نمازوں کا اعادہ کرتے وقت کس طرح نیت کی جاوے آیا قضا کے لفظ کے ساتھ یا خود اعادہ کا لفظ نیت کرنے میں کہے؟

المستفتی　مولوی عبدالرؤف خاں ۔ جگن پور

(جواب ۵۸٤) تین دن کی نمازوں کے اعادہ کا حکم مفتی بہ نہیں ہے جس وقت سے مردہ جانور نکلے اسی وقت سے کنواں ناپاک قرار دیا جائے گا(۲) اور اعادہ کی نیت میں لفظ اعادہ کہنا لازم نہیں ہے قضا کی نیت کافی ہے

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

گیارہواں باب

(نماز وتر و دعائے قنوت)

امام دعائے قنوت بھول گیا، پھر رکوع کے بعد پڑھ کر سجدہ سہو کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(سوال) وتر میں امام دعائے قنوت پڑھنے کے بجائے بھولے سے رکوع میں چلا گیا مقتدی کھڑے رہے اور اللہ اکبر کہا تو امام رکوع سے واپس ہوا اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرکے آخر میں سجدہ سہو کر لیا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

(جواب ۵۸۵) راجح یہی ہے کہ نماز سب کی ہو گئی(۳)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) قال فی العتابیة عن أبی النصر فیمن یقضی صلوات عمرہ من غیر أفاته شئی یرید الا حتیاط فإن کان لأجل النقصان والکراهة فحسن، وإن لم یکن لذلك لا یفعل (عالمگیریة، باب قضاء الفوائت، ۱/۱۲٤ ط ماجدیه)

(۲) و یحکم بنجا ستها من وقت الوقوع ان علم، وإلا فمذ یوم ولیلة إن لم ینتفخ ولم ینفسخ ومن ثلاثة أیام ولیا لیها إن انتفخ أو انفسخ استحسانا وقالا : من وقت العلم فلا یلزمهم شئی من قبله قیل " وبه یفتی " (التنویر، و شرحه، کتاب الطهارة، فصل فی البئر، ۱/۲۱۹ ط سعید)

(۳) کما لو سها عن القنوت فرکع فإنه لو عاد وقنت لا تفسد علی الأصح (رد المحتار، باب سجود السهو ۲/۸٤ ط سعید)

وتر میں دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین کا ثبوت

(سوال) وتر کی نماز میں قبل قنوت رفع یدین کا کیا سبب ہے ؟

(جواب ۵۸۶) رفع یدین قنوت کا سبب شرعی یعنی دلیل نقلی دریافت کرنا مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ بخاری نے جزء رفع الیدین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت کی ہے عن الاسود عن عبدالله انه كان يقرأ فى اخر ركعة من الوتر قل هو الله ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة (اثار السنن)(۱) اور بخاری نے اسی جزء رفع الیدین میں حضرت عمرؓ سے بھی قنوت میں ہاتھ اٹھانا روایت کیا ہے۔عن ابی عثمان قال كنا وعمر يؤم الناس ثم يقنت بنا عند الركوع يرفع يديه حتى يبد وكفاه ويخرج ضبعيه (اثار السنن)(۲) اور اگر رفع یدین کی حکمت یعنی وجہ عقلی دریافت کرنا مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ رفع یدین سے مقصود تبری عما سوی اللہ ہے اور قنوت کے معنی دعا کے ہیں اور دعا سے مراد عرض حاجت علی المولی ہے پس قنوت یعنی عرض حاجت سے پہلے ماسوی المولی سے تبری کر لینا اخلاص عبودیت کی علامت اور مفضی الی الاجابۃ ہے. والله تعالى اعلم و علمه اتم و احكم .

محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

وتر کے بعد دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے

(سوال) وتر کے بعد نفل دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرنا افضل ہے اور بہتر ہے یا کھڑے ہو کر ؟اور ان دونوں میں سنت کیا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۰۶ محمد رفیق صاحب مورخہ ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۵۸۷) وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے(۳) مگر حضور ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پوری نماز کا ثواب ملتا تھا اور ہم کو بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے(۴) لیکن اگر کوئی شخص ان نفلوں کو بیٹھ کر ہی پڑھے تاکہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کی مطابقت رہے اور آدھے ثواب کو ہی پسند کرے تو اسے اختیار ہے اور جو کھڑے ہو کر پڑھے وہ پورے ثواب کا مستحق ہو گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) (باب رفع اليدين عند قنوت الوتر' ص ۱۶۹ مكتبه امداديه' ملتان)

(۲))(باب رفع اليدين عند قنوت الوتر' ص ۱۶۸ مكتبه امداديه' ملتان)

(۳) عن عائشةؓ قالت :" كان رسول الله ﷺ يوتر' ثم يركع ركعتين يقرأ فيهما' وهو جالس' فإذا أراد أن يركع قام فركع الحديث (آثارالسنن' باب الركعتين بعد الوتر' ص ۷۲ ط امداديه' ملتان) وعن أبى امامةؓ أن النبى ﷺ كان يصليها بعد الوتر' وهو جالس ألحديث (آثار السنن' باب ركعتين بعد الوتر ص ۱۷۳ ط امداديه)

(٤) و يتنفل مع قدرته على القيام قاعداً ...... أجر غير النبى ﷺ على النصف إلا بعذر الخ (الدر المختار' باب الوتر والنوافل ۳۷/۲ ط سعيد)

فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھے تو وتر میں شامل ہو سکتا ہے

(سوال) ایام رمضان میں عشاء کی نماز کے وقت اگر کوئی فرض میں امام کے ساتھ شامل نہ ہو سکا تو اس کو وتر واجب امام کے ساتھ پڑھنے ہوں گے یا الگ؟

المستفتی نمبر ۲۰۷ شاہ محمد (ڈونگر پور) ۱۱ شوال ۱۳۵۴ھ م ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۸۸) اگر تراویح کی نماز جماعت سے پڑھے تو وتر کی جماعت میں شرکت جائز ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کیوں پڑھی جاتی ہے؟

(سوال) وتر کی تیسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھ کر پھر تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ المستفتی نمبر ۱۵۲۲ خواجہ عبدالمجید شاہ صاحب (بنگال)

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۸۹) وتر کی نماز میں تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ و سورت کے بعد تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا ثابت ہے اسی طرح پڑھنی چاہئیے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کچھ رکعات تراویح رہ جائیں تو وتر کے بعد پڑھے

(سوال) جماعت سے کچھ رکعت تراویح کی ادا کیں اور کچھ باقی رہ گئیں کہ امام نے وتر پڑھائے تو امام کے ساتھ وتروں میں شامل ہو جانا چاہئیے یا پہلے تراویح پوری کرنی چاہئیے بعد میں وتر پڑھنے چاہئیں؟

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۵۹۰) وتر میں شامل ہو جائے بقیہ رکعات تراویح کی بعد میں پڑھ لے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وتر کی پہلی رکعت میں سورہ نصر اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھنا

(سوال) اگر امام وتر کی نماز پڑھائے اور اس میں پہلی رکعت میں انا انزلنا' دوسری میں اذا جآء اور تیسری

---

(۱) بقی لو ترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع' قوله فلیراجع قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولهم لأنها تبع أن یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة' لأنه لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الإمام (طحطاوی علی الدر المختار' باب الوتر والنوافل' بحث فی التراویح ۱/۲۹۷' ط بیروت)

(۲) عن أبی بن کعب أن رسول الله ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع (آثار السنن' ص ۱۲۷ ط امدادیه ملتان) و یکبر قبل رکوعه ثالثاً رافعاً یدیه و قنت فیه الخ (تنویر الابصار' باب الوتر والنوافل ۲/۶ ط سعید)

(۳) ووقتها بعد صلاة العشاء إلی الفجر قبل الوتر وبعده فی الأصح' فلو فاته بعضها وقام الإمام إلی الوتر أوتر معه ثم صلی ما فاته الخ (التنویر و شرحه' باب الوتر والنوافل' ۲/۴۴ ط سعید)

میں قل ھو اللہ احد پڑھتا ہے تو نماز میں کسی قسم کی کراہت تو واقع نہیں ہوئی ؟
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۵۹۱) درمیان میں صرف تبت چھوڑنا بہتر نہیں خلاف اولیٰ ہے دوسری میں تبت پڑھے اور تیسری میں قل ھو اللہ احد ۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) تارک واجب گناہ گار ہے
(۲) وتر واجب ہے یا نہیں ؟
(۳) وتر کا تارک گناہ گار ہے
(۴) عیدین کی نماز واجب ہے یا فرض ؟
(۵) عیدین کا تارک گناہ گار ہے

(سوال) (۱) واجب کا تارک گناہ گار ہے یا نہیں ؟ (۲) نماز وتر واجب ہے یا نہیں (۳) وتر کا تارک گناہ گار ہے یا نہیں (۴) عیدین کی نماز واجب ہے یا فرض ؟ (۵) عیدین کی نمازوں کا تارک گناہ گار ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۶۱۶ محمد ولی اللہ صاحب (پٹنہ سٹی) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء
(جواب ۵۹۲) (۱) واجب کا تارک اس شخص کے نزدیک گناہ گار ہے جو اس فعل کو واجب قرار دیتا ہے (۲)
(۲) نماز وتر میں امام ابو حنیفہؒ سے تین روایتیں ہیں (۳) یوسف بن خالد نے امام ابو حنیفہ سے یہ روایت کی کہ وتر واجب ہیں اور نوح ابن ابی مریم نے یہ روایت کی کہ وتر سنت ہیں اور حماد بن زید نے یہ روایت کی کہ وتر فرض ہیں اور امام محمد اور امام یوسفؒ کے نزدیک وتر سنت ہیں۔
(۳) ہاں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب راجح یعنی وجوب وتر کے لحاظ سے تارک وتر گناہ گار ہے (۴) مگر دوسری روایت سنیت اور قول صاحبین پر گناہ گار نہیں اگرچہ مستحق ملامت ان کے نزدیک بھی ہے۔
(۴) عیدین کی نماز میں بھی امام ابو حنیفہؒ سے وجوب اور سنیت کی دونوں روایتیں ہیں اور امام محمدؒ نے بھی اس کے متعلق سنت کا لفظ استعمال کیا ہے (۵)

---

(۱) ویکرہ تنزیھاً إجماعاً إن ثلاث آیات إن تقاربت طولاً و قصراً و إلا اعتبر الحروف والکلمات ...... ویکرہ الفصل سورۃ قصیرۃ وأن یقرأ منکوساً الخ (التنویر و شرحہ فصل فی القراءۃ ۵۴۲ تا ۵۴۶ ط سعید)
(۲) إن السنۃ المؤکدۃ والواجب متساویان رتبۃ فی استحقاق الإثم بالترک الخ (رد المحتار، باب العیدین ۱۷۷/۲ ط سعید) ھو (الواجب) فی عرف الفقھاء عبارۃ عما ثبت وجوبہ بدلیل فیہ شبھۃ ...... و یستحق بترکہ عقوبۃ لولا العذر (قواعد الفقۃ ص ۵۳۹ ط الصدف پبلشرز، کراچی)
(۳) عن أبی حنیفۃؒ فی الوتر ثلاث روایات، فی روایۃ فریضۃ، و فی روایۃ سنۃ مؤکدۃ و فی روایۃ واجب (عالمگیریۃ، الباب الثامن فی صلاۃ الوتر ۱۱۰/۱ ط ماجدیہ)
(۴) أن السنۃ المؤکدۃ والواجب متساویان رتبۃ فی استحقاق الإثم بالترک الخ (رد المحتار، باب العیدین ۱۷۷/۲ ط سعید)
(۵) قال فی التنویر : " تجب صلاتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ الخ (باب العیدین ۱۶۶/۲ ط سعید)

(۵) عیدین کی نماز کا تارک وجوب کی روایت کی بنا پر گناہ گار ہوگا اور سنیت کی روایت کی بنا پر گناہ گار نہ ہوگا (اگر ترک بربنائے استخفاف نہ ہو) مگر مستحق ملامت ہوگا(۱)

خلاصہ یہ کہ جس چیز کے واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہو اس میں تارک پر گناہ گار ہونے کا حکم بھی مختلف فیہ ہوگا اور جس کے واجب ہونے پر اتفاق ہوگا اس کے تارک پر گناہ گار ہونے کا حکم بھی متفق علیہ ہوگا یہ سب کلام مذہب حنفی کے ماتحت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) فرض وواجب کی تعریف کیا ہے اور ان کے تارک کا کیا حکم ہے ؟
(۲) وتر کے تارک کا حکم

(سوال) (۱) واجب کا تارک گناہ گار ہے یا نہیں فرض اور واجب و مسنون کی کیا تعریف ہے ان تینوں کا تارک گناہ گار ہوگا یا نہیں اور ان تینوں کے گناہ میں فرق ہے یا نہیں' اس کا جواب قرآن و حدیث سے مدلل چاہئیے (۲) ایک شخص وتر کی نماز ادا نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۳۴ عبدالمجید صاحب ضلع پٹنہ (بہار)

۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۹۳) واجب کا تارک اس شخص کے نزدیک گناہ گار ہے جو اسے واجب قرار دیتا ہے اگر واجب ہونے میں ہی اختلاف ہو تو گناہ گار ہونے کا حکم لگانے میں اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے محتاط طریقہ اختیار کرنا لازم ہے۔

فرض اعتقادی اس کو کہتے ہیں جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو واجب اس کو کہتے ہیں جس کی قطعیت کے خلاف کوئی شبہ پیدا ہو جائے مسنون ان افعال کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے فعل یا ترغیب یا تقریر سے مستحسن قرار پاتے ہوں پھر اگر ان مواظبت مع الترک احیاناً ثابت ہو تو مؤکدہ ورنہ سنن زوائد میں داخل ہیں (۲) وتر کی نماز قصداً ادا نہ کرنے والا امام اعظمؒ کے مسلک راجح (وجوب وتر) کے ماتحت گناہ گار ہوگا اور جو ائمہ کہ وتر کو سنت کہتے ہیں اور ان میں حنفیہ کے دو امام یعنی امام ابو یوسف اور امام محمدؒ بھی شامل ہیں (اور خود امام اعظمؒ سے بھی سنیت وتر کی ایک روایت ہے' گو مرجوح ہے) ان کے نزدیک گناہ گار تو نہیں مگر مستحق ملامت ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) أن السنة المؤكدة والواجب متساويان رتبة في استحقاق الإثم بالترك الخ (رد المحتار' باب العيدين ۲/۱۷۷ ط سعيد)

(۲) الفرض ما ثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة يكفر جاحده و يفسق تاركه بلا عذر والواجب ما ثبت بدليل فيه شبهة كصدقة الفطر والأضحية لا يكفر جاحده و يفسق تاركه بلا تاويل (رد المحتار' كتاب الأضحية ۶/۳۱۳ ط سعيد) السنة هي الطريقة المسلوكة في الدين من غير افتراض ولا وجوب وأيضاً ما صدر عن النبي ﷺ من قول أو فعل أو تقرير على وجه التأس ومن السنن سنة هدى' هي ما واظب عليها النبي ﷺ مع الترك أحياناً على سبيل العبادة وما كانت على سبيل العادة فهي السنة الزوائدة (قواعد الفقه' ص ۳۲۸ ط الصدف پبلشرز' كراچی)

وتر کا ثبوت

(سوال) باری تعالیٰ نے اپنے نبی کی معرفت عوام الناس کو ارشاد فرمایا ہے۔فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون . سو اس آیت کے تحت میں ہم پوچھتے ہیں اہل الذکر سے کہ وہ کونسی احادیث مرفوعہ یا آثار مقبولہ ہیں جن سے یہ پتہ چلے کہ آنحضرت ﷺ نے جب کہ تین وتر پڑھے دوسری رکعت میں تشہد کے لئے آپ بیٹھتے ہوں اور تیسری رکعت میں قبل دعائے قنوت کے رفع یدین کی اور اس کے متعلق اگر کوئی روایت ہے تو عنایت فرمائی جائے کہ کس کتاب کے کون سے صفحہ پر ہے یا عمل صحابہؓ سے ثابت ہو کیونکہ اللہ کے نبی نے فرمایا ہے جس نے میرا اور میرے صحابہؓ کا طریقہ اختیار کیا وہ لوگ فرقہ ناجیہ میں سے ہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۵۸۷ مستری عبدالعزیز جامع مسجد، دہلی ۸ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ م ۱۷ اپریل ۱۹۴۰ء

(جواب ۵۹٤) صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی ایک طویل روایت ص ۱۹۴ ج ۱ میں ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے وکان یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفرش رجلہ الیسریٰ وینصب رجلہ الیمنیٰ الخ (۱) یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ ہر دو رکعتوں پر تحیۃ یعنی تشہد ہے اور حضور بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

اور ترمذی شریف ص ۵۰ ج ۱ مطبوعہ مجتبائی میں ہے۔قال رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین الخ (۲) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا نماز دو رکعت ہے (یعنی نوافل) ہر دو رکعتوں پر تشہد ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہر دو رکعتوں پر تشہد پڑھنا نماز کا عام قاعدہ ہے اور حضور ﷺ نے یہی ہم کو تعلیم فرمایا ہے اور بخاری شریف (۳) میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کی صلوۃ تہجد و وتر کی گیارہ رکعتیں اس تفصیل سے بیان فرمائی گئی ہیں کہ پہلے چار پڑھتے تھے آخری تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں اور مسلم شریف کی حدیث کے بموجب اس میں دو مرتبہ تشہد ہوتا تھا دوسری پر اور پھر تیسری پر بعض روایات میں یہ جو یہ آیا ہے کہ نہیں بیٹھتے تھے مگر آخر میں اس کی تفسیر حضرت عائشہؓ کی وہ روایت کرتی ہے جو نسائی اور مستدرک حاکم میں ان الفاظ سے آئی ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ لا یسلم فی رکعتی الوتر (کذافی آثار السنن) (٤) یعنی آنحضرت ﷺ وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جن حدیثوں میں دو رکعت پر بیٹھنے کی نفی ہے اس میں بیٹھنے سے سلام پھیرنے کے لئے بیٹھنا مراد ہے اور یہ مطلب اس لئے ہے کہ تاکہ حضور ﷺ کا فعل حضور اکرم ﷺ کے اس قول کے خلاف نہ ہو جو مسلم کی روایت میں فی کل رکعتین التحیۃ کے الفاظ سے موجود ہے اور ترمذی میں تشھد فی کل

---

(۱) (باب ما یجمع صفۃ الصلاۃ وما یفتتح بہ ۱/ ۱۹٤ قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۲) (باب ماجاء فی التخشع فی الصلاۃ ۱/ ۸۷ ط سعید)
(۳) (باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ ۱/ ۱۵٤ ط قدیمی کتب خانہ کراچی)
(٤) (نسائی ' باب کیف الوتر بثلاث ۱/ ۱۹۱ ط سعید)(آثار السنن' باب الوتر بثلاث رکعات ص ۱۶۹ ط امدادیہ' ملتان)

رکعتین کے الفاظ سے مروی ہے باقی تیسری رکعت میں قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا تو یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ثابت ہے۔ عن عبدالله انه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر قل هو الله احد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة . رواه البخاري في جزء رفع اليدين و اسناده صحيح (اثار السنن)(۱)

بخاری نے جزء رفع یدین میں حضرت عمرؓ سے بھی قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا روایت کیا ہے اور بیہقی نے معرفہ میں حضرت ابن مسعود اور ابو ہریرہؓ سے قنوت وتر میں رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔ کذا فی آثار السنن (۲) مطبوعہ احسن المطابع پٹنہ ص ۱۸ ج ۲۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟

الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء

(سوال) نماز وتر میں اہل حدیث بعد تسمیع کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور احناف تیسری رکعت میں تکبیر اور رفع یدین کے بعد ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں ان دونوں میں کونسا فعل مدلل ہے۔

(جواب ۵۹۵) قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئیے نہ کہ بعد تسمیع۔ لماروى عن انس انه سئل عن القنوت فقال قبل الركوع رواه البخاري (۳) ہاتھ اٹھا کر پڑھنا صراحۃً کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ حنفیہ نے ہر ایسے قیام میں جس میں ذکر مسنون طویل ہو ہاتھ باندھنے کو مستحب کہا ہے منجملہ اس کے قنوت وتر بھی ہے اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں ہاتھ اٹھا کر بھی قنوت پڑھنے کی مروی ہے لیکن ہاتھ باندھنا ہی راجح اور اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم　　محمد کفایت اللہ غفرلہ ' مدرسہ امینیہ دہلی

بارھواں باب
نماز تراویح

تراویح میں ختم قرآن پر سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھنا

(سوال) ماہ رمضان میں تراویح میں قرآن کریم سنانے والے اکثر حفاظ کا دستور ہے کہ انیسویں رکعت میں الحمد شریف کے بعد باقی ماندہ سورتیں مثلاً معوذتین وغیرہ پڑھ کر رکوع کر دیتے ہیں اور بیسویں رکعت

---

(۱) (باب رفع اليدين عند قنوت الوتر ص ۱۶۹ ط امدادیہ' ملتان)
(۲) (ایضاً)
(۳) (بخاری' باب القنوت قبل الرکوع و بعده ۱ / ۱۳٦ ط قدیمی) (آثار السنن باب قنوت الوتر قبل الرکوع' ص ۱٦٦ ط امدادیہ' ملتان)

میں الحمد شریف پڑھ کر سورہ بقر کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر رکوع کرتے ہیں بعض حفاظ اس کے بجائے انیسویں رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ پڑھ کر ختم کر کے ہی رکوع میں چلے جاتے ہیں اور پھر بیسویں رکعت میں الحمد شریف کے بعد معوذتین پھر الحمد شریف پھر سورہ بقر کی ابتدائی آیات پڑھتے ہیں پھر رکوع کرتے ہیں مذکورہ دونوں طریقوں میں سے کون سا طریقہ زیادہ صحیح ہے ؟ حافظ محمد سعید

(جواب ۵۹۶) ختم قرآن مجید کے بعد سورۂ بقر کی ابتدائی آیتیں پڑھنا مسنون ہے (۱) خواہ بیسویں رکعت میں سورہ ناس کے بعد پڑھ لے یا انیسویں رکعت میں ناس تک پڑھ کر بیسویں میں آلم سے پڑھ لے بیسویں رکعت میں الحمد اور معوذتین پڑھ کر پھر فاتحہ پڑھنا اور آلم کی آیتیں پڑھنا نہیں چاہئیے یعنی الحمد کی تکرار کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) جماعت کے ساتھ فرض نہ پڑھنے والا تراویح میں امام بن سکتا ہے
(۲) تراویح کے بعد آنے والا وتر میں شریک ہو سکتا ہے

(سوال) جس حافظ نے عشاء کے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں وہ ان لوگوں کو تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں جو عشا کے فرض جماعت سے پڑھ چکے ہوں۔

ایک شخص نے عشاء کے فرض جماعت سے پڑھے پھر کسی حاجت یا کسی کام سے باہر چلا گیا جب وہ شخص کام سے فارغ ہو کر مسجد میں آیا تو وتروں کی جماعت ہونے والی تھی اس نے وتر جماعت سے پڑھ لئے اور تراویح پھر علیحدہ اس نے اپنی پڑھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کو وتر جماعت سے پڑھنے چاہئیے تھے یا نہیں اور وتر لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۹۷) جس حافظ نے عشاء کے فرض باجماعت نہیں پڑھے وہ تراویح میں امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے تراویح پڑھنی جائز ہے (۲)

جس نے تراویح کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی اسے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہونا چاہئیے لیکن اگر شریک ہو گیا تو اس کے وتر ہو گئے 'لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ کے بغیر تیسری پر سلام پھیر دیا تو اعادہ واجب ہے

---

(۱) وأن یقرأ منکوسا إلا إذا ختم فیقرأ من البقرة (درمختار) قال فی شرح المنیة" و فی الولوالجیة : " من یختم القرآن فی الصلاة إذا فرغ من المعوذتین فی الرکعة الأولی ثم یقرأ فی الثانیة بالفاتحة و شئی من سورة البقرة ؛ لأن النبی ﷺ قال خیر الناس الحال المرتحل أی الخاتم المفتتح الخ (رد المحتار' فصل فی القراءة ۱/ ۵٤۷ ط سعید)

(۲) لو صلیت بجماعة الفرض و کان رجل قد صلی الفرض وحده له أن یصلیها مع ذلك الإمام 'لأن جماعتهم مشروعة فله الدخول فیها معهم لعدم المحذورة (رد المحتار' مبحث التراویح ۲/ ٤۸ ط سعید)

(۳) قال فی التنویر و شرحه :" ووقتها بعد صلاة العشاء إلی الفجر قبل الوتر و بعده فی الأصح فلو فاته بعضها وقام الإمام إلی الوتر أوتر معه ثم صلی ما فاته " الخ و فی الشامیة :" أی علی وجه الأفضلیة (مبحث التراویح ۲/ ٤٤' ط سعید)

(۲) درمیانی قعدہ کئے بغیر چار رکعت تراویح کا حکم

(سوال) امام نے دو رکعت تراویح کی نیت باندھی بھولے سے دوسری رکعت کے قعدہ میں نہیں بیٹھا بلکہ تیسری رکعت کے سجدہ میں یا سجدہ کے بعد اس کو یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اس نے تیسری رکعت پر قعدہ کر کے سجدہ سہو کے بعد سلام پھیر دیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی دو رکعت تراویح ہو گئی یا نہیں ؟ اگر دو رکعت تراویح ہو گئی تو تیسری رکعت میں جو قرأت پڑھی ہے اس کو لوٹائے یا پہلی رکعت کی قرأت کو لوٹائے ؟

(۲) اگر وہ تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرتا بلکہ چوتھی رکعت پڑھ کے قعدہ کرتا اور سجدہ سہو بھی کر لیتا تو چار رکعت تراویح کی ہو جاتیں یا دو ہوتیں اگر دو ہوتیں تو قرأت بھی لوٹائی جاتی یا نہیں اور کونسی رکعتوں کی قرأت لوٹائی جاتی پہلی رکعتوں کی یا آخری رکعتوں کی ؟

(جواب ۵۹۸) اس صورت میں یہ تینوں رکعتیں تراویح میں محسوب نہ ہوں گی اور ان تینوں کی قرأۃ کا اعادہ کرنا ہوگا۔ واذا فسد الشفع وقد قرأفیہ لا یعتد بما قرأفیہ و یعید القرأۃ لیحصل لہ الختم فی الصلوۃ الجائزۃ وقال بعضھم یعتدبھا ۔ کذافی الجوھرۃ (عالمگیری) (۱)

(۲) اس صورت میں دو رکعت تراویح کی ہو جاتیں اور شفع اخیر صحیح ہوتا شفع اول تراویح میں محسوب نہ ہوتا اور شفع اول کی قرأت کا اعادہ کرنا ہوتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ہر ترویحہ میں بلند آواز سے ذکر

(سوال) نماز تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد تسبیح آواز سے پڑھنا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۱۳ محمد عنایت حسین صاحب کھنور ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ م ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۵۹۹) تھوڑی آواز سے پڑھنا جب کہ اس پر اصرار و التزام نہ ہو جائز ہے (۳) جہر پر اصرار کرنا مکروہ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

تراویح پڑھانے والے کی اجرت اور شبینہ کا حکم

(سوال) تراویح میں قرآن شریف سنانے والے حافظ کو اجرت دینا جائز ہے یا ناجائز ؟ اگر جائز ہے تو تعین

---

(۱) (فصل فی التراویح ۱/۱۱۸ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۲) (فلو فعلھا بتسلیمۃ واحدۃ فإن قعد لکل شفعۃ صحت بکراھۃ' وإلا ثابت محسن شفع واحد بہ یفتی (تنویر و شرحہ) لم ارمن صرح بھذا اللفظ ھناوا نما صرح بہ فی النھر عن الزاھدی فیما لو صلی اربعا بتسلیمۃ واحدۃ وقعدۃ واحدۃ الخ (رد المحتار' بحث فی صلاۃ التراویح ۲/۴۵ ط سعید)

(۳) یجلس ندبا بین کل أربعۃ تعدد ھا' کذا بین الخامسۃ والوتر ویخیر بین تسبیح وقراء ۃ و سکوت (درمختار) قال القھستانی :" فیقال ثلث مرات سبحان ذی الملک الخ (رد المحتار' باب الوتر والنوافل' مبحث فی التراویح' ۲/۴۶ ط سعید)

کے ساتھ یا بلا تعین ؟ شبینہ ایک رات میں کرنا جائز ہے یا تین راتوں میں ؟

المستفتی ۳۰۲ حافظ محمد عزیز اللہ اجمیر۔ ۱۸ صفر ۱۳۵۳ھ ۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۶۰۰) بلا تعین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے شبینہ کی دونوں صورتیں بوجہ ان عوارض کے جو پیش آتے ہیں اور تقریباً لازم ہیں مکروہ ہیں(۱) اگر پڑھنے والے اور سننے والے سب کے سب مخلص ہوں اور بہ نیت عبادت شوق سے پڑھیں اور سنیں تین دن میں ختم کرنا بہتر ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت تراویح ثابت ہے یا نہیں ؟

(۲) کیا حضرت عمرؓ موجد تراویح ہیں ؟

(۳) یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا یا نہیں؟

(سوال) (۱) حضرت رسول اللہ ﷺ سے بیس رکعت تراویح کی کوئی حدیث صحیح ہے یا نہیں ؟

(۲) موجد تراویح حضرت عمر فاروقؓ نے ابی بن کعب و تمیم داری کو رمضان میں جماعت کو کتنے رکعت تراویح کا حکم دیا تھا؟

(۳) یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں ؟ چونکہ کبیری شرح منیۃ المصلی میں نیز مجلی شرح مؤطا امام مالک میں ہے کہ یزید بن رومان نے عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

المستفتی نمبر ۱۳۱ ۶ عبدالستار (ضلع بلاری) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۰۱) (۱) و (۳) یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح کا ثبوت سائب بن یزید' محمد بن کعب قرظی' یزید بن رومان' اعمش عن عبداللہ' مسعود عن فحلہ' عطاء وغیر ہم سے ثابت ہے (قیام اللیل)(۲)

(۲) حضرت عمرؓ موجد تراویح نہیں ہیں کیونکہ تراویح کا ثبوت آنحضرت ﷺ سے ہے اور نہ حضرت عمرؓ موجد جماعت ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تراویح جماعت سے پڑھائی ہے (۳) حضرت عمرؓ نے صرف اتنا

---

(۱) و یجتنب المنکرات ھذرمۃ القراءۃ (الدر المختار' مبحث التراویح ۲/۴۷ ط سعید)

(۲) عن سائب بن یزید قال :" کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب ' فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ الحدیث وقال الشعرانی فی کشف الغمۃ" وکانوا یصلونھا فی أول زمان عمر بثلاث عشرۃ رکعۃ الخ وکان إما مھم ابی بن کعب و تمیما الداری' ثم إن عمر ...... أمر بفضلھا ثلاثا وعشرین رکعۃ ثلث ثلث منھا و ترا واستقر الأمر علی ذلک فی الأمصار (التعلیق الحسن علی آثار السنن' باب فی التراویح بعشرین رکعۃ' ص ۲۰۴' ط امدادیہ ملتان)

قلت : یزید بن رومان لم یدرک عمر بن الخطاب (التعلیق الحسن علی آثار السنن باب فی التراویح بعشرین رکعۃ ص ۲۰۵ ط امدادیہ ملتان)

(۳) عن عروۃ أن عائشۃؓ أخبرتہ أن رسول اللہ ﷺ خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلوتہ فأصبح الناس فتحدثوا فاجتمع أکثر منھم فصلی فصلوا معہ الحدیث (آثار السنن' باب جماعۃ التراویح' ص ۱۹۹ ط امدادیہ)

کیا ہے کہ مسجد میں متعدد جماعتیں ہوتی تھیں ان کو ایک جماعت کی صورت میں جمع کر دیا(۱) حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کو حضرت عمرؓ نے گیارہ رکعت کا حکم دیا تھا یہ ایک روایت سے ثابت ہے لیکن انہیں کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھے جانے کا بھی ثبوت موجود ہے اور سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین میں بیس رکعت سے زیادہ کے قائل تو موجود ہیں مگر تراویح میں بیس رکعت سے کم کے قائل نہیں یا بہت کم ہیں(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فرض الگ پڑھنے والا وتر میں شریک ہو سکتا ہے .

(سوال) اگر کوئی شخص عشا کی جماعت ہو جانے کے بعد مسجد میں داخل ہوا اور اس نے تراویح جماعت سے پڑھی تو پھر وہ وتر جماعت سے پڑھے یا نہیں ؟ کتاب رکن الدین کے مصنف نے پڑھنے کو منع کیا ہے اور شامی کا حوالہ دیا ہے۔
المستفتی نمبر ۶۸۸ سکریٹری انجمن حفظ الاسلام (ضلع بھروچ) ۲۷ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء
(جواب ۶۰۲)اگر کوئی شخص کسی وجہ سے جماعت سے علیحدہ وتر پڑھ لے تو مضائقہ نہیں اگر تراویح کی جماعت میں شریک رہا تو وتر کی جماعت میں بھی شریک رہ سکتا ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایک حدیث کی تحقیق

(سوال)عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعة عشرین رکعة والوتر (بھیقی) مندرجہ بالا حدیث کی تحقیق مطلوب ہے صحیح ہے یا ضعیف ؟
المستفتی نمبر ۸۶۳ حافظ محمد شریف سیالکوٹ۔ ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء
(جواب ۶۰۳) یہ حدیث کان رسول اللہ ﷺ یصلی فی رمضان فی غیر جماعة عشرین رکعة والوتر . مصنف ابن ابی شیبہ' عبد بن حمید' بغوی' طبرانی' بیہقی کی طرف منسوب کی گئی ہے اور اس کو ضعیف کہا گیا ہے (کذا فی مجموعۃ الفتاوی)(۴) مگر حضور اکرم ﷺ نے تین روز جماعت کے ساتھ بھی تراویح پڑھائی ہے اور وہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱)فقال عمر :" إني أرى لوجمعت هؤلاء على قاري واحد لكان أمثل' ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب الحديث (آثار السنن' باب جماعة التراويح ص ۲۰۱ ط امداديه)
(۲) قال في التنوير :" وهي عشرون ركعة بعشر تسليمات " الخ و في الشامية :" وهو قول الجمهور و عليه عمل الناس شرقا و غربا (مبحث التراويح ۲/۴۵ ط سعيد)
(۳) ووقتها بعد صلاة العشاء إلى الفجر قبل الوتر و بعده فلو فاته بعضها وقام الإمام إلى الوتر أو تر معه ثم صلى ما فاته الخ (التنوير و شرحه' باب الوتر والنوافل ۲/۴۴ ط سعيد)
(٤) قال ابن عباس كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان في غير جماعة عشرون ركعة والوتر أخرجه ابن ابي شيبة وعبد بن حميد والبغوى فى معجمه والطبرانی والبیہقی' لکن سند ایں روایات ضعیف ست (مجموعه الفتاوی علی ہامش خلاصة الفتاوی' کتاب الصلاة ۱/۱۱٤ ط امجد اکیڈمی' لاهور)

ایک سلام کے ساتھ بیس رکعت تراویح

(سوال) ایک شخص نے تراویح کی بیس رکعت نماز ایک سلام سے اس طرح پڑھی کہ ہر دو رکعت کے بعد قعدہ اولیٰ کیا اور اخیر میں سلام پھیرا۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۷۹۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۶ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰۴) نماز تو ہو گئی لیکن رات کی نماز میں آٹھ رکعت سے زیادہ رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا خلاف سنت ہے اس لئے نماز میں کراہت آئی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بیس رکعات تراویح کا ثبوت

(سوال) عن جابر قال صلی رسول اللہ ﷺ فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر (فتح الباری مطبوعہ دھلی) گزارش ہے کہ مندرجہ بالا حدیث کی صحت یا عدم صحت تحریر فرما کر مشکور فرمائیں اگر صحیح یا حسن ہو تو لفظ صحیح یا حسن لکھ دیں اور اگر ضعیف ہو تو ضعیف تحریر فرماویں اور یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ ابن عباس والی روایت اور مذکورہ بالا روایت میں سے کون سی اصح ہے ؟

المستفتی نمبر ۹۷۴ بشیر احمد خاں (سیالکوٹ) ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) یہ حدیث حضرت جابرؓ کی تراویح کے بارے میں صحیح ہے لہذا آٹھ رکعت تراویح تو آنحضرت ﷺ کی سنت حقیقہ ہے اور بیس رکعات تراویح بھی آنحضرت ﷺ کی سنت ہی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین (۲) اور اسی بیس رکعت تراویح پڑھنے کا قول و عمل جمہور علماء کا شرقاً و غرباً ہے اور اسی بیس رکعت کے پڑھنے میں آٹھ رکعت بھی پڑھی جاتی ہیں جو کہ بعینہ آنحضرت ﷺ کی سنت حقیقہ ہے فتاویٰ شامی میں ہے(۳) قولہ وھی عشرون رکعۃ) ھو قول الجمھور و علیہ عمل الناس شرقاً و غرباً الخ جلد اول ص ۵۲ فقط واللہ اعلم

حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی

سوال مثل بالا

(سوال) بندہ نے حضور سے ایک سوال کیا تھا جو کہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو لکھا اور آپ کا نمبر ۹۷۴ ہے جواب

---

(۱) فی التنویر و شرحہ :" وھی عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات فلو فعلھا بتسلیمۃ فإن قعد لکل شفع صحت بکراھۃ" الخ وفی الشامیۃ :" لا یخفی ما فیہ لمخالفۃ المتوارث مع تصریحھم بکراھۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیلاً الخ (مبحث صلاۃ التراویح ۲/۴۵ ط سعید) (۲) ابن ماجہ' باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین' ص ۵ ط میر محمد کتاب خانہ' کراچی)

(۳) (مبحث صلاۃ التراویح ۲/۴۵ ط سعید)

پر آپ کے دستخط نہیں ہیں لہذا دوبارہ آپ کو تکلیف دیتا ہوں نائب مفتی صاحب نے حضرت جابرؓ کی حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۰۱۵ بشیر احمد خاں (سیالکوٹ) ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۳ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰۵) (از نائب مفتی صاحب) حضرت جابرؓ کی روایت کی تصحیح غلطی سے ہو گئی ہے ہم کو معلوم نہیں کہ فتح الباری کے کس باب میں یہ حدیث ہے آپ پورا پتہ تحریر کیجئے حبیب المرسلین عفی عنہ۔
حضرت جابرؓ کی روایت منقولہ فی السوال فتح الباری میں کس باب میں ہے ؟ پورا پتہ تحریر کیجئے ؟
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تراویح کے بارے میں چند احادیث کا ثبوت

(سوال) ہمارے ہاں تراویح کی تعداد میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے بعض آٹھ رکعت کو سنت سمجھتے ہیں اور بعض بیس رکعت کو۔ فریقین نے جناب کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی ہے امید ہے کہ آپ امور مستفسرہ کا مختصر جواب ارسال فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے
(۱) نماز تراویح آپ کی تحقیق میں بیس رکعت سنت ہے یا آٹھ رکعت ؟ (۲) حدیث عائشہؓ ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ الحدیث . آپ کی تحقیق میں تہجد کے بارے میں ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے یا تراویح کے بارے میں (۳) حدیث جابرؓ جس میں آٹھ رکعت نماز اور وتر کا ذکر ہے جس میں عیسیٰ بن جاریہ منکر الحدیث اور ضعیف راوی ہے آپ کی تحقیق میں صحیح ہے یا ضعیف ؟ (۴) حدیث ابن عباسؓ جس میں بیس رکعت تراویح کا ذکر ہے کیا صحابہ و تابعین و دیگر ائمہ کا عمل اسے تقویت دیتا ہے یا نہیں ؟ (۵) حدیث سائب بن یزید جس کو بیہقی نے اخراج کیا جس میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے جس کو نووی وغیرہ محدثین نے صحیح کہا ہے آپ کی تحقیق میں صحیح ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۱۱۷۴ ابو یوسف محمد شریف (ضلع سیالکوٹ)
۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰۶) (۱) تراویح کی بیس رکعتیں مسنون ہیں میرے نزدیک راجح یہی ہے (۱) (۲) حدیث عائشہؓ صلوۃ اللیل یعنی تہجد کے ساتھ متعلق ہے (۲) (۳) حدیث جابرؓ کو صحیح ابن حبان سے نقل کیا گیا ہے اور

---

(۱) وهی عشرون ركعة بعشر تسليمات فلو فعلها بتسليمة فإن قعد لكل شفع صحت بكراهة " و فی الشامية :" وهو قول الجمهور و عليه عمل الناس شرقاً و غرباً الخ (مبحث صلاة التراويح ۲/ ۴۵ ط سعيد)
(۲) قال ابن حجر :" وظهر لی أن الحكمة فی عدم الزيادة على إحدى عشرة أن التهجد والوتر مختص بصلاة الليل وفرض النهار الظهر وهی أربع والعصر وهی أربع والمغرب وهی ثلاث وترالنهار فناسب أن تكون صلوة الليل كصلوة النهار فی العدد جملة و تفصيلاً (فتح الباری' باب كيف صلاة النبی ﷺ وكم كان النبی ﷺ يصلی بالليل ۳/ ۱۷ ط مصر)

اس کو صحیح بتایا گیا ہے میرے خیال میں وہ متکلم فیہ ہے ابن حبان کے علاوہ اس کو طبرانی اور صحیح ابن خزیمہ اور قیام اللیل للمروزی کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے(۱) (۴) حدیث ابن عباسؓ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید دوسری روایات سے اور عمل امت سے ہوتی ہے(۲) (۵) سائب بن یزید کی روایت صحیح ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ کی حدیث کی تحقیق

(سوال) بندہ کا بھائی بشیر احمد خاں آپ سے تراویح کے متعلق سوال کر کے جواب پاچکا ہے آخری جواب آپ کی طرف سے مکمل نہیں ہوا اور آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ حضرت جابر والی روایت فتح الباری میں کہاں ہے ؟ چونکہ بھائی صاحب وزیا پٹم گئے ہوئے ہیں آج ان کا خط آیا تو اس میں تراویح کا ذکر تھا اور آپ کے متعلق بھی لہذا دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ حدیث ابن عباسؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر (بیہقی) حدیث جابرؓ . عن جابرؓ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر. فتح الباری مطبوعہ دہلی ج اول ص ۵۹۷
المستفتی نمبر ۱۱۷۹ حافظ محمد شریف۔ سیالکوٹ۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰۷) حدیث ابن عباسؓ جسکو ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور بغوی اور طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے ضعیف ہے (کذافی آثار السنن)(۴) اور حدیث جابرؓ بن عبداللہ جس کو طبرانی اور مروزی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ایک راوی ہے جس کو ابو داؤد نے منکر الحدیث اور ابن معین نے عندہ مناکیر اور نسائی نے منکر الحدیث اور متروک بتایا ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں فیہ لین کہا ہے البتہ خزاعی نے ابن حبان سے توثیق نقل کی ہے اسی طرح ابو زرعہ سے یہ منقول ہے (کذافی آثار السنن)(۵) اس بناء پر حدیث جابر کو بھی صحیح کے درجے میں نہیں سمجھا جاسکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) رواہ الطبرانی فی الصغیر و محمد بن نصرٍ المروزی فی قیام اللیل وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما وفی إسنادہ لین (التعلیق الحسن علی آثار السنن، باب التراویح بثمان رکعات ص ۲۰۲، ط امدادیہ، ملتان)

(۲) وھی کانت ضعیفۃ، لکنہا تقویٰ حدیث ابن عباس فلا شک فی کونہ حسناً بل لا یبعد أن یقال انہ صحیح لغیرہ (التعلیق الحسن علی آثار السنن، ص ۱۹۹ ط امدادیہ)

(۳) عن سائب بن یزید ثم ساقہ : قلت : " رجال اسنادہ کلہم ثقات الخ (التعلیق الحسن علی آثار السنن، باب التراویح بعشرین رکعات، ص ۲۰۴، ط امدادیہ، ملتان)

(٤) وقد أخرجہ عبد بن حمید الکشی فی مسندہ والبغوی فی معجمہ والطبرانی فی معجمۃ الکبیر والبیہقی فی سننہ کلہم من طریق أبی شیبۃ ابراہیم بن عثمان جدالإمام أبی بکر بن أبی شیبۃ، وہو ضعیف (التعلیق الحسن علی آثار السنن، باب فی التراویح بعشرین رکعۃ ص ۲۰۶ ط امدادیہ، ملتان) (۵) قال ابن معین :" عندہ مناکیر " وقال النسائی " منکر الحدیث وجاء عنہ متروک" وقال ابو داؤد :" منکر الحدیث" وقال الحافظ ابن حجر فی " التقریب" فیہ لین" الخ (آثار السنن، باب التراویح بثمان رکعات ص ۲۰۲ ط امدادیہ، ملتان)

ایک اشکال اور اس کا جواب

(سوال) گزارش ہے کہ آپ کا جواب نمبر ۱۱۷۹ موصول ہوا۔ جولاً معروض ہے کہ جس حدیث کو جناب صحیح تحریر فرما چکے ہیں اس کو دوبارہ نہ ضعیف اور نہ صحیح فرماتے ہیں جب ایک دفعہ دارالافتاء سے ہمیں یہ الفاظ پہنچ چکے ہیں کہ "یہ حدیث حضرت جابرؓ کی تراویح کے بارے میں صحیح ہے" تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ آپ البتہ سے کام چلانا چاہتے ہیں اگر آپ فرمائیں کہ میرے دستخط نہیں تو اس کے متعلق غور سے سنیے گا ہمارے مخاطب آپ۔ آپ کے نام ہمارا سلام کلام آپ کا پتہ پس دوسرا کون جو دخل در معقولات کرے بالفرض اگر آپ نے مندرجہ بالا حدیث کے بعض رواۃ کے متعلق کلام فرمایا ہے تو ہماری گزارش سن کر جواب مرحمت فرمائیں۔

اول آپ کا مندرجہ بالا فتویٰ۔ دوم حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری مطبوعہ دہلی صفحہ ۴ میں اس امر کی تصریح فرمادی ہے کہ ہم جو حدیث فتح الباری میں ذکر کریں گے اس شرط سے ذکر کریں گے کہ وہ حدیث یا تو صحیح ہوگی یا حسن ہوگی۔ الفاظ ملاحظہ ہوں **بشرط الصحة اوالحسن** سوم علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ میں اسی حدیث کو اسی سند سے نقل فرمایا ہے جس سند سے امام محمد بن نصر نے روایت کیا ہے فرق دونوں میں صرف اسی قدر ہے کہ اس سند میں بجائے محمد بن حمید کے جعفر بن حمید ہیں اس کے بعد علامہ صاحب نے اس کی سند کی نسبت فرمایا ہے۔ اسنادہ وسط۔ چہارم مولانا عبدالحئی لکھنوی نے موطا امام محمد کے حاشیے (التعلیق المجد) میں حضرت جابرؓ والی روایت تحریر فرما کر لکھا ہے۔ ھذا اصح۔ موطا امام محمد باب قیام رمضان (۱)

المستفتی نمبر ۱۱۹۶ حافظ محمد شریف (سیالکوٹ) ۶ رجب ۱۳۵۵ھ م ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰۸) مدرسہ امینیہ کے دارالافتاء میں تمام استفتے میرے نام ہی آتے ہیں میں جتنے فتوؤں کا جواب خود لکھ سکتا ہوں لکھتا ہوں باقی جواب نائب مفتی مولانا حبیب المرسلین صاحب لکھتے ہیں یہ فتویٰ جس کا آپ ذکر کرتے ہیں ان کا لکھا ہوا تھا میں نے دیکھا بھی نہیں تھا جب آپ کا دوسرا خط آیا تو میں نے ان سے دریافت کیا اور رجسٹر نقول پر اس کی نقل دیکھی اور حدیث جابرؓ کی سند کی تحقیق کی تو یہ بات مجھے تحقیق سے معلوم ہوئی جو میں نے آپ کو لکھ کر بھیج دی۔

حدیث جابرؓ کی سند کے متعلق بے شک میزان الاعتدال میں یہ لفظ لکھا ہے۔ **اسنادہ وسط** مگر **اسنادہ صحیح** تو نہیں لکھا اور حافظ ابن حجرؒ کے فتح الباری میں ذکر کرنے سے بھی صحت لازم نہیں کیونکہ وہ حدیث حسن بھی اس میں لا سکتے ہیں اور جب اس کی سند میں ایک مجروح راوی موجود ہے (۲) تو

---

(۱) (باب قیام رمضان' ص ۱۳۸ ط میر محمد کتب خانه' کراچی)

(۲) وفی إسناده لین قلت :" مداره علی عیسی بن جاریة " قال الذهبی:" قال ابن معین:" عنده مناکیر" وقال النسائی :" منکر الحدیث وجاء عنه متروك " وقال أبو زرعة :" لا بأس به . وقال أبوداؤد :" منکر الحدیث" قال ابن حجر فی " التقریب" فیه لین الخ (التعلیق الحسن علی آثار السنن' باب التراویح بثمان رکعات ص ۲۰۲ ط امدادیه)

ت کا حکم مشکل ہے مولانا عبدالحیؒ کے هذا اصح کہنے سے بھی لازم نہیں کہ فی حد ذاتہ بھی صحیح ہے نکہ اصح میں صحت اضافی مراد ہوتی ہے ہاں ابن حبان نے اس کو اپنے صحیح میں درج کیا اس سے اتنا سمجھا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہوگی راوی کے جرح و تعدیل میں اختلاف ہونے کی بناپر حدیث صحت وضعف میں بھی یہ اختلاف ہو جاتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ضور اکرم ﷺ سے کتنی رکعات ثابت ہیں ؟

سوال) کیا حضور ﷺ سے نماز تراویح رمضان شریف میں گیارہ رکعات مع وتر ثابت ہے یا کہ بیس عت ؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۸ عبدالعزیز مشین والا (ضلع سیالکوٹ)

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

جواب ۶۰۹) تراویح کی رکعات کی تعداد میں ایک روایت سے بیس اور دوسری روایت سے گیارہ عتیں معلوم ہوتی ہیں امت کا عمل صحابہ کرام کے زمانے سے بیس یا اس سے زیادہ رکعتوں پر رہا ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اءت مقتدیوں کے حال کے مطابق کی جائے

سوال) قصبہ سردھنہ میں حفاظ نے متفقہ طور پر ایک کمیٹی قائم کر کے یہ وجہ بتلاتے ہوئے کہ اس سے ن شریف پختہ یاد ہو جائے گا یہ پاس کیا ہے امسال ہم لوگ روزانہ ڈھائی پارہ تراویح میں سنائیں اور وہ طریقے سے کہ فی مسجد دو حافظ مقرر ہوں اور ہر ایک حافظ ایک ہی سوا پارہ کو دس دس تراویح میں سنادے ایک حافظ کا پڑھنے میں سوا پارہ ہو جائے اور مقتدیوں کے لئے ڈھائی ہو جائیں اگرچہ اکثر مقتدی اپنی ناتوانی بنا پر ڈھائی پارہ روزانہ تراویح میں سننے پر راضی نہیں ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو اپنا قرآن شریف یاد کرنا ظور ہے تو اس کی اور صورتیں ہو سکتی ہیں بارہ مہینے دور کرو علاوہ تراویح کے نفلوں میں بوقت تہجد کے ب ایک دو دو کو سناؤ مگر حفاظ ان صورتوں کو نہ مانتے ہوئے اور زبردستی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تم کو سننا ہے تو ہمارے طے کئے ہوئے کے موافق ڈھائی پارہ ہی سنو ورنہ ہم نہیں سناتے ہر چند ان کو بہشتی زیور یرہ دکھا کر سمجھایا جاتا ہے کہ تمہاری اس صورت میں جماعت کم ہوتی ہے آدھی مسجدیں بغیر قرآن ریف کے رہ جاتی ہیں مگر وہ نہیں مانتے ایسی صورت میں اگر مقتدی الم تر کیف سے تراویح پڑھنا شروع دیں تو کیسا ہے ؟ ترک سنت قرآن لازم آتا ہے یا نہیں اور ثواب میں کمی ہوتی ہی یا نہیں ؟ نیز ان حفاظ ں سے بعض ڈاڑھی منڈاتے ہیں اور بعض پنجگانہ نماز کے پوری طرح پابند نہیں ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ

---

(۱) وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات الخ (التنویر) وقال الشامی :" وهو قول الجمهور و علیه الناس شرقاً و غرباً الخ حث صلاۃ التراویح ۲/ ۴۵ ط سعید)

جو روپیہ طے کرتے ہیں ان کی امامت تراویح میں کیسی ہے ان صورتوں میں حفاظ کی ضد مان کر ڈھائی پارہ ہی سنیں تقلیل جماعت کا خیال نہ کریں یا جماعت کا خیال کرتے ہوئے الم ترکیف سے پڑھ لیں۔

المستفتی نمبر ۱۲۴۵ امیر الدین صاحب۔ قصبہ سردھنہ۔ ضلع میرٹھ

۷ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۲۳ نومبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۱۰) حفاظ کی یہ ضد اور مقتدیوں کی مرضی کے خلاف جبراً ڈھائی پارہ پڑھنا اور جماعت کے تفرق اور انتشار کی پرواہ نہ کرنا گناہ کی بات ہے وہ اس میں یقیناً گناہ کے مرتکب ہوں گے بلکہ مقتدیوں کی رضامندی کے خلاف امامت کرنے والے کے حق میں لعنت کی وعید بھی وارد ہے اگر ضعیف و ناتواں لوگ اس طرز عمل کے خلاف الم ترکیف سے تراویح ادا کرلیں تو ان کے حق میں کوئی کراہت نہ ہوگی ڈاڑھی منڈانے والے اور نماز فرض کے تارک اور پیسے طے کر کے لینے والے حافظوں کی امامت مکروہ ہے (۱) ان کے پیچھے قرآن سننے سے نہ سننا اور سورت تراویح پڑھ لینا بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

شبینہ جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) یہاں کی جامع مسجد میں ہر سال ماہ رمضان کی اٹھائیسویں اور انتیسویں شب ان دو راتوں میں شبینہ پڑھا جاتا ہے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ شبینہ ایک ہی رات میں یا تین راتوں میں ہونا چاہئیے ؟

المستفتی نمبر ۱۲۴۶ قاضی کمال الدین صاحب (کاٹھیاواڑ)

۷ رمضان ۱۳۵۵ھ ۲۳ رمضان ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۱۱) شبینہ کوئی ثابت شدہ چیز نہیں ہے کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ کیا جاتا ہو اگر سننے والے اور پڑھنے والے شوق سے سنیں اور پڑھیں تو تین دن میں ختم کرنا بہتر ہے دس دس پارے ہر روز پڑھے جائیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مروجہ شبینہ کا حکم

(سوال) ایک زمانہ میں ایک شب میں چند آدمی مل کر قرآن شریف ختم کرتے ہیں جس کا نام شبینہ رکھا ہے اور اس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں آیا یہ فعل حضور اکرم ﷺ نے یا کسی صحابیؓ نے یا کسی امامؒ نے کیا ہے یا

---

(۱) قال فی التنویر :" و یکرہ إمامة عبد وأعرابی و فاسق " الخ (باب الإمامة ۱/۵۵۹ ' ط سعید) والتنویر مع شرحہ :" ومن ام قوما وھم لہ کارھون' إن الکراھة لفساد فیہ ..... کرہ لہ ذلك تحریما لحدیث أبی داؤد :" لا یقبل اللہ صلاہ من تقدم قوما وھم لہ کارھون الخ (باب الامامة ۱/۵۵۹ ' ط سعید) والختم مرة سنة ولا یترك الختم لکسل القوم' لکن فی الاختیار :" الأفضل فی زماننا قدر ما یثقل علیھم الخ (الدر المختار' مبحث صلاة التراویح ۲/۴۶ ط سعید)

(۲) ولا یختم فی أقل من ثلاثة أیام تعظیما لہ الخ (عالمگیری' الباب الرابع فی الذکر والصلوۃ والتسبیح ۵/۳۱۷' ط ماجدیہ ' کوئٹہ)

نہیں اور ایک شب میں قرآن شریف ختم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۵۱ عبدالجبار (دہلی) ۲۴ رمضان ۱۳۵۵ھ ۹ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۱۲) ایک رات میں قرآن شریف ختم کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے جو خود اپنے ذوق و شوق سے پڑھے اور اس کے دل میں اول سے آخر تک کوئی وسوسہ بے رغبتی کا نہ آوے لیکن شبینہ کا یہ رواج جو عام طور پر مساجد میں کیا جاتا ہے نہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھا نہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں نہ مجتہدین سلفؒ سے یہ منقول کہ انہوں نے عام طور پر جماعت کے ساتھ ایک رات میں قرآن مجید ختم کرنے کا امر فرمایا ہو یا خود شبینہ کیا ہو اور تجربہ شاہد ہے کہ ان شبینوں میں بہت سے مکروہات و محرمات کا ارتکاب ہوتا ہے (۱) ان وجوہ کی بناء پر شبینہ مروجہ کوئی اچھی اور ثواب کی بات نہیں ہے بلکہ بسا اوقات کرنے والے مواخذہ دار ہی ہو جاتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

چند احادیث کی تحقیق

(سوال) ہمارے ہاں تراویح کی تعداد میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے بعض آٹھ رکعت کو سنت سمجھتے ہیں اور بعض بیس رکعت کو۔ فریقین نے جناب کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی ہے امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر امور مستفسرہ کا جواب لکھ کر ارسال فرمائیں گے تاکہ یہ نزاع ختم ہو اور آپ عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں

(۱) نماز تراویح آپ کی تحقیق میں بیس رکعت سنت ہے یا آٹھ رکعت (۲) حدیث عائشہؓ ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ الحدیث . آپ کی تحقیق میں تہجد کے بارے میں ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے فتاویٰ میں لکھا ہے یا تراویح کے بارے میں ہے۔ (۳) حدیث جابرؓ جس میں آٹھ رکعت نماز اور وتر کا ذکر ہے جس میں عیسیٰ بن جاریہ منکر الحدیث اور ضعیف راوی ہے کیا آپ کی تحقیق میں صحیح ہے یا ضعیف (۴) حدیث ابن عباسؓ جس میں بیس رکعت تراویح کا ذکر ہے کیا صحابہؓ و تابعینؒ و دیگر ائمہ کا عمل اسے تقویت دیتا ہے یا نہیں (۵) حدیث سائب بن یزید جس کو بیہقی نے اخراج کیا جس میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے جس کو نووی وغیرہ محدثین نے صحیح کہا ہے آپ کی تحقیق میں صحیح ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۳۰۷ خادم العلماء ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ۔

کوٹلی لوہاران ۔ ضلع سیالکوٹ۔ ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

(جواب ۶۱۳) (۱) تراویح کی بیس رکعتیں مسنون ہیں میرے نزدیک راجح یہی ہے (۲) (۲) حدیث عائشہؓ صلوٰۃ اللیل یعنی تہجد کے ساتھ متعلق ہے (۳) (۳) حدیث جابرؓ کو صحیح ابن حبان سے نقل کیا گیا ہے اور اس

---

(۱) و یجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ الخ (الدر المختار' مبحث صلاۃ التراویح ۲/۴۷ ط سعید)
(۲) و (۳) مذکورہ جوابات مع حوالے جواب نمبر ۶۰۶ میں گزر چکے ہیں۔

کو صحیح بتایا گیا ہے میرے خیال میں متکلم فیہ ہے یعنی اس کے صحیح ہونے میں کلام ہے ابن حبان کے علاوہ اس کو طبرانی اور صحیح ابن خزیمہ اور قیام اللیل للمروزی کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے(۱) (۴) حدیث ابن عباسؓ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید دوسری روایات سے اور عمل امت سے ہوتی ہے(۲) (۵) سائب بن یزید کی روایت صحیح ہے(۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ** (اشرف برقی پریس' سیالکوٹ)

(مہر مدرسہ امینیہ اسلامیہ دارالافتاء' دہلی)

الجواب کے پانچوں نمبر صحیح ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے کچھ کمی بیشی نہیں ہے اور اب میں اس پورے جوابؒ کی صحت کا التزام کرتا ہوں۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

سفر میں تراویح کا حکم

(سوال) سفر میں قصر تو لازم ہے ہی تراویح بھی کیا ضروری پڑھنی پڑے گی یا یہ بھی معاف ہو گی ؟

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ٦١٤) تراویح کی تاکید سفر میں نہیں رہتی موقع ہو تو پڑھ لے بہتر ہے اور موقع نہ ہو تو ترک کر دینا جائز ہے (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

جتنی رکعات فاسد ہوئیں' ان میں پڑھی ہوئی منزل کا اعادہ کیا جائے

(سوال) امر تسر میں چوک فرید میں ایک مسجد ہے اس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے قرآن مجید پڑھتے ہیں میں بھی وہیں نماز تراویح پڑھتا ہوں انہوں نے سجدہ کی آیت پڑھنے سے قبل یہ خیال کر کے کہ یہ سجدہ کی آیت ہے سجدہ کر لیا پھر سجدہ کی آیت پڑھنے پر سجدہ کیا گیا مگر انہوں نے سجدہ سہو نہیں کیا سلام کے بعد میں نے ان سے کہا کہ تم کو سجدہ سہو کرنا چاہئیے تھا کیونکہ کسی واجب کے سہواً چھوٹ جانے یا مکرر ہو جانے یا کسی فرض میں تاخیر ہو جانے سے سجدہ سہو کرنا واجب ہوتا ہے چونکہ تم نے سجدہ سہو نہیں کیا ہے اس لئے تم ان دونوں رکعتوں کا اعادہ کرو چنانچہ نماز دوبارہ پڑھی گئی اور چھوٹی سی سورت پڑھی گئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب نماز لوٹائی گئی ہے تو پھر قرآن بھی وہی پڑھنا چاہئیے جو ان دو رکعتوں میں پڑھا گیا تھا میں نے ان سے کہا کہ چونکہ قرآن ترتیل کے ساتھ الفاظ اور معنی کے لحاظ سے پڑھا گیا ہے اس لئے قرآن کی وہی آیات پڑھنے کی ضرورت نہیں مجھے بھی کچھ شبہ ہو گیا اب آپ یہ شبہ دور فرما دیجئے میں نے جو صرف نماز کا اعادہ کر لیا ہے قرآن کا نہیں کیا یہ درست ہے' قرآن کے اعادہ کی تو ضرورت نہیں ؟

---

(۱)،(۲)و(۳)(حاشیہ نمبر ا تا ۳ جواب نمبر ۶۰۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٤) ویأتی المسافر بالسنن إن کان فی حال أ من و قرار وإلا بأن کان فی خوف و فرار لا یأتی بها هو المختار (التنویر و شرحه' باب صلاة المسافر ۲/ ۱۳۱ ط سعید)

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۶۱۵) قرآن مجید کا اعادہ بھی کرنا چاہیئے تھا(۱) کیونکہ جب تراویح کی وہ دو رکعتیں تراویح میں شمار نہیں ہوئیں اور ان کا اعادہ کیا گیا تو ان میں پڑھا ہوا قرآن بھی ختم میں شمار نہیں ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دور نبوی ﷺ اور صحابہؓ میں کتنی رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے ؟

(سوال) نبی کریم ﷺ نے ماہ رمضان المبارک میں عشاء کی فرض نماز کے بعد باجماعت تراویح کتنی رکعت پڑھائیں نیز خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کتنی رکعت تراویح پڑھائیں اسی طرح خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کتنی رکعت تراویح پڑھائیں اسی طرح خلیفہ سوم و چہارمؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھائیں علاوہ ازیں امام ابو حنیفہؒ کتنی رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور ان کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ براہ کرم نبی اکرم ﷺ اور حضرات خلفائے کرام کا تعامل و حکم اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ بالتفصیل ذکر فرمائیں۔

المستفتی عبدالرحمٰن ۔ فورٹ ولیم۔ کلکتہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء

(جواب ۶۱۶) آنحضرت ﷺ کی تراویح باجماعت تین راتوں میں مروی ہے(۲) تعداد رکعات میں بیس کی روایت بھی ہے اور آٹھ کی بھی(۳) حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کئی سال تک مسجد میں باقاعدہ تراویح کی جماعت کا اہتمام نہ ہوا لوگ پڑھتے تھے مگر یا تو تنہا تنہا یا دو دو چار چار آدمی مل کر متعدد جماعتیں کر لیتے تھے حضرت عمرؓ نے سب کو مل کر ایک جماعت سے تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ نے اس سے اتفاق کیا اور حضرت ابی بن کعب کی امامت میں ایک جماعت ہونے لگی بیس رکعتیں وہ پڑھاتے تھے(۴) ابتدا میں آٹھ رکعتیں پڑھانا بھی منقول ہے مگر ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بیس سے کم کا قائل نہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیس رکعت مسنون ہیں اور بیس پر جمہور امت محمدیہ کا ہر زمانے

---

(۱) وإذا غلط في التراويح فترك سورة أو آية قرأ ما بعدها فالمستحب له ان يقرأ المتروكة ثم المقروأة ليكون على الترتيب ...... وإذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه و يعيد القراءة (عالمگيرية، فصل في التراويح ۱/۱۱۸ ط ماجديه)

(۲) عن عروة أن عائشةؓ ...... أخبرته أن رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلوته الحديث (آثار السنن، باب فضل قيام رمضان، ص ۱۹۹ امداديه، ملتان)

(۳) بیس رکعت تراویح کی دلیل حضرت سائب بن یزید کی روایت ہے اور آٹھ رکعت کی دلیل حضرت جابر بن عبداللہ کی (آثار السنن، باب التراويح بثمان ركعات ص ۲۰۲ ط امداديه)

(٤) عن عبدالله بن عبدالقادر قال: " خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون، يصلي الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي بصلوته الرهط فقال عمر: إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارى واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب ثم خرجت معه في ليلة اخرى، والناس يصلون بصلوة قارئهم، قال عمر: " نعم البدعة " (آثار السنن، باب في جماعة التراويح ص ۲۰۱ ط امداديه)

میں عمل رہا ہے اور یہی تعداد راجح ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ایک سلام کے ساتھ چھ رکعت تراویح

(سوال) امام صاحب نے چار رکعت تراویح کی نیت باندھی چار رکعت پوری کر کے ایک طرف سلام پھیرا مقتدی نے لقمہ دیا اللہ اکبر۔ امام صاحب کھڑے ہو گئے دو رکعت اسی نیت سے اور پڑھی اور ایک طرف سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کر کے دونوں طرف سلام پھیرا آیا نماز ہوئی یا نہیں۔ اس حساب سے چھ رکعت تو پوری ہو گئی اور سہو کے سجدہ سمیت سات ہوئیں امام کہتے ہیں کہ میرے دل میں تو یہ خیال ہوا کہ دو رکعت ہوئی اور لقمہ دینے سے میں نے دو کھڑے ہو کر اور پڑھ لی اور سہو کا سجدہ کر لیا نماز ہوئی یا نہیں اس حساب سے پانچ رکعت ہوتی ہیں جب کہ امام نے چار رکعت پڑھ لی تو سجدہ سہو لازم تھا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۱۷ ابراہیم خاں (الور) ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۱۷) نماز ہو گئی اور چھ رکعت جو امام نے پڑھیں وہ چھ رکعت سب تراویح میں شمار ہوں گی سجدہ سہو نہ کیا جاتا تب بھی نماز ہو جاتی اور کر لیا تو بھی نماز ہو گئی سجدہ سہو کو نماز میں شامل کر کے سات رکعت قرار دینا غلط ہے سجدہ سہو کی رکعت شمار نہیں ہوتی (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) تراویح عورتوں کے لئے بھی سنت مؤکدہ ہے
(۲) تنہا فرض پڑھنے والا وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے

(سوال) (۱) تراویح مردوں کے لئے ہی سنت مؤکدہ ہے یا عورتوں کے لئے بھی ؟ (۲) ایک شخص نے ماہ رمضان میں فرض تنہا پڑھے تو کیا وہ وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۳۹ ولی محمد (کاٹھیاواڑ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ۷ انومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۱۸) (۱) تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے مگر عورتوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ نہیں (۳) (۲) جو شخص تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے وہ وتر کی جماعت میں بھی شریک ہو سکتا ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) وهي عشرون ركعة الخ (تنوير) وهو قول الجمهور' و عليه عمل الناس شرقاً و غرباً (رد المحتار' مبحث صلاة التراويح ۲/۴۵ ط سعيد)

(۲) فلو فعلها بتسليمة فإن قعد لكل شفع صحت بكراهة الخ (الدر المختار' باب الوتر والنوافل' مبحث صلاة التراويح ۲/۴۵ ط سعيد)

(۳) التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء اجماعا (التنوير و شرحه' باب الوتر والنوافل' مبحث صلاة التراويح ۲/۴۳ ط سعيد) (۴) وكذا إذا لم يتابعه في التراويح ولا يتابعه في الوتر ...... إذا صلى مع الإمام شيئا من التراويح يصلي معه الوتر ...... وكذا إذا صلى التراويح مع غيره له أن يصلي الوتر معه' وهو الصحيح الخ (حلبي كبير' فروع' ص ۴۱۰ ط سهيل اكيدمي' لاهور)

بیس رکعت تراویح پر ائمہ اربعہ کا اتفاق

(سوال) زید و بکر کا جھگڑا یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ تراویح کی نماز صرف آٹھ رکعت ہیں حضرت عمرؓ نے نہ تو بیس رکعتیں پڑھیں اور نہ پڑھنے کا حکم کیا شرع سے ثبوت دینے پر میں بھی بیس رکعت پڑھوں گا اب آپ کی خدمت میں بکر کی عرض یہ ہے کہ مذکور سوال کا جواب شرع سے دیں کوئی حدیث تحریر فرمائیں تو کتاب کا نام اور صفحہ بھی درج فرمائیں؟ المستفتی نمبر ۲۱۷۱ عبدالرحمٰن صاحب گاندھولہ ضلع گنٹور (مدراس)

۲ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ م ۵ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۶۱۹) تراویح کی بیس رکعتیں ہیں بیس سے کم کا چاروں اماموں میں سے کوئی قائل نہیں۔ بیس سے زیادہ کے امام مالک اور امام شافعی قائل ہیں(۱)

آٹھ رکعت والی روایت نماز تہجد کے متعلق ہے اور نماز تہجد تراویح سے جدا ہے۔ مؤطا امام مالکؒ میں یہ روایت ہے۔ عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث و عشرین رکعة (۲) یعنی یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں تئیس رکعتیں پڑھتے تھے (یعنی بیس تراویح اور تین وتر) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پندرہ سال والے لڑکے کے پیچھے تراویح کا حکم

(سوال) پندرہ سال سے کم اور بارہ سال سے زیادہ عمر والے بچے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۴۱ حافظ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ)

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۶۲۰) پندرہ سال سے کم عمر کا لڑکا اگر بالغ ہو جائے (مثلاً اسے احتلام ہونے لگے) تو اس کے پیچھے تراویح جائز ہے اگر کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر پوری ہونا ضروری ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حضور ﷺ سے کتنی رکعات تراویح ثابت ہے؟

(سوال) حضور اکرم ﷺ نے ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کتنی رکعتیں پڑھائی ہیں؟ ثبوت مستند حدیث سے ہو؟

---

(۱) وهی عشرون رکعة الخ (التنویر) قال الشامی: " وهو قول الجمهور و علیه عمل الناس شرقاً و غرباً الخ (باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراویح ۲/ ٤٥ ط سعید)

(۲) موطا الإمام مالك باب ماجاء فی قیام رمضان ص ۹۸ ط میر محمد کتب خانه، کراچی)

(۳) بلوغ الغلام بالا حتلام والإحبال والا نزال الخ وإن لم یوجد فیهما شئی فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة، به یفتی (الدر المختار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالا حتلام ۶/ ۱۵۳ ط سعید)

المستفتی نمبر ۳۲۷۷ مولانا اختر شاہ صدر مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ۔ ۷ شعبان ۱۳۶۲ھ

(جواب ۶۲۱) نماز تراویح رسول اللہ ﷺ نے صرف تین دن جماعت سے پڑھائی ہے چوتھے دن باوجو صحابہؓ کے اجتماع اور اس کوشش کے کہ حضور اکرم ﷺ حجرے سے نکلیں اور نماز پڑھائیں حضور ﷺ تشریف نہیں لائے اور فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے (۱) چنانچہ تراویح کی نماز مسج میں جماعت کے ساتھ نہ اس رمضان کے باقی ایام میں حضور اکرم ﷺ نے پڑھائی نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ مبارک میں جماعت سے پڑھی گئی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی کئی سال ایک جماعت اہتمام نہیں ہوا پھر حضرت عمرؓ نے جماعت تراویح کا اہتمام کیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو تراویح پڑھانے متعین فرمادیا (۲)

رسول اللہ ﷺ نے تیسرے روز صبح صادق کے قریب تک تراویح کی نماز پڑھائی اور اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ نے کتنی رکعتیں پڑھائیں مگر یہ بات متفق علیہ ہے کہ تیسری رات قریب صبح صادق تک نماز پڑھی گئی صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ آج سحری کھانے کا موقع بھی ملتا ہے یا نہیں۔

اکثر روایتوں سے حضور اکرم ﷺ کا آٹھ رکعتیں ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیس رکعتیں ثابت ہوتی ہیں حضرت ابن عباسؓ والی روایت کو محدثین ضعیف بتاتے ہیں مگر اس کا ضعف خلفائے راشدین اور جمہور امت محمدیہ کے عمل سے دور ہو جاتا ہے (۳) حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے زمانہ ہائے مبارکہ میں تراویح کی بیس رکعتیں پڑھی جاتی رہیں اور اسی پر تمام امت کا عمل رہا اور اب تک ہے کہ بیس سے کم رکعتیں نہیں بیس سے زیادہ کے تو امام مالکؒ قائل بھی ہیں (۴) غرض بیس رکعتوں والی روایت کو تلقی امۃ بالقبول کی قوت حاصل ہے اور اس وجہ سے ضعف سند مضر نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) عن عائشةؓ أنه ﷺ صلى في المسجد فصلى بصلوته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الثالثة فلم يخرج إليهم فلما أصبح قال : " قد رأيت الذى صنعتم فلم يمنعنى من الخروج إليكم إلا أنى خشيت أن تفرض عليكم " (حلبى كبير تراويح ص ۴۰۱ ط سهيل)

(۲) و عن عبدالرحمن بن عبدالقارى قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان إلى المسجد فإذا الناس أو زاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه و يصلى الرجل فيصلى بصلوته الرهط " فقال : " إنى لو جمعت هؤلاء على قارى واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبى بن كعب الحديث (آثار السنن، باب فى جماعة التراويح ص ۲۰۱ امداديه، ملتان)

(۳) وهى إن كان ضعيفة لكنها تقوى حديث ابن عباس فلا شك فى كونه حسناً الخ (التعليق الحسن على آثار السنن، باب فى جماعة التراويح، ص ۱۹۹ ط امداديه، ملتان)

(۴) قال فى التنوير :" وهى عشرون ركعة " وقال الشامى :" وهو قول الجمهور و عليه عمل الناس شرقاً و غرباً و عن مالك ست و ثلاثون الخ (مبحث صلاة التراويح ۲/۴۵، ط سعيد)

اجرت لیکر تراویح پڑھانا

(سوال) متعلقہ اجرت تراویح

(جواب ۶۲۲) اجرت دیکر قرآن شریف تراویح میں پڑھوانا درست نہیں(۱) اگر بے اجرت لئے ہوئے پڑھنے والا حافظ نہ ملے تو سورت تراویح پڑھنا بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

درمیانی قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھیں تو دو شمار ہوں گی

(سوال) متعلقہ سہو قعدہ

(جواب ۶۲۳) جب کہ درمیان میں قعدہ نہیں کیا بھول کر دو رکعتوں کی جگہ چار پڑھ لیں تو اس میں سجدہ سہو ضرور کرنا چاہئیے تھا آخر کی دو رکعتیں معتبر ہوتیں اور اول کی دو رکعتیں بیکار ہوتیں اب تراویح کی دو رکعتیں جو کم رہیں وہ رہیں اب ان کی کوئی صورت نہیں امام تارک سنت ہوا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) تنہا فرض پڑھنے والا وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے
(۲) تراویح میں مقتدی کے لئے ثناء پڑھنے کا حکم

(سوال) (۱) زید بکر وغیرہ نے نماز عشاء تنہا پڑھی اور تراویح باجماعت تو زید بکر وغیرہ کو وتر تنہا پڑھنا بہتر ہے یا جماعت کیونکہ فرض عشاء جماعت سے نہیں پڑھی (۲) نماز تراویح میں امام مقتدی کو لازم ہے کہ ہر دو رکعت کی ابتدا میں ثنا پڑھیں یا صرف امام کا ثنا پڑھنا کافی ہوگا مقتدی سکوت اختیار کریں یا وہ بھی ضرور پڑھیں ؟

(جواب ۶۲۴) (۱) اگر تراویح کی جماعت میں شریک ہو گیا ہو تو وتر کی جماعت میں بھی شریک ہو سکتا ہے(۳) (۲) اگر امام ثناء جلدی سے پڑھ کر قرأت شروع کردے تو مقتدی ثناء نہ پڑھیں اور جب تک امام قرأت شروع نہ کرے مقتدی ثناء پڑھ لیں(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وإن القراء ة لشئی عن الدنیا لا تجوز وإن الا خذوالمعطی آثمان' لا ذلك یشبه الا ستئجار علی القراء ة و نفس الاستئجار علیها لا یجوز فکذا ما أشبه ...... ولا ضرورة فی جواز الا ستئجار علی التلاوة (رد المحتار' باب قضاء الفوائت' مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل ۲/۷۳ ط سعید)

(۲) وإن صلی أربع رکعات بتسلیمة واحدة' والحال أنه لم یقعد علی رکعتین تجزی عن تسلیمة واحدة وهو المختار (حلبی کبیر' فروع ص ۴۰۸ ط سهیل اکیڈمی' لاهور)

(۳) ولو لم یصلها أی التراویح بالإمام أو صلاها مع غیره له أن یصلی الوتر معه الخ (التنویر و شرحه' مبحث صلاة التراویح ۲/۴۸ ط سعید)

(۴) أدرك الإمام فی القیام یثنی مالم یبدأ با لقراء ة الخ (الدر المختار' فصل فی تالیف الصلاة ۱/۴۸۸ ط سعید)

امامت کی اجرت لینا جائز ہے، تراویح کی نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۸ء)

(سوال) گزشتہ ماہ رمضان سنہ رواں میں یہاں کے تجار کاٹھیاواڑی اور کچھی میمنوں نے ایک مصری حافظ صاحب کو بمبئی سے ایک سو تیس روپے اجرت مقرر کر کے پکھیوں والی مسجد میں تراویح پڑھانے کو بلایا تھا اور یہاں کے ایک ہفتہ وار اخبار "البرہان اکولہ" مطبوعہ یوم جمعہ ۹ رمضان ۱۳۴۶ء میں مندرجہ ذیل مضمون شائع ہوا تھا۔

"مقامی بیس مساجد میں سے صرف سات مسجدوں میں تراویح قرآن شریف کا دور ہو رہا ہے خصوصاً کچھی صاحبان کی مسجد میں مولانا سید احمد صاحب مصری قاری کو جو کہ جامعہ ازہر کے ایک جید عالم ہیں بلایا گیا ہے۔"

اس اخباری شہرت نیز اکولہ میں مشہور عبدالقادر قندھاری صاحب مولوی بیڑی پان والے کی دکان پر بیٹھ کر مدح سرائی کی وجہ سے پکھیوں والی مسجد میں افطار و تراویح کے وقت مسلمانوں کا زیادہ ہجوم رہتا تھا۔ کیا اجرت دیکر امام مذکور کو بلانا جائز ہے؟

(جواب ۶۲۵) متاخرین فقہائے حنفیہ نے امامت کی اجرت لینے دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے(۱) پس اگر امام مذکور سے معاملہ امامت نماز کے متعلق ہوا تھا تو درست تھا لیکن قرآن مجید تراویح میں سنانے کی اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے اگر معاملہ قرآن مجید سنانے کے لئے ہوا تھا تو ناجائز تھا(۲) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

نابالغ کے پیچھے تراویح جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) نماز تراویح بالغوں کی نابالغ کے پیچھے آیا صحیح ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۲۶) نابالغ امام کے پیچھے بالغوں کی اقتدا نماز تراویح میں بھی جائز نہیں(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ

تراویح میں دو مرتبہ قرآن ختم کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) جب حافظ رمضان میں کلام الٰہی تراویح میں ایک قوم کے سامنے ختم کرے پھر دوسری قوم کے

---

(۱) ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمام والأذان (الدر المختار' باب الإجارة الفاسدة ۶/۵۵ ط سعید)

(۲) وأن القراءة لشئی عن الدنیا لا تجوز وأن الآخذوالمعطی آثمان' لأن ذلك یشبه الا ستئجارة علی القراءة الخ (رد المختار' باب قضاء الفوائت' مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل ۲/۷۳ ط سعید)

(۳) ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وخنثی و صبی مطلقاً ولو فی جنازة و نفل علی الأصح (درمختار) والمختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها الخ (رد المحتار' باب الإمامة ۵۷۷.۵۷۸ ط سعید)

سامنے ختم کرنے سے اس دوسری قوم کا سنت ختم ادا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۶۲۷) ہاں اگر کوئی حافظ قرآن دس روز ایک جماعت کو تراویح میں قرآن مجید سنادے اور دس روز دوسری جماعت کو اور دس روز تیسری جماعت کو تو تینوں جماعتوں کو سنت ختم کا ثواب مل جائے گا(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) تراویح میں تسبیحات معمولی آواز سے پڑھی جائیں
(۲) وتر کے بعد "سبحان الملك القدوس" بلند آواز سے پڑھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) ماہ رمضان میں تراویح کی نماز میں تسبیحات جو بلند آواز سے پڑھتے ہیں کیا آہستہ نہیں پڑھ سکتے ؟ (۲) اور کیا بعد نماز وتر کے سبحان الملك القدوس اونچی آواز سے بولنا ضروری ہے ؟

(جواب ۶۲۸) (۱) تسبیحات آہستہ پڑھنا بہتر ہے 'معمولی آواز سے پڑھنے میں مضائقہ تو نہیں لیکن آہستہ پڑھنا افضل ہے(۲) (۲) وتر کے بعد سبحان الملك القدوس ذرا اونچی آواز سے کہنا مستحب ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تراویح میں نابالغ کی امامت

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) ایک نابالغ لڑکا حافظ ہو گیا ہے اور ایک مسجد میں تراویح پڑھا رہا ہے سوال یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے تراویح ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ شرح وقایہ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ نابالغ عورت یا مرد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور آگے جا کر یہ تشریح کی ہے کہ نابالغ کے پیچھے نماز اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ نماز ابھی اس پر فرض نہیں ہوئی ہے جو بجائے خود بالکل درست ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہ ہو گی لیکن اب سوال یہ ہے کہ تراویح جو نوافل میں داخل ہے نابالغ کے پیچھے ہوں گی یا نہ ہوں گی اس لئے کہ مؤلف مذکور نے امام نخعی کے حوالے سے نماز تراویح کو نابالغ کے پیچھے پڑھنا جائز بتایا ہے لیکن بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ تراویح بھی نابالغ کے پیچھے نہیں ہوتی ہیں اب صورت حال یہ ہے کہ اس نابالغ کے سوا

---

(۱) الختم مرة سنة و مرتين فضيلة و ثلث افضل الخ (الدر المختار' مبحث صلاة التراويح ۲/ ۴۶ ط سعيد)

(۲) عن أبي موسى الأشعري قال " أخذ النبي ﷺ في عقبة أو قال في ثنية " قال :" فلما علا عليها رجل نادى فرفع صوته لا إله إلا الله والله اكبر ، قال :" ورسول الله ﷺ على بغلته قال :" فإنكم لا تدعون أصم ولا غائباً الحديث (بخاري' باب قول لا حول ولا قوة إلا بالله ۲/ ۹۴۸-۹۴۵ ط قديمي كتب خانه' كراچي)

(۳) عن سعيد بن عبدالرحمن بن أبزى عن أبيه قال :" كان رسول الله ﷺ يوتر بسبح اسم ربك الاعلىٰ وقل يا ايها الكفرون و قل هو الله احد وإذا سلم قال سبحان الملك القدوس ثلث مرات يمد صوته في الثالثة ثم يرفع (نسائي' التسبيح بعد الفراغ من الوتر ۱/ ۱۹۶ ط سعيد)

دوسرا کوئی حافظ موجود نہیں اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی گئی تو یا مسجد سونی پڑی رہے گی یا کسی کو معاوضہ دیکر بلانا پڑے گا؟

(جواب ۶۲۹) صحیح اور راجح یہی ہے کہ نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی (۱) اگر بالغ حافظ نہ مل سکے یا ملے مگر وہ اجرت لیکر پڑھے تو سورت تراویح پڑھ لینی بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) پیسے دیکر تراویح پڑھانا
(۲) موقوفہ دکان کی آمدنی سے امام مسجد کو تنخواہ دینا
(۳) تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز
(۴) تراویح کی اجرت لینا جائز نہیں
(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۳۸ء)

(سوال) (۱) ایک مسلمان خود نماز پنجگانہ یا تراویح نہیں پڑھتا لیکن بغرض حصول ثواب روپیہ دیکر کسی مسلمان سے نماز تراویح پڑھواتا ہے تو اسے ثواب ملے گا یا نہیں ؟ (۲) کسی مسلمان نے ایک مسجد پر اپنا موضع یا مکان وغیرہ بغرض حصول ثواب وقف کر دیا ہے تاکہ اس کی آمدنی سے انتظام صوم و صلوۃ و مرمت مسجد وغیرہ ہوتی رہے وقف کنندہ یا متولی روپیہ دیکر نماز تراویح پڑھواتا ہے اس مسجد میں کوئی امام برائے نماز پنجگانہ نہیں ہے تو وہ روپیہ جو تراویح میں خرچ ہو اوقف کنندہ کو اس کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟ (۳) کسی مسجد میں ایک امام بہ تنخواہ قلیل یا کثیر پنج وقتہ نماز پڑھانے کے لئے مقرر ہے اور وہ نماز تراویح بھی پڑھاتا ہے تو ایسی نماز تراویح سے امام و مقتدی کو ثواب ملے گا یا نہیں ؟ (۴) ایسا روپیہ جو امام صاحبان نماز تراویح میں خلاف شرع لیتے ہیں تو وہ رقم حلال ہے یا حرام ؟

(جواب ۶۳۰) (۱) روپیہ دینا جب تراویح کے معاوضہ میں جائز ہی نہیں ہے تو اس کا ثواب کیا ملے گا (۲) (۲) اگر اس مسجد میں امام کوئی مقرر نہیں فرض نمازوں کے پڑھانے کے لئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ صرف رمضان المبارک کی امامت کے لئے کسی شخص کو پنج وقتی نمازوں کے لئے اور نماز تراویح پڑھانے کے لئے امام مقرر کر دیا جائے تو واقف کو ثواب ہوگا لہذا بہتر یہی ہے بلکہ ایسی صورت وقف مذکور میں ضروری ہے کہ بارہ مہینوں کے لئے امام مقرر کر لیا جائے تاکہ بارہ مہینے نماز باجماعت ہوتی رہے اور جائداد موقوفہ کی آمدنی میں سے پیش امام کو تنخواہ دی جائے تو اس تنخواہ کی دینے کا واقف کو بھی ثواب ملے گا (۳) (۳) بے

(۱) ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی و صبی مطلقاً' ولو فی جنازۃ و نفل علی الأصح الخ (الدر المختار' باب الإمامة ۵۷۷/۱ ط سعید)
(۲) وأن القراء ۃ لشئی عن الدنیا لا تجوز وا لآخذ والمعطی آثمان' لأن ذلك یشبه الاستئجار علی القراء ۃ و نفس الا ستئجار علیها لا یجوز فكذا ما أشبهه كما صرح بذلك فی عدة كتب من مشاهیر كتب المذهب الخ (رد المحتار باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصية بالختمات والتهالیل ۷۳/۲ ط سعید)
(۳) ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب بعمارته كإمام مسجد و مدرس و مدرسة یعطون بقدر كفایتهم الخ (الدر المختار' كتاب الوقف ۳۶۶/٤-۳۶۷' ط سعید)

شک ایسی نماز تراویح سے امام و مقتدیان کو بھی ثواب ملے گا(۱) یہ رقم جو ناجائز طریق پر وہ لیں گے ان کے لئے مکروہ تحریمی ہوگی۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیرھواں باب
سجدہ تلاوت اور نفلی سجدہ

بعد نماز سجدہ کی حالت میں دعا کرنا ثابت نہیں

(سوال) آج کل بعضے آدمی جب نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو دونوں کف دست چت کر کے یا بغیر اس کے سر بسجود ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اور گڑ گڑاتے ہیں سند اور دلیل میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ خواب راحت فرماتے تھے اتفاق سے شب برأت تھی تھوڑی رات کے بعد جو میں جاگی دیکھتی ہوں کہ آپ بستر پر نہیں ہیں تو میں آپ کو تلاش کرنے کے واسطے نکلی اس خیال سے کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے گھر گئے ہوں گے اور میں نے سب گھروں میں تلاش کیا کہیں آپ کا پتہ نہ لگا آخر ش میں جنت البقیع کی طرف گئی کہ شاید آپ وہاں گئے ہوں جب میں وہاں گئی تو دیکھتی ہوں کہ آپ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی امت کی بخشش کی دعا کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور گڑ گڑا رہے ہیں اور ایک حدیث جو حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے دلیل میں پیش کرتے ہیں قال قال رسول اللہ ﷺ الا انی نهیت ان اقرأ القران راکعاً وساجداً فاما الركوع فعظموا فيه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ان یستجاب لکم رواہ مسلم کذافی المشکوۃ باب الرکوع (۲) اب سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز کے بعد سر بسجود ہو کر دعا مانگنا اور اپنی مرادیں مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں حدیثوں سے استدلال پکڑنا صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۳۱) سوال میں جو احادیث منقول ہیں ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفل نماز کے اندر سجدہ میں دعا مانگی گئی ہے یا مانگی جائے بعد نماز صرف دعا کے لئے سجدہ کرنے کا ثبوت ان احادیث سے نہیں ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ نماز کے بعد محض دعا کرنے کے لئے سجدہ کرنے کی اصل شریعت میں نہیں بیشک سجدہ شکر جو کسی نعمت کے حصول پر کیا جائے وہ بقول مفتی بہ جائز ہے اور صرف دعا کے لئے سجدہ کرنے سے فقہا اس لئے منع کرتے ہیں کہ اس سے جہلا کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے۔ وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلوة لان الجهلة يعتقدونها سنة اوواجبة وكل مباح يؤدى اليه فمكروه (درمختار(۳)) قوله لكنها تكره بعد الصلوة الخ الضمير للسجدة مطلقا قال فی شرح

---

(۱) ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقة والإمامة والأذان الخ (الدر المختار' باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٥ ط سعيد)
(۲) (الفصل الأول ص ۸۲ ' ط سعيد)
(۳) باب سجود التلاوة مطلب فی سجدة الشكر ۲/۱۱۹، ۱۲۰ ط سعيد)

المنية اخر الكتاب عن شرح القدورى للزاهدى اما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلوة فمكروه كان الجهلة يعتقد ونها سنة اوواجبة وكل مباح يؤدى اليه فمكروه انتهى و حاصله ان ما ليس لها سبب لا تكره مالم يؤد فعلها الى اعتقاد الجهلة سنيتها كالتى يفعلها بعض الناس بعد الصلوة ورأيت من يواظب عليها بعد صلوة الوتر ويذكرأن لها اصلا وسنداً فذكرت له ماهنا فتركها . ثم قال فى شرح المنية وأماماذكرنا فى المضرات ان النبى ﷺ قال لفاطمة رضی اللہ عنہا ما من مؤمن ولا مؤمنة يسجد سجد تين الى اخر ما ذكر فحديث موضوع باطل لا اصل له. انتهى (رد المحتار) (۱) واللہ اعلم

نماز کے بعد سجدہ دعائیہ کا حکم

(سوال) نماز پڑھنے کے بعد سجدے میں گر کر قضائے حاجات کے لئے دعامانگنی ادعیہ ماثورہ سے یا غیر ماثورہ سے عربی میں یا عجمی میں جائز ہے یا ناجائز؟ اور آنحضرت ﷺ سے نماز کے بعد یا قبل ایسا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ جواب قرآن وحدیث وآثار سے دیا جائے؟

المستفتی اے ای ایم داؤجی نمبر ۲۲ اسٹنڈ رڈ روڈ۔ رنگون

(جواب ۶۳۲) نماز کے بعد سجدہ دعائیہ کو فقہائے کرام نے مکروہ فرمایا ہے فتاوی عالمگیری (۲) میں ہے۔ وما يفعل عقيب الصلوة مكروه كان الجهال يعتقدونها سنة اوواجبة وكل مباح يؤدى اليه فمكروه. یعنی جو سجدہ کہ نماز کے بعد کیا جاتا ہے مکروہ ہے کیونکہ عوام اس کو واجب یا سنت اعتقاد کر لیتے ہیں اور جو مباح کہ اعتقاد وجوب یا سنیت پیدا کرے مکروہ ہو جاتا ہے اسی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فی حد ذاتہا مباح ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس مباح کو واجب یا سنت سمجھ لیا جاتا ہے یا لوگ دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں اور جو کوئی نہ خود ایسا سمجھتا ہو اور نہ لوگوں کے سامنے کرے بلکہ تنہائی میں کرے تو مباح ہے۔ آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ عظام کا یہ طریقہ نہ تھا۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی

سورہ ص میں کونسی آیت پر سجدہ کیا جائے؟

(سوال) سورہ ص کا سجدہ آیت مآب پر صحیح ہے یا اناب پر؟

المستفتی نمبر ۱۴۳۴ حکیم نظام الدین صاحب اجمیری۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۱۷ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب) (از مولانا احمد سعید صاحب) سورہ ص کا سجدہ آیت مآب پر صحیح ہے اناب پر درست نہیں ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

(۱) (باب سجود التلاوة، مطلب فى سجدہ الشكر ۲/ ۱۲۰، ط سعيد)
(۲) (الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة ۱/ ۱۳۶، ط ماجدیہ، کوئٹہ)

(جواب ۶۳۳) (از حضرت مفتی اعظمؒ) حسن ماب پر سجدہ کرنا اولیٰ اور احوط ہے اور یہی قول راجح ہے اور دوسرا قول کہ اناب پر سجدہ ہے مرجوح ہے کذافی حاشیۃ مراقی الفلاح للطحطاوی (۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ

رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کی تو ادا ہوگا؟

(سوال) زید نے تراویح پڑھاتے ہوئے آیت سجدہ کو پڑھ کر فوراً ہی رکوع کیا اور سجدہ تلاوت کو سجدہ نماز میں ادا کیا تو سجدہ تلاوت بھی ہو گیا یا نہیں؟ یعنی زید کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟ اگر سجدہ تلاوت کو سجدہ نماز میں ادا کرنا ناجائز خیال کرتے ہیں تو وہاں سجدہ تلاوت کو مستقل کرنا بہتر ہے یا سجدہ نماز میں ادا کرنا بہتر ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۷۲ محمود علی صاحب (سہارنپور)

۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۳۴) آیت سجدہ پڑھ کر رکوع میں چلے جانے اور سجدہ تلاوت کی نیت کر لینے سے سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے (۲) لوگوں کو مسئلہ معلوم نہ ہو تو ان کو دریافت کر لینا چاہئے خواہ مخواہ امام صاحب کے خلاف طوفان بپا کرنا کوئی دانشمندی نہیں ناواقفیت اور جہالت اپنی اور اعتراض امام پر، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے امام بھی سجدہ تلاوت مستقل طور پر ادا کر لے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نماز صبح کے بعد سجدہ تلاوت ادا کرنا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۸ء)

(سوال) صبح کی نماز ختم کرنے کے بعد جب کہ سورج نکلنے میں پندرہ منٹ باقی ہیں سجدہ تلاوت جو ایک روز پہلے یا کسی وقت گزشتہ میں واجب ہو چکا ہے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۳۵) صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے سجدہ تلاوت کر لینا جائز ہے خواہ پہلے کا واجب ہو یا اسی وقت آیت سجدہ تلاوت کی گئی ہو (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) (وص) وظن داؤد أنما فتناه فاستغفر ربه و خررا كعاً و أناب فغفر نا له ذلك وإن له عندنا لزلفى و حسن مآب' وهذا هو الأولى مما قال الزيلعي تجب عند قوله " وخررا كعا و أناب و عند بعضهم عند قوله تعالى :" و حسن مآب" الخ (باب سجود التلاوة ص ۲۸۹' ط مصر)

(۲) وتؤ دى بركوع صلاة إذا كان الركوع على الفور من قراء ة اية ...... إن نواه أى كون الركوع لسجود التلاوة على الراجح الخ (التنوير و شرحه' باب سجود التلاوة ۲/۱۱۱-۱۱۲ ط سعيد)

(۳) لا يكره قضاء فائتة ولو وتراً و سجدة تلاوة وصلاة جنازة الخ (الدر المختار' كتاب الصلاة ۱/۳۷۵ ط سعيد)

چودھواں باب
سجدہ سہو

مقدار رکن کی تاخیر سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے

(سوال) تاخیر واجب میں سجدہ سہو آتا ہے اور تاخیر اندازہ مقدار تین تسبیح کا ٹھہرایا گیا ہے جیسے قرأۃ سے فارغ ہو کر مقدار تین تسبیح کھڑا رہا یا بعد فراغ تشہد اسی قدر بیٹھا رہا تاخیر رکن یا واجب کی مقدار تین تسبیح نہ ہونے پر سجدہ سہو واجب نہیں اب اگر کوئی شخص پانچویں رکعت کی طرف کھڑا ہو گیا یا تیسری رکعت صلوۃ رباعیہ میں بیٹھ گیا اگر اس قیام اور قعود میں بھی مقدار تسبیح ملحوظ ہے تو منیۃ المصلی کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا جس سے محض قیام و قعود بلا مقدار تسبیح معلوم ہوتا ہے۔ **ولو قام الی الخامسة او قعد فی الثالثة یجب بمجرد القیام والقعود.**

المستفتی نمبر ۳ مولوی عبدالعزیز مدرس مدرسہ مفید الاسلام۔ نول گڈھ۔ جے پور

۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۱۳ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۶۳۶) پانچویں رکعت کی طرف کھڑے ہو جانے یا تیسری رکعت پر صلوۃ رباعیہ میں بیٹھ جانے میں بھی وہی مقدار رکن مراد ہے اور جن عبارتوں میں بمجرد قیام و قعود وجوب سجدہ سہو کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قیام و قعود کے بعد قرأت و تشہد ہو یا نہ ہو صرف قیام و قعود سے ہی سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے کسی دوسری بات کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قیام اور قعود کا تحقق ہی اس کے لئے کافی ہے کہ تاخیر بمقدار رکن ہو گئی۔(۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

سجدہ سہو کئے بغیر سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(سوال) ایک امام صاحب نماز میں کوئی سہو آجائے تو سجدہ سہو نہیں کرتے سلام کے بعد کوئی بتائے تو بعد گفتگو سجدہ سہو کر لیتے ہیں اور بغیر سلام سجدہ سہو ادا کرتے ہیں؟

(جواب ۶۳۷) کلام کے بعد سجدہ سہو سے نماز نہیں ہوتی اور سجدہ سہو سلام کے بعد ہونا چاہیئے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) ولا یجب السجود إلا بترك واجب أو تاخیره أو تاخیر رکن الخ (عالمگیریة، باب سجود السهو، ۱/۱۲۶ ط ماجدیه)

(۲) ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویا للقطع لأن نیة تغییر المشروع لغو مالم یتحول عن القبلة أو یتکلم لبطلان التحریمة الخ (التنویر و شرحه، باب سجود السهو ۲/۹۱ ط سعید) ویجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط بسجدتان و تشهد و سلام، لأن سجود السهو یرفع التشهد ویأتی بالصلوة علی النبی ﷺ والدعاء فی القعود الأخیر (التنویر و شرحه، باب سجود السهو ۲/۷۷-۷۸)

التحیات کے بجائے الحمد للہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا

(سوال) التحیات کے بجائے الحمد پڑھ لی تو کیا سجدہ سہو ہے؟

المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی - ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۳۸) التحیات کی جگہ الحمد پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوگا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو کا حکم

(سوال) نماز جمعہ و نماز عیدین میں اگر سجدہ سہو ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۰۰۷ عبدالستار (گیا) ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۳۹) جماعت زیادہ بڑی نہ ہو اور گڑبڑ کا خوف نہ ہو تو جمعہ و عیدین میں بھی سجدہ سہو کر لیا جائے البتہ کثرت جماعت کی وجہ سے گڑبڑ کا خوف ہو تو سجدہ سہو ترک کر دینا مباح ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جہری نماز میں سراً قرأت کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا

(سوال) فرض نماز جہر والی میں ایک رکعت پڑھ کر دوسری رکعت میں امام جہر بھول گیا اور خاموشی سے سورہ فاتحہ پڑھی اور سورۃ بھی پڑھی سورۃ پڑھنے کے دوران میں جب کہ آدھی سے زیادہ پڑھ چکے اور یاد آگئی تو باقی سورت کو جہر سے پڑھی جائے یا نہیں اگر یاد آنے کے بعد جہر نہیں کیا تو نماز ناقص نہ ہوئی اور سجدہ سہو کر لیا تو نماز صحیح ہو گئی یا نہیں کراہت دار یا بلا کراہت مسئلہ نمبر ۳۸ بہشتی زیور حصہ دوسرا سجدہ سہو کے بیان میں' فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں یا ایک میں الحمد پڑھنی بھول گئی چپکے کھڑی رہ کے رکوع میں چلی گئی تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۵۸۹ انعام الٰہی صاحب (دہلی) ۹ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ ۱۸ اپریل ۱۹۴۰ء

(جواب ۶۴۰) اگر جہری نماز میں قرأۃ سراً پڑھ لی جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے(۳) اگر قرأۃ بھولے سے آہستہ پڑھنی شروع کر دی اور درمیان میں یاد آیا کہ نماز جہری ہے مگر باقی قرأۃ بھی آہستہ ہی پوری کر لی جب بھی سجدہ سہو سے نماز صحیح ہو گئی بشرطیکہ جتنی قرأۃ آہستہ پڑھی تھی وہ جواز نماز کے لئے

---

(۱) وإذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذلك إذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو الخ (عالمگیریة' الباب الثانی عشر فی سجود السهو' ۱۲۷/۱ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) والسهو فی صلاة العيد والجمعة والمكتوبة سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فی الأوليين لدفع الفتنة كما فی جمعة البحر الخ (الدر المختار' باب سجود السهو ۹۲/۲ ط سعید)

(۳) والجهر فيما يخافت فيه الإمام وعكسه لكل مصل فی الأصح' والا صح تقديره بقدر ما تجوز به الصلاة فی الفصلين و قيل قائله قاضی خان يجب السهو بهما أی بالجهر والمخافتة مطلقاً أی قل أو كثر' وهو ظاهر الرواية (تنویر و شرحه) و فی الشامية :" وقال فی شرح المنية ": الصحيح ظاهر الرواية' وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من تفرقة الخ (باب سجود السهو ۸۱/۲-۸۲ ط سعید)

کافی ہو اور اسے یاد آنے پر جہر کرنا چاہئیے مگر از سر نو فاتحہ اور سورۃ جہر سے پڑھے اور سجدہ سہو کر لے یہ نہ کرے کہ جہاں پر یاد آیا وہیں سے جہر شروع کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قعدہ اولیٰ میں " اللھم صل علی محمد "تک پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا

(سوال) تین یا چار رکعت والی نماز کے درمیانی قعدہ میں التحیات کے بعد اگر درود شریف اللھم صل علی محمد پڑھ لی جائے تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟ اور ایسا امام جو درود پڑھنے کے بعد سجدہ سہو نہ کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئیے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۷۹۵ غیاث الدین دہلی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(جواب ۶۴۱) فرض نماز کے درمیانی قعدہ میں تشہد پر اکتفا کرنا واجب ہے' درود شریف اگر اللھم صلی علی محمد تک پڑھ لیا جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا(۱) سجدہ سہو نہ کیا جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عیدین کی تکبیرات زوائد میں کمی کی تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) عیدین کی نماز چھ تکبیروں کے ساتھ دو رکعت واجب ہے اگر پیش امام ایک تکبیر بھول جائے تو سجدہ سہو کیا جائے یا نماز دوہرائی جائے ؟

المستفتی نمبر ۲۷۲۴ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس) ۸ صفر ۱۳۵۸ھ۔

(جواب ۶۴۲) سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

تاخیر واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے

(سوال) تاخیر واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۶۴۳) تاخیر واجب سے سجدہ سہو آتا ہے عالمگیری جلد اول ص ۱۳۳ میں موجود ہے۔ ولا یجب السجود الا بترك الواجب او تاخیرہ او تاخیر رکن الخ (۳) واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرسہ امینیہ' دہلی

---

(۱) وتاخیر قیام إلی الثالثة بزیادة علی التشهد بقدر رکن و قیل بحرف و فی الزیلعی' الأصح وجوبه باللهم صل علی محمد" (التنویر و شرحه' باب سجود السهو' ۲/ ۸۱ ط سعید)

(۲) ومنها تکبیرات العیدین' قال فی البدائع :" إذا ترکها أو نقص منها او زاد علیها ...... فإنه یجب علیه السجود' وقدروی الحسن عن أبی حنیفة إذا سها الإمام عن تکبیرة واحدة فی صلاة العید یسجد للسهو الخ (عالمگیریة' الباب الثانی عشر فی سجود السهو ۱/ ۱۲۸ ط ماجدیه)

(۳) (الباب الثانی عشر فی سجود السهو' ۱/ ۱۲۶ ط ماجدیه)

امام نے مغرب کی دو رکعتوں پر سلام پھیرا، بتلانے پر تیسری رکعت ملا کر سجدہ سہو کیا، نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجمعیۃ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) امام نے مغرب کی نماز میں دو رکعت ختم کر کے سلام پھیر کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اس پر آخر صف کے مقتدیوں نے کہا کہ نماز دو رکعت ہوئی ہے اور اس گفتگو میں خاصہ شور و شغب ہو گیا اس کے بعد امام نے پھر ایک رکعت نماز پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ امام کہتا ہے کہ جب تک امام کا سینہ قبلہ سے نہ پھرے اس وقت تک وہ نماز سجدہ سہو ادا کرنے سے ہو جائے گی جن مقتدیوں نے گفتگو کیا ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ (امام حنفی ہے، مقتدیوں میں حنفی، شافعی اور غیر مقلد تھے)

(جواب ٦٤٤) ہاں اگر امام نے خود کلام نہ کیا اور نہ قبلہ سے منحرف ہوا تو ایک رکعت پڑھ لینے اور سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو گئی اور جن مقتدیوں نے کلام نہیں کیا (اور امام کے ساتھ تیسری رکعت پڑھ لی) ان کی بھی نماز ہو گئی اور جن لوگوں نے کلام کیا ان کی نمازیں باطل ہو گئیں (۱) ان کو اپنی نمازیں از سر نو پڑھنی چاہئیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوسری رکعت میں بیٹھتے ہی سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گئی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۸ء)

(سوال) ایک شخص نے دو رکعت والی نماز پڑھی قعدہ اخیرہ میں بیٹھتے ہی سلام موڑ دیا التحیات اور درود وغیرہ کچھ نہیں پڑھا؟

(جواب ٦٤٥) نماز نہیں ہوئی۔ لوٹانا ضروری ہے (۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

سوال نمبر ٦٤٤ کا دوسرا جواب

(الجمعیۃ مورخہ ۱٦ اد سمبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) سوال مورخہ ۴ نومبر ۱۹۲۷ء کا دوسرا جواب

(جواب ٦٤٦) امام کی اور ان مقتدیوں کی جنھوں نے بات نہیں کی اور قبلہ رخ رہے نماز ہو گئی اور جن مقتدیوں نے بات کی یعنی یہ جملہ کہا کہ "دو رکعت نماز ہوئی ہے" اگر وہ حنفی ہیں تو مذہب حنفی کے موجب

---

(۱) ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویاً للقطع مالم یتحول عن القبلة او یتکلم لبطلان التحریمة الخ (التنویر وشرحه' باب سجود السهو ۲/۹۱ ط سعید)

(۲) ولها واجبات لا تفسد بترکها و تعاد وجوباً فی العمد والسهو إن لم یسجد له الخ (التنویر و شرحه' باب صفة الصلاة ۱/٤٥٦' ط سعید)

ان کو اپنی نماز دہرا لینی چاہئیے(۱) رہے شافعی اور غیر مقلد تو اگر وہ اس کو مفسد نماز نہ سمجھیں تو حنفیوں کو ان سے تعرض نہ کرنا چاہئیے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو کیا جائے یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری و یکم مارچ ۱۹۳۲ء)

(سوال) اگر امام کو نماز عیدین میں سہو ہو جائے اور واجب کو بھول کر مؤخر کر دے تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہئیے یا نہیں ؟

(جواب ٦٤٧) عید اور جمعہ کی نماز میں جبکہ مقتدیوں کی بہت بڑی جماعت شریک نماز ہو اور سجدہ سہو کرنے سے تلبس کا قوی اندیشہ ہو تو سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے تاکہ نماز اختلال و انتشار سے محفوظ رہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) پہلی رکعت میں بیٹھ کر کھڑا ہو تو سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں ؟
(۲) سجدہ سہو کئے بغیر سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ یکم فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) (۱) تراویح کی نماز میں امام پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے اس خیال میں کہ دوسری رکعت کا سجدہ ختم ہوا قعدہ میں بیٹھا ہو کہ مقتدی کے لقمہ دینے سے فوراً بلا تاخیر کھڑا ہوا اور دوسری رکعت پوری کی سجدہ سہو کئے بغیر، جس پر مقتدیوں میں ایک سندی عالم نے کہا کہ سجدہ سہو واجب ہوا تھا جس کو ترک کیا گیا ہے لہذا نماز لوٹانی واجب ہے (۲) امام پر سجدہ سہوا واجب تھا لیکن یاد نہ رہنے سے سلام پھیر کر نماز سے باہر آگیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

(جواب ٦٤٨) (۱) اگر دوسری رکعت میں بیٹھ کر فوراً بلا تاخیر کھڑا ہو گیا تو سجدہ سہو واجب نہیں(۳)
(۲) جب سجدہ سہو واجب ہو اور بھول کر بغیر سجدہ کئے سلام پھیر دیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہے(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) يفسدها التكلم' هو النطق بحرفين أو حرف مفهم الخ (الدر المختار' باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ٦١٣ ط سعيد)
(۲) السهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء' والمختار عند المتاخرين عدمه في الأوليين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر الخ و في الشامية :" قيده محشيها الواني بما إذا حضر جمع كثير' وإلا فلا داعي إلى الترك (باب سجود السهو' ۲/ ۹۲' ط سعيد) (۳) والتاخير اليسير' وهو مادون ركن معفو عنه (رد المحتار' باب صفة الصلاة مطلب في واجبات الصلوات' ۱/ ٤٦٠ ط سعيد) (٤) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعادو جوباً في العمد والسهو إن لم يسجد وإن لم يعدها يكون فاسقاً وهي قراءة فاتحة الكتاب وضم سورة ...... والقعدة الأولى ...... وتشهد ان الخ (التنوير و شرحه' باب صفة الصلاة ۱/ ٤٥٦ ...... ٤٥٧ ط سعيد)

پندرھواں باب
رکوع وسجدہ اور قعدہ

نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں

(سوال) نماز میں دو سجدے فرض ہیں یا ایک ؟ اگر کسی مقتدی کا کسی وجہ سے ایک سجدہ رہ جائے امام دونوں سجدے کرے تو مقتدی کی نماز ہو گی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۶ ۷ ـ ۷ ۲ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۶۴۹) دوسرا سجدہ بھی فرض ہے۔ السجود الثانی فرض کالا ول باجماع الامة کذافی الزاھدی (فتاویٰ عالمگیری) (۱) اگر مقتدی کو ایک سجدہ نہ ملا تو جس رکعت کا ایک سجدہ رہ گیا وہ رکعت محسوب نہ ہو گی ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جانے کا حکم

(سوال) ایک مسجد کے امام صاحب سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھا دیتے ہیں ؟

(جواب ۶۵۰) سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھا دینے سے نماز نہیں ہوتی (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امام کا درمیانی قعدہ میں دیر کرنا

(سوال) ایک امام صاحب قعدہ اولیٰ میں ہمیشہ دیر تک بیٹھے رہتے ہیں مقتدی اگر اعتراض کریں تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو میری عادت ہے میں خاموش تھوڑی دیر بیٹھا رہتا ہوں ؟

(جواب ۶۵۱) مقتدیوں کی رعایت سے ایسا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں (۳)

رکوع میں "ربی العظیم" کی بجائے "ربی الکریم" پڑھنا

(سوال) ردالمحتار شامی جلد اول ص ۳۶۵ باب مطلب فی اطالۃ الرکوع میں ہے کہ رکوع میں اگر **سبحان ربی العظیم** کی ظ برابر ادانہ ہو سکے تو اس کی جگہ **سبحان ربی الکریم** پڑھے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ظ برابر نہ ادا ہونے سے عزیم پڑھا جاتا ہے اور عزیم کے معنی شیطان کے ہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ

---

(۱) (الباب الرابع' الفصل الأول فی فرائض الصلاۃ ۱ / ۷۰ ط ماجدیه)
(۲) ومنها السجود بجبهة و قدميه ووضع إصبع واحدة منها شرط الخ (درمختار) أفاد أنه لولم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود الخ (رد المحتار' باب صفة الصلاۃ ۱ /۴۴۷ ط سعید)
(۳) وتاخير قيام إلى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن الخ (التنوير و شرحه باب سجود والسهو ۲ /۸۱ ط سعید)

سبحان ربی الکریم پڑھنا چاہئیے یہ مسئلہ ایک مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اب عام لوگوں نے سبحان ربی الکریم رکوع میں پڑھنا شروع کر دیا ہے کیونکہ عظیم کی ظ نہیں ادا ہوتی ہے اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۰۶۸ احمد صدیق (حیدر آباد سندھ) ۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۲۵ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۵۲) ہاں شامی جلد اول ص ۳۶۴ میں یہ جزئیہ درر البحار سے منقول ہے اور یہ احتیاط کی بنا پر کیا گیا ہے اور یہی حکم قرآن پاک میں جہاں ظا کی تبدیلی زا سے ہو جائے جاری ہوگا یعنی نماز فاسد ہوگی لیکن یہ جزئیہ قول بالفساد پر مبنی ہے اور متاخرین کے نزدیک مفتی بہ یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی خصوصاً عوام جن کو حروف میں فرق کرنا دشوار ہے پس عوام کو سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم بتانا ایک افتراق انگیز فتنہ ہوگا اور اس سے امت کو بچانا لازم ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

کرسی پر نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) عرض خدمت ہے کہ میں نوجوان اور تندرست آدمی ہوں کچھ بیماری وغیرہ نہیں مگر جس وقت سجدہ نماز میں جاتا ہوں تو شکم میں کچھ گرانی محسوس ہوتی ہے یعنی پیٹ میں کچھ بیکلی سی معلوم ہوتی ہے علاج بھی کیا گیا مگر افاقہ ندارد بہت کھاتا ہوں اور اچھی طرح چلتا پھرتا ہوں اور خوب توانا اور طاقتور بھی ہوں نیچے یعنی زمین پر نماز پڑھنا بہت دشوار معلوم ہو رہا ہے اس لئے عرض خدمت ہے کہ کیا میں کرسی پر بیٹھ کر روبرو کسی ٹیبل پر سجدہ کر سکتا ہوں یا نہیں یعنی کرسی پر بیٹھ کر ٹیبل پر سر جھکانا جائز ہے یا ناجائز

المستفتی نمبر ۱۳۹۳ محمد فضل اللہ افضال صاحب (مدراس) ۱۵ محرم ۱۳۵۶ھ م ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۵۳) کرسی پر پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھنا اور ٹیبل پر سجدہ کے لئے سر جھکانا جائز نہیں الا اس صورت میں کہ زمین پر بیٹھنا اور زمین پر سجدہ کرنا طاقت سے باہر ہو جائے زمین پر بیٹھ کر کسی اونچی چیز پر جو زمین سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی نہ ہو سجدہ کر لیا جائے تو عذر کی حالت میں جائز ہے(۲) محمد کفایت اللہ

تشہد میں حضور ﷺ کا تصور کرنا

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) ماقولکم فیمن یقول بتصویر النبی ﷺ فی الذھن عند قولہ " السلام علیک ایھا

---

(۱) السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم إلا إن کان لا یحسن الظاء فیبدل به الکریم' لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسد به الصلاة کذا فی شرح درر البحار' (رد المحتار' فصل فی بیان تالیف الصلاة' مطلب فی إطالة الرکوع للجائی ۱/ ۴۹۴ ط سعید)

(۲) إذا تعذر علی المریض القیام صلی قاعدا یرکع و یسجد فإن لم یستطع الرکوع والسجود أومی إیماء وجعل السجود أخفض عن الرکوع ولا یرفع إلی وجهه شیئا یسجد علیه الخ (قدوری' باب صلاة المریض ص ۵۱ ط سعید)

النبی" فی التشھد؟

(ترجمہ) تشہد میں السلام علیك ایھا النبی پڑھتے وقت نبی ﷺ کا تصور ذہن میں لانا کیسا ہے؟

(جواب ٦٥٤) اعلموا رحمکم اللّٰہ تعالیٰ تصور النبی ﷺ بقدر ان یعلم انه کان عبداً للّٰہ رسولا ارسل الیٰ خلقه للهدایة و انی اسلم علیه و یبلغ سلامی ھذا ملائکة جعلھم اللّٰہ سیاحین یسیحون فی الارض یطلبون صلواتٍ و تسلیمات من امته و اذا وجدوا بلغوا" صحیح جائز

اما تصویر النبی ﷺ فی الذھن بمعنی احضار صورته الشریفة فلیس بلازم ولا یتصور لمن لم یره ﷺ ولا یجوز ان یتوھم انه ﷺ یسمع ھذا الکلام باذنه الشریف من کل مصل یخاطبه بیا ایھا النبی" محمد کفایت اللہ غفر له'

(ترجمہ) تشہد میں نبی ﷺ کا تصور اس عقیدے کے ساتھ جائز ہے کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول تھے اور آپ کو اللہ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اور میں جو سلام و درود آپ کے اوپر بھیج رہا ہوں اس کو ملائکہ سیاحین آپ تک پہنچاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی کام کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ زمین میں چلتے پھرتے رہیں اور امت کے درود و سلام کو تلاش کرتے رہیں اور جہاں پاتے ہیں آپ تک پہنچا دیتے ہیں (۱) لیکن تصور نبی سے مراد اگر یہ ہو کہ آپ کی تصویر مبارک کو ذہن میں لانا یا حاضر کرنا تو یہ لازم نہیں اور وہ شخص آپ کے چہرہ مبارک کا تصور بھی کس طرح کر سکتا ہے جس نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا۔

اور یہ خیال کرنا ہرگز جائز نہیں کہ آپ ہر اس شخص کی آواز کو اپنے گوش اقدس سے سنتے ہیں جو نماز میں آپ کو ایھا النبی کہہ کر خطاب کرتا ہے۔

سولھواں باب

نماز کی تعریف اور طریقے (صفة الصلوٰۃ)

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لئے کہاں تک جھکے؟

(سوال) نفل نماز یا مریض اپنی فرض نماز ادا کرے تو رکوع میں سر کہاں تک پہنچایا جائے قاعد کی نماز میں اگر رکوع میں سرین پانوں سے علیحدہ ہو جائیں تو نماز باطل ہو گی یا نہیں؟ ایک صاحب عینی علی الہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا

(جواب ٦٥٥) عینی علی الہدایہ پر موجود نہیں کہ صحت نقل کی جانچ کی جاتی۔ رہا مسئلہ تو اس میں کوئی وجہ فساد صلوٰۃ معلوم نہیں ہوتی (۲) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) عن ابن مسعودؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ "إن للّٰہ ملائکة سیاحین في الأرض فیبلغوني من أمتي السلام" الحدیث (نسائی' باب التسلیم علی النبی ﷺ ۱۴۳/۱ ط سعید) (۲) البتہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ شامی میں یوں ہے: ولو کان یصلی قاعدا ینبغي أن یحاذي جبهته قدام رکبتیه؟ لیحصل الرکوع' قلت: "ولعله محمول علی تمام الرکوع' وإلا فقد علمت حصوله بأصل طأ طأة الرأس (باب صفة الصلاة مبحث الرکوع والسجود' ۴۴۷/۱ ط سعید)

دوسری رکعت کے لئے اٹھتے ہوئے زمین پر ہاتھ ٹیکنا

(سوال) سہارا لینا سجدے سے اٹھتے وقت بلا عذر ضعیفی وامراض وغیرہ جائز ہے یا مکروہ اور گھٹنوں پر سہارا لینا (اعتماد علی الرکبۃ) اگرچہ جائز ہے پر گھٹنوں پر سہارا لینے کو ترک کرنا اور بغیر کسی سہارے کے کھڑا ہو جانا مستحب ہے یا نہیں ؟ فتاویٰ عالمگیری میں ہے **لا یعتمد علی الارض بل یعتمد علی الرکبة و ترك الاعتماد مستحب لمن لیس به عذر عندنا علی ماهو ظاهر فی کثیر الکتب المشهورة کذافی البحر الرائق .** و نیز کنز الدقائق کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ کسی چیز پر سہارا نہ لے شرح وقایہ کے ترجمے میں حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ سے بھی اسی کی تائید میں حدیثیں بیان کی ہیں و نیز رکن دین و مفتاح الجنۃ میں بھی بغیر تکیہ کے دوسری رکعت میں اٹھنا لکھا ہے اس مستحب کے روکنے میں جو شخص سعی کرے وہ کیا حکم رکھتا ہے اور اس کے روکنے کو ماننا چاہئیے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۶۵۶) حنفیہ کے نزدیک اعتماد علی الارض خلاف اولیٰ یا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے اعتماد علی الرکبہ بے تکلف جائز ہے نہ خلاف اولیٰ ہے نہ مکروہ ہے عالمگیری کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر اعتماد نہ کرے بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے اور زمین پر اعتماد نہ کرنے کا حکم بھی استحباباً ہے۔ **ویکبر للنهوض علی صدور قدمیه بلا اعتماد الخ (درمختار) قوله بلا اعتماد الخ ای علی الارض الخ (رد المحتار)**(۱)

عورتوں کے لئے نماز کا طریقہ

(سوال) عورتیں اگر نماز مردوں کی طرح پڑھیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۷۵ والدہ ابن احمد رہتک۔ ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ م ۶ مئی ۱۹۳۴ء
(جواب ۶۵۷) عورتوں کی نماز مردوں کی طرح ہے صرف ایک دو باتوں میں فرق ہے تو وہ عورتوں کے تستر یعنی حفاظت پردہ کے لحاظ سے ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز میں ہاتھ اور بدن کا ہلانا مکروہ ہے

(سوال) ایک پیش امام صاحب نماز پڑھاتے وقت ہاتھ اور بدن زور سے ہلاتے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۵۴۱ الٰہی خاں (مگوے)
(جواب ۶۵۸) نماز میں سکون کی ضرورت ہے اگر کوئی پیش امام قصداً ایسا کرے تو نماز اس کی مکروہ

---

(۱) (باب صفة الصلاة ۱/ ۵۰۷ ط سعید)
(۲) ويسن أن يلصق كعبيه و ينصب ساقيه الخ (درمختار) وفي الشامية :" هذا كله في حق الرجال' أما المرأة فتنحني في الركوع يسيراً ولا تفرج ولكن تضم و تضع يديها على ركبتيها وصفا و تحني ركبتيها ولا تجافي عضديها' لأن ذلك أستر الخ (باب صفة الصلاة ۱/ ۴۹۴ ط سعید)

ہو گی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز میں ارسال یدین کا حکم

(سوال) اگر کوئی شخص نماز میں ارسال یدین نہیں کرتا تو اس کو کافر کہنا کہاں تک صحیح ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۶ سراج الدین ڈیروی۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۵۹) ہاتھ باندھنا یا چھوڑنا صراحۃً قرآن مجید میں مذکور نہیں ہاں آیۃ کریمہ **ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا** (۲) سے یہ امر ماخوذ ہو سکتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے بروایات صحیحہ کثیرہ ہاتھ باندھنا ثابت ہے (۳) پھر ہاتھ باندھنے والے کو کافر کہنا تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا اگر محض اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں ہاتھ باندھنے کا صراحۃً حکم نہیں کفر کا حکم لگایا جاتا ہے تو ہاتھ چھوڑے رکھنے کا بھی صراحۃً قرآن میں حکم نہیں ہے اور امت محمدیہ میں جماہیر علماء سلفاً و خلفاً ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے رہے ہیں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے والے بہت کم ہیں پھر یہ کہ ہاتھ چھوڑ کر یا باندھ کر نماز پڑھنے میں ضروریات دین کا انکار یا تکذیب کا شائبہ بھی لازم نہیں آتا تو حکم کفر کا تو وہم و تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) نماز کی رکعات ثابت ہیں یا نہیں ؟
(۲) نمازوں کی رکعات مختلف کیوں ہیں ؟

(سوال) (۱) پانچ وقت کی نماز فرض ہے جس کو چار تین یا دو رکعت کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ فرض وہ حکم ہے جو نص قطعی (قرآن مجید) سے ثابت ہے اور سنت وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا کیا اس لئے رکعتوں کی تعداد قرآن میں کہاں مذکور ہے ؟

(۲) چار تین اور دو رکعت کی تعیین کی وجہ و علت کیا ہے ؟ کیوں نہ پانچوں وقت ایک ہی طرح سے ادا کئے جانے کا حکم دیا گیا ؟

المستفتی نمبر ۲۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ زنجانی (دہلی) ۹ شوال ۱۳۵۴ھ م ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۶۰) (۱) یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ فرض وہی ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہو بلکہ فرض وہ ہے

---

(۱) و عبثہ بثوبہ و بجسدہ للنہی الا لحاجۃ (درمختار) قال الشامی : " قولہ : "للنہی" وہو ما أخرجہ القضا عی عنہ ﷺ : " ان اللہ کرہ لکم ثلاثاً : العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وہی کراہۃ تحریم الخ (باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ۱ / ۶۴۰ ط سعید)

(۲) (سورۃ الحشر : ۷)

(۳) عن وائل بن حجر أنہ رأی النبی ﷺ رفع یدیہ حین دخل فی الصلاۃ کبر' وصف ہمام حیال اذنیہ ثم التحف بثوبہ ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسری الحدیث (مسلم' باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری ۱ / ۷۳ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

جس کو خدا یا رسول ﷺ نے فرض بتایا ہو خدا نے قرآن میں فرض فرمایا ہو گا تو قرآن کے نص سے ثابت ہو گا جیسے نماز کی فرضیت روزے کی فرضیت وغیرہ' اور رسول اللہ ﷺ نے فرضیت بتائی ہو گی تو وہ خبر متواتر یا مشہور سے ثابت ہو گی خبر متواتر یا مشہور سے مطلب حدیث متواتر یا مشہور ہے یہ دونوں ثبوت فرضیت کے لئے کافی ہیں نماز میں تعداد رکعات کا ثبوت سنت متواترہ و مشہورہ سے ہے اس لئے ان رکعات کی فرضیت میں کسی وقت کسی کو تردد اور تامل نہیں ہوا۔

(۲) تعداد رکعات کی فرضیت میں کسی وقت کسی کو تردد اور تامل نہیں ہوا اور اس کی حکمت خدا اور رسول کو معلوم ہے ہمارا منصب یہ نہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ سے ثابت شدہ چیز کو بدل دیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی اقتداو اتباع کرنا ہی ہمارے لئے ضروری اور راہ نجات ہے۔ آیۂ کریمہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**......(۱) کا یہی مدعا اور مفاد ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے قدم بقدم چلیں اگر کسی فعل کی حکمت بتادی جائے تو بہتر ورنہ حکمت کو بھی خدا اور رسول کے حوالہ کریں صرف اس امر کا یقین کہ آنحضرت ﷺ سے اس امر کا ثبوت پختہ ہے ہمارے عمل کے لئے کافی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سترھواں باب
مستحبات نماز

تشہد میں انگلی سے اشارہ احادیث سے ثابت ہے

(سوال) حضرت مجدد صاحب شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں رفع السبابہ فی التشہد کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے حضرت شاہ صاحب دہلوی قدس سرہ' نے اس کو بہت دلائل سے جائز فرمایا ہے ان پر بھی معترض ہیں مکتوبات کے دلائل یہ ہیں۔ کہ مبنی الصلوۃ علی السکینۃ والوقار ہے نیز اصول کی کتب مثلاً مبسوط جامع الصغیر میں اس کا ذکر نہ ہونا دلیل حرمت ہے نیز ممکن ہے حدیث رفع کسی حدیث سے منسوخ ہو نیز آخر عمر تک آں رسول مقبول ﷺ سے اس کا ثبوت نہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ رفع سبابہ کا معاملہ مثل جہر بالآمین و رفع یدین کے مختلف فیہ ہو۔

المستفتی نمبر ۷۰۴ مولانا رحمت اللہ ضلع بجنور۔ ۱۱ شوال ۱۳۵۴ھ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۶۱) اشارہ بالسبابہ مسنون ہے اور احادیث صریحہ سے ثابت ہے(۲) فقہائے حنفیہ میں سے

---

(۱) (سورۃ الممتحنۃ : ۶) (۲) عن عبداللہ بن زبیر قال : " کان رسول اللہ ﷺ إذا قعد یدعو اوضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی و یدہ الیسری علی فخذہ الیسری وأشار باصبعہ السبابۃ ووضع ابہامہ علی إصبعہ الوسطی و یلقم کفہ الیسری رکبتہ رواہ مسلم (آثار السنن' باب الإشارۃ بالسبابۃ ص ۱۲۳' ط امدادیہ' ملتان) و عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ إذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسری علی رکبتہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی رکبتہ الیمنی و عقد ثلاثا و خمسین وأشار بالسبابۃ (............ ص ۱۲۳-۱۲۴ ....)

محققین اور محدثین نے اسے سنت قرار دیا ہے اور یہی صحیح وراجح ہے حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ ضریحہ نے اس مسئلہ میں ان فقہا کے قول کو لیا ہے جو اشارہ کے مخالف ہیں حضرت شیخ مجدد کی اس بارے میں اتباع اس وجہ سے نہیں کی جاسکتی کہ محققین فقہاء اشارہ کی سنیت پر دلائل قویہ رکھتے ہیں شرح وقایہ میں بھی حضرت امام شافعیؒ سے اشارہ کا قول اور وضع نقل کر کے صاحب شرح وقایہ نے ومثل ھذا جاء عن علماء نا (۱) فرمادیا ہے اور حضرت امام محمدؒ نے مؤطا میں حضرت ابن عمر سے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔
کان رسول الله ﷺ اذاجلس وضع کفه الیمنی و قبض اصابعه کلها واشارباصبعه التی تلی الابهام ووضع کفه الیسری علی فخذه الیسری (۲) اس کے بعد امام محمدؒ نے فرمایا ہے وبصنع رسول الله ناخذ وهو قول ابی حنیفة اور امام ابو یوسفؒ نے امالی میں بھی ایسا ہی اشارہ کا ذکر فرمایا ہے۔ فتح القدیر (۳) غنیۃ المصلی (۴) بحر رائق (۵) نہر فائق مواہب الرحمٰن در مختار رد محتار (۶) مراقی الفلاح (۷) درر البحار وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تحقیق ملاحظہ فرمائی جائے اس کے منسوخ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے کوئی حدیث اس کے خلاف اور اس کو منع کرنے والی نہیں اور عقلی دلیل مبنی الصلوٰۃ علی السکینة والوقار سے ایک سنت ثابتہ صحیحہ رد نہیں کی جاسکتی اور بعض کتب میں مذکور نہ ہونا دلیل حرمت یا کراہت نہیں ہوسکتا (۸)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تشہد میں انگلی کس وقت اٹھائی جائے؟

(سوال) کلمہ کی انگلی تشہد میں اٹھانا ضروری ہے اگر ضروری ہے تو کب تک اٹھائے رکھے؟
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۶۶۲) کلمہ کی انگلی تشہد میں اشہد ان لاالہ پر اٹھائے اور الا اللہ پر گرادے یہ فقہاء کا قول ہے اور اخیر تک اٹھائے رکھے تو یہ بھی جائز ہے (۹) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) (باب صفة الصلاة ۱/۱٤۸ ط سعید)
(۲) باب العبث بالحصی فی الصلاة' ص ۱۰۸ ط' میر محمد کتب خانه' کراچی)
(۳) باب صفة الصلاة ۱/۳۱۳ ط مصر)
(٤) (صفة الصلاة ص ۳۳٦ ط سهیل)
(٥) (باب صفة الصلاة ۱/۳٤۲ ط دار المعرفة' بیروت)
(٦) (باب صفة الصلاة' مطلب عقد الأصابع عند التشهد ۱/۵۰۹ ط سعید)
(۷) (فصل فی کیفیة ترکیب أفعال الصلاة ص ۱۷۰' ط مصر)
(۸) قال فی الدر المختار: " وفی الشرنبلالیة عن البرهان :" الصحیح یشیر بمسبحة وحدها یرفعها عند النفی و یضعها عند الإثبات " ..... وفی العینی عن التحفة:" الأصح أنها مستحبة " وفی المحیط " سنة " وفی الشامیة :" فیعقد عندها و یرفع السبابة عند النفی ویضعها عند الإثبات وهذا ما اعتمده المتأخرون ثبوته عن النبی ﷺ بالأحادیث الصحیحة الخ باب صفة الصلاة' مطلب عقد الأصابع عند التشهد ۱/۵۰۹ ط سعید)
(۹) وفی المحیط أنها سنة' یرفعها عند النفی و یضعها عند الإثبات' وهو قول أبی حنیفة و محمد و کثرت به الآثار والأخبار فالعمل به أولی (رد المحتار' باب صفة الصلاة مطلب فی عقد الأصابع عند التشهد ۱/۵۰۸ ط سعید)

انگلی اٹھائے رکھنا بہتر ہے یا گرا دینا ؟

(سوال) التحیات میں انگلی اٹھائے رکھنا آخر سلام تک بہتر ہے یا گرا دینا بہتر ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۷۹۵ غیاث الدین دہلی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(جواب ۶۶۳) انگلی اٹھائے رکھنا بہتر ہے اور گرا دینا جائز ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

اٹھارواں باب
مفسدات و مکروہات نماز

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) اگر زید نماز اس طرح ادا کرتا ہے کہ جو عادۃً خلاف ہے جیسے آستین چڑھی ہوئی ہو یا گریبان کھلا ہوا ہو تو اس شخص کی نماز مکروہ تنزیہی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۶۶۴) حالت صلوٰۃ میں اگر آستین چڑھی ہوئی ہو تو نماز مکروہ ہو گی اور اگر گلا کھلا ہوا ہو تو نماز مکروہ نہیں ہو گی (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

سجدہ میں جاتے ہوئے کپڑے سمیٹنا مکروہ ہے

(سوال) زید نماز پڑھتا ہے اور رکوع میں کھڑے ہونے کے بعد جب وہ سجدہ میں جاتا ہے تو ازار کو دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر جاتا ہے آیا اس کی نماز عمل کثیر کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۶۸۸ سکریٹری انجمن حفظ الاسلام (ضلع بھروچ)

۲۷ رمضان ۱۳۵۴ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۶۵) یہ فعل مکروہ ضرور ہے مگر مفسد نماز نہیں ہے کراہت تحریمی بدرجہ غالب ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

---

(۱) اشارہ کے بعد کیفیت کے متعلق عبارات فقہاء میں "یضعہا" کے الفاظ ہیں اس سے انگلی کو بالکلیہ گرا دینا مراد نہیں بلکہ قدرے جھکا دینا مراد ہے صرح به الملا علی القاری ...... لروایة أبی داؤد والنسائی' رافعا إصبعه السبابة وقد حناها شيئا إلى إما لها (تزئين العبارة بتحسين الإشارة لعلي القاري ص۸)

(۲) وكره كفه أی رفعه' ولو لتراب كمشمر كم أو ذيل و عبثه به اى بثوبه (التنوير و شرحه) وفى الشامية " قوله كمشمر كم اى كما لو دخل فى صلاة' وهو مشمر كم أو ذيله (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١ / ٦٤٠، ٦٤١ ط سعيد)

(۳) و عبثه اى بثوبه و بجسده للنهي الخ (درمختار) قال الشامي :" وهو ماأخرجه القضاعي عنه ﷺ أن الله كره لكم ثلاثا: العبث فى الصلوة والرفث فى الصيام' والضحك فى المقابر' وهى كراهة تحريم الخ (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١ / ٦٤٠ ط سعيد)

نمازی کے سامنے چراغ ہونا

(سوال) نمازی کے سامنے اگر چراغ ہو تو نماز اس کی ہوگی یا نہیں اگر ہوگی ہو تو کراہت کے ساتھ یا بلا کراہت؟ المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبدالقدوس امام مسجد (ترکمان دروازہ دہلی)
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ٦٦٦) نماز ہو جائے گی اور اگر چراغ اپنی جگہ پر روشنی کے لئے رکھا گیا تو کراہت بھی نہیں ہاں اگر نمازی کے سامنے ایسی ہیئت سے رکھا ہو کہ گویا اس کو سجدہ کیا جاتا ہے تو ایسی ہیئت مکروہ ہے (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عصر کی تیسری رکعت پر سلام پھیر دیا، تو کیا حکم ہے؟

(سوال) امام نے سہواً عصر کی تین رکعت پر سلام پھیر دیا جب لوگوں نے ان سے کہا تو کلام کرنے کے بعد نماز کا اعادہ کیا اور پوری عصر نماز پڑھائی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک رکعت پوری کر کے سجدہ سہو کر لینا کافی تھا امام نے بالکل غلط کیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ فعل درست تھا کہ نہیں کیا قبلہ کی جانب سے منہ پھیرنے کے بعد اور کلام کرنے کے بعد بقیہ رکعت پوری کر کے سجدہ سہو کرنا کافی ہے۔
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ٦٦٧) امام کا فعل درست تھا کلام کر لینے کے بعد نماز کا اعادہ ہی کرنا چاہئیے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جالی کی ٹوپی کے ساتھ نماز مکروہ نہیں

(سوال) بعض لوگ بید کی ٹوپی اوڑھتے ہیں اس ٹوپی میں جالی ہوتی ہے اور اس کے سوراخوں میں سے سر کے بال دکھائی دیتے ہیں اس ٹوپی کو اوڑھ کر امامت کرنا اور نماز پڑھانا مکروہ ہے یا نہیں نماز کی حالت میں سر کے بالوں کے کھلنے سے کراہت لازم آتی ہے یا نہیں؟ فقط
المستفتی نمبر ۱۴۲۲ ضیاء الحق چوڑی گران دہلی۔ ۷ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۸ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ٦٦٨) اس ٹوپی کو پہن کر نماز پڑھنا بلاشبہ جائز ہے اور امامت میں بھی کوئی کراہت نہیں (۳) سر

---

(۱) قال فی التنویر وشرحه: "ولا یکره صلاة إلی ظهر قاعد یتحدث ولا إلی مصحف أو سیف مطلقاً أو شمع أو سراج الخ (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/٦٥٢، ط سعید)
(۲) ویسجده للسهو، ولو مع سلام إمامه ناویا للقطع مالم یتحول عن القبلة أو یتکلم لبطلان التحریمة الخ (التنویر و شرحه، باب سجود السهو ۲/۹۱، ط سعید)
(۳) والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثة أثواب، قمیص، وإزار، و عمامة أما لو صلی فی ثوب واحد متوحشاً به جمیع بدنه کإزار المیت تجوز صلاته من غیر کراهة و تفسیره ما یفعله القصار فی المقصرة (حلبی کبیر، فروع ص ۲۱٦، ط سهیل)

کے بال کوئی ستر کی چیز نہیں ہے ننگے سر نماز پڑھی جائے اور نیت تواضع کی ہو تو وہ نماز بلا کراہت جائز ہے(۱) ہاں لا ابالی پنے سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس کی کراہت کی علت عدم مبالات ہے نہ کہ بالوں کا انکشاف۔ فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) پائجامہ 'تہبند 'نیچا کپڑا جس سے ٹخنے ڈھک جاتے ہوں انکا پہننا تو حرام معلوم ہوا مگر ایسے لباس سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی یا نماز ہوویگی ہی نہیں ؟ بعض علماء سے سنا جاتا ہے کہ نماز ہوتی ہی نہیں کیا یہ درست ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۴۲۹ مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ گوڑ گاؤں ۲۲ شوال ۱۳۵۷ھ م ۱۵ دسمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۶۶۹) نماز ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے(۲) کراہت تنزیہی ہے اعادہ کر لینا اولیٰ ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

(سوال) بعض لوگ بخیال یکسوئی منہ اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور فرائض نماز ادا کرتے ہیں یہ عمل درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۲۵۱ شجاعت حسین آگرہ
۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۱۶ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۶۷۰) آنکھیں بخیال خشوع بند کرنا جائز ہے(۳) منہ بند کرنے سے قرأت کا تلفظ زبان سے نہ ہوگا اس لئے یہ نہیں کرنا چاہئے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

انیسواں باب
مدرک ۔ مسبوق۔ لاحق

(۱) مسبوق تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا گیا

(۲) اللہ کھڑے ہونے کی حالت میں اور "اکبر" رکوع میں جا کر کہا تو نماز صحیح نہیں ہوئی

(سوال) ماقولکم رحمکم اللّٰہ تعالیٰ فی ان رجلا ادرک الامام فی الرکوع فکبر و رفع یدیه الی

---

(۱) قال فی شرح التنویر فی مکروهات الصلاة :" وصلاته حاسراً او کاشفاً رأسه للتکاسل ولا بأس به للتذلل وأما الإهانة بها فکفر' ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۶۴۱ ط سعید)

(۲)قال رسول الله ﷺ :" ما أسفل من الکعبین من الأزار فی النار (مشکوة' کتاب اللباس' الفصل الأول ص ۳۷۳ ط سعید) (۳) وتغمیض عینیه للنهی إلا لکمال الخشوع (درمختار) بل قال بعض العلماء أنه الأولی (رد المحتار' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۶۴۵ ط سعید)

شحمتی اذنیه وتابعه فیه الا انه لم یقبض بیده الیمنی یده الیسری ولم یضعهما تحت السرة ولم یات بشیءٍ من الثناء ولم یکبر ثانیا عند الرکوع مخافة ان تفوته الرکعة الاولیٰ
(۲)و رجلا اخر رای الامام فی الرکوع فکبر و رفع یدیه الا ان قول الله کان فی قیامه واکبر وقع فی الرکوع مخافة ماذکر. فکل واحد منهم یکون شارعاً بالصلوٰة ام لا؟
(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جماعت میں شریک ہونے کے لئے آیا اور اس نے امام کو رکوع میں پایا پس اس شخص نے تکبیر تحریمہ کہی اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور رکوع میں شریک ہوگیا لیکن نہ تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے نہ ثنا پڑھی نہ رکوع میں جانے کے لئے دوسری تکبیر کہی کیونکہ اس کو اس پہلی رکعت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ تھا آیا اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں۔
(۲) ایک شخص نے امام کو رکوع میں دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی اور چونکہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے جلدی میں یہ ہوا کہ لفظ اللہ حالت قیام میں اور لفظ اکبر حالت رکوع میں واقع ہوا' تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

(جواب ۶۷۱) الرجل الذی اتی بتکبیرة التحریمة فی حال القیام لکنه لم یضع یدیه تحت السرة ولم یکبر ثانیا للرکوع صحت صلوته و یکون شارعاً فی الصلوٰة (۱)

واما الذی قال الله فی القیام واکبر فی حالة الانحناء فان کان بحیث لا تنال یداه الی الرکبة یصیر شارعاً فی الصلوٰة و تصح صلوته وان کان بحیث تنال یداه الی الرکبة لم تصح صلوته ولا یکون شارعاً فی الصلوٰة

قال فی الدر المختار' ادرک الامام راکعاً فقال الله فی القیام واکبر راکعا لم یصح فی الاصح الخ

قوله قائما ای حقیقةً وهو الانتصاب او حکماً وهو الانحناء القلیل بان لا تنال یداه رکبتیه. (رد المحتار)(۲)
(ترجمہ) جس شخص نے حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہہ لی لیکن ہاتھ نہیں باندھے اور دوسری تکبیر رکوع میں جاتے وقت نہیں کہی اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اور اس کو شارع فی الصلوۃ سمجھا جائے گا۔
(۲) اور جس شخص نے تکبیر تحریمہ کے لفظ اللہ کو حالت قیام میں اور لفظ اکبر کو جھکنے کی حالت میں کہا تو اگر اس کے ہاتھ ابھی گھٹنوں تک نہیں پہنچے تھے تو اس کی نماز صحیح ہوگئی اور اس کو شارع فی الصلوۃ کہا جائے گا اور اگر لفظ اکبر کہتے وقت اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ چکے تھے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اور وہ شارع فی الصلوۃ نہ

---

(۱) ومنها القیام بحیث لو مدیدیه لا ینال رکبتیه ..... فلو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح (الدر المختار' باب صفة الصلاة ۱/ ۴۴۴' ط سعید) فلو وجد الإمام راکعاً فکبر منحنیاً إن القیام أقرب صح ولغت فیه تکبیرة الرکوع (الدر المختار' باب صفة الصلاة ۱/ ۴۸۰ ط سعید)
(۲) (فصل فی بیان تالیف الصلاة ۱/ ۴۸۰' ط سعید)

ہو گا۔

در مختار میں ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ اس طرح کہے کہ حالت قیام میں لفظ اللہ اور حالت رکوع میں لفظ اکبر کہے تو صحیح یہی ہے کہ اس کی نماز نہ ہو گی۔

اور قیام سے مراد یا تو حقیقی قیام ہے یعنی بالکل سیدھا کھڑا ہونا یا حکمی قیام یعنی معمولی جھکاؤ کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔ (رد المحتار)

جن کا امام کے پیچھے رکوع چلا جائے' ان کی یہ رکعت فوت ہو گئی

(سوال) امام نے قرأۃ میں سجدہ کی سورت پڑھی اور سجدہ تلاوت کی جگہ امام نے رکوع کر دیا اور مقتدی جو امام کے قریب تھے وہ رکوع میں چلے گئے اور جو مقتدی امام سے دور تھے جن کو یہ معلوم تھا کہ یہاں سجدہ تلاوت ہے وہ لوگ سجدہ میں چلے گئے جب امام نے **سمع اللہ لمن حمدہ** کہا۔ تب ان کو پتہ چلا کہ امام رکوع میں تھا ان میں سے کچھ لوگ کھڑے ہو کر رکوع میں گئے اور پھر امام کے ساتھ سجدے میں مل گئے اور کچھ لوگ سجدے میں سے بیٹھ کر امام کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ میں شامل ہو گئے ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟ دوسرے جو لوگ رکوع میں نہیں گئے بلکہ بیٹھ کر ہی امام کے ساتھ سجدہ میں شامل ہو گئے ان کی بھی نماز ہوئی یا نہیں؟

(**جواب ۶۷۲**) جو لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہیں ہوئے ان کی یہ رکعت جاتی رہی پھر جب وہ رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ میں مل گئے تو ان کی نماز صحیح ہو گئی اور جو لوگ بغیر رکوع ادا کئے ہوئے سجدہ میں ملے ان کی ایک رکعت فوت ہو گئی اگر وہ امام کے سلام کے بعد اپنی رکعت پوری کر لیتے تو نماز ہو جاتی جب انہوں نے سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

مقیم مسبوق' مسافر امام کے پیچھے بقیہ نماز کس طرح پڑھے؟

(سوال) زید مسافر ہے عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ پر بیٹھا ہوا تھا ایک شخص مقیم تشہد میں شریک ہو گیا اب یہ شخص کون سی رکعتیں پہلے پڑھے گا؟ فاتحہ والی یا فاتحہ سورت دونوں؟

(**جواب ۶۷۳**) جب کہ کوئی مقیم شخص چار رکعت والی نماز میں امام مسافر کے پیچھے قعدہ میں شریک ہو تو وہ مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی اور اس کو چار رکعتیں پڑھنی ہیں پہلے وہ دو رکعتیں پڑھے جن میں لاحق ہے

---

(۱) واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها' لكن بعد اقتدائه بعذر ...... بان سبق إمامه فى ركوع و سجود فإنه يقضى ركعة ..... يبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه وإلا تابعه ثم ما نام فيه بلا قراء ة (التنوير و شرحه'باب الإمامة ۱/ ۵۹۴ ط سعيد)

یعنی آخر والی ان میں نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت کیونکہ ان رکعتوں میں وہ حکماً امام کے پیچھے ہے پھر وہ رکعتیں پڑھے جن میں مسبوق ہے یعنی پہلی دو رکعتیں ان میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے (۱) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

مغرب کے قعدہ اولیٰ میں شریک ہونے والے کے لئے کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک شخص مغرب کی نماز ادا کرنے جماعت میں اس وقت شامل ہوا جب کہ امام دوسری رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھ رہا تھا اب مقتدی جو جماعت میں شامل ہوا ہے اس کو امام کی اتباع کرنی لازم ہے تو دو مرتبہ جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے اس نے التحیات پڑھ لی اور پھر اپنی پوری نمازی کرنے کو دو مرتبہ اس کو التحیات پھر پڑھنی لازم ہے یا جماعت میں جب مقتدی شامل ہو گا تو اس کو خاموش بیٹھنا ہو گا۔
المستفتی نمبر ۲۴۸ محمد صالحین 'صدر بازار' دہلی ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء
(جواب ۶۷۴) ہاں جب کہ نماز مغرب کی دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو تو اس کو چار مرتبہ التحیات پڑھنی ہوتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے چاروں مرتبہ التحیات پڑھنی چاہئیے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مقتدی کا درمیان نماز میں وضوٹوٹ جائے تو کس طرح کرے ؟

(سوال) اگر ایک شخص جماعت میں پچھلی دو رکعتوں میں شامل ہوتا ہے تو اس کی یہ رکعتیں بھری ہوں گی یا خالی ؟ المستفتی نمبر ۲۴۹ شہباز خاں (ضلع کرنال) ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء
(جواب ۶۷۵) پچھلی دو رکعتیں جو امام کے ساتھ پڑھی ہیں یہ خالی ہوئیں جب اپنی دو رکعتیں پوری کرنے لگے تو ان کو بھری پڑھے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

آخری دو رکعت پانے والا بقیہ نماز کس طرح پڑھے ؟

(سوال) ایک شخص صف اول میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے دو رکعت نماز ادا کر چکا ہے دو رکعت

---

(۱) واللاحق من فاتته الرکعات کلها أو بعضها ...... مقیم ائتم بمسافر ...... حکمه حکم المؤتم فلا یأتی بقرأة و یبدأ بقضاء مافاته عکس المسبوق (تنویر وشرحه) هذا بیان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق ...... ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقراء ة الفاتحة و سورة (رد المحتار' باب الإمامة ۱/ ۵۹٤ ط سعید)
(۲) و منها أنه یقضی أول صلاته فی حق القراء ة وآخر ها فی حق التشهد حتی لو أدرك رکعة من المغرب قضی رکعتین و فصل بقعدة فیکون بثلاث قعدات الخ (عالمگیریة' باب الجماعة' فصل فی المسبوق واللاحق ۱/ ۹۱ ط ماجدیه)
(۳) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها' وهو منفرد حتی یثنی ویتعوذ و یقرأ وإن قرأ مع الإمام لعدم الا عتداد بها لکراهتها ...... فیما یقضیه ...... ویقضی أول صلاته فی حق قراء ة وآخر ها فی حق تشهد الخ (التنویر و شرحه' باب الإمامة ۱/ ۵۹٦ ط سعید)

پڑھنے کے بعد اس کا وضوٹوٹ گیا اب وہ نماز میں سے نکل کر کس طرح وضو کرے اور نماز پوری کرے جو دو رکعت امام کے ساتھ ادا کر چکا ہے وہ دوبارہ اس کو پڑھنی پڑیں گی یا وضو کرنے کے بعد بقیہ دو رکعت ادا کرلے اور جس جگہ سے یہ مقتدی وضو کے لئے جائے اس جگہ دوسرا مقتدی کھڑا ہو سکتا ہے' یا وہی مقتدی وضو کر کے صفوں کے اندر گھس کر اپنی جگہ پہنچ کر نماز پوری کرے۔

المستفتی نمبر ۵۱۹ عبدالغنی (دہلی) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۷۶) یہ شخص وضو ٹوٹ جانے کے بعد پیچھے کی صفوں کو شق کرتا ہوا وضو کرنے کے لئے نکل جائے اور وضو کر لینے کے بعد اس کا امام اگر نماز سے فارغ نہ ہوا ہو تو اس مقتدی پر لازم ہے کہ اپنی جگہ پر آکر باقی ماندہ نماز کو ادا کرلے بشرطیکہ وضو کی جگہ کے متصل و قریب کوئی مانع اقتداء کا موجود ہو ورنہ اس کو اختیار ہوگا کہ وضو کی جگہ کے متصل باقی ماندہ نماز کو ادا کرلے یا پہلی جگہ پر جا کر باقی ماندہ نماز پڑھ لے۔ (ویتم صلوته ثمه) وهو اولی تقليلا للمشی (او يعود الی مكانه) ليتحد مكانها (كمنفرد) فانه مخير وهذا كله (ان فرغ خليفته والا عاد الی مكانه) حتما لو بينهما ما يمنع الاقتداء (كالمقتدی اذا سبقه الحدث) الخ (تنوير الابصار علی هامش رد المحتار و درمختار) (۱) فقط واللہ اعلم۔

حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسبوق بقیہ نماز میں قراءت کرے یا نہیں ؟

(سوال) نماز جماعت ہو رہی ہے اگر کوئی آدمی بعد کو آیا اور اس کو تین رکعت ملی یا دو ملیں یا دو نہیں ملی' یا چار میں ایک رکعت ملی تو بقایا رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے ؟

المستفتی نمبر ۹۷۷ محمد رفیق سوداگر چرم (ضلع میدنی پور) یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۲۵ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۷۷) ہاں مسبوق اپنی نماز کی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کی ترتیب وہ ہے جو اپنی اکیلی نماز کی ہے (۲)

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں ؟

(سوال) مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبدالقدوس امام مسجد (دہلی)

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۷۸) فوراً کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے اور اگر سلام امام کے بعد پھیرا ہے تو سجدہ سہو کرنا

---

(۱) (باب الاستخلاف ۱ / ۶۰۶ ط سعید)

(۲) ویقضی أول صلاته فی حق القراءة وآخرها فی حق تشهد الخ (الدر المختار' باب الإمامة' ۱ / ۵۹۶ ط سعید)

ہو گا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کسی وجہ سے دوبارہ نماز پڑھی جائے تو مسبوق کے لئے کیا حکم ہے ؟

(سوال) اگر نماز کا کسی واجب یا سنت کے ترک پر اعادہ کیا جائے تو مسبوق کا کیا حکم ہے ؟ آیا وہ اپنی گئی ہوئی رکعت کو پورا کر کے جماعت میں ملے یا سلام پھیر کر فوراً مل جائے ؟

المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۷۹) سنت یا واجب کے ترک پر اعادہ کیا جائے تو مسبوق اپنی نماز پوری کرے اور اعادہ والی نماز میں اپنی نماز پوری کر کے شریک ہو(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے
(۲) مسبوق نے عمداً یا سہواً امام کے ساتھ سلام میں متابعت کی تو کیا حکم ہے ؟
(۳) مسبوق امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے
(۴) مسبوق نے عمداً یا سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) (۱) مسبوق سجدہ سہو کے سلام میں اپنے امام کی متابعت کرے یا نہیں ؟
(۲) اگر متابعت نہ کرنی چاہئے تھی اور پھر (الف) اگر عمداً متابعت کرے تو کیا حکم ہے ؟
(ب) اگر سہواً متابعت کرے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے ختم پر سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں ؟
(۳) جب امام نماز کے ختم پر نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سلام پھیرے یا نہیں ؟
(۴) اگر اس صورت میں مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا نہ چاہئے تھا اور پھر اگر (الف) اس مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام پھیر دیا حالانکہ اس کو یاد تھا کہ مجھ کو ابھی اپنی باقی نماز ادا کرنی ہے تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہو گی یا نہیں (ب) اپنی باقی نماز کی ادائیگی یاد نہیں تھی اور بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں اگر فاسد نہ ہو گی اور نماز صحیح رہے گی تو کیا اس مسبوق کو اپنی نماز کے ختم پر سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں ؟ اگر سجدہ سہو کرنا پڑے گا تو کس صورت میں اور اگر سجدہ سہو نہ کرنا پڑے گا تو کس صورت

---

(۱) والمسبوق یسجد مع إمامه مطلقاً ثم یقضی مافاته الخ (درمختار) وفی الشامیة فإذا سلم الإمام قام إلی القضاء' فإن سلم فإن کان عامداً فسدت' وإلا لا ولا سجود علیه إن سلم ساهیاً قبل الامام أو معه وإن سلم بعده لزمه لکونه منفرداً حینئذٍ الخ (باب سجود السهو ۲/۸۲ ط سعید)

(۲) وإذا ظهر حدث إمامه وکذا کل مفسد فی رأی مقتدٍ بطلت فیلزم اعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحة و فساداً کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن الخ (التنویر وشرحه' باب الإمامة ۱/۵۹۱ ط سعید)

میں ؟ المستفتی نمبر ۱۳۵۱ حافظ محمد عثمان صاحب سوداگر گھڑی وچشمہ چاندنی چوک ' دہلی
۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۸۰) مسبوق سجدہ سہو ادا کرنے میں تو امام کی متابعت کرے یعنی سجدہ سہو امام کے ساتھ ا کرے مگر سلام میں متابعت نہ کرے یعنی مسبوق بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ میں چلا جائے ۔ ثم **المسبوق انما یتابع الامام فی السھو ای فی سجدۃ السھو بان سجد ھو) دون السلام بل ینتظ الامام حتی یسلم فیسجد فیتا بعه فی سجود السھو لا فی سلامه** (۱)

(۲) اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو :-

(الف) اگر قصداً سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو گئی ۔ **وان سلم فان کان عامداً تفسدصلوته** (۲)

(ب) اور اگر سہواً سلام پھیرا ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی **وان کان ساھیا لا تفسد** (۳) اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں لازم نہ ہوگا ۔ **ولا سھو علیه لانه مقتد و سھو المقتدی باطل انتھی** (۴) **(ھذا کله فی البدائع) ص ۱۷۶ ج ۱**

(۳) جب امام نماز ختم کرنے کا سلام پھیرے اس سلام میں بھی مسبوق امام کی متابعت نہ کرے **ولا یسلم اذا سلم الامام (ای للخروج عن الصلوٰۃ) لان ھذا السلام للخروج عن الصلوۃ وقد بقی علیه ارکان الصلوٰۃ** (۵)

(۴) اگر اس آخری سلام میں مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو :-

(الف) اگر قصداً بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔ **فاذا سلم مع الامام فان کان ذاکرا لما علیه من القضاء فسدت صلوته لانه سلام عمد** (۶)

(ب) اور اگر یہ بات یاد نہ تھی اور سہواً سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہو گی ۔ **وان لم یکن ذاکر اله لا تفسد لانه سلام سھو فلم یخرجه عن الصلوٰۃ** (۷) اور یہ سلام جو سہواً پھیر اگیا مفسد نماز تو نہیں لیکن یہ سلام امام کے سلام سے کچھ پہلے یا بالکل ساتھ ساتھ واقع ہوا جب تو مسبوق پر اپنی نماز کے آخر میں اس سہو کی وجہ سے بھی سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا اور اگر امام کے سلام کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اپنی نماز کے آخر میں اس پر اس سہو کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہو گا ۔ **وھل یلزمه سجود السھو لاجل سلامه ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام او سلما معاً لا یلزمه لان سھوہ سھو المقتدی و سھو المقتدی' تعطل وان سلم بعد**

---

(۱) (فصل فی بیان من یجب علیه سجود السھو ۱ / ۱۷۶ ط سعید)
(۲) (------------------------------------)
(۳) (------------------------------------)
(۴) (------------------------------------)
(۵) (------------------------------------)
(۶) (------------------------------------)
(۷) (------------------------------------)

سلیم الامام لزمه لان سهوه سهو المنفرد فیقضی مافاته ثم یسجد للسهو فی آخر صلوته
تھی. (هذا کله فی البدائع (۱) ص ۱۷۶ ط ج ۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سبوق بقیہ نماز پڑھنے کے لئے کب کھڑا ہو ؟

سوال) بکر بعد میں جماعت میں شریک ہوا ایک رکعت امام پڑھ چکا تھا امام جب پہلا سلام پھیرے تب
لعت پوری کرنے کے لئے اٹھے یا جب دوسرا سلام پھیرے اس وقت کھڑا ہو ؟
مستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
جواب ۶۸۱) دوسرا سلام امام شروع کردے تو کھڑا ہو کیونکہ پہلے سلام کے بعد ممکن ہے کہ امام سجدہ
ہو کرے تو کھڑے ہونے والے کو سجدہ سہو کے لئے واپس آنا ہوگا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

غرب کی ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتوں میں قراءت کرے

سوال) مغرب کی آخری رکعت امام کے ساتھ ادا کی۔ بقیہ دو رکعتوں کو بھرا پڑھنا چاہئیے یا خالی ؟
مستفتی مولوی محمد رفیق صاحب' دہلی
جواب ۶۸۲) مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ پانے والا بقیہ دو رکعتیں بھری پڑھے (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کبیر تحریمہ رکوع میں جاکر ختم کی تو نماز نہیں ہوئی

سوال) اگر کوئی امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور تکبیر تحریمہ
الت رکوع (نہ بحالت قیام) ختم کرے تو یہ شخص نماز میں شامل ہو گیا یا نہیں اور اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟
مستفتی نمبر ۲۰۳۹ ولی محمد صاحب کاٹھیاواڑ۔ ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۷ نومبر ۱۹۳۷ء
جواب ۶۸۳) اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام ختم نہ ہو تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔ فلوا درك الامام
کعاً فکبر منحنیا لم تصح تحریمته (شامی) (۴) (نقلا بالمعنی) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

۱) (فصل فی بیان من یجب علیه سجود السهو ۱/۱۷۶ ط سعید)
۱) وینبغی أن یصبر المسبوق حتی یفهم أنه لا سهو علی الإمام (درمختار) أی لا یقوم بعد تسلیمة أو تسلیمتین' بل ینتظر
اغ الإمام بعدها ...... قال فی الحلیة و لیس هذا الملا زم بل المقصود ما یفهم أن لا سهو علی الإمام أو یوجد له ما یقطع
رمة الصلاة الخ (رد المحتار' باب الإمامة ۱/۵۹۷' ط سعید)
۲) لو أدرك رکعة من المغرب قضی رکعتین و فصل بقعدة' فیکون بثلث قعدات وقرأ فی کل فاتحه و سورة الخ (
لمگیریة' الفصل السابع فی المسبوق واللاحق ۱/ ۹۱' ط ماجدیه)
٤) (الدر المختار' باب صفة الصلاة ۱/ ٤٨٠ ط سعید)

مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں ؟

(سوال) ایک مسبوق نے امام کو نماز میں ایسی حالت میں پایا کہ امام قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہوا تھا مسبوق نے اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا مسبوق قعدہ میں امام کے ساتھ بیٹھنے نہیں پایا تو مسبوق اسی تکبیر تحریمہ پر اپنی نماز پوری کرے یا سیدھا کھڑا ہو کر پھر تکبیر تحریمہ کہے۔

المستفتی نمبر ۲۷۶۸ مولوی شاہ ولی خاں۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۲ء م ۲۷ جون ۱۹۴۳ء

(جواب ٦٨٤) جب مسبوق مقتدی نے امام کے سلام سے پہلے امام کی نماز میں شریک ہونے کی نیت سے تکبیر تحریمہ ادا کرلی تو وہ امام کی نماز میں داخل ہو گیا صحت اقتداء کے لئے تحریمہ بہ نیت اقتدا کہنا کافی ہے اقتدا کی صحت صرف نیت اقتدا کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے سے ہو جاتی ہے۔ نیة المؤتم الاقتداء (درمختار) ای الاقتداء بالامام اوالا قتداء به فی صلاته اوالشروع فیها اوالدخول فیها . الی قوله . وشرط النیة ان تکون مقارنة للتحریمة (رد المحتار) (۱) وفی باب ادارك الفریضة فاذا کبر قائما ینوی الشروع فی صلوة الامام تنقطع الاولی فی ضمن شروعه فی صلوٰة الامام (رد المحتار) (۲) پس اگر مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی اسی تحریمہ سے مسبوق کی طرح نماز ادا کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جس مقتدی کا امام کے پیچھے رکوع رہ جائے

(سوال) لاحق نے امام کے رکوع کی تکبیر نہیں سنی اور رکوع فوت ہو گیا پھر وہ رکوع ادا کر کے امام کے فعل میں شریک ہو گیا نماز ہو گئی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۷۸۵ عبدالسعید شاہ جہانپور مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۴۳ء

(جواب ٦٨٥) اگر امام کے رکوع کی تکبیر نہیں سنی اور رکوع امام کے ساتھ نہیں کیا پھر رکوع کر کے امام کے ساتھ رکعت میں شریک ہو گیا تو نماز ہو گئی (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دو رکعت پانے والا بقیہ نماز میں قرأۃ کرے

(الجمعیۃ مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء)

(سوال) ایک شخص نماز باجماعت میں آخری دو رکعت میں شریک ہوا اب باقی دو رکعتیں سورت ملا کر

---

(۱) (باب الإمامة ۱ / ٥٥٠، ط سعید)
(۲) (۲/٥٢ ط سعید)
(۳) واللاحق من فاتته الرکعات کلها أو بعضها، لکن بعد اقتدائه بعذر ..... بأن سبق إمامه فی رکوع و سجود ..... ویبدأ بقضاء ما فاته عکس المسبوق، ثم یتابع أمامه (التنویر و شرحه، باب الإمامة ۱ / ٥٩٤ ط سعید)

پڑھے یا بغیر سورت کے ؟
(جواب ۶۸۶) جس شخص کو جماعت میں آخری دو رکعتیں ملیں اور امام کے سلام کے بعد وہ اپنی دو رکعتیں پوری کرنے کھڑا ہو تو اس کو ان رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھنا چاہئیے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جماعت کی ایک رکعت پانے والا بقیہ نماز کس طرح پڑھے ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۷ء)
(سوال) جماعت میں آخری ایک رکعت ملی۔ اب پچھلی تین رکعت میں سے کونسی رکعت میں قرأۃ پڑھے ؟
(جواب ۶۸۷) چار رکعت والی نماز کی جماعت میں آخری رکعت ملی تو امام کے ساتھ سلام کے بعد تین رکعتوں میں سے پہلی دو رکعتوں میں (جن کے درمیان قعدہ بھی کرے گا) قرأۃ کرے۔(۲) محمد کفایت اللہ

بیسواں باب
قنوت نازلہ

نماز فجر میں قنوت نازلہ کا حکم

(سوال) ایک مسجد میں امام صبح کی نماز میں مداومت کے ساتھ قنوت نازلہ پڑھتا ہے اور حنفی ہونے کے باوجود ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے کیا قنوت ہمیشہ پڑھنا جائز ہے کیا حنفی امام کا ہاتھ چھوڑ کر پڑھنا جائز ہے ؟ کیا بعض مقتدیوں کا ہاتھ چھوڑ کر پڑھنا جائز ہے ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۶۸۸) قنوت نازلہ کسی سخت مصیبت عامہ کے وقت پڑھی جاتی ہے اگر امام کے نزدیک کوئی ایسی مصیبت عامہ باقی ہے تو وہ قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے(۳) اور ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے' تاہم اس سے جھگڑا کرنا اچھا نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قنوت نازلہ جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) قنوت نازلہ جو حادثات کے مواقع پر پڑھی جاتی ہے اور آج کل بھی اکثر مساجد میں پڑھی جارہی

---

(۱) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو بعضها' وهو منفرد حتى يثنى و يتعوذ ويقرأ ...... فيما يقضيه ...... أول صلاته فى حق قراء ة وآخر ها فى حق تشهد الخ (التنوير و شرحه' باب الإمامة ١ / ٥٩٦ ط سعيد)
(٢) و يقضى أول صلاته فى حق قراء ة وآخر ها فى حق تشهد الخ....
(٣) قال أبو جعفر الطحاوى :" إنما لا يقنت عندنا فى صلاة الفجر من غير بلية فإن وقعت فتنة أو بلية فلا بأس به فعله رسول الله ﷺ الخ (رد المحتار' باب الوتر والنوافل' مطلب فى قنوت النازلة' ٢/ ١١ ط سعيد)

ہے زید کہتا ہے کہ قنوت نازلہ اب نہیں پڑھنی چاہئیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قنوت پڑھی۔ پھر اللہ پاک نے لیس لك من الامر شئی آیت نازل فرماکر منع کر دیا تو آپ نے پڑھنی چھوڑ دی۔ ثبوت میں زید ابو مالک اشجعی کی حدیث پیش کرتا ہے۔ عن ابی مالك الا شجعی قال قلت لا بی یابت قد صلیت خلف رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان و علی ھھنابالکوفة نحوا من خمس سنین اکانو یقنتون قال ای بنی محدث . راوہ الترمذی (۱) والنسائی و ابن ماجة اس کے علاوہ بڑے بڑے حادثات ہوئے حضرت حسنینؓ کا حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا اور بھی شہید ہوئے کسی نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔ المستفتی نمبر ۲۷۶۹ مولوی نورالحسن۔ دہلی۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م یکم جولائی ۱۹۴۳ء

(جواب ۶۸۹) قنوت نازلہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھی اور خلفائے راشدینؓ نے حضور اکرم ﷺ کے بعد پڑھی ہے اس سے ثابت ہے کہ قنوت نازلہ ممنوع یا منسوخ نہیں ہوئی آیہ کریمہ لیس لك من الامر شئی کے نزول سے قنوت نازلہ کی ممانعت نہیں ہوتی آنحضرت ﷺ نے قنوت نازلہ میں بعض کفار کے نام لیکر بد دعا کی تھی اس کی ممانعت ہوئی تھی کہ مخصوص طور پر کسی کا نام لیکر بد دعا نہ کی جائے بخاری شریف (۲) میں یہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں انه سمع رسول اللہ ﷺ اذا رفع راسه من الرکوع فی الرکعة الاخرة من الفجر یقول اللھم العن فلانا و فلانا و فلانا بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمده ربنا لك الحمد فانزل اللہ لیس لك من الامر شئی الی قوله فانھم ظالمون. (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سنا کہ حضور ﷺ جب فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے بعد کہتے یا اللہ فلاں اور فلاں اور فلاں شخص کو لعنت کر تو یہ آیت اتری۔ بخاری (۳) کی دوسری روایت میں ان لوگوں کے نام بھی مذکور ہیں جن کے لئے بد دعا فرماتے تھے کہ وہ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام تھے اور اخیر میں یہ تینوں ایمان لے آئے تھے شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کسی کا نام لیکر بد دعا کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے کسی کا نام لیکر قنوت میں بد دعا نہیں کی کسی کافر قوم کے لئے یا عموماً کافروں کے لئے بد دعا کرنی منع نہیں ہے ایسی بد دعا تو قرآن مجید میں موجود ہے الا لعنة اللہ علی الظلمین . اور حضرت ابو مالک اشجعی کی روایت قنوت نازلہ کے متعلق نہیں ہے وہ تو نماز فجر میں دوامی قنوت کے متعلق ہے وہ بے شک جمہور کے نزدیک بدعت ہے قنوت نازلہ جس کا ثبوت آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین سے ہے اس کو بدعت کیسے کہا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ سے ثبوت تو بخاری کی روایتوں میں ہے جس میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت اوپر بیان کی جا چکی ہے اور خلفائے راشدین کے متعلق فتح القدیر میں حافظ بن ہمامؒ نے ذکر کیا ہے۔ قدروی عن

---

(۱) (مشکوۃ' باب القنوت' الفصل الثانی' ص ۱۱۴ ط سعید)
(۲) (باب قوله لیس لك من الأمر شئی ۲/۶۵۵ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)
(۳) وعن حنظلة بن أبی سفیان سمعت سالم بن عبداللہ یقول کان رسول اللہ ﷺ یدعو ا علی صفوان بن أمیه و سھل بن عمرو و الحارث بن ھشام الحدیث (غزوة أحد' باب لیس لك من الأمر شئی ۲/۶۵۵' ط قدیمی)

صدیقؓ انه قنت عند محاربة الصحابة مسیلمة و عند محاربة اهل الکتاب و کذلك قنت عمرؓ و کذا علی فی محاربة معاویة و معاویة فی محاربته (۱) اور کنزل العمال(۲) میں ہے۔ عن ابی رافع ان النبی ﷺ وابا بکر و عمر و عثمان و علیاً قنتوا بعد الرکوع ۔ یہ قنوت نازلہ کا بیان ہے اور خلفائے راشدین نے جب حضور اکرم ﷺ کے بعد قنوت نازلہ پڑھی تو ثابت ہوا کہ قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہے نیل الاوطار میں قنوت نازلہ فجر کی نماز میں پڑھنے کا جواز خلفائے راشدین اربعہ اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے لہذا یہ جواز صحیح اور ثابت اور قابل عمل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) قنوت نازلہ میں بادشاہ کا حاضر ہونا ضروری نہیں
(۲) جواب دیگر

(سوال) ایک شخص کہتا ہے کہ قنوت نازلہ ائمہ مساجد کو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ امام سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے جیسا کہ فعل رسول اللہ ﷺ اور عمل خلفائے راشدینؓ سے ثابت ہوتا ہے اور اسی قول کی روایات فقہیہ قنت الامام سے تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ امام کا لفظ مشترک ہے جس میں تصریح مع حوالہ عمل غیر خلیفہ کی ضرورت ہے۔

المستفتی نمبر ۲۷۷۵ غلام محمد امام مسجد قادر پوراں ضلع ملتان۔ ۶ شوال ۱۳۶۲ھ

(جواب ۶۹۰) قنت امام میں امام سے مراد خلیفۃ الاسلام امیر المؤمنین نہیں ہے بلکہ امام جماعت مراد ہے اس کی دلیل یہ ہے جو شامی میں مذکور ہے۔ وظاهر تقیید هم بالامام انه لا یقنت المنفرد وهل المقتدی مثله ام لا (۳) یعنی فقہ کی روایات میں قنوت کو امام کے ساتھ اس لئے مقید کیا گیا ہے کہ منفرد قنوت نازلہ نہ پڑھے اور آیا مقتدی بھی اسی کی طرح یعنی منفرد کے مثل ہے یا نہیں ؟ دیکھئے لفظ امام کو منفرد اور مقتدی کو مقابل سمجھا ہے نہ خلیفۃ المسلمین کے معنی میں ورنہ یوں کہتے کہ خلیفۃ المسلمین کے علاوہ کوئی نہ پڑھے اور پھر مقتدی کے لئے قنوت پڑھنے کو ترجیح دی ہے جب کہ امام سراً پڑھے اور امام جہر سے پڑھے تو مقتدی آمین کہتا رہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۶۹۱) قنوت نازلہ کسی مصیبت کے دفعیہ کے لئے پڑھنا جائز ہے (۴) وہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے مگر اس میں امام اور مقتدیوں کو ہاتھ چھوڑے رکھنا یا باندھنا بہتر ہے' ہاتھ اٹھا کر پڑھنا یا آمین بالجہر کہنا بہتر نہیں ہے مگر ناجائز بھی نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) (فتح القدیر' باب صلاة الوتر ۱/ ۴۳۴ ط مصر) (۲) (القنوت ۸/ ۸۳' ط مکتبة التراث الإ سلامی' حلب)
(۳) (باب الوتر والنوافل' مطلب فی قنوت النازلة' ۲/ ۱۱ ط سعید) (٤) قال الزجاج :" والنازلة الشدیدة من شدائد الدهر ولا شك أن الطاعون من أشد النوازل (رد المحتار' باب الوتر والنوافل' مطلب فی قنوت النازلة' ۲/ ۱۱ ط سعید)
(۵) إنما لا یقنت عند نافی صلاة الفجر من غیر بلیة ..... والذی یظهر لی أن المقتدی یتابع إمامه إلا إذا جهر فیؤمن وإنه یقنت بعد الرکوع' لا قبله الخ (رد المحتار' باب الوتر والنوافل' مطلب فی قنوت النازلة ۲/ ۱۱ ط سعید)

(۱) قنوت نازلہ پڑھنے کا طریقہ
(۲) جواب دیگر

(سوال) آج کل جو روح فرسا مصائب مسلمانوں پر آرہے ہیں ان کے دفعیہ کے لئے نماز میں قنوت نازلہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو اسکا طریقہ اور دعائے قنوت بھی تحریر فرمادیں ؟
المستفتی محمد عبدالرؤف جگن پوری متعلم مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی۔ ۲۴ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

(جواب ۶۹۲) اس وقت کہ دنیا کی واحد اسلامی سلطنت کو جڑ سے اکھیڑ دینے اور صدیوں کی قائم شدہ اسلامی حکومت کو سرزمین یورپ سے مٹادینے کی تجویزیں ہورہی ہیں یورپ کی خود غرض اور متعصب مسیحی حکومتیں جلالت مآب خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم کو مستقر خلافت (قسطنطنیہ) سے نکال دینے اور خلافت اسلامیہ کا اقتدار مٹادینے کی کوششیں کررہی ہیں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن مسیحی پادری اور بشپ مذہبی تعصب سے دیوانے ہوکر عیسائی آبادی کو خلیفۃ المسلمین کے خلاف بھڑ کارہے ہیں انصاف اور انسانیت اور آزادی اور سچائی کا خون کرنے پر آمادہ ہیں تو ظاہر ہے کہ اسلامی سلطنت اور خلافت اسلامیہ کی وقعت اور اسلام اور اہل اسلام کی عزت کا خدا تعالیٰ ہی محافظ ہے۔ یہ وقت مسلمانوں کے لئے شدید ترین مصیبت کا وقت ہے ہر شخص جس کے سینے میں منصف دل ہے اور دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے خون کے آنسو روتا ہے عورتیں اور بچے تک بے قرار ہیں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم کے مسلمانوں میں ایک تلاطم برپا ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس موقع کی نزاکت اور اہمیت کو پورے طور سے سمجھیں اور آپس کے بغض اور کینوں، حسد اور مناقشوں، غیبتوں اور عیب جوئیوں کو قطعاً ترک کردیں باہمی اختلافات کو بھول جائیں اور اپنے فرض کو محسوس کریں۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضامندی حاصل کرنے اور اسلام کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوجائیں اور حقیقی شہنشاہ رب العالمین احکم الحاکمین کی مقدس بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کریں۔ اور سچے دل سے رو کر گڑ گڑا کر مقامات مقدسہ اور جزیرۃ العرب کے غیر مسلموں سے پاک رہنے اور خلافت اسلامیہ کے اقتدار اور اسلامی سلطنت کی عزت قائم رہنے کی دعا مانگیں، جہری نمازوں کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد قومے میں قنوت نازلہ پڑھیں (۱) امام زور سے قنوت پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے جائیں۔ ہاتھ باندھے رکھیں قنوت نازلہ کے الفاظ یہ ہیں :-

اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت و تولنا فيمن توليت و بارك لنا فيما اعطيت وقنا شرما قضيت انك تقضى ولا يقضى عليك وانه لا يذل من واليت ولا يعزمن عاديت تباركت ربنا و تعاليت ونستغفرك و نتوب اليك وصلى الله على النبى الكريم. اللهم اغفرلنا وللمؤمنين والمؤمنت والمسلمين والمسلمات والف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم

---

(۱) إذا وقعت نازلة قنت الإمام فى الصلاة الجهرية ...... والذى يظهر لى أن المقتدى يتابع إمامه إلا إذا جهر فيؤمن وأنه يقنت بعد الركوع لا قبله (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فى قنوت النازلة ۲/ ۱۱ ط سعيد)

وانصرنا علیٰ عدوك وعدوهم. اللهم العن الكفرة الذين يصدون عن سبيلك ويكذبون رسلك ويقاتلون اولياء ك اللهم خالف بين كلمتهم وزلزل اقدامهم وانزل بهم باسك الذى لا ترده عن القوم المجرمين — (۱)

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ ٗ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ۔ ۲۴ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

(جواب دیگر ۶۹۳) حوادث اور مصائب کے پیش آنے پر حنفیہ نے بھی فرائض میں قنوت پڑھنے کو مسنون کہا ہے (۲) اور اس مصیبت سے بڑھ کر مسلمانوں پر اور کیا آفت ہو گی جو آج کل جنگ بلقان سے پیش آرہی ہے تمام مسلمان خدائے پاک کی جناب میں گریہ وزاری کریں اور فجر کی نماز میں اخیر رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھیں اور اپنے اسلامی بھائیوں کی عزت ووقار کے ساتھ اس مصیبت سے نجات پانے کی دعا مانگیں اور جہاں تک ممکن ہو مجروحین ویتامی اور بیواؤں کی امداد و اعانت کے لئے چندہ بھیجیں طریقہ قنوت کا یہ ہے کہ امام دوسری رکعت کے رکوع کے بعد قومے میں یہ دعا پڑھیے :-

(یہاں مذکورہ بالا الفاظ دعائے قنوت کے درج ہیں)

اگر مقتدیوں کو یاد ہو تو بہتر ہے کہ امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ پڑھیں اور مقتدی نہ پڑھ سکیں تو بہتر ہے کہ امام زور سے یہ دعا پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں امام اور مقتدی دونوں ہاتھ باندھے رہیں۔ (۳) کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح حقیر ضمیر الدین احمد۔ الجواب صواب بندہ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ ٗ دہلی الجواب بندہ ضیاء الحق عفی عنہ ۔ الجواب صحیح انظار حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (مہر) یقال لہ ابراہیم۔ (مہر) ابو محمد عبدالحق۔ (مہر) محمد سیف الرحمٰن۔ الجواب صحیح محمد عبدالرشید مہتمم مدرسہ نعمانیہ دہلی۔ (مہر) ابو الحسن سید محمد تلطف حسین۔ الجواب صحیح محمد کرامت اللہ عفی عنہ۔ (مہر) عبدالجبار عمر پوری۔ (مہر) سید محمد عبدالسلام عفی عنہ۔ (نوٹ) جو صاحبان مجروحین کے لئے چندہ جمع کرنا چاہیں ان کو چاہئیے کہ وہ براہ راست کوٹھی علیجان حاجی عبدالغفار صاحب خزانچی ہلال احمر کے نام روانہ کریں۔ (اشتہار از طرف طلبائے مدرسہ امینیہ ٗ دہلی)

---

(۱) (حلبی کبیر : صلاۃ الوتر ٗ ص ۴۱۷-۴۱۸ ٗ ط سهيل اكيدمى ٗ لاهور)

(۲) قال الشامی :" النازلة الشديدة من شدائد الدهر ولا شك أن الطاعون من أشد النوازل (باب الوتر والنوافل ٗ مطلب فی قنوت النازلة ۲/۱۱ ط سعيد)

(۳) لما رواه الإمام أبو حنيفة عن ابن مسعودؓ لأن رسول الله ﷺ لم يقنت فى الفجر قط إلا شهراً واحداً لم ير قبل ذلك ٗ ولا بعده ٗ وإنما قنت شهراً يدعوا على قوم من العرب ٗ ثم تركه الخ (البحر الرائق ٗ باب الوتر ۳/۴۷ ط دار المعرفة ٗ بيروت ٗ لبنان) إنما لا يقنت عندنا فى صلاة الفجر من غير بلية فإن وقعت فتنة أو بلية لا بأس به ٗ فعله رسول الله ﷺ الخ أن المقتدى يتابع إمامه إلا إذا جهر فيؤمن وانه يقنت بعد الركوع ٗ لا قبله الخ (رد المحتار ٗ باب الوتر والنوافل ٗ مطلب فى قنوت النازلة ٗ ۲/۱۱ ط سعيد)

قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہوئی

(سوال) قنوت نازلہ جو مصائب کے پیش آنے پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہے اس کے متعلق بعض لوگ چند شبہات بیان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ منسوخ ہے کوئی کہتا ہے کہ صرف فجر کی نماز میں پڑھنی چاہئیے کوئی کہتا ہے کہ رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئیے کوئی کہتا ہے کہ قنوت پڑھتے وقت ہاتھ چھوڑے رکھنا چاہئیے۔ براہ کرم ان امور کے متعلق تحقیقی جوابات مرحمت فرمائیں

(جواب ٦٩٤) قنوت نازلہ مصیبتوں کے وقت فرض نمازوں میں پڑھنا جائز ہے اور اس کا جواز عموماً جمہور ائمہ اور خصوصاً حنفیہ کے نزدیک منسوخ نہیں ہے بلکہ جب کوئی عام مصیبت پیش آئے تو مصیبت کے زمانہ تک قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے(۱) ہاں قنوت دوامی جو فجر کی نماز میں امام شافعیؒ کے نزدیک مسنون ہے وہ حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے فقہ حنفی کی کتابوں میں جہاں قنوت فجر کو منسوخ کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ قنوت دوامی فجر کی نماز میں پڑھنا منسوخ ہے قنوت نازلہ کا منسوخ نہ ہونا ان روایات حدیثیہ وفقہیہ سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے۔ عن ابی هريرةؓ قال قنت رسول الله ﷺ فی صلوة العتمة شهرا (الی قوله) قال ابو هريرةؓ واصبح رسول الله ﷺ ذات يوم فلم يدع لهم فذكرت ذلك له فقال وما تراهم قد قدموا (ابوداؤد)(۲) (ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان قیدیوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت کیلئے ایک مہینہ تک عشاء کی نماز میں قنوت پڑھی (الی قولہ) ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک دن آپ نے دعا نہیں پڑھی تو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مسلمان قیدی چھوٹ کر آگئے (ابوداؤد)

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کا ایک مہینہ تک قنوت پڑھ کر چھوڑ دینا قنوت کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے تھا نہ کہ منسوخ ہونے کی وجہ سے۔

عن انس بن مالكؓ ان النبی ﷺ قنت شهراً ثم تركه (ابوداؤد)(۳) (ترجمہ) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی۔ عن ابن عباسؓ قال قنت رسول الله ﷺ شهرا متتابعاً فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلوٰة الصبح فی دبر كل صلوة اذا قال سمع الله لمن حمده من الركعة الاخرة يدعو على احياء من بنی سليم علی رعل و زكوان و عصية ويؤمن من خلفه (ابوداؤد)(٤) (ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متواتر ایک مہینے تک ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں قنوت پڑھی۔ ہر نماز کے آخر میں جب کہ آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو بنی سلیم کے قبیلوں رعل وزکوان وعصیہ پر بددعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے رہتے۔ او انه لعدم وقوع نازلة

---

(۱) إنما لا يقنت عندنا فی صلاة الفجر من غير بلية فإن وقعت فتنة أو بلية لا باس به فعله رسول الله ﷺ الخ (رد المحتار باب الوتر والنوافل مطلب فی قنوت النازلة ۲/۱۱ ط سعید)

(۲) (باب القنوت فی الصلاة ۱/۲۰٤ ط سعید)

(۳) (ایضاً) (٤) (باب القنوت فی الصلاة ۱/۲۰٤ ط سعید)

تستدعی القنوت بعد ھا فتکون شرعیته مستمرۃ وھو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته علیه الصلوۃ والسلام وھو مذھبنا و علیه الجمھور (کبیری) (۱) (ترجمہ) یا حضور کا قنوت کو چھوڑنا اس وجہ سے ہو کہ کوئی ضرورت بعد کو قنوت پڑھنے کی پیش نہ آئی پس قنوت نازلہ کی مشروعیت مستمر ہے اور جن صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قنوت پڑھی ان کا پڑھنا اسی پر محمول ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی کے جمہور قائل ہیں۔ قال ابن الھمام فی شرح الھدایة ان ھذا ینشئی لنا ان القنوت للنازلة مستمر لم ینسخ (الیٰ قوله) وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقررہ لفعلھم ذلك بعدہ ﷺ (فتح القدیر) (۲) (ترجمہ) ابن ہمامؒ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا بیان ہمارے لئے ظاہر کرتا ہے کہ قنوت نازلہ کا جواز مستمر ہے منسوخ نہیں ہوا (الی قولہ) اور خلفائے راشدین کی جو روایتیں ہم نے ذکر کی ہیں ان سے قنوت نازلہ کا منسوخ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قنوت نازلہ پڑھی ہے۔ اذا طبق علماء نا علی جواز القنوت عند النازلة (مرقاۃ) (۳) (ترجمہ) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء (ائمہ حنفیہ) کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنی جائز ہے۔ روی عن ابی بکرؓ انه قنت عند محاربة مسیلمة و کذا قنت عمرؓ وکذا علیؓ و معاویةؓ عند تحار بھما (غنیة المستملی)......(۴) (ترجمہ) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مسیلمہ کذاب سے جنگ کے زمانے میں دعائے قنوت پڑھی اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی پڑھی ہے اور ایسے ہی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ نے بھی اپنی جنگ کے زمانہ میں دعائے قنوت پڑھی ہے۔

ان روایات سے ثابت ہے کہ قنوت نازلہ ائمہ حنفیہ اور جمہور کے نزدیک جائز ہے اس کا جواز اور مشروعیت مستمر ہے منسوخ نہیں ہے کیونکہ اگر منسوخ ہوتا تو خلفائے راشدینؓ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کیوں پڑھتے فتح القدیر، کبیری، عینی، شرح ہدایہ، طحاوی، مراقی الفلاح، در مختار، اشباہ و نظائر، بحر الرائق، غایہ شرح نقایہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، رد المحتار، وغیرہ بہت سی کتابوں میں حنفیہ نے قنوت نازلہ کے جواز کی تصریح کی ہے رہی یہ بات کہ حنفیہ کے نزدیک صرف فجر کی نماز میں ہے یا تین جہری نمازوں میں یا پانچوں نمازوں میں ؟ تو اس کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ علامہ طحاویؒ کی عبارت میں صرف فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے (۵) اور اسی کو صاحب شامیؒ نے ترجیح دی ہے لیکن علامہ عینیؒ نے شرح ہدایہ میں صلوۃ

---

(۱) (صلاۃ الوتر ص ۴۲۰ ط سھیل)
(۲) (باب صلاۃ الوتر ۱/۴۳۴ ط بیروت، لبنان)
(۳) (باب القنوت ۳/۱۷۸، ط امدادیہ، ملتان)
(۴) (صلاۃ الوتر، ص ۴۲۰ ط، سھیل لاھور) (۵) قال أبو جعفر: " فقد یجوز ان یکون علی کان یری القنوت فی صلاۃ الفجر سائر الدھر وقد یجوز ان یکون فعل ذلك فی وقت خاص للمعنی الذی کان فعله عمر من أجله الخ (شرح معانی الأثار، باب القنوت فی الفجر وغیرہ، ۱/۱۷۲ ط سعید) قال ابو جعفر: " فذھب القوم إلی أثبات القنوت فی صلاۃ الفجر الخ (شرح معانی الآثار، باب القنوت فی الفجر وغیرہ ۱/۱۶۸ ط سعید)

الجہر لکھا ہے اور اسی طرح بحر الرائق و مراقی الفلاح میں شرح نقایہ سے صلوۃ الجہر نقل کیا ہے (۱) اور در مختار میں وقیل فی الصلوات کلھا بھی لکھا ہے ہے یعنی کہا گیا ہے کہ تمام نمازوں میں پڑھنی جائز ہے اور احادیث میں بھی قنوت کا ذکر مختلف طریقوں سے آیا ہے کسی حدیث میں صرف نماز فجر کا ذکر ہے اور کسی میں نماز عشاء کا اور کسی میں دو تین نمازوں کا اور کسی میں پانچوں نمازوں کا پس صرف نماز فجر میں پڑھنے کی روایت اور جہری نمازوں میں پڑھنے کی روایت تو فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے ان دونوں صورتوں میں تو فقہ حنفی کی رو سے بھی تامل کی گنجائش نہیں رہا پانچوں نمازوں میں پڑھنا تو دیگر ائمہ بموجب حدیث ابن عباسؓ پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ کے جواز کے قائل ہیں اور یہی مطلب ہے در مختار کے اس قول کا وقیل الصلوات کلھا مگر ائمہ حنفیہ سے پانچوں نمازوں میں پڑھنے کی کوئی فقہی روایت نہیں ہے جہری نمازوں میں پڑھنے کی فقہی روایتیں یہ ہیں۔ ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھر وبه قال الاکثرون واحمد الخ (عینی شرح ھدایه) (۲) (ترجمہ) اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے تو جہری نمازوں میں امام قنوت پڑھے اسی کے اکثر علما اور امام احمدؒ قائل ہیں۔ وفی الغایة ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھر وھو قول الثوری واحمد الخ (مراقی الفلاح) (۳) (ترجمہ) غایہ میں ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے تو امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے امام ثوری اور امام احمدؒ کا یہی قول ہے۔" اسی طرح بحر الرائق و شامی میں بھی منقول ہے۔

رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد رکوع ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قنوت نازلہ کو بعد رکوع پڑھنا ہی باعتبار دلیل کے قوی ہے کیونکہ جن روایات حدیث سے قنوت نازلہ کے جواز پر حنفیہ نے استدلال کیا ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ قنوت حضور اکرم ﷺ نے رکوع کے بعد پڑھی ہے اسی کو شامی نے رد المحتار میں ترجیح دی ہے اور اسی کو مراقی الفلاح میں اختیار کیا گیا ہے (۴) اور ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ قال البیھقی صح انه علیه السلام قنت قبل الرکوع لکن رواۃ القنوتُ بعدہ اکثر واحفظ فھو اولیٰ (مرقاۃ) (۵) (ترجمہ) علامہ بیہقی نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے قبل الرکوع قنوت پڑھنا بھی ثابت ہے لیکن بعد رکوع قنوت کے روایت کرنے والے زیادہ بھی ہیں اور حافظہ کے بھی قوی ہیں پس یہی اولیٰ ہے۔

---

(۱) قنت الإمام فی صلاۃ الجھر الذی فی البحر عن الشمنی فی شرح النقایة (مراقی الفلاح، باب الوتر، ص ۲۲۶ ط مصر)

(۲) (باب صلاۃ الوتر، ۲/۵۲۴ ط دار الفکر، بیروت، لبنان)

(۳) (باب الوتر ص ۲۲۶، ط مصر)

(٤) وأنه یقنت بعد الرکوع، لا قبله بدلیل أن ما استدل به الشافعی علی قنوت الفجر و فیه التصریح بالقنوت بعد الرکوع حمله علماؤنا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشر نبلالی فی مراقی الفلاح الخ (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی القنوت للنازلة ۲/۱۱ ط سعید)

(٥) (باب القنوت ۳/۱۷۸، ط امدادیه، ملتان)

ہاتھ باندھ لیں یا چھوڑے رکھیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایسے قیام میں جس میں کوئی ذکر مسنون ہو ہاتھ باندھنا سنت ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جس قیام میں قرأۃ ہو یعنی قرآن مجید پڑھا جائے اس میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے پس ہر نماز میں سبحانك اللّٰھم کے ختم تک اور قنوت کے وقت اور نماز جنازہ میں امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھ چھوڑے رکھنا چاہئیے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان سب مواقع میں ہاتھ باندھنا چاہئیے جیسے کہ تمام حنفیہ کا معمول ہے اور ثنا اور قنوت وتر اور نماز جنازہ میں ہاتھ باندھے رہتے ہیں پس قنوت نازلہ بھی چونکہ ذکر مسنون ہے اس لئے اس کے پڑھنے کے قیام میں بھی ہاتھ باندھنا ہی حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے موافق مسنون ہوگا لہذا ہاتھ باندھنا ہی اولیٰ اور راجح ہے۔ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں علامہ شیخ احمد طحطاویؒ لکھتے ہیں و یضع فی کل قیام من الصلوۃ ولوحکما فدخل المقاصد ولا بد فی ذلك القیام ان یکون فیه ذکر مسنون وما لا فلا کما فی السراج وغیرہ . وقال محمد لا یضع حتی یشرع فی القراء ۃ فھو عندھما سنة قیام فیه ذکر مشروع و عندہ سنة للقراء ۃ فیرسل عندہ حالة الثناء والقنوت وفی صلوۃ الجنازۃ و عندھما یعتمد فی الکل . الخ (طحطاوی علی مراقی الفلاح) (۱)
(ترجمہ) نماز کے ہر قیام میں ہاتھ باندھے اگرچہ قیام حکمی ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا بھی داخل ہو گیا مگر یہ شرط ہے کہ اس قیام میں کوئی ذکر مسنون ہو اور جس میں ذکر مسنون نہ ہو نہ باندھے جیسا کہ سراج وغیرہ میں مرقوم ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب تک قرأۃ شروع نہ کرے ہاتھ نہ باندھے پس ہاتھ باندھنا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر ایسے قیام کی سنت ہے جس میں کوئی ذکر مسنون ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک قرأۃ کی سنت ہے لہذا امام محمدؒ کے نزدیک حالت ثنا اور قنوت اور نماز جنازہ میں ہاتھ چھوڑے رکھنے چاہئیں اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان تمام حالتوں (یعنی ثنا، قنوت، نماز جنازہ) میں ہاتھ باندھنا چاہئیے۔ انتہی

اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر پڑھے تو حدیث شریف سے اس کی بھی گنجائش نکلتی ہے اور ایک فقہی روایت امام ابو یوسفؒ سے بھی منقول ہے کہ قنوت وتر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر پڑھی ہے۔ حدیث شریف یہ ہے۔
عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع رأسه من صلوۃ الصبح فی الرکعة الثانیة یرفع یدیه فیھا فیدعو بھذا الدعاء اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ (۲) (ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں جب رکوع سے سر اٹھاتے تو قومے میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ (زاد المعاد) حافظ ابن قیمؒ نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے لیکن حاکمؒ سے اس کی تصحیح بھی خود ہی نقل فرمائی ہے البتہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ ہاتھ اٹھانے سے کیا مراد ہے آیا

---

(۱) (فصل فی بیان سننھا' تتمة' ص ۱۵٤ ط مصر)
(۲) (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد' بحث القنوت فی الفجر وغیرہ ۱/ ٦٩ ط مصر)

ابتداء میں دعا شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھانا جیسے تکبیر تحریمہ یا قنوت وتر کے وقت اٹھاتے ہیں یا تمام دعا پڑھنے اور آخر ختم کرنے تک اٹھائے رکھنا جیسے دعا میں ہاتھ اٹھاتے ہیں پھر بھی چونکہ حدیث میں یہ احتمال بھی ہے اس لئے ہاتھ اٹھا کر پڑھنے والوں سے بھی جھگڑنا مناسب نہیں ہے اسی طرح جو لوگ ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں ان کے لئے بھی امام محمدؒ کے مذہب کے موافق گنجائش ہے اس لئے ان سے بھی جھگڑنے کا موقع نہیں ہے اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو بہتر ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ اکثری تجربہ اسی کا شاہد ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام زور سے پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ امین کہتے رہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے قنوت نازلہ کا زور سے پڑھنا روایت کیا ہے۔ (بخاری)(۱)

مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی چوتھی رکعت، فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے مقتدی آمین کہتے رہیں۔ دعا سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں دعائے قنوت کے الفاظ یہ ہیں۔ اللھم اھدنا فیمن ھدیت الخ .

جو شخص تنہا نماز پڑھے وہ اپنی نماز میں اور عورتیں اپنی نماز میں قنوت پڑھیں یا نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی اجازت یا ممانعت کی تصریح میں نے نہیں دیکھی بجز فقہا کے اس قول کے کہ قنت الامام۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ حکم باعتبار اصل ہے کیونکہ فرائض میں اصل یہی ہے کہ وہ جماعت سے ادا کئے جائیں اور منفرد کے حکم سے سکوت ہے تاہم ممانعت کی کوئی وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند۔ محمد اعزاز علی غفرلہ۔ خاکسار سراج احمد رشیدی، حبیب الرحمٰن عفی عنہ۔ فقیر اصغر حسین حسنی حنفی۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ۔

موجودہ یاس انگیز حالت میں قنوت نازلہ ہر مسجد میں ہونی چاہئیے اس کے مسنون ہونے میں ائمہ اربعہ متفق ہیں پانچوں نمازوں میں جائز ہے مگر جہری نمازوں میں معتاد اکثرین سلف ہونا ثابت ہے اور نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور ہاتھ باندھے ہوئے دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ فاتحہ میں دعائے اھدنا اور آیت ترغیب و ترہیب میں دعائے مناسب دست بستہ منقول ہے قنوت میں امام ابو یوسفؒ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی منقول ہے مناسب ہے کہ ان جزوی امور میں اس وقت اختلاف نہ ہو۔ دست بستہ دعائے قنوت جہری نمازوں میں کیا کریں اگر اہل محلہ پانچوں نمازوں میں باہمی اتفاق سے کریں تو ان پر انکار نہ کریں قرآن پاک میں ہے۔ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ . ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات .

فقط حررہ محمد ناظر حسین نعمانی نقشبندی دیوبندی صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ۔

حامداً و مصلیاً۔ قنوت عند المصیبت والحوادث العامہ مشروع ہے جزوی و فرعی اختلاف کی وجہ سے

---

(۱) (کتاب التفسیر، باقولہ لیس لک من الأمر شئی ۲/۶۵۵، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی)

نزاع مناسب نہیں۔ فقط کتبہ الاحقر عبداللطیف عفااللہ عنہ مدرس مظاہر علوم سہارنپور۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً ۔ قنوت وقت نازلہ کے احناف کے نزدیک جائز ہے اور بعد رکوع آنحضرت ﷺ نے اس کو اختیار فرمایا ہے احناف کے نزدیک قنوت نماز صبح میں علی الدوام ثابت نہیں یہ قنوت جس کی بابت سوال ہے اس کے جواز میں چون وچرا کرنا لغو ہے جواب جو مجیب نے تحریر فرمایا ہے یہ عاجز اس سے متفق ہے۔ واللہ اعلم۔ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ۔

الجواب صحیح۔ محمد ادریس (کاندھلوی) مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ محمد شفیع مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی۔ کریم بخش عفی عنہ مدرس مدرسہ عبدالرب۔ حبیب المرسلین عفی عنہ دہلی۔ محمد عبداللطیف سیفی عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی۔ محمد عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔ سلطان محمود غفرلہ' مدرس مدرسہ فتح پوری۔ بندہ احمد سعید غفرلہ واعظ دہلوی۔ محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔ محمد کرامت اللہ عفااللہ عنہ دہلی۔ محمد عبدالرحیم مہتمم مدرسہ رحیمیہ دہلی۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ وقت سخت مصیبت کے قنوت کا پڑھنا ہمیشہ رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین سے پایا گیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ نے محاربہ مسیلمہ کذاب میں دعائے قنوت پڑھی ہے اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ سے ثابت ہوا چنانچہ ماہرین اخبار پر مخفی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ۔

قنوت نازلہ پر اشکال اور اس کا جواب

(سوال) محبت نامہ بجواب عریضہ حقیر آیا۔

مولانا! اپنی تحریر میں آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "جیسا کہ میرے لئے علامہ عینی وصاحب بحر ومراقی الفلاح کی عبارت دلیل ہے "الخ عینی شرح ہدایہ میرے پاس موجود نہیں ہے ورنہ اس کو بھی غور سے مطالعہ کر کے عرض کرتا۔ صاحب بحر نے اس مسئلے کو شرح النقایہ سے لیا ہے اور شارح نقایہ اور صاحب مراقی الفلاح نے غایہ سے نقل کیا ہے اور دونوں نے نقل میں لفظ صلاۃ الجہر لکھا ہے اور صاحب اشباہ نے جو غایہ سے نقل کیا ہے اس میں لفظ صلاۃ الفجر لکھا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غایہ کے بعض نسخ میں صلاۃ الفجر ہے اور بعض دیگر میں صلاۃ الجہر ہے اور علامہ ابو سعود نے ملا مسکین کے حاشیے میں شرح النقایہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں لفظ صلاۃ الفجر ہے ان کی عبارت بعینہ یہ ہے۔ **وفی شرح النقایة عن الغایة وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلاة الفجر آہ**(۱) جس سے یہ معلوم ہوا کہ شرح النقایہ کے بعض نسخ میں صلاۃ الجہر ہے اور بعض دیگر میں صلاۃ الفجر ہے ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے مگر کوئی بھی صلاۃ الجہر والے نسخہ کی صحت کی تصریح نہیں کرتا نہ اشارۃً اس کی صحت کو بیان کرتا ہے بخلاف صلاۃ

---

(۱) (باب الوتر والنوافل ۱/۲۵۲ ط سعید)

الفجر والے نسخہ کے کہ اس کو علامہ شامی نے صحیح مانا ہے اور اس کی تائید میں علامہ حلبی کی عبارت شرح منیہ سے نقل کی پس حقیقت میں تخصیص بالفجر پر غایہ کے ایک نسخہ صلاۃ الفجر والے سے استدلال ہے اور علامہ حلبی کی عبارت اس نسخہ کی صحت کی مؤید ہے اسی وجہ سے بعد اس کے تصریح کر دی کہ وھو صریح فی ان قنوت النازلة عندنا مختص لصلاة الفجر دون غیرھا من الصلوات الجھریة او السریة آہ (۱) اور اسی طور سے علامہ طحطاوی نے در مختار کے حاشیہ میں پہلے بحر اور مراقی الفلاح کی عبارت نقل کر کے یہ لکھا والذی فی ابی السعود عن الشرح المذکور ان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلاة الفجر آہ (۲) جس سے مقصود بیان مخالفت منقول عنہا تھا پھر ان دو نسخوں میں سے صلاۃ الفجر والے نسخہ کی صحت و ترجیح کے لئے عبارت امام طحطاوی سے اسی کو متبادر لکھ کر دونوں نسخوں کی موافقت کے لئے یہ تحریر کر دیا کہ والذی یظھر لی ان قولہ فی البحر وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلاة الجھر تحریف من النساخ وصوابہ الفجر آہ (۳) اس سے صاف واضح ہو گیا کہ احتمال تحریف صرف موافقت نسخ کے لئے ہے نہ یہ کہ احتمال تحریف تخصیص بالفجر پر دلیل بلکہ تحریف محتمل نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی نے بحر کے حاشیے میں بعد نقل عبارت حلبی یہ نص فرمایا کہ و مقتضی ھذا ان القنوت لنازلة خاص بالفجر . اس کے بعد یہ لکھا کہ ویخالفہ ما ذکرہ المؤلف معز یا الی الغایة من قولہ فی صلاة الجھر و لعلہ محرف عن الفجر وقد وجدتہ بھذا اللفظ فی حواشی مسکین وکذا فی الاشباہ وکذا فی شرح الشیخ اسماعیل لکنہ عزاہ الی غایة البیان الخ (۴) اور طحطاوی نے تخصیص بالفجر پر بطور دلیل کے علامہ حلبی کی عبارت کو نقل کر کے یہ فرمایا کہ فھذا صریح فی تخصیص القنوت للنوازل بالفجر آہ (۵) اور آں جناب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ صلوات جہریہ میں قنوت نازلہ کا جواز علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اور سید طحطاوی نے مراقی الفلاح میں نقل فرمایا ہے الخ مولانا ! طحطاوی میں مجھے نہیں ملا بلکہ علامہ طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح میں جو عبارت شرح النقایہ کی نقل کی ہے اس میں صلاۃ الفجر لکھا ہے اور مراقی الفلاح کے قول وھو مذھبنا و علیہ الجمھور پر یہ تصریح فرمائی ہے ای القنوت للحادثة واذ خصصناہ بالفجر لفعلہ ﷺ و عممہ الجمھور فی کل الصلوات آہ (۶) جس سے صاف معلوم ہو کہ احناف ؒ کے نزدیک قنوت نازلہ نماز فجر میں مخصوص ہے خلاصہ یہ کہ علامہ طحطاویؒ اور شامیؒ نے تائید و اثبات میں علامہ حلبی کی عبارت کو تحریر فرمایا اور لفظ کانھم الخ۔ کو صرف احتمال کے طور پر حمل نہیں کیا

---

(۱) (رد المحتار' باب الوتر والنوافل' مطلب فی القنوت للنازلة ۲/۱۱ ط سعید)
(۲) (باب الوتر والنوافل ۱/۲۸۳ ط دار المعرفة للطباعة والنشر' بیروت' لبنان)
(۳) (باب الوتر والنوافل ۱/۲۸۳' ط دار المعرفة' بیروت' لبنان)
(۴) (باب الوتر والنوافل ۲/۴۷ ط دار المعرفة' بیروت' لبنان)
(۵) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار' باب الوتر والنوافل ۱/۲۸۳ ط بیروت)
(۶) (باب الوتر ص ۲۲۷' ط مصر)

بلکہ خود علامہ حلبیؒ نے شرح منیہ صغیری میں یہ تحریر فرمایا ہے ویجوز عندنا ان وقعت فتنة او بلیة ان یقنت فی الفجر قاله الطحاوی پس عبارت بحر مراقی الفلاح جو غایہ سے نقل کر کے صلاۃ جہریہ کے قائل ہوئے ہیں بسبب اختلاف نسخ کے مفید تعمیم صلاۃ جہریہ کی نہیں ہوئی تاکہ دلیل ہو سکے گو وہ عبارت قبل ترجیح کے مفید تخصیص بالفجر کو بھی نہیں اور تخصیص بالفجر کے لئے امام طحاویؒ کا قول بلا کسی معارض و مخالف کے دلیل ہے جیسا کہ ان کو صغیری میں کہا قاله الطحاویؒ اور کبیری میں اس کی وجہ سے احتمال نسخ کو ذکر کیا علاوہ ازیں آن جناب بھی تخصیص صلوات جہریہ کے بہ سبب روایات احناف کے قائل ہیں پس مسلم شریف کی حدیث کا جس میں لفظ انه قنت فی صلاة الظهر ہے احناف کی طرف سے کیا جواب ارشاد فرمائیں گے پس کانهم الخ کا احتمالی ہونا تخصیص بالفجر کے لئے مضر نہیں ہے جیسا کہ آنجناب کے نزدیک تخصیص بصلاۃ الجہر کے لئے مضر نہیں علاوہ ازیں مسلم ہے کہ علامہ حلبی نے اس کو بطور احتمال کے بیان کیا ہے مگر علامہ نوح آفندی نے جزماً و قطعاً بیان کیا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے حواشی بحر میں تحت قوله ولهما انه منسوخ کے لکھا ہے قال العلامة نوح آفندی هذا علی اطلاقه مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعه عند الکل لان القنوت فیها عند النوازل لیس بمنسوخ علی ما هو التحقیق کما مروا ما فی القنوت فی غیر الفجر عند النوازل کما هو مذهب الشافعی فلا یتابعه عند الکل فان القنوت فی غیر الفجر منسوخ عندنا اتفاقاً اه (۱) والسلام

مشتاق احمد عفا عنہ الصمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۳ رجب ۱۳۴۰ھ

مدرسہ دار العلوم مسجد رنگیان۔ کانپور

(جواب ۶۹۵) بعد سلام مسنون عرض ہے کہ نامہ سامی کئی روز ہوئے کہ موصول ہوا تھا بندہ مدرسے کے طلبہ کے امتحان میں مشغول تھا اس لئے جواب نہ لکھ سکا۔

صاحب بحر نے شرح نقایہ سے اور مراقی الفلاح میں غایہ سے صلاۃ الجہر نقل کیا ہے اور علامہ شامی نے حواشی بحر میں شرح شیخ اسمٰعیل کے حوالے سے بنایہ شرح ہدایہ للعینی سے نقل کیا ہے اذا وقعت نازلة قنت الامام فی الصلوٰة الجهریة وقال الطحاوی لا یقنت عندنا فی صلوة الفجر فی غیر بلیة اما اذا وقعت فلا باس به اه (۲) اور ظاہر ہے کہ بنایہ کی عبارت میں لفظ فی الصلاة الجهریة میں صلاۃ الفجر سے تحریف ہونے کا احتمال نہایت بعید ہے اسی لئے علامہ شامی نے اس کے بعد فرمایا و لعل فی المسئلة قولین فلیراجع (۳) سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قنت الامام فی صلاة الجهر پر لکھا ہے۔ الذی فی البحر عن الشمنی فی شرح النقایة معزنا للغایة اذا نزل بالمسلمین نازلة قنت فی صلوة الفجر آه (٤) حالانکہ بحر کے موجودہ مطبوعہ نسخہ میں لفظ صلوٰۃ الجہر ہے نہ کہ صلوٰۃ الفجر

---

(۱) (منحة الخالق، باب الوتر والنوافل ۲/ ٤٨ ط دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت)
(۲) (ایضاً) (۳) (ایضا) (٤) (باب الوتر ص ٢٢٦، ط مصر)

پس میرا خیال اب تک یہی ہے کہ حنفیہ کے یہاں صلوٰۃ الجہر کی روایت بھی ہے اور صلوٰۃ الفجر کی بھی اور صلوٰۃ الجہر کی روایت چونکہ موجہ بالا احادیث ہے اس لئے اس پر عمل کرنے میں حنفیت کی رو سے بھی مضائقہ نہیں رہا یہ کہ سری نمازوں کے لئے بھی قنوت کی روایتیں حدیث کی موجود ہیں تو میں حنفیت کے لحاظ سے ان پر عمل کی رائے نہیں رکھتا۔ اگرچہ قطعاً اس کو بھی منسوخ نہیں سمجھتا کیونکہ نسخ کی کوئی دلیل نہیں اور علامہ نوح آفندی یا مثل ان کے دیگر متاخرین کی تصریح بالنسخ کو اس اختلاف نقل کی صورت میں ناکافی سمجھتا ہوں تاوقتیکہ یہ متقدمین سے تصریح نقل نہ فرمائیں۔ امام طحاویؒ کی عبارت بھی تخصیص بالفجر میں صریح نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اکیسواں باب
قراءت اور تلاوت

فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھنا سنت ہے

(سوال) فجر اور ظہر میں سورہ حجرات سے سورہ بروج تک اور عصر و عشاء میں سورہ الطارق سے سورہ لم یکن الذین تک اور مغرب میں سورہ زلزال سے سورہ ناس تک اور وتروں میں سبح اسم ربک' سورۃ القدر' سورہ کافرون سورہ اخلاص (اور آخر میں سورہ اخلاص خاص کر) ان سورتوں کا اس طرح پڑھنا سنت ہے یا مستحب ؟ اگر کوئی امام مندرجہ بالا سورتوں کے علاوہ اور کوئی رکوع یا تین چار آیت کہیں سے پڑھے تو وہ امام تارک سنت ہے یا نہیں ؟ اور ان سورتوں کے نہ پڑھنے میں نماز کے ثواب میں کچھ کمی ہوتی ہے یا نہیں ؟
(نوٹ) قرأت مندرجہ بالا سورتوں سے لمبی نہیں ہوتی۔

(جواب ۶۹۶) ہاں اس ترتیب سے سورتیں نمازوں میں پڑھنا سنت ہے مگر سنت مؤکدہ نہیں اس کے خلاف دوسرے رکوع پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے ہاں خلاف اولیٰ ہے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز میں خلاف ترتیب قراءت کا حکم

(سوال) زید نے مغرب کے وقت اول رکعت میں سورہ فلق اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ نماز صحیح ہوئی یا نہیں ؟ احمد حسین صاحب سلطان پور۔ ۱۶ محرم ۱۳۵۳ھ

(جواب ۶۹۷) قرآن مجید کی ترتیب بدل کر الٹا کرنا مکروہ ہے یہ کراہت قصداً پڑھنے کی صورت میں

---

(۱) ویسن فی الحضر لإمام و منفرد ..... طوال المفصل من الحجرات إلی آخر البروج فی الفجر والظهر و منها إلی آخر لم یکن أو ساطه فی العصر والعشاء و باقیه قصاره فی المغرب (التنویر و شرحه' فصل فی القراءة ۱/۵۳۹. ۵۴۰ ط سعید)

ہے نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی اور بلا قصد پڑھ لی جائے تو کراہت بھی نہیں اور نماز بلا کراہت درست اور صحیح ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"فمن تبعنی" کی جگہ "فمن تبعہ" پڑھا تو کیا حکم ہے؟

(سوال) ایک امام نے نماز میں رب انهن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانه منی کی جگہ فمن تبعه فانه منی پڑھ دیا آیا نماز درست ہوئی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۹۶۳ مولوی بشیر اللہ نوا کھالی۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۹۸) نماز ہو گئی کیونکہ فمن تبعہ کی ضمیر منصوب کا مرجع رب کو قرار دیا جائے تو معنی بھی صحیح رہتے ہیں اور متاخرین کے اصول کے موافق بدون اس تاویل کے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی(۲) محمد کفایت اللہ

درمیان میں چھوٹی سورت چھوڑنا مکروہ ہے

(سوال) زید نے رکعت اولیٰ میں ارء یت الذی پڑھی رکعت ثانیہ میں قل یا ایها الکفرون اور تین آیت یا تین آیت سے کم درمیان میں چھوڑ دی یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۹۷۸۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، م ۶ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۹۹) قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور بلا قصد ہو جائے تو مضائقہ نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"بصیراً" کے وقف پر نون کی بو دینا

(سوال) جو امام بصیراً پر وقف کرتے ہوئے نون کی بو دیتا ہو اس کے اس فعل سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین (ضلع حصار' پنجاب) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۱۳ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۰۰) جو امام کہ وقف بصیراً پر نون کی بو دیتا ہے وہ غلطی کرتا ہے مگر اس سے نماز فاسد نہ ہو گی(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

"للہ الصمد" پڑھنے میں نماز ہوئی یا نہیں؟

(سوال) امام اللہ الصمد کی جگہ للہ الصمد پڑھتا ہے۔ معنی بدل گئے نماز ہوئی کہ نہیں ہوئی؟

---

(۱) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوساً إلا إذا ختم الخ (الدر المختار' فصل فی القراءۃ' ۱/۵۴۶ ط سعید)
(۲) ومنها ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل إن کانت الکلمة التی قرأها مکان کلمة یقرب معناها وهی فی القرآن لا تفسد صلاته الخ (عالمگیریة' الفصل الخامس فی زلة القاری' ۱/۸۰' ط ماجدیه' کوئٹه)
(۳) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوساً إلا إذا ختم الخ (الدر المختار' فصل فی القراءۃ ۱/۵۴۶ ط سعید)
(۴) والفتوی علی عدم الفساد لکل حال' وهو قول عامة علمائنا المتاخرین (نور الایضاح ص ۸۵ ط سعید کمپنی' کراچی)

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب (دہلوی)

(جواب ۷۰۱) للہ الصمد پڑھتا ہے یا احدن اللہ الصمد پڑھتا ہے اگر للہ الصمد پڑھے تو نماز نہ ہو گی(۱) اور احدن اللہ الصمد پڑھے تو صحیح ہے نماز ہو جاتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

تراویح میں دیکھ کر قرآن پڑھنا

(سوال) تراویح میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا جائز ہے یا ناجائز امام صاحب کیا فرماتے ہیں صاحبین کا کیا مسلک ہے حدیث عائشہؓ کا کیا جواب ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۹۶ چودھری حاجی شیخ اللہ بخش صاحب (گوالیار)

۴ شوال ۱۳۵۶ھ م ۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۰۲) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز میں امام کا قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا مفسد ہے یعنی نماز درست نہیں ہوتی اور صاحبین ودیگر آئمہ کے نزدیک نماز درست ہو جاتی ہے اگر یہ شخص جس نے یہ اشتہار دیا ہے اور دیکھ کر قرآن شریف پڑھتا ہے حنفی ہے تو اس کا یہ فعل صحیح نہیں اور حنفی نہیں ہے تو حنفیوں کو اس سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں حضرت عائشہؓ کا غلام ذکوانؓ قرآن مجید دیکھ کر پڑھتا تھا حافظ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز کی نیت باندھنے سے پہلے قرآن مجید دیکھ کر پڑھ لیتا تھا تاکہ یاد ہو جائے پھر نماز میں یاد پڑھتا تھا اور آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں کوئی تصریح موجود نہیں اس لئے امام ابو حنیفہ نے احتیاط اسی میں سمجھی کہ یاد پر پڑھا جائے۔(۲) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

پہلی رکعت میں "سورہ اعلیٰ" اور دوسری میں "سورہ غاشیۃ" پڑھنا

(سوال) اکثر لوگ نماز میں پہلے سورہ اعلیٰ رکعت اول میں اور سورہ غاشیۃ دوسری رکعت میں پڑھتے ہیں موافق ترتیب یہی ہے مگر سورہ اعلیٰ چھوٹی سورت ہے اور سورہ غاشیۃ بڑی سورت ہے۔

المستفتی نمبر ۲۸۱۲ محمد عبدالشکور فیض آباد۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

(جواب ۷۰۳) یہ دونوں سورتیں ایک نماز میں پڑھنا جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) أی والحال فی أن معنی ذلک اللفظ بعیدمعنی لفظ القرآن متغیر معنی لفظ القرآن به تغیراً فاحشاً قویاً بحیث لا منا سبة بین المعنیین أصلاً تفسد صلاته أیضاً الخ (حلبی کبیر ' أحکام زلة القاری' ص ۴۷۶ ' ط سهیل اکیڈمی' لاهور)

(۲) ویفسد ها قراء ته من مصحف عند ابی حنیفة وقالا :" لا تفسد" ' له ان حمل المصحف و تقلیب الأوراق والنظر فیه عمل کثیر وللصلاة عنه بد الخ (عالمگیریة' الباب السابع فیما یفسد الصلاة ومایکره فیها ۱۰۱/۱ ط ماجدیه)

(۳) روی أنه علیه السلام قرأ فی الأولی من الجمعة سبح اسم ربك الأعلی وفی الثانیة هل اتاك حدیث الغاشیة الخ (رد المحتار' فصل فی القراء ة ۵۴۳/۱ ط سعید)

نماز میں آیتوں کا تکرار

(سوال) ایک امام صاحب فجر 'مغرب اور عشاء کی فرض نماز میں ایک رکعت میں سورۃ پڑھتے ہوئے ایک آیت کو دوبارہ پڑھتے کبھی ایک کلمہ کو دوبارہ پڑھتے ہیں مقتدی دریافت کرتے ہیں کہ امام صاحب آپ فرض نماز میں ایسا کیوں کرتے ہیں تو امام صاحب کہتے ہیں کہ ایسا فرض نماز میں پڑھنے کا حکم ہے' کیا یہ صحیح ہے ؟
المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع شرقی خاندیس)

(جواب ۷۰۴) کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز میں آیت کو دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور عذر نہ ہو تو مکروہ ہے مگر امام صاحب سے وجہ دریافت کی جائے اور ان کے بیان کے ساتھ مسئلہ دریافت کیا جائے یہ بھی واضح ہو کہ آیت کی تکرار فرض میں کرنا مکروہ تحریمی نہیں مکروہ تنزیہی ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مل کر قرآن خوانی کرنے کا حکم

(سوال) متعلقہ تلاوت اجتماعاً

(جواب ۷۰۵) جب کئی آدمی مل کر قرآن خوانی کریں تو سب کو آہستہ پڑھنا چاہئیے خواہ مسجد میں کریں یا کسی اور جگہ کریں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ننگے سر قرآن کی تلاوت کرنا

(سوال) متعلقہ آداب تلاوت

(جواب ۷۰۶) قرآن خوانی کے وقت گرمی کی وجہ سے ننگے سر بیٹھنا مباح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قراءت میں غلطی سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا

(سوال) متعلقہ سہو امام بقراءت

(جواب ۷۰۷) امام اگر بھول جائے یا غلط پڑھے یا رک جائے تو ان باتوں سے سجدہ سہو نہیں آتا(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) إذا كرر آية واحدة مراراً إن كان في التطوع الذى يصليه وحده فذلك غير مكروه وإن كان في الفريضة فهو مكروه وهذا في حالة الاختيار' أما في حالة العذر والنسيان فلا بأس به الخ (حلبی كبير' تتمات فيما يكره من القرآن' ص ٤٩٤ ط سهيل)

(۲) ويكره للقوم أن يقرؤ ا القرآن جملة لتضمنها ترك الا ستماع والإنصات المامور بهما الخ (عالمگيرية' الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن الخ ٣١٧/٥ ط ماجديه)

(۳) ولا يجب السهو إلا بترك واجب أو تاخيره أو تاخير ركن او تقديمه الخ (عالمگيرية ' الباب الثانى عشر في سجود السهو ١٢٦/١ ط ماجديه)

جمعہ ' عیدین اور تراویح میں جہراً قراءت کرنا واجب ہے

(سوال) جمعہ اور عیدین اور تراویح میں آواز سے قراءت کرنا واجب ہے یا سنت ؟

(جواب ۷۰۸) جمعہ اور عیدین میں آواز سے قرأت کرنا واجب ہے ۔ لو رود النقل المستفیض بالجهر کذا فی الهداية (۱) حدیث روی ان النبی ﷺ جهر فیهما اور تراویح میں بھی واجب ہے ویجهر الامام وجوبا فی الفجر واولی العشاء ین اداء وقضاء و جمعة و عیدین و تراویح ووتر بعدها (کذافی الدر المختار ص ۳۹۲) (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ 'دہلی

دو سورتوں کے درمیان چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مکروہ ہے

(سوال) امام نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ لہب پڑھی 'دوسری میں سورہ فلق 'عمرو کہتا ہے کہ اس طرح بیچ میں چھوٹی ایک سورۃ چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ؟

(جواب ۷۰۹) درمیان میں قصداً ایک چھوٹی سورت چھوڑنا مکروہ ہے 'نماز تو ہو جاتی ہے مگر کراہت تنزیہی کے ساتھ اور بغیر قصد کی چھوٹ جائے تو کراہت بھی نہیں ہوتی (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

نماز میں مکمل سورت پڑھنا افضل ہے

(سوال) نماز جہری میں سورت کا ملانا افضل ہے یا کہیں سے تین آیات کا پڑھنا افضل ہے ؟

(جواب ۷۱۰) سورت ملائے یا تین آیتیں پڑھے دونوں جائز ہیں سورت ملانا افضل ہے مگر آیتیں پڑھنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

امام کو لقمہ دینا

(سوال) ایک امام صاحب نے جمعہ کے دن حتی اذا جاؤ پڑھا جو کہ سورہ زمر میں ہے ایک مصلی نے لقمہ دیا حتی اذا جاؤ ها اور امام صاحب نے لقمہ لیا بعد نماز امام صاحب نے کہا کہ لقمہ دینے والے کی نماز مکروہ ہوئی ؟

المستفتی نمبر ۳۳۰ (ٹرانسوال) ۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۱۹ جون ۱۹۳۴ء

---

(۱) (هداية' فصل فی القراءة' ۱/ ۱۱۶ ط مکتبه شرکة علمیه' ملتان)
(۲) (فصل فی القراءة ۱/۵۳۳ ط سعید)
(۳) ویکره الفصل بسورة قصیرة' وأن یقرأ منکوساً الخ (الدر المختار' فصل فی القراءة ۱/ ۵٤٦ ط سعید)
(٤) وکذا لوقرأ فی الأولی وسط سورة أو من سورة أولها' ثم قرأ فی الثانیة' من وسط سورة أخری او من أولها أو سورة قصیرة الأصح لا یکره' لکن الأولی أن لا یفعل من غیر ضرورة الخ (الدر المختار' فصل فی القراءة ۱/ ۵٤٦ ط سعید)

(جواب ۷۱۱) لقمہ دینے والے کی نماز مکروہ نہیں ہوئی (۱) امام صاحب کا یہ فرمانا درست نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) ہر رکعت کی ابتداء میں "بسم اللہ" پڑھنا
(۲) تیسری رکعت میں ملنے والا ثنا پڑھے یا نہیں ؟

(سوال) (۱) حالت نماز میں ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہئیے ؟ نیز سورۃ فاتحہ کے بعد جب دوسری سورت شروع کریں تب بھی بسم اللہ پڑھیں ؟ (۲) اگر جماعت میں تیسری رکعت میں شریک ہو اور امام خاموشی سے قرأت کر رہا ہے تب اول شروع کی ثنا پڑھنی چاہئیے یا خاموش کھڑا ہو جائے ؟
المستفتی نمبر ۱۶۱۸ محمد ابو راشد صاحب (پانی پت ضلع کرنال) ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۵۶ھ۔
(جواب ۷۱۲) (۱) ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنی جائز ہے مگر اخفا کے ساتھ جہر سے نہیں (۲) (۲) خاموش کھڑا ہو جائے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سورہ یٰس کے بعد درود پڑھنا ثابت ہے یا نہیں ؟

(الجمعیۃ سہ روزہ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۵ء)
(سوال) زید کہتا ہے کہ سور یٰسین میں لفظ یٰسین کے بعد درود شریف پڑھنا ضروری ہے ؟
(جواب ۷۱۳) زید کا قول صحیح نہیں ہے قراء عظام کی قرأۃ میں لفظ یٰسین کے بعد درود نہیں ہے اور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے پس زید کا قول بے دلیل ہے تلاوت میں نظم قرآنی کے درمیان غیر قرآن کو داخل نہیں کرنا چاہئیے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

خارج از صلوۃ کے لقمہ سے فساد نماز کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء)
(سوال) ماہ رمضان المبارک میں اکثر ایسا موقع ہوا کرتا ہے کہ بجز اس حافظ کے جو تراویح پڑھاتا ہے کوئی

---

(۱) بخلاف فتحہ علی إمامہ فأنہ لا یفسد مطلقاً لفا تح وآخذ بکل حال الخ (التنویر و شرحہ' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا' ۱/ ۶۲۲ ط سعید)
(۲) وکما تعوذ سمی غیر المؤ تم بلفظ التسمیۃ سراً فی أول کل رکعۃ الخ (التنویر و شرحہ فصل فی بیان تالیف الصلاۃ ۱/ ۴۹۰ ط سعید)
(۳) وقرأ کما کبر سبحانک اللہم ..... إلا إذا شرع الإ مام فی القرأ ۃ سواء کان مسبوقاً أو مدرکاً و سواء کان إمامہ یجہر بالقراء ۃ أو لا فإنہ لا یأتی بہ الخ (التنویر و شرحہ' فصل فی بیان تالیف الصلاۃ ۱/ ۴۸۸ ط سعید)
(۴) من أحدث فی أمرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (بخاری' کتاب الصلح' باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود ۱/ ۳۷۱ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

دوسرا حافظ سامع نہیں ہوتا اگر ایسی صورت میں کسی مقتدی نے جو غیر حافظ ہے قرآن کھول کر قاری کا سنا اور اس کی غلطی پر ٹوکا اور نماز کی پہلی رکعت میں بوجہ مجبوری مذکور کے شامل نہ ہوا تو جائز ہے یا نہیں؟
العاجز ظفر عالم' برزادہ مولوی محمد ادریس صاحب۔ الوفی وارد حال میرٹھ

(جواب ۷۱۴) جو شخص امام کی نماز میں شریک نہیں ہے وہ امام کو قرأت وغیرہ میں لقمہ نہیں دے سکتا اگر لقمہ دے گا اور امام اس کو لے لے گا تو امام کی اور جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پہلی رکعت میں اخلاص اور دوسری رکعت میں فلق پڑھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید نے مغرب میں پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورہ فلق پڑھی ایسا قصداً نہیں کیا بلکہ بھول ہو گئی بکر نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ نماز نہیں ہوئی اور آج سے تم امامت سے علیحدہ ہو جاؤ؟

(جواب ۷۱۵) اس صورت میں کہ پہلی رکعت میں سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورہ فلق پڑھی نماز درست ہو گئی نماز نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قد افلح کو قد فلح پڑھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید جو ایک مسجد کا امام جمعہ ہے وہ سورہ اعلیٰ میں قد افلح من تزکی اور سورہ والشمس میں قد افلح من زکھا ہر دو مقام میں قد کی دال کو مفتوح کر کے افلح کی فا سے ملا کر ہمزہ کو گرا کر پڑھتا ہے جب اس سے کہا گیا تو کہتا ہے کہ دونوں طرح جائز ہے بقاعدہ یسئل و یرمی اخاہ

(جواب ۷۱۶) اگرچہ بعض علمائے عربیہ نے اس صورت میں حذف ہمزہ کو جائز رکھا ہے مگر قرآن مجید میں جواز کے قاعدے کے ساتھ قرأۃ ماثورہ کی متابعت بھی ضروری ہے پس اگر قرأۃ ماثورہ منقولہ میں یہ قرأۃ ہو تو پڑھنے میں حرج نہیں ورنہ قرأۃ ماثورہ کا اتباع کرنا چاہئیے (۲) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) فتحہ علی غیر أمامہ ...... وکذا الأخذ إلا إذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح الخ وفی الشامیۃ :" أخذ المصلی غیر الإمام بفتح من فتح علیہ مفسد أیضاً ...... أو أخذ الإمام بفتح من لیس فی صلاتہ الخ (باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ' ۶۲۲/۱ ط سعید)

(۲) ولو زاد کلمۃ أو نقص کلمۃ أو نقص حرفاً أو قدمہ أو بدلہ بآخر ...... لم تفسد مالم یتغیر المعنی الخ (الدر المختار' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ' ۶۳۲/۱ ط سعید)

(۱) جہری نماز میں منفرد کے لئے قراءت کا حکم
(۲) ہر رکعت کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے
(۳) سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہو گا
(۴) سورہ فاتحہ قرآن کا جزو ہے یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) ایک شخص نے نماز فجر اکیلے پڑھی اور قراءۃ بالجہر کی کیا اس کی نماز ہو گئی ؟
(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر ایک نماز میں اور ہر ایک رکعت میں بول سکتا ہے یا نہیں ؟
(۳) ایک شخص نے نماز فرض یا واجب یا سنت پڑھی ہے تو سورہ فاتحہ پڑھنی بھول گیا ہے اور باقی قراءۃ پڑھی اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟
(۴) سورہ فاتحہ قرآن کی سورۃ ہے یا دعا ہے ؟

(جواب ۷۱۷) (۱) نماز درست ہو گئی فجر' مغرب' اور عشاء کی نماز تنہا پڑھنے والا بھی بالجہر پڑھ سکتا ہے(۱)
(۲) ہر نماز میں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے(۲)
(۳) سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جاتی ہے سجدہ سہو نہ کرے تو لوٹانا واجب ہے(۳)
(۴) سورہ فاتحہ قرآن مجید کی سورت ہے اس میں مضمون دعا کا بھی ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امام بھول جائے تو لقمہ دینا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ یکم اگست ۱۹۲۹ء)

(سوال) نماز فرض ہو رہی ہو اور امام سے قراءۃ میں سہو ہو جائے اور امام تین آیت پڑھ چکا ہو تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۱۸) تین آیتیں پڑھ چکنے کے بعد بھی امام کو لقمہ دینا جائز ہے اور لقمہ دینے یا لینے سے نماز فاسد

---

(۱) قال فی التنویر و شرحه :" ویجهر الإمام فی الفجر وأولی العشائین اداءً وقضاءً ...... و یخیر المنفرد فی الجهر' وهو أفضل الخ (باب صفة الصلاة ۱/۴۳۳' ط سعید)
(۲) وكما تعوذ سمی سراً فی أول كل ركعة الخ (التنویر' وشرحة' باب صفة الصلاة ۱/۴۹۰ ط سعید)
(۳) فیها قراء ة الفاتحة والسورة إذا ترك الفاتحة فی أو لیین أو أحد هما یلزمه السهو (عالمگیریة' الباب الثانی عشر فی سجود السهو ۱/۱۲۶' ط ماجدیه)
(٤) قال رسول الله ﷺ :" والذی نفسی بیده ما انزلت فی التوراة ولا فی الإنجیل ولا فی الزبور ولا فی الفرقان مثلها وإنها سبع من المثانی والقرآن العظیم الذی أعطیته" هذا حدیث حسن صحیح (ترمذی' فضل فاتحة الكتاب ۲/۱۱۵ ط سعید)

نہیں ہوتی ہاں بہتر یہ ہے کہ امام تین آیتیں پڑھ چکنے کے بعد بھولے تو فوراً رکوع کردے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) ایک مسجد کے امام صاحب مغرب عشاء و فجر کی نمازوں میں مستحسن سورتیں پڑھتے ہیں اور مہینے میں دو ایک مرتبہ ادھر ادھر کی سورتیں بھی پڑھ دیا کرتے ہیں اس پر زید یہ کہتا ہے کہ امام صاحب نے قرآن شریف کو بند کر دیا ہے چند مقرر سورتیں پڑھتے ہیں اور دوسری سورتیں نہیں پڑھتے کیا وجہ ہے ؟ اس پر امام صاحب نے جولا کہا کہ مستحسن یہی ہے لیکن پھر بھی گاہے گاہے دوسری سورتیں پڑھ لیا کرتا ہوں اس پر زید کہنے لگا کہ یہ گاہے گاہے نہیں ہوا گاہے گاہے کے معنی یہ ہیں کہ ہفتے میں دو تین بار ادھر ادھر کی سورتیں یعنی غیر مستحسن سورتیں اور آیات پڑھی جائیں امام صاحب نے پھر جولا کہا کہ یہی طریقہ مستحسن ہے اسی پر ہمارا عمل رہے گا اس پر زید نے مسجد مذکور میں نماز پڑھنی چھوڑ دی نیز یہ بھی کہتا ہے کہ ہم کو پچ قرآن شریف سے قراءۃ سننے کا شوق ہے اس طریقے پر جیسا کہ امام صاحب پڑھتے ہیں ہمارا دل نہیں لگتا زید اب ایسے پیش امام کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے جو بدعتی اور غیر عالم ہے' زید خود دیوبندی خیال رکھتا ہے۔

(جواب ۷۱۹) پنجگانہ نمازوں میں طوال مفصل اور اوساط مفصل اور قصار مفصل کی تعیین اس لئے ہے کہ یہ سورتیں یا اتنی مقدار قراءۃ قرآن پاک کے کسی حصے سے کی جائے اگر مقتدی یہ چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے ہر حصے سے قراءۃ بقدر مسنون کی جائے تو یہ مطالبہ کچھ نامناسب نہیں ہے ہاں اگر امام کو قرآن مجید یاد نہ ہو تو پھر مقتدیوں کو بھی چاہئے کہ اسے مجبور و پریشان نہ کریں کیوں کہ سورتیں پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے اس سے بھی قراءۃ مسنونہ ادا ہو جاتی ہے۔

محض اتنی بات کی وجہ سے مسجد میں آنا چھوڑ کے غیر عالم یا مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے(۲) عالم' قاری' صحیح العقائد' متورع امام کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مقتدی نے امام کی قراءت پر سبحان اللہ کہا تو نماز فاسد ہو گئی یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

---

(۱) بخلاف فتحه على إمامه فإنه لا يفسد مطلقاً لفاتح وآخذ لكل حال الخ (التنوير و شرحه' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/۶۲۲ ط سعيد) (۲) قال في الدر المختار: "لا بأس أن يقرأ سورة و يعيدها في الثانية وأن يقرأ في الأولى من محل وفي الثانية من آخر' ولو من سورة الخ (فصل في القراءة ۱/۵۴٦ ط سعيد) و يكره إمامة عبد و أعرابي و فاسق و مبتدع (التنوير' باب الإمامة ۱/۵٦۰) والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً الأعلم ..... ثم الأحسن تلاوة و تجويداً للقراءة ثم الأورع الخ (التنوير و شرحه' باب الإمامة ۱/۵۵۷ ط سعيد)

(سوال) نماز میں مقتدی کو امام کی خوش الحانی سن کر سبحان اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۷۲۰) امام کی خوش الحانی پر مقتدی کو نماز میں سبحان اللہ کہنا جائز نہیں(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ

سورہ فاتحہ کتنی رکعتوں میں پڑھی جائے ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء)
(سوال) تعلیم الاسلام تیسرا حصہ ۔ نماز کے دوسرے رکن قراءت کا بیان ۔ تیسرا سوال ۔ سورہ فاتحہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے ؟ ج ۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ۔ الخ اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا ؟
(جواب ۷۲۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کی تیسری رکعت اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ۔ باقی تمام نمازوں کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے(۲)
محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ '

قراءت مسنونہ کے بعد امام کو لقمہ دینا' مفسد نماز

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۳۴ء)
(سوال) اگر پیش امام ساتویں آیت کے بعد بھول گیا اور پھر پانچویں آیت سے دہرانے کی حالت میں مقتدی نے لقمہ دے دیا امام نے قبول کر کے سجدہ سہو کے ساتھ نماز ختم کی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں ؟ دہرانا ضروری ہے یا نہیں ؟
(جواب ۷۲۲) نماز صحیح ہو گئی ۔ دہرانا ضروری نہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

غیر عربی زبان میں نماز پڑھنا جائز نہیں

(سوال) کیا سوئٹزر لینڈ کے باشندے جو بسبب عدیم الفرصتی وغیرہ عربی زبان و تلفظ کو سیکھنا دشوار سمجھتے ہیں سوئس زبان میں نماز ادا کر سکتے ہیں ؟
(جواب ۷۲۳) نماز کے لئے عربی نظم قرآنی کی تلاوت ضروری ہے 'بقدر ادائے نماز قرآن مجید سیکھ لینا نہ

---

(۱) فلو أعجبته قراء ة الإمام فجعل يبكي و يقول :" بلى " أو " نعم" أو آرى لا تفسد " سراجية" لدلالته على الخشوع (درمختار) وفي الشامية :" أفادأنه لو كان استلذا ذا بحسن النغمة يكون مفسداً (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ۶۵۹-۶۶۰ ط سعيد)
(۲) وتجب قراء ة الفاتحة و ضم السورة أو ما يقوم مقامهما من ثلث آيات قصار أو آية طويلة في الأوليين بعد الفاتحة و في جميع ركعات النفل والوتر الخ (عالمگيرية' الفصل الثاني في واجبات الصلاة ۱/ ۷۱ ط مكتبه ماجديه' كوئٹه)
(۳) بخلاف فتحه على إمامه فإنه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال الخ (التنوير و شرحه' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ۶۲۲' ط سعيد)

دشوار ہے نہ اس کے لئے زیادہ وقت کی ضرورت ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دو سورتوں کے درمیان چھوٹی سورت کا فاصلہ مکروہ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) زید نے پہلی رکعت میں "سورہ الم ترکیف "اور دوسری رکعت میں ارایت الذی یعنی درمیان میں ایک سورت چھوڑ کر پڑھی تو نماز ٹھیک ہو گئی یا نہیں ؟

(جواب ۷۲۴) درمیان میں ایک چھوٹی سورت چھوڑ کر قصداً پڑھنا تو مکروہ ہے(۲) لیکن اگر بلا قصد اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے اور نماز میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بغیر معنی سمجھے تلاوت کرنا بھی ثواب ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) زید کہتا ہے کہ بغیر معنی سمجھے اور مطلب سمجھے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کرنا بے سود اور بے ثواب ہے آیا زید کا یہ قول درست ہے ؟

(جواب ۷۲۵) قرآن مجید کی نظم یعنی عبارت کی حفاظت بھی ایک مقصود اور مہتم بالشان امر ہے حضرت حق تعالیٰ نے آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون(۳) میں قرآن مجید کے اپنی طرف سے نازل فرمانے کو ذکر کرنے کے ساتھ اس کی حفاظت کا بھی خود ہی ذمہ لیا ہے اور عالم اسباب میں حفاظت کا ذریعہ یہ قرار دیا کہ مسلمان اپنے سینوں میں اس کی حفاظت کریں اور ظاہر ہے کہ اس حفاظت کے لئے اس کی عبارت اور نظم کو پڑھنا اور یاد کرنا لازمی تھا اس لئے شریعت مقدسہ نے نفس عبارت کی تلاوت کو بھی موجب اجر و ثواب قرار دیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نظم قرآنی میں سے ایک حرف کی تلاوت کرے وہ دس نیکیوں کے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور پھر یہ نہیں کہ آلم ایک حرف قرار دیا جائے بلکہ اس کے تین حرف الف لام میم جدا جدا معتبر ہوں گے اور تیس نیکیاں ملیں گی(۴)

کتب سماویہ میں تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے میں کوئی کتاب قرآن مجید کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی اور اس خاص تفوق کی اصل وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے نظم قرآنی کی تلاوت اور حفظ کے ساتھ والہانہ شغف رکھا اور یقیناً ان کا یہ فعل موجب اجر و ثواب ہے کہ اس سے قرآن پاک کا تحفظ مربوط

---

(۱) وأما القراءة لقادر عليها كما سيجئ (درمختار) وقراءة الفاتحة والسورة أو ثلث آيات فهى واجب أيضاً (رد المحتار' باب صفة الصلاة' فصل في القراءة ۱/۵۴٦' ط سعيد)

(۲) ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلا إذا ختم الخ (الدر المختار' فصل فى القراءة ۱/۵۴٦ ط سعيد)

(۳) (سورة الحجر : ۹)

(٤) (ترمذی' فضل القرآن ۲/۱۱۹ ط سعيد)

ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ نزول قرآن کا اصل مقصد اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہے تو وہ اس کو مستلزم نہیں کہ عبارت کی تلاوت موجب اجر نہ ہو یہ بجائے خود ایک ثواب کا عمل ہے اور عمل کرنا بجائے خود دوسرا عمل ہے اور موجب اجر ہے اور وہ راجح و فائق بھی ہے اور عمل نہ ہو تو معنی و مطلب سمجھ کر پڑھنے اور بے سمجھے پڑھنے میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بائیسواں باب
فاتحہ خلف الامام' رفع یدین' آمین بالجہر' بسم اللہ بالجہر

(۱) نماز میں ہاتھ سینے پر رکھیں یا ناف کے نیچے ؟
(۲) امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم
(۳) مقتدی آمین سراً کہے یا جہراً ؟
(۴) نماز میں رفع یدین کا حکم

(سوال) (۱) نماز میں ہاتھ سینے پر رکھے یا ناف پر ؟ اولیٰ ناف پر ہاتھ رکھنا ہے یا سینے پر ؟ حدیثیں کس مسئلے کی صحیح اور قوی ہیں جواب حدیث صحیح سے ہو۔
(۲) امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھنا اولیٰ ہے ؟ جواب حدیث صحیح سے ہو۔
(۳) نماز جہری میں آمین آہستہ کہنی چاہئیے یا باآواز بلند ؟ آہستہ کہنا اولیٰ ہے یا آواز سے۔
(۴) نماز میں رفع یدین قبل الرکوع اور بعد الرکوع کرنا چاہئیے یا نہیں ؟

المستفتی قادر بخش از بھرت پور

(جواب ۷۲۶) (۱) ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔ اس کے لئے مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ صریح روایت موجود ہے۔ حدثنا وکیع عن موسیٰ ابن عمیر عن عقمۃ بن وائل ابن حجر عن ابیہ قال رایت النبی ﷺ یضع یمینه علی شماله تحت السرة انتھیٰ کذافی اثار السنن (۱) بخاری و مسلم میں نہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت ہے نہ ناف کے نیچے باندھنے کی۔
(۲) امام کے پیچھے کسی نماز میں فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئیے اس کے لئے یہ صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ عن ابی موسیٰ قال علمنا رسول اللہ ﷺ قال اذا قمتم الیٰ الصلوٰۃ فلیأمکم احدکم واذا قرأ الا مام فانصتوا . رواہ احمد و مسلم (اثار السنن) (۲) و عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کان له

---

(۱) (باب وضع الیدین تحت السرۃ' ص ۶۹ ط امدادیہ' ملتان)
(۲) (باب فی ترک القراءۃ خلف الإمام فی الجھریۃ ص ۸۶ ط امدادیہ)

امام فقراء ۃ الامام له قراء ۃ. رواه الحافظ احمد بن منیع فی مسنده و محمد بن الحسن فی المؤطا والطحاوی والدار قطنی واسناده صحیح (آثار السنن) (۱)
(۳) آمین آہستہ کہنا اولیٰ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے۔ عن وائل بن حجرؓ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فلما قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین واخفی بها صوته. الحدیث رواه احمد والترمذی وابوداؤد الطیالسی والدار قطنی والحاکم واخرون واسناده صحیح (آثار السنن) (۲)
(۴) رفع یدین رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت نہیں کرنا چاہئیے اور اس کے لئے یہ حدیث دلیل ہے۔ عن علقمة قال قال عبداللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی ولم یرفع یدیه الا فی اول مرة رواه الثلثة وهو حدیث صحیح (آثار السنن) (۳) وفی التعلیق قلت صححه ابن حزم وقال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن. (۴) انتهیٰ واللہ اعلم.
کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فاتحہ خلف الامام کا حکم

(سوال) زید کہتا ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ کے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے اور استدلال میں عبادہ بن صامت' والی حدیث پیش کرتا ہے بکر کہتا ہے کہ جائز نہیں اور استدلال میں سورہ اعراف والی آیت کریمہ پیش کرتا ہے کس کا دعویٰ حق ہے ؟ المستفتی نمبر ۴۲۵ قاضی منیر الحسن صاحب اٹاوہ
۹ شعبان ۱۳۵۳ھ م ۱۸ نومبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۲۷) حنفیہ کے نزدیک مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے حضرت عبادہؓ والی حدیث امام اور منفرد کے حق میں ہے مقتدی کے واسطے من کان له امام فقراء ۃ الامام له قراء ۃ (۵) والی روایت ہے اور مسلم شریف (۶) کی روایت واذا قرأفا نصتوا کی روایت ہے میں سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتا نہ اس کا قائل ہوں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) (باب فی ترك القراء ۃ خلف الإمام فی الصلوات كلها ص ۸۸ ط امدادیه)
(۲) (باب ترك الجهر بالتأمین ص ۹۷' ط امدادیه)
(۳) (باب ترك رفع الیدین فی غیر الا فتتاح' ص ۱۰٤ ط امدادیه)
(٤) (باب رفع الیدین عند الركوع ۱/ ۵۹ ط سعید)
(۵) (باب فی ترك القراء ۃ خلف الإمام فی الصلوات كلها' ص ۸۸ ط امدادیه)
(٦) (باب التشهد فی الصلاۃ ۱/ ۱۷٤ ط قدیمی كتب خانه' كراچی)

(۱) صحابہ کرامؓ نے رفع یدین اور آمین بالجہر کیا یا نہیں ؟
(۲) امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی جائے یا نہیں ؟

(سوال) (۱) کیا حضور اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے آمین بالجہر اور رفع یدین کی تھی ؟
(۲) کیا امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۵۶۴ جناب سید عبدالمعبود صاحب قادر آباد (ضلع بدایوں) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۲۸) (۱) آمین بالجہر اور رفع یدین کا مسئلہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے مختلف فیہ ہے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بعض صحابہ آمین بالجہر کہتے تھے اور بعض بالاخفا اور بعض صحابہ رفع یدین کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے اسی وجہ سے مجتہدین امت میں بھی اختلاف ہوا بعض مجتہدین آمین بالجہر کو پسند کرتے ہیں اور بعض آمین بالاخفا کو امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ بنابر قول جدید آمین بالاخفا کو پسند کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے ترک رفع یدین کو راجح قرار دیا ہے(۱)
(۲) حنفیہ کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت فاتحہ نہ کرنی چاہئے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم(۲) میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث طویل مروی ہے جس میں **واذا قرأ فانصتوا** موجود ہے یعنی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور دوسری حدیث جو مؤطا امام محمد میں ہے **من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة**(۳) یعنی امام کے پیچھے جو شخص نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے بھی قرأت ہے پس حنفیہ کے مذہب میں امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

احناف کے نزدیک فاتحہ خلف الامام جائز نہیں

(سوال) فاتحہ خلف الامام کا احناف واہل حدیث کے نزدیک کیا حکم ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۶۳۰ میاں محمد صدیق صاحب (فیروز پور) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۷۲۹) اہل حدیث کے نزدیک مقتدی پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور حنفیوں کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش کھڑا رہنا چاہئے حنفیوں کی دلیل یہ ہے کہ مسلم(۴) شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں **واذا قرأ فانصتوا** یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور مؤطا امام محمد میں روایت ہے

---

(۱) عن وائل بن حجر قال :" کان رسول اللہ ﷺ إذا قرأ" ولا الضالین قال : " آمین" رفع بها صوته (آثار السنن' باب الجهر بالتأمین' ص ۹۳ ط امدادیه) و عنه . قال :" صلى بنا رسول الله ﷺ فلما قرأ " غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال :" آمين "واخفى صوته الحديث (آثار السنن' باب ترك الجهر بالتامين' ص ۹۷ ط امدادیه)
(۲) (باب التشهد فی الصلاة' ۱/ ۱۷٤ ط قدیمی)
(۳) (باب القراء ة في الصلوات خلف الإمام ص ۹۸ ط میر محمد کتب خانه' کراچی)
(٤) (باب التشهد فی الصلاة ۱/ ۱۷٤ ط قدیمی)

من كان له امام فقراء ة الامام له قرأة (۱) (انتھیٰ بمعناہ) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی قرأت ہے یعنی امام کے قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

(۱) آمین بالجہر کا حکم
(۲) آمین بالجہر والے کو مسجد سے روکنا
(۳) کیا آمین بالجہر بدعت ہے
(۴) آمین بالجہر والے کو موذی کہنا
(۵) جماعت اہل حدیث کو گمراہ کہنا اور ان سے قطع تعلق کرنا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) ایک مسجد میں حنفی اور اہل حدیث باہم نماز باجماعت ادا کرتے ہیں لیکن حنفی صاحبان آمین بالجہر کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور اہل حدیثوں کو مسجد میں آنے سے روکتے ہیں نیز آمین بالجہر کو باعث ایذا رسانی سمجھتے ہوئے اہل حدیثوں کو موذی قرار دیتے ہیں اور موذی قرار دیکر بحوالہ درمختار جلد اول ص ۴۸۹ مسجد سے مانع ہوتے ہیں۔

اہل حدیث صاحبان آمین بالجہر کو سنت سمجھتے ہیں اور مسجد سے روکنے پر آیت کریمہ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے روکتے ہیں لیکن باہمی کشیدگی اتنی بڑھی کہ عدالت تک معاملہ پہنچ گیا اب سوال اس امر کا ہے کہ زور سے آمین کہنا از روئے حدیث کیسا ہے ؟

(۲) آمین بالجہر کی بنا پر مسجد میں آنے سے روکنا از روئے قرآن و حدیث کیسا ہے ؟ کیا آیت مذکورہ میں داخل ہے۔

(۳) کیا آمین بالجہر باعث ایذا و فساد ہے ؟

(۴) کیا زور سے آمین کہنے والے کو موذی قرار دیکر مسجد میں آنے سے روکنا شرعاً جائز ہے ؟

(۵) جماعت اہل حدیث کو گمراہ کہہ کر ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے روکنا شرعا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۶۸ عبدالغنی (ملازم) یکم جمادی الاولی ۱۳۶۰ھ م ۲۹ مئی ۱۹۴۱ء

(جواب ۷۳۰) آمین بالاخفا حنفیہ اور امام شافعی کے قول جدید کے موافق مسنون ہے اور آمین بالجہر امام شافعی کے قول قدیم اور دیگر ائمہ کے نزدیک مسنون ہے۔(۲) صحابہ کرامؓ میں بھی یہ اختلاف موجود تھا لہذا یہ

---

(۱) (باب القراء ة فی الصلوات خلف الإمام' ص ۹۸ ط میر محمد)

(۲) عن وائل بن حجر قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذاقرء "ولاالضالين" قال "آمين" رفع بهاصوته وعن ابى هريرة قال: " كان النبى ﷺ إذا فرغ من قراء ة أم القرآن رفع صوته وقال " آمين" (آثار السنن' باب الجهر بالتأمين ص ۹۳ ، ۹٤ ط امدادیه) قال عطاء: " وقد قال الله تعالى: " ادعوا ربكم تضرعاً و خفية " (جاری ھے)

مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے باہم مسلمانوں میں انشقاق واختلاف اور عداوت ودشمنی ہو اہل حدیث کے آمین بالجہر کہنے سے حنفیوں کی نماز خراب نہیں ہوتی اور اس وجہ سے کسی آمین بالجہر والے کو مسجد میں آنے سے روکا نہیں جاسکتا اہل حدیث کا بھی یہ فرض ہے کہ اگر وہ آمین بالجہر کو سنت سمجھتے ہیں تو محض اتباع سنت کے لحاظ سے عمل کریں محض حنفیوں کو چڑانے کے ارادے سے ایسا نہ کریں جیسا کہ بعض مقامات میں امام کے ولا الضالین پڑھنے پر بعض اہل حدیث جو نالی پر وضو کرتے ہوتے ہیں زور سے آمین پکار دیتے ہیں یا جماعت میں اتنے زور سے آمین پکارتے ہیں کہ قریب والے شخص چونک پڑتے ہیں فریقین کو نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اپنے مسلک پر عمل کرنا چاہئیے باہم اتفاق واتحاد اور رواداری سے زندگی بسر کرنی چاہئیے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے یا نہیں ؟

(سوال) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ اور دوسری سورتوں کا جزء ہے یا نہیں ؟ اگر جزء ہے تو جن نمازوں میں سورہ فاتحہ جہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا جہر کیا جائے گا یا نہیں ؟ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا عمل کیا تھا نماز میں قرأت الحمد للہ سے شروع کرتے تھے یا بسم اللہ سے۔ اسی طرح اور سورتوں کے ساتھ بھی نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھی جائے یا سراً یا بالکل نہیں جواب میں احادیث صحیحہ تحریر فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۲۶۹۰ مولانا محمد صدیق صاحب صدر مدرس مدرسہ صدیقیہ' دہلی

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۱ء

(جواب ۷۳۱) بسم اللہ اور سورہ فاتحہ اور دوسری سورتوں کا جزو ہے یا نہیں یہ مسئلہ ابتداسے مختلف فیہ ہے۔ ائمہ حنفیہ کے اصح اور راجح قول کی بناء پر نہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے اور نہ اور کسی سورت کا (سوائے سورہ نمل کی درمیانی بسم اللہ کے) (۱) ان کی دلیل یہ صحیح مسلم (۲) کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ **قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین و لعبدی ما سال فاذا قال العبد الحمد للہ رب العلمین . الحدیث**. اس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد سورہ فاتحہ ہے حضرت حق کا فرمان ہے کہ سورہ فاتحہ نصف میرے لئے ہے اور نصف میرے بندے کے لئے اور نصف اول کو بیان فرماتے ہوئے الحمد للہ سے ابتداء فرمائی۔ معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے بسم اللہ اس میں داخل نہیں ہے اور ترمذی (۳) میں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) عن أبی ہریرۃ' قال :" کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا یقول :" لا تبادروا الإمام :إذا کبر فکبروا وإذا قال ولا الضالین فقولوا آمین وإذا رکع فارکعو رواہ ' قال النیموی :" یستفادمنہ أن الإمام لا یجہر بآمین" و عن وائل بن حجر قال :" صلی بنا رسول اللہ ﷺ فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال :" آمین وأخفی بہا صوتہ رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد الخ (آثار السنن' باب ترک الجہر بالتامین' ص ۹۵ تا ۹۷ ط امدادیہ)

(۱) وہی أی بسم اللہ الخ آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ' أنزلت للفصل بین السور فما فی النمل بعض آیۃ إجماعاً و لیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الأصح الخ (التنویر و شرحہ فصل فی بیان تالیف الصلاۃ ۱/ ۴۹۱ ط سعید)

(۲)(باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ۱/ ۱۷۰ط قدیمی)(۳) (باب ماجاء فی سورۃ الملک ۲/ ۱۱۲ ط سعید)

بسند حسن یہ روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا۔ان سورۃ من القرآن ثلاثون آیۃً الی قولہ وھی تبارک الذی بیدہ الملک ......یعنی قرآن مجید کی تیس آیتوں والی ایک سورت ہے پھر فرمایا کہ وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے اور تبارک الذی میں بسم اللہ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورت کا جزو نہیں ہے۔

ہاں بسم اللہ قرآن مجید کی ایک آیت ضرور ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے سورتوں کی انتہا اور ابتدا معلوم ہو جائے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے۔ قال کان النبی ﷺ لا یعرف خاتمۃ السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمن الرحیم فاذا نزل بسم اللہ الرحمن الرحیم عرف ان السورۃ قد ختمت واستقبلت اوابتدئت سورۃ اخریٰ (رواہ البزاز باسنا دین رجال احدھما رجال الصحیح -کذافی مجمع الزوائد) (۱) یعنی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورتوں کی انتہا نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ بسم اللہ نازل ہو جب بسم اللہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ اس بات کو پہچاننے لگے کہ ایک سورت ختم ہوئی اور دوسری شروع ہوئی۔

جہری نمازوں میں بسم اللہ بھی جہراً پڑھی جائے یا نہیں' یہ مسئلہ بھی ابتدا سے مختلف فیہ ہے اس میں صحیح اور قوی یہ ہے کہ جہر سے نہ پڑھی جائے آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین سے بسند صحیح جہر سے پڑھنا ثابت نہیں یعنی سنت راتبہ وائمہ کے طور پر جہراً نہیں بلکہ سراً پڑھتے تھے۔اس کی دلیل میں مسلم شریف(۲) کی یہ روایت ہے عن انس بن مالک انہ حدثہ قال صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان فکانوا . یستفتحون بالحمد للہ رب العلمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم اول قراءۃ ولا فی آخرھا .

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکر وعمر اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب قرأت الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔نہ ابتدائے قرأت میں پڑھتے تھے نہ آخر میں۔یعنی فاتحہ کے ختم اور سورت کے شروع پر بھی نہیں پڑھتے تھے۔

صحیح مسلم (۳) میں حضرت انسؓ کی یہ حدیث بھی ہے۔صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احداً منھم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی میں نے حضرت ﷺ اور ابوبکر اور عمر و عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے تو ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے میں نے نہیں سنا۔ طبرانی کبیر اور اوسط میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے تو مشرکین بطور استہزا کہتے تھے کہ محمد تو یمامہ کے خدا (یعنی مسیلمہ) کا نام

---

(۱) (باب بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲/۱۱۱ ط' بیروت' لبنان)
(۲) (باب حجۃ من قال :" لا یجھر بالبسملۃ ۱/۱۷۲' ط قدیمی)
(۳) (ایضاً)

لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو رحمٰن ورحیم کہلواتا تھا پھر جب یہ آیت (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے لوگوں کو یہ امر فرمایا کہ اسے جہراً نہ پڑھیں یہ حدیث بھی مجمع الزوائد (۱) میں نقل کر کے مصنف نے کہا ہے۔ ورجاله موثقون یعنی اس کے راوی معتبر اور قوی ہیں۔

صاحب فتح القدیر (۲) نے طبرانی سے حضرت انسؓ کی یہ راویت بھی ذکر کی ہے عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یسر ببسم اللہ الرحمن الرحیم وابا بکر و عمرو عثمان و علیاؓ یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر اور عثمان و علی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اخفا سے یعنی آہستہ پڑھا کرتے تھے مجمع الزوائد (۳) میں حضرت انسؓ سے بہ راویت طبرانی یہ روایت اس طرح منقول ہے عن انس ان رسول اللہ ﷺ کان یسر ببسم اللہ الرحمن الرحیم و ابوبکر و عمر اور مصنف نے اس کی سند کے متعلق فرمایا ہے۔ رجاله موثقون یعنی اس حدیث کے راوی معتبر ہیں اور اسی مجمع الزوائد (۴) میں حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت علی اور عبداللہ (ابن مسعودؓ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذباللہ اور آمین جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور ترمذی (۵) میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل صحابی نے اپنے بیٹے کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے ہوئے سنا تو ان کو سختی سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ بدعت ہے میں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھتے نہیں سنا تو بیٹا تم بھی نہ پڑھا کرو جب نماز پڑھو تو الحمد للہ رب العالمین سے پڑھو ترمذیؒ نے یہ بھی لکھا کہ اکثر صحابہؓ کا مذہب یہی ہے کہ بسم اللہ جہر سے نہ پڑھی جائے چاروں خلفائے راشدین اسی کے قائل تھے (۶) مذکورہ احادیث کے علاوہ اور بھی بہت روایات ہیں جن سے بسم اللہ کا آہستہ پڑھا جانا ثابت ہے یہ حدیثیں اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) مرض وفات میں حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے یا نہیں ؟
(۲) اس وقت آپ ﷺ نے آمین جہراً کہی یا سراً ؟

(سوال) (۱) رسول اللہ ﷺ نے آخر ایام رحلت میں حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے کتنے وقت کی نماز پڑھی ؟
(۲) آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے جب نماز پڑھی تو بلند آواز سے خود رسول اللہ ﷺ نے آمین کہی یا

---

(۱) (باب بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲/ ۱۱۱ ط بیروت)
(۲) (باب صفة الصلاة ۱/ ۲۹۲، ط مصر)
(۳) (باب بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲/ ۱۱۱ ط بیروت)
(۴) (ایضاً)
(۵) باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ ۱/ ۵۷ ط سعید)
(۶) والعمل علیه عند أکثر أھل العلم من أصحاب النبی ﷺ، منھم ابوبکر وعمر وعثمان و علی وغیرھم ومن بعدھم من لتابعین (باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ ۱/ ۵۷ ط سعید)

نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۷۱۳ منشی جمال احمد (رتلام) ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۳ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۳۲) آنحضرت ﷺ نے شدت مرض کے وقت جب کہ حجرہ شریفہ سے مسجد میں تشریف لانے کی طاقت نہ تھی اپنی جگہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا امر فرمایا تھا اس اثناء میں ایک وقت حضور ﷺ کو تخفیف محسوس ہوئی تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور صفوں میں سے گزرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کھڑے ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو اشارے سے فرمادیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور ان کی اقتدا میں نماز شروع کردی مگر حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کی موجودگی میں نماز نہ پڑھا سکے اور پیچھے ہٹ گئے اور حضور ﷺ نے امامت شروع کردی (۱) اس واقعہ میں کہیں یہ بات میری نظر سے نہیں گزری کہ حضور ﷺ نے آمین زور سے کہی ہو اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے آمین زور سے کہی تھی تو اس کا ثبوت اس سے طلب کیجئے وہ روایت اور کتاب اور باب کا نام بتائے تو اس کی تحقیق ہو سکتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) غیر مقلدین' حنفیوں کی جماعت میں آمین بالجہر اور رفع یدین کر سکتا ہے یا نہیں ؟
(۲) اہل السنۃ والجماعت کسے کہتے ہیں ؟
(۳) غیر مقلدین اہل السنۃ والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں ؟
(۴) سابقہ دور میں آمین بالجہر اور اخفا والوں کا کیا معمول تھا؟
(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) اگر کوئی شخص حنفی لوگوں کے ساتھ شریک جماعت ہو کر نماز میں آمین بالجہر کہے اور رفع یدین کرے تو اس شخص کے آمین بالجہر اور رفع یدین سے حنفیوں کی نماز میں کوئی خلل آئے گا یا نہیں ؟ (۲) اہل سنت والجماعت سے کیا مراد ہے ؟ یعنی سنت سے کیا مراد ہے اور جماعت سے کون سی جماعت مراد ہے ؟ (۳) اہل حدیث جن کو غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے یہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں ؟ (۴) زمانہ سلف یعنی صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں آہستہ آمین کہنے والے اور بالجہر آمین کہنے والے ایک ہی مسجد میں شامل نماز پڑھا کرتے تھے یا علیحدہ علیحدہ ؟ اور آج کل مکہ معظمہ وغیرہ میں شریک ہو کر پڑھتے ہیں یا علیحدہ مسجدوں میں ؟

(جواب ۷۳۳) (۱) کسی شریک جماعت کے آمین بالجہر کہنے سے حنفیوں کی نماز میں نقصان نہیں آتا (۲) اہل سنت والجماعت وہ گروہ ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقے پر چلتا ہے (۲) (۳) اہل حدیث

---

(۱) (بخاری' باب حد المریض أن یشهد الجماعة ۱ / ۹۱ ط قدیمی)
(۲) إن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار إلا ملة واحدة' قالوا "من هی یارسول الله" قال " ما أنا علیه وأصحابی الحدیث (ترمذی' باب افتراق هذه الأمة ۲ / ۹۳ ط سعید)

جماعت اہل سنت والجماعت میں داخل ہے(۱) (۴) اس قسم کے فروعی اختلاف رکھنے والے سب شریک ہو کر نماز ادا کرتے تھے اور آج کل بھی ممالک اسلامیہ میں اسی طرح نماز ادا کرتے ہیں۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ'

اقتباس از تقریر ترمذی

ماخوذ از تقریر ترمذی ضبط کردہ حضرت مفتی اعظم

(۲) **باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم . قوله فقال لی ای بنی محدث الخ** یعنی عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے کہتے ہوئے سن لیا تو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے یہ نو ایجاد یعنی بدعت ہے اور پھر ڈراتے ہیں کہ **ایاک والحدث** یعنی تم حدث یعنی بدعت سے ہمیشہ بچتے رہنا اور پھر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابو بکرؓ و عمر و عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور کسی کو بسم اللہ جہراً کہتے ہوئے نہیں سنا۔

جاننا چاہئیے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ آہستہ کہنا چاہئیے اور امام شافعی صاحب جہر کے قائل ہیں پس یہ حدیث حنفیہ کی حجت امام شافعی پر ہے اور یہ صاف دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر و عثمانؓ یہ سب حضرات آہستہ بسم اللہ کہتے تھے۔ اب اس سے زیادہ اور کیا حجت ہو گی کہ عبداللہ بن مغفل کس زور شور سے جہر کا انکار کرتے ہیں باقی رہی وہ حدیث جس سے امام شافعی نے جہر پر استدلال کیا ہے اور اس کو ترمذی نے اگلے باب میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ **عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یفتتح صلوته ببسم الله الرحمن الرحیم** تو اس کی اول تو سند ہی پہلی حدیث کی طرح قوی نہیں امام ترمذی نے خود **ولیس اسناده بذاك** فرمادیا ہے لیکن اس جواب سے قطع نظر کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ اس سے جہر ثابت ہی نہیں ہوتا کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بسم اللہ سے نماز شروع کرتے تھے جہر کہاں سے معلوم ہوتا ہے ہاں اگر یوں کہا جائے کہ اگر آپ آہستہ کہتے ہوں گے تو ابن عباس کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ اپ نے بسم اللہ سے نماز شروع کی تو اول یوں ثابت کر دینا چاہئیے کہ معلوم ہونے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ جب امام جہراً پڑھے جب ہی معلوم ہو کہ امام نے بسم اللہ سے نماز شروع کی۔ **وهذا لیس بثابت فالموقوف علیه بالطریق الاولی** اسی وجہ سے محققین شوافع نے بھی اقرار کر لیا ہے کہ امام شافعی صاحب کا یہ مذہب بلا دلیل ہے کوئی حدیث صحیح صریح اس بارے میں موجود نہیں پس اب حنفیہ کو جواب دینے کی کیا حاجت ہے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) لیکن جو تقلید کو شرک کہیں، ائمہ اربعہ پر طعن کریں اور بغض و عناد رکھیں، ایسے غالی اور متعصب قسم کے لوگ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں (فتاوی دار العلوم دیوبند ۳/ ۲۹۱ ط امدادیہ' ملتان) (۲) (۱/ ۵۷ ط سعید)

باب فی افتتاح القراءۃ بالحمد للہ رب العلمین ۔ قولہ کانوا یفتتحون القراءۃ بالحمد للہ رب العلمین اس کے یہ معنی تو ہر گز نہیں کہ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے ہاں یہ معنی ہیں کہ بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھتے تھے جہراً افتتاح قراءۃ الحمد للہ سے ہوتا تھا اور امام شافعیؒ نے جو اس کی تاویل کی ہے بیشک ان معنوں کو یہ حدیث محتمل ہے لیکن جب کہ اس کا مطلب بلا تکلف بن سکتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ اس سے خواہ مخواہ باوجود مخالفت احادیث صحیحہ بسم اللہ کا جہر ثابت کیا جاوے۔

(۱) باب ماجاء انہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب - قولہ لا صلوۃ من لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ۔ مولانا نے فرمایا کہ تمام ان مسئلوں میں سے جن میں امام ابو حنیفہؒ وامام شافعی صاحب واہل ظاہر مخالف ہوئے ہیں قابل تحقیق وبحث یہ مسئلہ ہے کیونکہ امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ قراءۃ فاتحہ نہ ہوگی تو نماز ہی نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقتدی امام کے پیچھے قراءۃ کرے گا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی اسی وجہ سے ایک عالم تھے وہ کبھی مقتدی ہو کر نماز نہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ کو امام ابو حنیفہؒ وامام شافعیؒ سے خوف آتا ہے کہ ایک صاحب میری نماز کو مکروہ تحریمی بتاتے ہیں اور ایک صاحب بالکل نماز ہی کا انکار فرماتے ہیں لہذا میں ہمیشہ امام بنتا ہوں تاکہ دونوں کے نزدیک میری نماز ہو جائے اب سنیئے کہ امام شافعیؒ کی مستدل حدیث مذکور ہے اور اس سے دو مسئلے نکلتے ہیں اول تو وجوب قراءۃ فاتحہ' دوسرے فرضیت عام' خواہ امام ومنفرد و مقتدی کوئی ہو سب کے واسطے فرضیت ثابت ہوتی ہے امام ابو حنیفہ ان دونوں مسئلوں میں مخالف ہیں پس امام شافعیؒ نے مسئلہ اول میں استدلال لفظ لا صلوٰۃ سے کیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر الحمد نہ پڑھی جائے تو نماز ہی نہ ہوگی اور یہ شان فرضیت کی ہے نہ کہ وجوب کی پس اس کا جواب حنفیہ نے کئی طور پر دیا ہے اول تو ان روایات سے جن میں تارک فاتحہ کی نماز کو خداج وغیرہ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو ہو گئی مگر ناقص ہوئی اور یہی شان وجوب کی ہے ثانیاً یہ کہ لا صلوٰۃ سے مراد نفی کمال ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی ناقص رہتی ہے اور یہ صیغہ نفی کمال میں مستعمل ہے پس یہاں بھی یہی معنی مراد ہیں بقرینہ روایات دیگر کے۔ اور اسی روایت میں کہ جس کو ترمذی نے باب ماجاء فی تحریم الصلوٰۃ و تحلیلھا میں روایت کیا ہے یہ زیادتی موجود ہے لمن لم یقرأ بالحمد و سورۃ فی فریضۃ او غیرھا اور اسی روایت میں مسلم میں لفظ فصاعداً وغیرہ کی زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے تو اب شوافع بتائیں کہ معنی اس حدیث کے کیا ہوئے اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سورت بھی نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی تو اس سے فرضیت سورۃ بھی لازم آتی ہے تو ان کو بھی لاچار اس جملہ میں وہی تاویل کرنا پڑتی ہے جو حنفیہ نے دونوں جملوں میں کی ہے بلکہ حنفیہ کے نزدیک تو لفظ لا صلوٰۃ سے وجوب ثابت ہوتا تھا اور ان کے نزدیک سورۃ کے بارے میں اس سے استحباب وسنیت ثابت ہوتی ہے تو وہی لفظ لا صلوٰۃ کہ جس سے بڑے زور و شور سے فرضیت ثابت کرتے تھے اسی کو اتنا گھٹایا کہ اس سے سنیت ثابت کی اور حنفیہ نے تو اب بھی اس کو متغیر نہیں کیا بلکہ فاتحہ و

---

(۱) (۵۷/۱ ط سعید)

سورۃ دونوں کا وجوب اسی سے ثابت کیا تو اب شوافع کا استدلال فرضیت فاتحہ پر جملہ لا صلوٰۃ سے بوجہ زیادتی لفظ وسورۃ ولفظ فصاعداً کے نہ رہا۔

اور بھی حنفیہ نے وجوب فاتحہ و عدم فرضیت پر آیہ فاقرأ واما تیسر من القرآن اور حدیث اعرابی ثم اقرأما تیسر سے استدلال کیا ہے کہ لفظ "ما" عام ہے فاتحہ و غیر فاتحہ کو شامل ہے اور یہ مخل فرضیت ہے پس وجوب ثابت ہو گا نہ کہ فرضیت اور باقی رہا اس میں امام شافعیؒ نے اسی حدیث کے لفظ لمن لم یقرأ سے استدلال کیا ہے کہ لفظ "من" عام ہے جیسا کہ اصول طرفین میں مبرہن ہے پس وبعمومہ امامؒ و مقتدی سب کو شامل ہوگا تو اگر مقتدی فاتحہ نہ پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہو گی حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مقتدی مخصوص ہے اور یہ خصوصیت بوجہ روایات دیگر کے لا محالہ کرنی پڑتی ہے کیونکہ بعض روایات میں لفظ وسورۃ معھا و فصاعداً بھی مروی ہے اور ظاہر ہے کہ مقتدی کے واسطے سورۃ پڑھنے کو سب ناجائز کہتے ہیں پس جو وجہ کہ ممانعت سورۃ کی ہو گی وہی ممانعت فاتحہ کی اور یا یوں کہا جاوے کہ قراءۃ مقتدی خلف الامام ممنوع بوجہ آیت قطعیہ کے ہے اور وہ اذا قرئ القرن فاستمعوا له وانصتوا الخ ہے کیونکہ یہ منطوقہ الشریف دلالت کرتی ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنو اگر جہراً پڑھا جاوے اور چپ رہو اگر سراً ہو اور یہ معنی ان کے موافق جنہوں نے آیت کا شان نزول قرأۃ فاتحہ خلف الامام کو ٹھہرایا ہے بلا تکلف بنتے ہیں اور اکثر اکابر مفسرین مثل صاحب معالم التنزیل وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ شان نزول اس آیت کا قرأت مقتدی خلف الامام ہے اب کوئی وجہ اس کو خطبہ پر حمل کرنے کی نہیں اگرچہ بعضوں نے اس کا شان نزول خطبہ کو بھی لکھا ہے لیکن اول تو اسکا شان نزول خطبہ ہونا مخدوش ہے کیونکہ یہ آیت سورہ اعراف میں ہے اور وہ باتفاق مفسرین مکی ہے اور کسی نے اس کو اس میں سے مستثنیٰ نہیں کیا اور ادھر یہ بھی معلوم ہے کہ جمعہ مدینہ میں فرض ہوا ہے علی احسن الاقوال اور بعضوںؒ نے کہا کہ مکہ میں فرض ہوا ہے لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ آپ کو ادائے جمعہ کی نوبت مکہ میں نہیں آئی مدینہ میں جمعہ پڑھا گیا پس اس آیت کے نزول کی وجہ کلام فی الخطبہ کو کہنا ٹھیک نہیں اگر کسی نے نزلت فی الخطبہ کہا ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہی حکم جو قرأۃ مقتدی میں ہے یعنی ممانعت قراءۃ وکلام، یہی خطبہ میں ہے اور نزلت کے یہ معنی محدثین و مفسرین صحابہ و من بعد ہم میں سنت رائج ہے۔ کما لا یخفی علی من له نظر علی تفسیراتھم پس جب اس کا شان نزول خطبہ ہونا ممنوع ہوا تو وہی قراءۃ فاتحہ خلف الامام رہی پس اس کی ممانعت پر نص صریح ہے بعض علماء نے اس میں لکھ دیا ہے کہ یہ قول کفار نقل کرتے ہیں مگر عاقل پر خوب ظاہر ہے کہ جب اکابر مفسرین و محدثین نے اس کا شان نزول قراءۃ مقتدی کو لکھا ہے تو اب اس کو قول کفار پر بلا دلیل محض اٹکل سے حمل کرنا بجا ہے یا بیجا اور یا یوں کہا جاوے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب موافق تمہارے کہنے کے مقتدی کو بھی شامل ہے مگر یہ بتاؤ کہ مقتدی اصالتہً پڑھیں یا اگر ان کی طرف سے کوئی نائب ہو کر پڑھ لے تو بھی کافی ہو جائے گی اگر شق اول مراد ہے تو اس کے اوپر کیا دلیل ہے؟ اور اگر شق ثانی مراد ہے تو ہمارا مطلب ثابت

ہے کیونکہ ہم قراءۃ امام کو مقتدی کے واسطے کافی کہتے ہیں ہر چند کہ ہم کو اس پر دلیل لانے کی ضرورت نہیں رہی مگر خیر! زیادتی وضوح کے لئے بیان کرتے ہیں کہ قراءۃ امام مقتدی کے واسطے کافی ہونے کی دلیل حدیث رسول اللہ ﷺ من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة ہے کہ یہ بمنطوقہ صاف دلالت کرتی ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدیوں کے واسطے کافی ہے بعض عاملین بالحدیث یوں کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بہت سے طرق سے مروی ہے بعض ان میں سے ضعیف ہیں اور بعض قوی ہیں پس جب کہ ایک طریقہ سے تو یہ ثابت ہو گئی اب اس میں کلام کی گنجائش نہیں رہی اور اگر بالفرض اس کا کوئی طریقہ قوی نہ ہوتا سب کے سب ضعیف ہوتے تاہم طرق متعددہ سے مروی ہونا حسن لغیرہ ہونے کے واسطے کافی تھا جیسا کہ اصول حدیث میں مذکور ہے اور اسی کے مؤید ہے قول رسول اللہ ﷺ کا الامام ضامن کیونکہ یہ بھی بفحوائه الشریف دلالت کرتا ہے اس پر کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز میں ضمناً آتی ہے یعنی نماز مقتدی نماز امام کے ضمن میں متحقق ہے اور اس پر قرینہ اولویت امام واستخلاف وغیرہ شاہد ہیں جس کو فہم سلیم ہوگی وہ خود سمجھ لے گا پس جب ان دلالات واشارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام و مقتدی کی ایک ہی نماز ہے پھر اس میں ایک کی قراءۃ دوسرے کے واسطے کافی نہ ہونے کی کیا وجہ ہے کیونکہ در صورت قراءۃ امام و مقتدی تکرار قراءۃ لازم آئے گی اور اس پر آثار صحابہؓ بہت سے دال ہیں امام محمدؒ نے مؤطا میں نقل کئے ہیں پس ترمذی کا اس پر یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ کا یہی مذہب تھا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عمرؓ سے دونوں طرح کی روایتیں مروی ہیں بعض سے اثبات قراءۃ للمقتدی اور بعض سے ممانعت ثابت ہوتی ہے پس ان کی تعیین مذہب ایک جانب پر ٹھیک نہیں۔ هذا ما حضرلی من تقریر مولانا الا عظم استاذنا المکرم المولوی محمود حسن المحدث الدیوبندی ادام الله ظله علی رؤس الطالبین وقدبسط الکلام فیه مولانا المقدس.

تئیسواں باب
ستر عورت

کافر کا ستر دیکھنا بھی ناجائز ہے

(سوال) قصداً کافر کا ستر دیکھنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۵۳ شیخ بھائی جی (خاندیس)
۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۳۴) قصداً کافر کا بھی ستر دیکھنا جائز نہیں بلا قصد نظر پڑ جائے اور فوراً نظر ہٹالے تو گناہ نہیں(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھنا

(سوال) ایک بزرگ مذہباً اہل حدیث ہیں بہت زیادہ پابند سنت ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں کبھی کبھی امامت کرتے ہیں لباس ان کا یہ ہوتا ہے کہ لونگی اور گیرد اکرتہ اور سر پر ایک رومال لپیٹے ہوئے ایک روز ایک شخص نے کہا کہ اگر آپ ٹوپی پہن کر آتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر وہ بہت ناراض ہوئے۔؟
المستفتی نمبر ۴۲۴ شیخ شفیق احمد (ضلع مونگھیر) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۹ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۳۵) قمیص یا کرتہ اور لونگی اور سر پر رومال بندھا ہوا ہو تو یہ نماز کے لئے کافی لباس ہے اس میں نماز بلا کراہت جائز ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ننگے سر نماز کا حکم

(سوال) ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۶۱۱ حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۳۶) ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے اگر تواضعاً و خشوعاً ہو تو کوئی کراہت نہیں اور اگر بے پروائی اور لاابالی پنے سے ہو تو بکراہت نماز ہو جائے گی(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا

(سوال) اگر کوئی شخص دھوتی اس طرح باندھے کہ ستر عورۃ چھپ جائے یعنی بطور شلوار کے اور اسی حالت

---

(۱) وینظر من الأجنبیة ولو کافرۃ إلی وجهها و کفیها فقط للضرورۃ (التنویر و شرحه کتاب الخطر والإباحة فصل فی النظر والمس ۳۶۹/۶ ط سعید)
(۲) والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثة أ ثواب' قمیص وإزار وعمامة الخ (حلبی کبیر' فروع فی الستر' ص ۲۱۶ ط سهیل اکیڈمی' لاهور)
(۳) و صلاته حاسراً أی کاشفاً رأسه للتکاسل ولا بأس به للتذلل وأما للإهانة بها فکفر الخ (التنویر وشرحه' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها ۶۴۱/۱ ط سعید)

سے نماز بھی پڑھا کرے تو کوئی حرج ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۲۴ حبیب اللہ (ضلع غازی پور) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ م یکم اپریل ۱۹۳۶ء
(جواب ۷۳۷) اگر ستر چھپ جائے اور اثنائے نماز میں ستر کھلنے کا احتمال نہ رہے تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن یہ ہیئت مشابہت ہنود کی وجہ سے مکروہ ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دھوتی یا ساڑھی باندھ کر نماز پڑھنا

(سوال) عورت کی نماز دھوتی یعنی ساڑھی پہن کر جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۷۳۸) اگر ستر عورت کامل ہو تو عورت کی نماز ساڑھی پہن کر بھی ہو جاتی ہے۔ (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مرد کا ستر کہاں سے کہاں تک ہے ؟

(سوال) زید کہتا ہے کہ ستر عورت مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک اور ایسا ہی در المختار' شرح الوقایہ. احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق. فتاویٰ مجموعہ سلطانی فتاویٰ برھنہ اور مفتاح الجنۃ میں لکھا ہے اور اس کی مؤید ایک حدیث بھی آئی ہے روایت ہے عمرو بن العاصؓ سے کہ فرمایا نبی ﷺ نے ناف کے نیچے سے گھٹنوں تک ستر ہے روایت کیا اس کو دار قطنی نے اور بکر کہتا ہے کہ ناف ستر میں داخل ہے پس صحیح مسئلہ کیا ہے۔
(جواب ۷۳۹) بقول راجح ناف مرد کے لئے ستر عورت کے حکم میں داخل ہے زید کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ستر کا حکم ناف کے نیچے سے شروع ہوتا ہے ہاں گھٹنا بیشک ستر کے حکم میں داخل ہے بکر کا خیال درست نہیں ہے واللہ اعلم۔(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرسہ امینیہ' دہلی

پائجامہ کے اندر لنگی پہن کر نماز پڑھنا

(سوال) امام یا کوئی مقتدی لونگی یا پاجامے کے اندر رومالی وغیرہ باندھ کر نماز پڑھے تو ہو جاتی ہے یا نہیں ؟
(جواب ۷۴۰) پاجامے کے اندر یا لنگی کے نیچے اگر کوئی لنگوٹ باندھ لیا جائے تو اس سے نماز نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے نماز ہو جاتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام' ولو فی الخلوۃ علی الصحیح (التنویر و شرحہ' باب شروط الصلاۃ ۱ /۴۵۴ ط سعید) (۲) والرابع ستر عورتہ ...... وللحرۃ جمیع بدنہا حتی شعرھا النازل فی الأصح خلا الوجہ والکفین والقدمین الخ (التنویر و شرحہ' باب شروط الصلاۃ ۱ /۴۵۵' ط سعید)
(۳) العورۃ من الرجل ما تحت السرۃ منہ إلی رکبتہ و علم بھذا أن السرۃ لیست بعورۃ ولکن الرکبۃ غایۃ ودخولھا ...... والرکبۃ عورۃ ایضاً (حلبی کبیر' الشرط الثالث' ص ۲۰۹' ط سھیل اکیڈمی' لاھور)

سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز مکروہ ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) ایک شخص ننگے سر نماز پڑھتا ہے اور منع کرنے سے باز نہیں آتا ایک روز نمازی اس کو منع کر رہے تھے کہ اچانک ایک غیر مقلد مولوی صاحب آگئے انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ہاں تو ننگے سر نماز پڑھنی جائز ہے امام اعظمؒ نے ننگے سر نماز پڑھنے کو منع نہیں فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے ننگے سر نماز پڑھی ہے پھر تم اس کو کیوں منع کرتے ہو؟

(جواب ۷۴۱) اگر ننگے سر نماز پڑھنا لاابالی پن اور بے پروائی کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہے اور اگر فی الحقیقت انکسار و تذلل کی نیت سے ہو تو جائز ہے صحابہ کرامؓ نے یا تو تذلل کی نیت سے ننگے سر نمازیں پڑھی ہیں یا ٹوپی و عمامہ نہ ہونے کی وجہ سے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

گھٹنا ستر میں داخل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) آج کل قریب قریب عام دستور ہوتا جارہا ہے کہ طلبائے مدرسہ بوقت کھیل وغیرہ کے ایسے پاجامے استعمال کرتے ہیں جن سے گھٹنے نہیں ڈھکتے اور اس کی نسبت میں نے سنا تھا کہ گھٹنے ننگے رکھنا ٹھیک نہیں ہے بندہ نے شیخ الجامعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کو اس کی بابت لکھا تھا ان کا جواب بغرض ملاحظہ ارسال کرتا ہوں آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں (جامعہ ملیہ کا جواب یہاں منقول نہیں)

واصف عفی عنہ

(جواب ۷۴۲) اس بارے میں کہ گھٹنا ستر میں داخل ہے یا نہیں ؟ علماو فقہاء کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک گھٹنا ستر میں داخل ہے اس لئے اس کو چھپا ہوا رکھنا چاہئیے کھلا رکھنے کی عادت ڈالنا درست نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ بوجہ اختلاف فقہاء کے اس میں شدت اور سختی برتنی بھی مناسب نہیں ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ وحکم العورۃ فی الرکبۃ اخف منہ فی الفخذ حتی لورای رجل غیرہ مکشوف الرکبۃ ینکر علیہ برفق ولا ینازعہ ان لج وان راہ مکشوف الفخذ ینکر علیہ بعنف ولا یضربہ ان لج (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و صلاتہ حاسراً أی کاشفاً رأسہ للتکاسل' ولا بأس للتذلل' وأما إھانتہ بھا فکفر الخ (التنویر و شرحہ' باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ۱/۶۴۱ ط سعید)
(۲) (باب شروط الصلاۃ ۱/۲۸۴' ط بیروت)

آدھی آستین والی بنیان میں نماز

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء)

(سوال) گرمی کے موسم میں لوگ عموماً گنجی پہنا کرتے ہیں اور اسی پر نماز بھی ادا کرتے ہیں اور دونوں کہنیاں کھلی رہتی ہیں ایسی حالت میں نماز درست ہوتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۴۳) کرتا ہوتے ہوئے صرف نیم آستین بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز ہو جاتی ہے مگر کراہت کے ساتھ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عورت کا منہ اور ہاتھ ستر میں داخل ہیں یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) عورت کا منہ اور ہاتھ غیر نماز میں ستر میں داخل ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۴۴) منہ غیر نماز میں ستر میں داخل ہے حجاب کا ثبوت احادیث سے ظاہر ہے (۲)

چوبیسواں باب
متفرقات

تارک نماز کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

(سوال) تارک صلوٰۃ جو ہمیشہ نماز چھوڑ دیتا اور سال بھر میں کبھی نہیں پڑھتا ہے اس کے حق میں حضرت رسول اللہ ﷺ اور ائمہ اربعہ کیا فرماتے ہیں ؟

(جواب ۷۴۵) تارک صلوٰۃ عمداً کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بہت سخت الفاظ فرمائے ہیں حدیث میں ہے کہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا اور امام احمد بن حنبل' اس کے کفر کے قائل ہیں اگرچہ فقہائے حنفیہ نے اسے کافر نہیں کہا لیکن وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے اور جب تک توبہ نہ کرے جیل خانے میں رکھا جائے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ مار مار کر اس کا جسم زخمی کر دیا جائے اور امام شافعی اس کو حداً یا کفراً قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ وتارکھا مجانة ای تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی لانه یحبس لحق العبد فحق الحق احق و قیل یضرب حتی یسیل منه الدم و عند الشافعی یقتل حدًا وقیل کفرًا انتهی. (درمختار)(۳)

---

(۱) ولو صلی رافعاً کمیه إلی المرفقین کره الخ (عالمگیریة' باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۱۰۶' ط ماجدیه)

(۲) و عن أم سلمة کانت عند رسول الله ﷺ و میمونة إذا قتل ابن أم مکتوم دخل علیه فقال رسول الله ﷺ :" احتجبامنه" فقلت :" یا رسول الله ! ألیس هو أعمی لا یبصرنا ؟ فقال رسول الله ﷺ أفعمیا وأن انتما ألستما تبصرانه" (ترمذی' باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال ۲/۱۰۶ ط سعید)

(۳) (کتاب الصلاة ۱/۳۵۲' ط سعید)

نماز عصر اور فجر کے بعد امام کا قبلہ رو ہو کر بیٹھنا

(سوال) فجر و عصر کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد امام دائیں جانب وبائیں جانب منہ پھیر کر دعا مانگتا ہے اور ظہر و مغرب و عشا کی نماز میں بغیر پھرنے دائیں بائیں کے قبلہ رو بیٹھے ہوئے دعا مانگتا ہے فجر و عصر میں دائیں بائیں پھرنا اور باقی نمازوں میں قبلہ رو دعا کرنا آیا شرع شریف میں اس کی کوئی سند ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۴٦) عصر و فجر کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے دائیں یا بائیں پھر جانا چاہئیے یا مقتدیین کی طرف منہ کرلے اس کے علاوہ تین نمازوں ظہر ' مغرب ' عشاء میں اولیٰ وافضل یہی ہے کہ دیر تک نہ بیٹھے ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعا پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جائے۔ واذا سلم الامام من الظهر والمغرب والعشاء كره له المكث قاعداً لكنه يقوم الى التطوع وفى صلوٰة لا تطوع بعدها كالعصر والفجر يكره المكث قاعداً فى مكانه مستقبل القبلة والنبى عليه الصلوة والسلام سمى هذا بدعة. انتهىٰ مختصراً. (۱) (ھندیہ)

"من ترك الصلوة متعمداً" کا کیا مطلب ہے ؟

(سوال) زید فرضیت نماز کا قائل ہے مگر نماز ادا نہیں کرتا یہ شخص مشرک ہے یا نہیں ؟ اگر مشرک نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ "من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر" (۲)

(جواب ۷۴۷) جو شخص فرضیت نماز کا قائل ہو لیکن سستی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے نماز نہ پڑھتا ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور نہ کوئی شخص ترک نماز سے کافر ہو جاتا ہے والكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الايمان (عقائد نفسی) (۳) ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ فاسق ہے وتاركها عمداً مجانة اى تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلى لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق و قيل يضرب حتى يسيل منه الدم (درمختار) (٤) حدیث من ترك الصلوٰة الخ تشدید و تغلیظ پر مبنی ہے یا مطلب یہ ہے کہ یہ کام مسلمانوں جیسا نہیں یہ مطلب نہیں کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔

نابالغ کو نماز ' روزہ کا ثواب ملتا ہے یا نہیں ؟

(سوال) نابالغ بچوں کی نماز ' روزہ کا ثواب ملتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۴۸) نابالغ بچوں کے نماز روزے کا ثواب والدین کو ملتا ہے اور بعض علماء کے نزدیک اگر بچے افعال کو سمجھ کر ادا کرنے لگیں تو خود ان کو بھی ثواب ملے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

---

(۱) (الفصل الثالث فى سنن الصلاة ۱/۷۷' ط ماجديه)
(۲) (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف' الترهيب من ترك الصلاة متعمداً ۱/۳۸۱-۳۸۲ ط احياء التراث العربى' بيروت' لبنان)
(۳) (ص ۸۲ ' ط كتب خانه مجيديه' بيرون بوهر گيٹ' ملتان)
(٤) (كتاب الصلاة ۱/۳۵۲' ط سعيد)

تشہد میں سبابہ کا اشارہ سنت ہے

(سوال) جب نمازی نماز میں بوقت تشہد کے اشارہ رفع سبابہ کا جو کرتے ہیں یہ اشارہ ہمارے مذہب میں حرام ہے ؟ یہ کرنا جائز نہیں جو کرے گا وہ گناہ گار ہوگا ؟

المستفتی نمبر ۲۳۱ محمد رشید ترمذی مقام ایلول۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ۵ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۴۹) تشہد کے وقت سبابہ اٹھا کر اشارہ کرنا سنت ہے سنت کو حرام کہنے والا سخت خاطی ہے حرمت کا قول باطل ہے کیونکہ حرمت کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور اشارہ کی ممانعت کے لئے کوئی دلیل قطعی بلکہ ظنی بھی نہیں ہے (۱)

نیت میں "منہ طرف قبلہ" کہنے کی ضرورت نہیں

(سوال) سنتوں اور نفلوں میں منہ طرف کعبہ شریف کے کہنا چاہئیے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۹ شہباز خاں ضلع کرنال۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۵۰) منہ طرف کعبے کے کہنے کی ضرورت نہیں (۲)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز کے بعد بلند آواز سے سلام کرنا

(سوال) ایک شخص فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد یعنی امام کے دعا مانگنے کے بعد ذرا اونچی آواز سے سلام کرتا ہے یہ فعل ہر نماز کی جماعت کے بعد کرتا ہے اور نیت ہے کہ اس وقت جو ساری جماعت ہوتی ہے اس میں بڑے بڑے بزرگ فرشتے اور نیک لوگ ہوتے ہیں اس موقع پر سلام کرنا عین ثواب ہے۔

المستفتی نمبر ۴۰۱ مولوی محمد عبدالحفیظ صاحب (ضلع نیل گری)

۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۵۱) یہ سلام سنت سے ثابت نہیں جن و ملائک کے لئے وہی سلام کافی ہے جو نماز کے آخر میں ہوتا ہے کوئی اور جدید سلام ضروری نہیں نہ اس کا ثبوت ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وفی الشر نبلا لیة عن البرهان :" الصحیح أنه یشیر بمسبحة وحدها یرفعها عند النفی و یضعها عند الإثبات واحترز بالصحیح عما قیل لا یشیر' لأنه خلاف الدرایة والروایة وبقولنا بمسبحة عما قیل یعقد عند الإشارة وفی العینی عن التحفة :" الأصح أنها مستحبّة وفی المحیط سنة (الدر المختار' باب صفة الصلاة ۱/ ۵۰۹- ۵۱۰ ط سعید)

(۲) والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للإرادة فلا عبرة للذکر باللسان إن خالف القلب : لأنه کلام لا نیة إلا إذا عجز عن إحضاره الخ (الدر المختار' باب شروط الصلاة بحث النیة ۱/ ۴۱۵' ط سعید)

(۳) من أحدث فی أمر نا هذا ما لیس منه فهو رد الحدیث (بخاری' کتاب الصلح' باب إذا اصطلحوا علی صلح جواز فهو مردود ۱/ ۳۷۱ ط قدیمی)

نماز میں امام کا جلسہ استراحت کرنا

(سوال) امام اہل حدیث اور مقتدیان حنفی ہیں امام صاحب جلسہ استراحت کرتے ہیں جس کے باعث مقتدی امام سے پیش قدمی کر جاتے ہیں ایک روز امام صاحب نے کہا کہ پیش قدمی کرنے والوں کی گردن قیامت کے دن مانند گدھے کے ہوگی اس امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۴۱۶ محمد حسین صاحب۔ ۱۰رجب ۱۳۵۳ھ ۱۳۰کتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۵۲) جلسہ استراحت حنفیہ کے نزدیک مسنون نہیں ہے یہ جلسہ عذر (مرض یا ضعف) کی حالت میں کیا گیا ہے نماز کے اصلی افعال میں نہیں ہے لیکن جلسہ استراحت کرنے والے امام کے پیچھے حنفیہ کی نماز ہو جاتی ہے حنفیہ کو چاہئیے کہ وہ سجدہ سے اتنی دیر کر کے اٹھیں کہ امام جلسہ استراحت سے فارغ ہو جائے تاکہ امام سے پہلے مقتدیوں کا قیام نہ ہو جائے اور امام کو چاہئیے کہ وہ جلسہ استراحت میں زیادہ دیر نہ لگائیں بلکہ حتی الامکان اسے ادا کر کے جلد کھڑے ہو جائیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عید گاہ میں نماز استغفار پڑھنا

(سوال) بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ بروز جمعہ نماز استغفار عید گاہ میں پڑھی جائے آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں نماز کے لئے صبح سات بجے کا وقت رکھنے کا خیال ہے ؟

المستفتی نمبر ۴۹۰ حاجی عبد الغنی متولی عید گاہ دہلی

۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۱۶ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۵۳) کسی آسمانی حادثہ کے وقوع اور اس کے خوف کے وقت آنحضرت ﷺ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور یہ امر مستحسن بھی ہے لیکن اس نماز کی جماعت معہود و متوارث نہیں ہر شخص بجائے خود توبہ و استغفار کرے اور گھر میں نماز پڑھے عید گاہ میں اجتماع کی غرض شاید جماعت ہو مگر جماعت مسنون نہیں ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بعد نماز صبح مصافحہ کا معمول

(سوال) بعد فراغت نماز صبح تمام مصلیان مسجد امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں روزانہ بعد ختم دعا کے یہ دستور کر رکھا ہے بعض لوگ اس کو بدعت بتاتے ہیں

المستفتی نمبر ۵۴۰ محمد بشیر حسن (مالوہ) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۵۴) ہاں نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنے کا طریقہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے

---

(۱) ولنا حديث أبي هريرة أن النبي ﷺ كان ينهض في الصلاة على صدور قدميه وما رواه محمول على حالة الكبر ولأن هذه قعده استراحة الخ (هداية' باب صفة الصلاة ۱/ ۱۱۰ ط مكتبه شركة علميه' ملتان)

میں نہیں تھا اور اس کا رواج دینا اور التزام کرنا بدعت ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جہری نماز میں منفرد کے لئے قراءت کا حکم

(سوال) اگر کوئی شخص نماز جماعت میں کسی عذر سے شریک نہ ہوا پھر بعد میں وہ مسجد میں آیا تو وہ نماز اپنی اکیلا ہی جماعت سے پڑھ سکتا ہے اور کیا جہری نماز کو بالجہر منفرد بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ منفرد شخص بھی اگر اپنی نماز پڑھے تو سری نماز کو سراً ادا کرے اور جہری کو جہراً ان کا قول کس دلیل پر مبنی ہے؟

المستفتی نمبر ۶۵۰ ابو محمد عبد الجبار (رنگون) ۲۳ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۵۵) ہاں جہری نماز کو منفرد جہراً ادا کرے تو اولیٰ ہے اور سراً ادا کرلے تو یہ بھی جائز ہے منفرد کے لئے وجوب جہر ساقط ہو جاتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) جیب میں روپے رکھ کر نماز پڑھنا
(۲) سجدے کی جگہ سکے گر جائیں تو ہٹا سکتے ہیں

(سوال) (۱) ہر شخص کی جیب میں سکے (روپے اٹھنیاں وغیرہ) رہتے ہیں کیا جیب میں سکے رکھ کر نماز ادا کرنے میں کسی قسم کی قباحت ہے کیونکہ سکوں پر بادشاہ کی مہر ابھری ہوئی ہے۔

(۲) سجدے کی حالت میں اکثر جیبوں میں سے روپے یا پیسے نکل کر سجدہ گاہ کی طرف چلے جاتے ہیں ایسی حالت میں سجدے کے وقت جہاں سکہ پڑا ہو اس جگہ سجدہ کرنا چاہئیے یا ہٹ کر؟ یا سکہ کو ہٹا دینا چاہئیے اگر سکہ ہٹاتے ہیں تو نماز میں خلل واقع ہوتا ہے اگر نہیں ہٹاتے تو سجدہ اس مہر کے سکہ کو ہوتا ہے یعنی بادشاہ کو سجدہ کیا گیا۔

(جواب ۷۵۶) (۱) سکے جیب میں ہونے سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا نماز صحیح ہو جاتی ہے(۳)

(۲) سکے احتیاط سے رکھنے چاہئیں کہ نماز میں نہ گریں بے احتیاطی سے اگر وہ سجدے کی جگہ گر جائیں تو ہاتھ سے ان کو سجدے کی جگہ سے اپنی طرف ہٹا لے اس میں نماز میں کراہت نہ ہوگی(۴) محمد کفایت اللہ

---

(۱) وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة وماذلك إلا لکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع الخ (رد المحتار' مطلب فی دفن المیت ۲/۲۳۵ ط سعید)

(۲)ویخیر المنفرد فی الجهر ' وهو أفضل ویکتفی بأدناه ..... وفی السریخا فت حتماً علی المذهب (التنویر و شرحه' فصل فی القراءة ۱/۵۳۳ ط سعید)

(۳) ولا یکره لو کانت تحت قد میه أو فی یده أو علی خاتمه ..... قال فی البحر :" ومفاده کراهة المستبین' لا المستتربکیس أو صرة أو ثوب آخر (تنویروشرحه) و فی الشامیه بأن صلی و معه صرة اوکیس فیه دنا نیر أو دراهم فیه صور صغار فلا تکره لا ستتارها (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۶٤۸' ط سعید)

(٤) وقلب الحص للنهی إلا لسجوده التام فیرخص مرة و ترکها أولی الخ (التنویرو شرحه' باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها ۱/٦٤۲' ط سعید)

(۱) درود میں "سیدنا" کا اضافہ
(۲) "وکن من الساجدین" سے پہلے تین مرتبہ استغفار پڑھنا

(سوال) (۱) نماز میں تشہد میں جو درود ابراہیمی ہے اس میں محمد ﷺ و حضرت ابراہیمؑ کے اسمائے گرامی کے پہلے لفظ سیدنا بولنا کیسا ہے نماز میں کوئی خلل ہوتا ہے یا نہیں اور بغیر سیدنا کے نماز کیسی ہے کوئی نقصان ہے یا نہیں ؟

(۲) فرض نماز جہریہ میں امام بعد فاتحہ سورہ حجر کے آخر رکوع کی آیت ولقد اتینك سبعا من المثانی الخ جب آیت فسبح بحمد ربك میں پہنچا یعنی پڑھا تو وکن من الساجدین کی جگہ واستغفرہ آیت مذکورہ کے پہلے تین بار تکرار کیا بعدہ مقتدی سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا توسن کر رکوع کیا اور نماز ختم کیا اس میں قباحت ہوئی یا نہیں مکروہ ہوا یا نہیں ؟ سجدہ سہو لازم تھا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۸۴ ایم محمد عبدالباری صاحب (آسام) ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۵۷) قعدہ میں درود شریف کے اندر حضور انور ﷺ اور حضرت ابراہیمؑ کے اسماء مبارک سے پہلے لفظ سیدنا کہنا جائز ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوتی اور بغیر سیدنا کے بھی نماز میں نقصان نہیں آتا(۱)
(۲) اس صورت میں نماز بلا کراہت ہو گئی سجدہ سہو لازم نہیں تھا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ظہر اور جمعہ کی سنتوں میں ثناء پڑھنے کا حکم

(سوال) زید نے فتویٰ دیا ہے کہ ظہر کی چار رکعت سنت اور جمعہ کی سنتوں میں ثناء دو دفعہ پڑھنا چاہئے تو یہ صحیح ہے یا غلط ؟ المستفتی نمبر ۱۲۷۳ عبدالمحیط خاں صاحب کانسٹیبل (سندھ)
۱۴ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۵۸) ظہر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کی چار سنتوں میں ثناء ایک مرتبہ پڑھی جائے اور نوافل کی چار رکعتوں میں دو مرتبہ(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نمازی کے سامنے کتنی دور سے گزرا جا سکتا ہے ؟

(سوال) جامع مسجد میں نمازی کے سامنے سے کتنی دور ہو کر گزرنا جائز ہے، آیا محض نماز کے سجدہ کی جگہ چھوڑ کر یا کچھ مقدار معین ہے تحریر فرمائیے ؟

---

(۱) وندب السیادۃ، لأن زیادۃ الأخبار بالواقع عین سلوك الأدب فھو افضل من ترکه الخ (الدر المختار، باب صفة الصلاۃ ۵۱۳/۱ ط سعید) (۲) ولوزاد کلمة أو نقص کلمة أو نقص حرفا أو قدمه أو بدله بآخر ...... لم تفسد صلاته مالم یتغیر المعنی الخ (الدر المختار، مسائل زلة القاری ۶۳۲/۱ ط سعید) (۳) أما إذا کانت سنة أو نفلا فیبتدی کما ابتدأ فی الرکعة الأولی یعنی یأتی بالثناء والتعوذ لأن کل شفع صلاۃ علی حدۃ ...... الأصح أنه لا یصلی و یستفتح فی سنة الظھر والجمعة الخ (رد المحتار، باب الوتر والنوافل ۱۶/۲ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۵۹) بڑی مسجد میں اور میدان میں نمازی کے سامنے اتنی دور سے گزرنا جائز ہے کہ نمازی اگر اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے تو گزرنے والا اسے نظر نہ آئے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نجاست لگی ہوئی صف پر نماز کا حکم

(سوال) مسجد کی صف باریک سوت کی بنی ہوئی جو کہ آگرہ کی ہوتی ہے تخمیناً دس یا بارہ گز لمبی ہو اس کے درمیانی حصہ میں نجاست لگ جائے یا صرف ایک سرے پر لگی ہو تو اس صف میں سے نجاست کی جگہ چھوڑ کر باقی صف پر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اسی طرح اگر ٹاٹ کی صف ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی)

(جواب ۷۶۰) ناپاک جگہ پر کھڑے ہونے والے کی نماز تو نہ ہوگی باقی صف پر کھڑے ہونے والوں کی نماز ہو جائے گی صف خواہ دری کی ہو یا ٹاٹ کی یا بوریا ہو (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عمداً تارک نماز کا حکم

(سوال) زید کلمہ پڑھتا ہے اور مسلمانوں کے تمام کام کرتا ہے مگر نماز نہیں پڑھتا یعنی تارک فرض ہے' منکر فرض نہیں جب اس سے کہا جاتا ہے کہ کیوں نماز نہیں پڑھتے تو جواب دیتا ہے کہ پڑھا کروں گا میں جو نماز نہیں پڑھتا تو بیشک بہت گناہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کرے کہ میں نمازی ہو جاؤں آیا ایسے شخص مذکور کو مسلمان کہیں یا کافر ؟

المستفتی نمبر ۱۳۶۸ محمد احمد صاحب دہلی۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶۱) جو شخص نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے اور ترک نماز کو گناہ سمجھتا ہے وہ مسلمان ہے اس کو ترک نماز کی بنا پر کافر کہنا نہیں چاہئیے حنفیہ کا یہی مذہب ہے ہاں بعض علماء نے زجر کے طور پر ایسے شخص کو کافر کہہ دیا ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ومرور مار فی الصحراء أو فی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الأصح أو مروره بین یدیه إلی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر ' فإنه کبقعة واحدة مطلقاً (التنویر و شرحه) و فی الشامیة :" أنه قدر ما یقع بصره علی المارلو صلی بخشوع أی رامیاً ببصره إلی موضع سجوده الخ (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/ ۶۳۴ ط سعید)

(۲) قال فی التنویر و شرحه :" هی سنة طهارة بدنه من حدث و خبث و ثوبه و مکانه أی موضع قدمیه أو أحد هما إن رفع الأخری و موضع سجوده اتفاقا فی الأصح الخ وفی الشامیة :" (قوله" ومکانه") فلا تمنع النجاسة فی طرف بساط ولو صغیراً فی الأصح (باب شروط الصلاة ۱/ ۴۰۳ ط سعید)

(۳) وتارکها مجانة أی تکاسلاً فاسق یحبس حتی یصلی وقیل ـ" یضرب حتی یسیل منه الدم" وعند الشافعی یقتل بصلاة واحدة حداً وقیل :" کفر" (التنویر و شرحه' کتاب الصلوة ۱/ ۳۵۳' ط سعید)

(۱) صاحب ترتیب کسے کہتے ہیں؟
(۲) قضاء یاد ہونے کی حالت میں وقتی نماز پڑھنا

(سوال) (۱) صاحب ترتیب کون شخص ہو سکتا ہے۔ اس علاقہ میں وہ شخص صاحب ترتیب کہلاتا ہے جس نے بالغ ہونے کے بعد ایک بھی نماز قضاء نہ کی ہو کیا یہ بات صحیح ہے اگر ایسا ہی ہے تو کونسی کتاب میں ہے؟
(۲) ایک شخص کی ظہر کی نماز قضاء ہو گئی اس کے بعد اس نے اپنے وقت میں عصر ادا کی اور جب وقت مغرب آیا تو مغرب کی نماز بھی پڑھی مگر اس شخص کو جب عصر کی نماز اور مغرب کی نماز پڑھتا تھا تو ظہر کی قضا نماز یاد تھی پھر اس نے ظہر کی نماز مغرب پڑھ کر قضا کر لی کیا اس کی عصر اور مغرب نمازیں ہو گئیں یا نہیں اگر وہ شخص امام ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی ۱۵۶۷ مولوی محبت حسین شاہ امام مسجد پلٹن۔ پنجاب کیمپ رزمک وزیرستان۔
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶۲) (۱) صاحب ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمے بلوغ سے اب تک چھ نمازیں قضا ہوں (۱) (۲) اگر یہ شخص صاحب ترتیب نہیں تو اس کی نماز ظہر و عصر و مغرب ہو گئیں اور اگر صاحب ترتیب ہے تو تینوں نہیں ہوئیں مگر اگلے دن کی ظہر پڑھنے سے سب ہو جائیں گی بشرطیکہ درمیان میں ظہر فوت شدہ ادا نہ کرے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

نماز صبح کے بعد مقتدیوں کے آگے چنے رکھنا

(سوال) ایک مسجد میں صبح کی نماز کے بعد نمازیوں کے آگے مٹھی مٹھی چنے دعا سے قبل سلام پھیرنے کے بعد رکھ دیئے جاتے ہیں کیا یہ سنت ہے؟ فرض ہے؟ یا واجب ہے؟ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهورد صحیحین کی حدیث کے مصداق نہیں ہیں۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب۔ دہلوی
(جواب ۷۶۳) یہ عمل نہ سنت ہے نہ مستحب۔ فرض و واجب تو ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں اگر اس کو لازم سمجھا جائے تو بدعت ہے اور لازم بھی نہ سمجھا جائے نہ کسی کو برا کہا جائے جو پڑھے پڑھے نہ پڑھے تو اس سے تعرض نہ کیا جائے تو مباح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) یسقط الترتیب بصیر ورة الفوائت ستا ولو کانت متفرقة کما لو ترک صلاة صبح مثلا من ستة أیام وصلی ما بینهما ناسیا للفوائت الخ (رد المحتار' باب قضاء الفوائت ۲/۶۸ ط سعید)
(۲) وإذا فسدت الفریضة لا یبطل أصل الصلاة عند أبی حنیفة وأبی یوسف و عند محمد یبطل : لأن التحریمة عقدت للفرض الخ (رد المحتار' باب قضاء الفوائت ۲/۷۰ ط سعید)

سلام علیکم کہنا

(سوال) اگر امام السلام علیکم ورحمتہ اللہ کے الف کو ظاہر نہ کرے صرف سلام علیکم ورحمتہ اللہ کہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۷۶٤) یہ خلاف سنت ہے اور اس سے نماز میں کراہت آئے گی یہ جب کہ امام تلفظ میں ہی سلام علیکم کہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ الف لوگوں کے سننے میں نہیں آتا۔ امام تو السلام کہتا ہے لوگ سلام سنتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

محلّہ کی مسجد میں نماز افضل ہے

(سوال) زید کے مکان کے پاس ایک مسجد ہے اور زید کی متولی مسجد سے کسی قسم کی نااتفاقی ہو گئی اور اس نااتفاقی کی وجہ سے مسجد کو چھوڑ دے اور دوسری مسجد اختیار کرے اور کوئی اگر زید کو کہے کہ بھائی آپ کے مکان کے پاس مسجد ہونے کے باوجود آپ اتنا لمبا سفر کیوں کرتے ہیں تو جواب میں زید جھوٹ کہتے ہیں مسجد کے متولی صاحب نے مسجد کو قفل لگا دیا ہے خاص کر میرے لئے اور مجھے منع کر دیا ہے تو ایسے آدمیوں کا کیا حکم ہے دوسری مسجد میں نماز اس کی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو دونوں کے ثواب میں کوئی فرق ہے یا نہیں اور زید ایسے گناہوں کا مرتکب ہونے کے ساتھ دین کے دوسرے امور میں دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۹۷۳ ماسٹر مرزا احمد حسین (گجرات) کاٹھیاواڑ ۲۷ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۷٦۵) اگر مسجد کے متولی نے زید کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا تو زید کو مناسب نہیں کہ وہ دوسری مسجد میں نماز کے لئے جائے اور یہ بھی جائز نہیں کہ متولی کو خواہ مخواہ بدنام کرے۔ زید کی نماز دوسری مسجد میں ہو جاتی ہے مگر بلاوجہ معقول محلّہ کی مسجد چھوڑ دینی مناسب نہیں ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

خطبہ و نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

(سوال) اس دفعہ ملتان کی بڑی عیدگاہ میں عیدگاہ کی منتظم کمیٹی نے لوگوں کی آسائش کو مد نظر رکھتے ہوئے امام کے آگے لاؤڈ اسپیکر (لوگوں کو دور آواز پہنچانے کا آلہ) رکھا جس پر خطبہ کے علاوہ نماز کی تکبیرات رکوع سجود و قرأت اور التحیات بھی امام نے بلند آواز سے آلہ پر پڑھی لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ جو نماز پڑھائی گئی ہے ناجائز ہے۔ المستفتی نمبر ۲۰۹۸ مولوی غلام حیدر صاحب (ملتان)

---

(۱) قال فی البحر: "وهو علی وجه الأکمل أن یقول: "السلام علیکم و رحمة الله" مرتین فان قال السلام علیکم أو سلام علیکم أو علیکم السلام أجزاه وکان تارکاً للسنة (رد المحتار' فصل فی بیان تالیف الصلاۃ ۱ / ۵۲٦' ط سعید)

(۲) ومسجد حیه أفضل من الجامع والصحیح أن ما ألحق بمسجد المدینة ملحق به فی الفضیلة الخ (الدر المختار' باب ما یفسد الصلاۃ ومایکره فیها' مطلب فی أفضل المساجد ۱ / ٦۵۹ ط سعید)

۴ شوال ۱۳۵۶ھ ۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶۶) خطبہ اور تکبیرات انتقال کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا تو مباح ہو سکتا ہے لیکن قرأت قرآن کے لئے نہیں اور التحیات کو زور سے پڑھنا تو امام کی جہالت پر مبنی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) محراب سے ہٹ کر جماعت کرنا
(۲) مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم
(۳) خطبہ جمعہ کے بعد اس کا ترجمہ پڑھنا
(۴) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا افضل ہے

(سوال) (۱) اگر امام اصل مقام اور مقررہ جگہ یعنی محراب چھوڑ کر مسجد ہی میں کسی دوسری جگہ یا اس کے فرش پر گرمی کے سبب یا کسی شخص کے کہنے پر پہلی جماعت سے نماز پڑھائے تو نماز میں یا نماز کی اصلیت میں یا اس کی فضیلت میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟
(۲) مسجد میں ثانی جماعت سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے کیا اس کے لئے کوئی خصوصیت ہے؟
(۳) خطبہ جمعہ میں خطبہ اولیٰ عربی کے بعد اس کا ترجمہ اردو نظم یا نثر میں پڑھنا کیسا ہے؟
(۴) امام کا ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا اور عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا ان دونوں میں کیا فرق ہے؟
المستفتی نمبر ۲۱۵۲ محمد ظہیر (ضلع ناسک) ۲۸ شوال ۱۳۵۶ھ م یکم جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۶۷) (۱) محراب میں کھڑا ہونا افضل ہے اور گرمی کی وجہ سے باہر کھڑا ہونا مگر امام محراب کے مقابل کھڑا ہو تو اس میں بھی مضائقہ نہیں ہے اور محراب سے شمالاً یا جنوباً ہٹ کر کھڑا ہونا پہلی جماعت میں بغیر عذر مکروہ ہے گرمی کا عذر کافی نہیں(۱)
(۲) جس مسجد میں نماز باجماعت مقرر ہو اس میں دوسری جماعت مکروہ ہے (۲)
(۳) اردو نظم و نثر خطبے میں خلاف اولیٰ ہے(۳)
(۴) ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا جائز ہے مگر عمامہ کے ساتھ افضل ہے (۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) قال الشامی :" (ویقف وسطا) قال فی المعراج وفی مبسوط بکر : " السنة أن یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام أحد جانبی الصف یکرہ ..... والأصح ماروی عن أبی حنیفة أنه قال :" اکرہ أن یقوم بین الساریتین أو فی زاویة أو ناحیة المسجد أو إلی ساریة 'لأنه خلاف عمل الأمة (باب الأمامة ۱ /۵٦۸ ط سعید)
(۲) ویکرہ تکرار الجماعة ..... فی مسجد محلة الخ (التنویر و شرحه' باب الإمامة ۱ /۵۵۲ ط سعید)
(۳) لا شك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة الخ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة' باب الجمعة ۱ /۲۰۰' ط سعید)
(٤) والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة أثواب ' قمیص وإزار و عمامة أما لو صلی فی ثوب واحد متوحشابه جمیع بدنه کأزار المیت یجوز من غیر کراهة الخ (حلبی کبیر' فروع فی الستر' ص ۲۱٦ ط سهیل اکیڈمی لاهور)

بے نمازی کے ہاتھ کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) زید نماز نہیں پڑھتا ہے اس کے ہاتھ کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۸۰ شیخ محمد قاسم صاحب (بلند شہر)
۲۵ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۲۴ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۶۸) تارک الصلوٰۃ سخت گناہ گار اور فاسق ہے اس کے ہاتھ کا کھانا کھانا اور اس کی کمائی اگر حلال طریق سے ہو مسجد میں لگانا درست تو ہے لیکن اگر زجراً اس کے ہاتھ کا کھانا نہ کھایا جائے اور اس کے پیسہ کو مسجد میں نہ لگایا جائے تو بہتر ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بے نمازی کا جنازہ پڑھا جائے

(سوال) عام مسلمان سالہاسال بالکل نماز نہیں پڑھتے کبھی سال کے بعد بعض مسلمان رمضان شریف میں نماز صرف ایک ماہ کے لئے پڑھ لیتے ہیں بعد ازاں پھر چھوڑ دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جمعتہ الوداع اور عید الفطر اور عید الضحیٰ پڑھ لیتے ہیں پھر کنارے ہو جاتے ہیں اور بہتیرے مسلمان ایسے بھی ہیں جو کہ ارکان خمسہ سے بالکل ناواقف ہیں اور جنھوں نے اپنی حیات میں اپنے سر کو سجدہ کے لئے نہیں جھکایا ہے اور پھر وہ اپنے آپ کو مسلمان بننے کا دعویٰ رکھتے ہیں آیا کہ تارک الصلوٰۃ شرعاً کافر ہے یا گناہ گار ہے اگر تارک الصلوٰۃ مر جائے شرع شریف کے قانون سے اس شخص کا جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۴۶۹ وزیر حسین صاحب (لاہور چھاؤنی) ۵ صفر ۱۳۵۸ھ م ۷ ۲ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۷۶۹) ترک نماز گناہ کبیرہ اور قریب بکفر ہے لیکن جو شخص کہ فرضیت نماز کا منکر نہ ہو صرف تارک ہو وہ فاسق اور انتہادرجہ کا گناہ گار ہے مگر کافروں کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے بے نمازی کا جنازہ ایک دو مسلمان پڑھ کر دفن کر دیں اور مسلمان زجراً شریک نہ ہوں تو یہ جائز ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قرآن مجید سے پانچوں نمازوں کا ثبوت

(سوال) پانچ وقت نماز کے دلائل کون کون سی آیت سے معلوم ہوتے ہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۵۴۶ حاتم احمد (بنگال) ۲۷ شعبان ۱۳۵۸ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء

(جواب ۷۷۰) قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیات ہیں ان میں سے یہ آیت بھی ہے فسبحن اللہ حین

---

(۱) وتارکھا عمداً مجانۃ أی تکا سلاً فاسق یحبس حتی یصلی' لانہ یحبس بحق العبد فحق الحق أحق (التنویر و شرحہ کتاب الصلاۃ ۱ /۳۵۳ ط سعید)
(۲) وتارکھا عمداً مجانۃ أی تکا سلاً فاسق یحبس حتی یصلی' لانہ یحبس بحق العبد فحق الحق أحق (التنویر و شرحہ کتاب الصلاۃ ۱ /۳۵۳ ط سعید)

تمسون و حین تصبحون (الآیة) (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) مسجد میں بآواز بلند سورہ کہف پڑھنا
(۲) بعد نماز بلند آواز سے کلمہ پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) بوقت خطبہ مسجد میں جمعہ کے دن سورہ کہف کا دور بآواز بلند ایک ایک رکوع کر کے پڑھتے ہیں نووارد مصلیان کی نمازوں میں نقصان آتا ہے بلکہ نماز جمعہ کا اور خطبہ کا تضیع اوقات ہو جاتا ہے اس طرح کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ؟
(۲) جماعت کے ختم ہوتے ہی فوراً کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر کیا کرتے ہیں ۳ مرتبہ۔ لا الہ الا اللہ الا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلعم.

المستفتی نمبر ۲۶۰۱ سیٹھ قاسم بابو گجرات۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

(جواب ۷۷۱) (۱) سورہ کہف آواز بلند سے مسجد میں پڑھنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے ناجائز ہے (۲)
(۲) اسی طرح نماز کے بعد کلمہ طیبہ کو بلند آواز سے پڑھنے کی رسم بھی درست نہیں اتنی آواز سے کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے سلام کے بعد کلمات ماثورہ کو پڑھنا جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

کپڑے سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) زید نماز کی حالت میں اپنے منہ کو کپڑے سے چھپالیتا ہے۔ یہ کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۷۷۸ ۔ ۵ صفر ۱۳۶۳ھ

(جواب ۷۷۲) منہ اور ناک کپڑے سے ڈھانک لینا نماز میں مکروہ ہے حدیث شریف میں منہ ڈھانکنے کی ممانعت آئی ہے۔ نہی رسول اللہ ﷺ عن السدل فی الصلوٰۃ وان یغطی الرجل فاہ (مشکوٰۃ) (۴) مرقاۃ (۵) شرح مشکوٰۃ میں ہے کانت العرب یتلثمون بالعمائم و یجعلون اطرافها تحت اعناقهم فیغطون افواههم کیلا یصیبهم الهواء المختلط من حرا و برد فنهوا عنه لا نه یمنع حسن

---

(۱) (سورة الروم : ۱۷)
(۲) أجمع العلماء سلفاً و خلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغير ها إلا أن يشوش جهر هم على نائم أو مصل أو قارئ الخ (رد المحتار' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها' مطلب فى رفع الصوت بالذكر ۱ / ۶۶۰ ط سعيد)
(۳) يا يها الناس اربعوا على أنفسكم' فإنكم لا تدعون أصم ولا غائباً الحديث (بخارى ' باب قول لا حول ولا قوة إلا بالله ۲/۹۴۸-۹۴۹' ط قديمى)
(۴) (باب الستر ص ۷۳ ط سعيد)
(۵) (باب الستر' نهى عن السدل ۲ / ۲۳۶' ط امداديه' ملتان)

اتمام القراءۃ و کمال السجود (الی قوله) وفی شرح المنیة یکره للمصلی ان یغطی فاہ او انفه (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے

(سوال) مسجد میں پنجگانہ نماز کے بعد پیش امام کو مقتدیوں سے مصافحہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۴۲۷ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس)
۸ صفر ۱۳۵۸ھ م ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۷۷۳) نماز کے بعد مصافحہ کی رسم بے اصل ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نقش جانماز پر نماز کا حکم

(سوال) متعلقہ جانماز منقش
(جواب ۷۷۴) مدینہ منورہ کے نقشے کی جانماز استعمال کرنا مکروہ ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عمداً تارک نماز فاسق ہے

(سوال) جو مسلمان نماز نہ پڑھتا ہو اور نہ اپنے تابعین کو تاکید کرتا ہو اس کی شادی یا میت میں یا جنازے کی نماز میں شریک ہونا یا اس کے ساتھ کھانا پینا یا اس سے کسی قسم کا لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۷۵) اسلامی فرائض میں سے نماز اہم ترین فرض ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کے بندے (مسلمان) اور کافر کے درمیان نماز کا فرق ہے (۴) یعنی مسلمان خدا کی عبادت نماز ادا کرتا ہے اور کافر نماز نہیں پڑھتا جو لوگ نماز نہیں پڑھتے وہ سخت گناہ گار اور فاسق ہیں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ترک نماز سے تائب ہو خود بھی نماز پڑھے اور دوسروں یعنی اپنے متعلقین کو بھی تاکید کرتا رہے اگر کوئی مسلمان ترک نماز پر اصرار کرے اور سمجھانے اور تاکید کرنے کو بھی خیال میں نہ لائے تو دوسرے مسلمانوں کو جائز ہے کہ وہ زجراً اس کے ساتھ کلام و سلام کھانا' پینا ترک کر دیں (۵)
محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ دہلی' احقر مظہر الدین غفرلہ

---

(۱) (کراهیة الصلاة' ص ۳٤٥' ط سهیل اکیدمی' لاهور)
(۲) وقد صرح به بعض علمائنا وغیر هم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة وما ذلك إلا لکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع الخ (رد المحتار' کتاب الجنائز' مطلب فی الدفن ۲/۲۳٥' ط سعید)
(۳) ولا بأس بنقشه خلا محرابه' فإنه یکره' لأنه یلهی المصلی ویکره التکلف بد قائق النقوش و نحو ها الخ (التنویر و شرحه' باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/٦٥٨' ط سعید)
(٤) (ترمذی' باب ماجاء فی ترك الصلوة ۲/٩٥ ط سعید) (٥) وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی' لأنه یحبس لحق العبد فحق الحق أحق الخ (التنویر و شرحه' کتاب الصلاة ۱/۳٥۳' ط سعید)

(۱) جیل میں اذان دی جائے یا نہیں ؟
(۲) جیل میں پانی نہ ملے تو تیمّم کیا جائے
(۳) جیل میں جماعت کرانا جائز ہے
(۴) احتجاجاً بھوک ہڑتال کا حکم

(از ہفتہ وار مسلم دہلی مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۲۲ء)

(سوال) (۱) جیل میں اگر اذان سے روک دیا جائے تو پھر کیا کرنا چاہئیے ؟ (۲) جیل میں اگر پانی نہ ملے یا جیل والے عمداً پانی نہ لینے دیں تو نماز کی ادائیگی کے لئے کیا کرنا چاہئیے ؟ (۳) جیل میں اگر وہ جماعت نماز نہ پڑھنے دیں تو کیا صورت ہو گی ؟ (۴) مقاطعہ جوعی بطور احتجاج بر خلاف بد سلوکی کیا جائے تو کیا حکم ہے ؟

المستفتی دفتر مجلس خلافت پنجاب (لاہور)

(جواب ۷۷۶) (۱) اذان دینے کی کوشش کرنی چاہئیے اور جب کہ کسی طرح جابر حکام اجازت نہ دیں تو بغیر اذان نماز پڑھ لی جائے(۱)

(۲) جیل میں اگر جابر حکام وضو کے لئے پانی نہ دیں اور کسی طرح پانی دستیاب نہ ہو یا اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمّم سے نماز پڑھ لیں(۲)

(۳) جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت کے لئے کوشش کی جائے اور کسی طرح بھی اجازت نہ ملے تو فرداً فرداً نماز پڑھ لی جائے (۳)

(۴) مقاطعہ جوعی اس حد تک کہ ہلاکت کا گمان غالب نہ ہو جائے جائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بے نمازی کی نماز جنازہ پڑھی جائے

(از الجمعیۃ سہ روزہ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) بے نمازی یعنی جس شخص نے تمام عمر میں کبھی نماز نہیں پڑھی ایسے شخص پر نماز جنازہ درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۷۷) تارک الصلوۃ دائماً حنفیہ کے نزدیک فاسق ہے کافر نہیں۔ اور فاسق کے جنازے کی نماز پڑھنی ضروری ہے بغیر نماز پڑھے دفن کر دینا جائز نہیں ہاں بے نمازیوں کو زجر کرنے کے لئے بزرگ اور

---

(۱) وہو سنة مؤكدة للفرائض فی وقتها ولو قضاء الخ (تنویر الابصار' باب الأذان ۱ / ۳۸٤ ط سعید) بخلاف مصل ولو بجماعة فی بیته بمصر أو قریة لها مسجد فلا یکره ترکهما 'إذ أذان الحی یکفیه الخ (التنویر و شرحه' باب الأذان ۱ /۳۹۵ ط سعید)

(۲) من عجز عن استعمال الماء لبعده میلاً أو لمرض أو برد أو خوف عدو ...... تیمم (تنویر الأبصار' باب التیمم ۱ /۲۳۲ تا ۲۳٦ ط سعید)

(۳) والجماعة سنة مؤكدة للرجال وأقلها اثنان ..... فتسن أو تجب علی الرجال العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الصلاة بالجماعة من غیر حرج الخ (تنویر الابصار' باب الإمامة ۱ /۵۵۲' تا ۵۵٤ ط سعید)

مقتدا نماز نہ پڑھیں، معمولی درجہ کے لوگوں کو کہہ دیں کہ وہ نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔ (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عمداً تارک نماز فاسق ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) وہ کلمہ گو مسلمان جس نے عمر بھر نماز نہیں پڑھی اور سیکھی بھی نہیں مگر عقیدۃً نماز کو اچھا سمجھتا رہا اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

(جواب ۷۷۸) اگر وہ شخص توحید و رسالت اور ان چیزوں پر ایمان رکھتا تھا جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے نماز کو فرض سمجھتا تھا تو صرف اس وجہ سے کہ اس نے نماز کبھی نہیں پڑھی اور نہ سیکھی کافر نہیں ہوگا ہاں وہ فاسق ضرور ہے مگر کفر کا حکم اس پر کرنا جائز نہیں البتہ اگر وہ نماز کی فرضیت سے بھی منکر ہو تو بلا شبہ کافر قرار دیا جائے گا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

نماز کے بعد مصلے کو الٹ دینا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) عام لوگ بعد نماز کے کونہ جانماز کا الٹ دیتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(جواب ۷۷۹) جانماز کا کونہ الٹ دینے کی کوئی اصل نہیں نہ کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے اور جو وجہ مشہور ہے کہ شیطان اس پر نماز پڑھ لیتا ہے یہ غیر ثابت اور غیر معقول ہے ہاں بغرض حفاظت جانماز کو لپیٹ دینا تو درست ہے مگر صرف کونہ الٹ دینے میں کوئی حفاظت بھی نہیں۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز میں خیالات اور وساوس کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء)

(سوال) نماز کے اندر انواع واقسام کے تخیلات پیدا ہو جاتے ہیں اور خیالات منتشر رہا کرتے ہیں اس سے نماز میں کوئی نقص تو نہیں آتا؟

(جواب ۷۸۰) غیر اختیاری خیالات سے نماز فاسد نہیں ہوتی حتی الامکان ان کو دفع کرنا چاہئیے (۳)

---

(۱) صلوا علی کل برو فاجر الحدیث (کنز العمال ۶/۵۴ ط بیروت) وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة و قطاع الطریق الخ (تنویر الأبصار' جنائز ۲/۲۱۰ ط سعید) وتارکھا عمدا مجانة أی تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی الخ (التنویر' و شرحه کتاب الصلاة ۱/۳۵۳ ط سعید)

(۲) وتارکھا عمداً مجانة أی تکاسلاً فاسق یحبس حتی یصلی لأنه یحبس لحق العبد فحق الحق أحق الخ (التنویر و شرحه کتاب الصلاة ۱/۳۵۳' ط سعید) (۳) عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ: " إن تجاوز عن أمتی عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتکلم به الخ (مسلم' باب بیان تجاوز الله عن حدیث النفس' ۱/۷۸ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

نماز کب معاف ہوتی ہے

(سوال) نماز کب معاف ہوتی ہے ؟
(جواب ۷۸۱) جب انسان مرض کی وجہ سے بالکل ہوش و حواس سے عاری ہو جائے اور اسی حال پر چوبیس گھنٹے سے زیادہ گزر جائیں 'یا اتنا کمزور ہو جائے کہ سر سے صرف اشارہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو اور اسی حال پر ایک رات دن سے زیادہ ہو جائے تو ان نمازوں کی قضاء بھی اس کے ذمے نہیں ہوتی(۱) محمد کفایت اللہ

"اللہ اکبار" کہنا مفسد نماز ہے یا نہیں ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۳۴ء)
(سوال) اللہ اکبر کی باء کو جو فتحہ ہے کما حقہ ادا کرتے ہوئے راء کو خفیف سا کھینچ کر ادا کرنے میں نماز میں کیا نقصان ہو گا ؟
(جواب ۷۸۲) باکا فتحہ کھینچنے سے اگر اکبار ہو جائے تو نماز مکروہ ہو گی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز میں تصور شیخ کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)
(سوال) تصور شیخ جو اکثر مشائخ اپنے مریدوں کو بتاتے ہیں مراقبہ میں یا نماز میں جائز ہے یا نہیں ؟ خصوصاً جب کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو ؟
(جواب ۷۸۳) تصور شیخ کا مسئلہ تصوف کا مسئلہ ہے صوفیہ اس کو توحید خیال کے لئے مفید سمجھتے ہیں لیکن نماز کی حالت میں اصول فقہیہ کی رو سے اس کی اجازت دینی مشکل ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نمازی کے سامنے کتنے فاصلے پر گزرنا جائز ہے ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء)
(سوال) مصلی کے آگے سے کتنے فاصلے کے درمیان سے گزرنا گناہ ہے اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ موضع سجود کے درمیان سے گزرنا منع ہے موضع سجود کے مطالب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سجدہ کرنے

---

(۱) وإن تعذر الإيماء برأسه و كثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة سقط القضاء عنه' وعليه الفتوى (التنوير و شرحه' باب صلاة المريض ' ۲/۹۹ ' ط سعيد)
(۲) "حلبی کبیر" میں اس کو مفسد صلوۃ کہا ہے : وإن قال الله أكبار لا يصير شارعاً وإن قال فى خلال الصلاة تفسد صلاته قيل لانه اسم من اسماء الشيطان و قيل لأنه جمع كبر بالتحريك وهو الطبل و قيل يصير شارعاً ولا تفسد صلاته لأنه أساء' و الاول أصح (ألاول تكبيرة الافتتاح' ص ۲۶۰ ط سهيل)
(۳) وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احداً الآية (جن:۱۸) ولو تفكر فى صلاة فتذكر حديثًا أو شعرًا أو خطبةً أو مسئلةً يكره (عالمگيرية' باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/ ۱۰۰' ط ماجديه' كوئٹه)

کی جگہ اور مصلی کے قدم کے درمیان سے گزرنا منع ہے اور اس کے باہر سے گزرنا جائز ہے بعض کہتے ہیں کہ مصلی کے آگے جو فرش پر صف بندی کی لکیر بنی ہوئی ہے یہی سترہ کے لئے کافی ہے اور اس خط کے باہر سے بلا ضرورت بھی گزرنا جائز ہے

(جواب ۷۸٤) نماز پڑھنے والے کے آگے سے چھوٹی مسجد یا چھوٹے مکان میں گزرنا ناجائز ہے جب تک کہ اس کے آگے کوئی آڑ نہ ہو اور بڑی مسجد یا بڑا مکان یا میدان ہو تو اتنے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے تو گزرنے والا اسے نظر نہ آئے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) انتشار پھیلانے والا گناہ گار ہے
(۲) غیر مقلدین 'اہل السنۃ والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں ؟
(۳) اہل حدیث کے پیچھے نماز عید کا حکم
(۴) عیدین میں عند الاحناف تکبیرات زوائد چھ ہیں
(۵) احناف کو اہل حدیث کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟
(۶) تراویح مع وتر تئیس رکعات مسنون ہیں
(۷) گیارہ رکعت تراویح کو سنت کہنا
(۸) عالم کی موجودگی میں غیر عالم کی امامت
(۹) حق بات کو چھپانا گناہ ہے
(الجمعیۃ مورخہ یکم فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) ہم لوگ جب کہ شرعی صدقہ فطر سے بالکل ناواقف تھے اور چرم قربانی کو بیچ کر اپنے مصرف میں لاتے تھے بلکہ بعض تو چرم قربانی بیچ کر تاڑی وغیرہ منشی و مسکر چیزیں پی جاتے تھے اس وقت سے آج تک علمائے اہل حدیث کے ساتھ عیدین کی نماز بے تکلف بارہ تکبیروں کے ساتھ پڑھتے رہے اور انہیں علمائے کرام کی بدولت شرعی مسائل سے واقف ہوئے صدقہ فطر نکالتے ہیں اور چرم قربانی کی قیمت مدارس اسلامیہ میں دیتے ہیں جس کو تیس چالیس برس کا عرصہ ہوتا ہے اس عرصے میں بڑے بڑے مشہور علمائے احناف آئے اور آتے رہتے ہیں اور اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرماتے ہیں مگر آج تک کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ علمائے اہل حدیث کے پیچھے تم لوگوں کی نماز نہیں ہوگی اب کے سال چند بریلوی حضرات نے بڑی دھوم مچار کھی ہے لوگوں کو ورغلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی مندرجہ ذیل

---

(۱) و مرور مار فی الصحراء او مسجد کبیر بموضع سجوده فی الأصح أو مروره بین یدیه إلی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیرہ فإنه کبقعة واحدة مطلقاً الخ (التنویر و شرحه) و فی الشامیه :" أنه قدرما یقع بصره علی المار لو صلی بخشوع أی رامیاً بصره إلی موضع سجوده الخ (باب ما یفسده الصلاة وما یکره فیها ۱/۶۳۶" ط سعید)

سوالات کے جواب مرحمت فرمائیں۔
(۱) جماعت کا منتشر کرنے والا مجرم ہے یا نہیں ؟ (۲) اہل حدیث سنت جماعت میں سے ہیں یا نہیں ؟ (۳) علمائے اہلحدیث کے پیچھے احناف کی عیدین کی نماز ہو گی یا نہیں ؟ (۴) عیدین کی نماز بارہ تکبیروں سے افضل ہے یا چھ تکبیروں سے ؟ (۵) احناف اپنے کو اہل حدیث کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۶) تراویح کی نماز مع الوتر گیارہ رکعت افضل ہے یا تئیس ؟ (۷) کوئی شخص تراویح کی نماز سنت سمجھ کر گیارہ رکعت پڑھے تو کیا وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہو گا ؟ (۸) عالم کے موجود ہوتے ہوئے معمولی اردو خواں کے پیچھے نماز درست ہو گی یا نہیں ؟ (۹) حق بات کو چھپانے والا کیسا ہے ؟

(جواب ۷۸۵) (۱) تفریق پیدا کرنے والا سخت گناہ گار ہے (۱) (۲) ہاں اہل سنت والجماعت میں داخل ہے (۲) (۳) ہو جائے گی مگر حنفی مقتدی چھ تکبیریں کہیں (۳) (۴) حنفیہ کے نزدیک چھ تکبیروں سے ہے (۴) (۵) اصطلاحی معنی سے نہیں کہہ سکتے (۶) تئیس رکعت افضل اور مسنون ہیں (۵) (۷) مجرم تو نہ ہو گا مگر تارک افضل وراجح ہو گا (۶) (۸) ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی (۷) (۹) ضرورت بیان کے موقع پر حق کو چھپانے والا گناہ گار ہے (۸) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز میں کیا تصور کیا جائے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۳۸ء)

(سوال) جب انسان نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اس کو ہمہ تن خالق دو عالم کی طرف رجوع ہو جانا چاہئے اور دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی قسم کا خیال نہیں گزرنا چاہئیے ایسی تصورات میں نماز کی رکعات کا شمار اور رکوع و

---

(۱) قولہ تعالیٰ ص " واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" الآیة (آل عمران :۱۰۳) وقولہ تعالیٰ :" ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم" (انفال : ۴۶)
(۲) جو غیر مقلدین تقلید کو شرک کہیں 'ائمہ اربعہ پر طعن اور سب وشتم کریں اور اہل السنت والجماعت کے اجماعی مسائل کا انکار کریں وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں۔
(۳) جو غیر مقدلین تقلید کو شرک کہیں اور اہل سنت والجماعت کے اجماعی مسائل کا انکار کریں وغیرہ' وہ متبدع ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (امداد الفتاویٰ باب الإمامة والجماعة ۱/۲۵۳ ط مکتبہ دار العلوم کراچی)
(۴) وھی ثلث تکبیرات فی کل رکعة الخ (الدرالمختار' باب العیدین ۲/۱۷۲' ط سعید)
(۵) و عن یزید بن رومان أنه قال : " کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث و عشرین رکعة (آثار السنن' باب التراویح بعشرین رکعة ' ص ۲۰۵' ط امدادیه)
(۶) وھی عشرون رکعة (درمختار) و فی الشامیه :" ھو قول الجمھور' و علیه عمل الناس شرقاً و غرباً الخ (باب الوتر والنوافل' مبحث التراویح ۲/۴۵ ط سعید)
(۷) والأحق بالإمامة تقدیماً' بل نصباً الأعلم بأحکام الصلاة' ثم الأحسن تلاوة و تجویداً للقراء ة الخ (التنویر وشرحه' باب الإمامة ۱/۵۵۷' ط سعید)
(۸) إن الذین یکتمون ماأنزلنا من البینت والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتب اولئك یلعنھم اللہ و یلعنھم اللعنون (بقرة: ۱۵۹)

سجود کا خیال رکھنا مشکل ہے اگر نماز کی ترتیب اور شمار رکعات کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کا خیال قائم نہیں رہ سکتا۔؟

(جواب ۷۸۶) نماز میں صرف اللہ تعالیٰ کا خیال رہنا چاہئیے اس کا مطلب یہ ہے کہ نمازی ہمہ تن اس تصور میں غرق ہو کہ میرا معبود اور مسجود اللہ تعالیٰ ہے اور میں اس کے سامنے کھڑا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اگر خیال اتنا قوی ہو جائے کہ گویا میں خدا کو دیکھ رہا ہوں تو سبحان اللہ ! بہر حال اس خیال اور تصور کے ساتھ قیام' رکوع' سجود اور رکعات کی تعداد کا تصور جمع ہو سکتا ہے اور ارکان کے تصور سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کا جو تصور مطلوب ہے وہ باقی نہ رہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

کفایۃ المفتی جلد سوم ختم ہوئی اس کے بعد جلد چہارم ہے

---

(۱) أن تعبد الله كأنك تراه وإن لم تكن تراه فإنه يراك الحديث (مسلم' كتاب الإيمان ۱/۲۷' ط قديمى كتب خانه' كراچى)